نوائے اسلام
دہلی

مجلس الدعوة الاسلامية دهلي الهند

ISLAMIC PREACHING COUNCIL
DELHI INDIA

مجلس الدعوة الاسلامیہ

[illegible] جامع مسجد دہلی ۶

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

اغراض و مقاصد

۱:- قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا اور مسلمانوں کو اسکا پابند بنانیکی کوشش کرنا۔

۲:- مسلکِ سلف کیمطابق خالص توحید و سنت کی اشاعت۔

۳:- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی روح پیدا کرنا

۴:- شرک و بدعات الحاد و مادہ پرستی اور غیر اسلامی اقدار کیخلاف جد و جہد کرنا۔

۵:- کتاب و سنت کی بنیاد پر مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دینا۔

۶:- شریعت اسلامیہ اسلامی قانون کی بالادستی کو عام زندگی میں قائم کرنا۔

۷:- تحریک اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانا، جماعت کے تبلیغی اور اشاعتی پروگرام کو بروئے کار لانا جماعت کی دینی، تعلیمی، سماجی اور دیگر مفادات کی نگہداشت کرنا۔

۸:- مدارس اسلامیہ کے فارغ التحصیل ذہین اور حوصلہ مند طلبا کو اعلیٰ عصری تعلیم کیلئے تعاون دینا۔

۹:- ہم خیال ملی تنظیموں سے رابطہ رکھنا اور انکے ساتھ تعاون کرنا۔

۱۰:- آڑے وقت میں مسلمانوں کو اقتصادی تعاون بہم پہونچانا۔

طریقۂ کار

۱:- تبلیغ دین کیلئے مبلغین کی ٹیم بھیجنا اور تبلیغی جلسے منعقد کرنا۔

۲:- ملی و جماعتی اجتماعات میں شرکت کرکے کتاب و سنت کی روشنی میں دین اسلام نیز اتفاق و اتحاد کی دعوت دینا۔

۳:- اکابرین جماعت علماء، طلبا اور دینی شعور رکھنے والوں کے اشتراک سے ملی و دینی مسائل پر سمپوزیم و سیمینار منعقد کرنا

۴:- نوجوانوں میں سلفی افکار کو اجاگر کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات کیمطابق سیرت و کردار کی تطہیر و تعمیر۔

۵:- ناخواندہ و پسماندہ علاقوں میں مساجد و مکاتب کا قیام۔

۶:- مساجد و مدارس کے تعمیر و قیام کیلئے تعاون کرنا۔

۷:- غیر مسلم علاقوں کی ویران مسجدوں کو آباد کرنا۔

۸:- سلفی مسلک کی نادر و نایاب کتابوں کی طباعت و اشاعت نیز معیاری اخبار و رسائل کا اجراء۔

۹:- مقالات و مضامین کی تیاری اور تحقیقات و ریسرچ نیز عام استفادہ کیلئے اسلامی لائبریری و دارالمطالعہ کا قیام۔

۱۰:- ناگہانی حالات (فساد و قحط زدگان) کیلئے ریلیف فنڈ کے ذریعہ ان کی بھرپور مدد کرنا۔

جاری کردہ:- دفتر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

۱۱۶۴ اے، چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

جلد ۹
شمارہ ۱

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية دهلي الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جنوری ۱۹۹۲ء مطابق رجب المرجب سنہ ۱۴۱۲ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی

زر تعاون	پاکستان سے
سالانہ :- چالیس روپے	سالانہ :- ایک سو روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :- دو ہزار روپے
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ - منیجر نوائے اسلام ١١٦٤ا اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶
فون Phone 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس. ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے
چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے آٹھ سال

لمحہ بہ لمحہ منزل کی طرف

لمحات گھنٹوں اور دنوں میں تبدیل ہو کر سالوں اور صدیوں میں بدل جاتے ہیں اگر احساسات اور احتسابات مفقود ہو جائیں تو صرف سالوں یا شاید صدیوں ہی کو یاد رکھا جا سکتا ہے، مجلس الدعوہ الاسلامیہ کے آٹھ سالہ نشیب و فراز کا جب ہم احتساب کرتے ہیں تو اس کا ایک ایک لمحہ سامنے آجاتا ہے اس کے تلخ و شیریں ذائقے کا احساس بڑھتا جاتا ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ـــ جو جماعت اہل حدیث کے نوجوانوں کے جذبات و احساسات اور انکی مخلصانہ جدوجہد کا مظہر ہے ـــ آٹھ سال قبل جس کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں قائم ہوا تھا اس وقت ہمارے احباب مجلس کے پاس جو سب سے بڑا سرمایہ تھا وہ اللہ کی ذات پر توکل اور نہ ٹوٹنے والا حوصلہ تھا۔ مجلس کے رئیس برادرم عبدالواجد فیضی حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے سینہ سپر ہو گئے، ہر طرح کی تنگی اور فاقہ کشی کے باوجود ہمارے حوصلے ٹوٹے اور نہ ہی بکھرے۔ پروگرام بدلے نہ کمزور ہوئے کیونکہ ہمیں ایڑ زمانہ نے نہیں بلکہ زمانہ سازوں نے لگائی تھی، رکنا اور تھکنا ہم کمزوری ایمان کی علامت سمجھتے تھے، ہر روز کی طلوع فجر ہمیں ایک نئی توانا زندگی سے سرشار کر جاتی تھی، اور ہم ایمان و یقین اور عزم و حوصلہ کی دولت سے مالامال ہو جاتے تھے، مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے احباب انہیں سرمایوں کو لیکر مضبوط حوصلے اور امنگ کے ساتھ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

آج جبکہ ہم جہد مسلسل اور عزم و حوصلہ کے آٹھ سال پورا کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمیں مایوسی اور نحوست کے دلدل سے بچا کر کامیابی و کامرانی کی شاہ راہ پر گامزن فرمایا۔

موجودہ دور میں کسی تبلیغی ادارہ کا قیام اور اس کی بقا کتنا مشکل اور کتنا

صبر آزما ہے اس کا اندازہ صرف انھیں لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اس میدان کے غازی ہیں، دینی مدارس چلانا اتنا مشکل اور دشوار نہیں ہے جتنا کسی تبلیغی ادارہ کا چلانا۔ یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس کا اظہار کئے بغیر بھی نہیں رہا جاسکتا، ہندوستان کے ماحول میں یہ کام اس لئے مشکل ہے کہ یہاں یہ رجحان عام ہوچکا ہے کہ دین کا کام صرف مدارس کا قیام اور انکے ساتھ مالی تعاون ہی ہے اور بس، اور یہی وجہ ہے کہ دو کروڑ اہل حدیثاں ہند کی تنظیم مرکزی جمعیۃ اہل حدیث اپنے محدود مالی وسائل کی تنگی کی وجہ سے ملّی کاموں میں بھی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھ سکی۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اپنے قیام کے فوراً بعد جماعت کو ایک دینی و تبلیغی لٹریچر ماہنامہ نوائے اسلام کی شکل میں دیا جس کا اجراء مئی ۱۹۸۴ء میں عمل میں آیا نہایت قلیل مدت میں یہ رسالہ جماعت اہل حدیث ہند کے تمام رسائل سے زیادہ پڑھا جانے لگا، صرف کشمیر میں ایک ہزار سے زائد رسالہ طلب کیا جانے لگا، جمعیۃ اہل حدیث جموں و کشمیر اور اس کے نوجوانوں نے مجلس کا بھرپور ساتھ دیا مگر بدقسمتی سے کشمیر میں شوریدگی پیدا کرکے نوائے اسلام کا راستہ بند کر دیا گیا۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اخوان کشمیر کے تعاون سے محروم ہوگئی جو ادارہ کی ترقی میں بظاہر ایک بڑی رکاوٹ تھی، مگر اس رکاوٹ کا بھی مقابلہ اللہ کی رحمتوں کے ساتھ ہوا۔ مجلس کا قدم اپنے پروگرام سے ایک پل بھی نہیں ہٹا، بمبئی اور بھیونڈی کی جمعیتوں کا تعاون ملا۔ پھر کرناٹک، کیرالا، تامل ناڈو، آندھرا اور شمالی ہند کی صوبائی و ضلعی جمعیتوں اور انکے افراد نے مجلس کے پروگرام کو پسند کیا، اس کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی اب الحمد للہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ جماعت کے لئے ایک ایسی طاقت بن کر ابھر رہی ہے جو مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کو نہ صرف قوت دیگی بلکہ اس کی توانائی اور اسکی ترقی کے لئے ایسا ذریعہ بھی بنے گی جو کسی ادارہ تنظیم یا جماعت کے استحکام کے لئے ضروری ہے۔

مالی وسائل کسی بھی ادارہ کے لئے جان ہوتے ہیں، اگر یہی نہ ہوں تو ادارے بے جان

بقیہ صـ پر

نوائے حدیث

ایمان باللہ اور اس کی اہمیت

فضل اللہ انصاری سلفی (سہسرام)

"عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی قال :- قلت یا رسول اللہ! قل لی فی الاسلام قولاً لا اسئل عنہ احد بعدک۔ قال :- قل اٰمنت باللہ ثم استقم"

ترجمہ :- سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیجئے کہ آپ کے بعد پھر میں کسی سے اس کے بارے میں نہ پوچھوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: کہو آمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) پھر (اسی پر) جمے رہو: (مسلم)

اس حدیث کے ضمن میں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ :- یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول :- "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" (جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے) کے مطابق ہے یعنی اللہ کو ایک مانا اور اس پر ایمان لایا پھر اسی پر جمے رہے۔ توحید سے پھرے نہیں اور مرتے دم تک اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔ (صحیح مسلم مع شرح الامام النووی ج ۱ کتاب الایمان ص ۱۲۴)

درج بالا حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے حضرت سفیان بن عبد اللہ کو جواب میں ایک اللہ پر ایمان لانے اور اسی پر جمے رہنے کی تعلیم دی ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صرف زبان سے ایمان باللہ کا اقرار کر لیا جائے اور بس۔ بلکہ اقرار باللسان کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک مسلمان بندہ اللہ کو اس کی تمام صفات کے ساتھ مانے اور اس کے جملہ حقوق ادا کرے۔ اللہ صرف اللہ ہی اس کا حاکم و مولیٰ، معبود و آقا اور پالنہار ہے۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے اور اپنے اعمال سے اس کا ثبوت دے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنی مساعی اور جد جہد کا مرکز نہ بنائے اور

عملاً یہ کر کے دکھائے کہ کوئی اور ہستی اللہ کے علاوہ ایسی نہیں جس کی مرضی و خوشنودی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ دین اسلام کی اولین بنیاد اور اصل یہی ایمان باللہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ "بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ والحج و صوم رمضان" یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ۱۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوۃ دینا، ۴۔ حج کرنا اور ۵۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اسلام کے یہ وہ پانچ ارکان ہیں، جن پر دین کی عمارت قائم ہے۔ ان میں سے ہر ایک رکن کی حفاظت اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن وہ رکن جسے اولیت اور دین میں اولین بنیادی حیثیت حاصل ہے، وہ شہادت باللہ ہے اور اس پر جمے رہنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ کے بارے میں صحیح علم و معرفت رسول کے ذریعہ ہوتی ہے، وہی ہمیں بتاتے ہیں کہ اس کے کیا حق ہیں اور اس کی مرضی کے مطابق ہی اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اس لئے اللہ کے الوہیت کے ساتھ اس کے رسول حضرت محمدؐ کی رسالت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ احادیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے کس طرح اللہ کے بارے میں علم و معرفت اور کمال و قدرت بتلا کر ایمان باللہ کی تعلیم دی ہے اور سمجھایا ہے کہ دین کے اندر اسے کیا حیثیت اور اہمیت حاصل ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ——— اہل بادیہ میں سے ایک شخص آیا اور کہا اے محمدؐ! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور ہم سے بیان کیا کہ آپ کا کہنا ہے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ نے پھر اس نے پوچھا کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہ پہاڑ کس نے کھڑے کئے ہیں اور ان میں جو کچھ بنایا ہے وہ کس نے بنایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ نے۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ پہاڑ کھڑے کئے کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں!

اللہ خالقِ ارض و سماء اور کائنات ہے، اللہ رزق و مالک ہے، اللہ رب العالمین، پروردگار و پالنہار ہے اور اللہ مدبر الامر ہے۔ ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ بندہ ان سب چیزوں کو تسلیم کرے۔ اور ان پر ایمان لائے۔ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرے اور صرف اسی کی ہی عبادت کرے۔ ورنہ ایمان باللہ کی مخالفت ہوگی اور حقوق اللہ کی پامالی بھی۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا کہنا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ (ایمان ویقین کے ساتھ) جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم) اس حدیث میں اللہ کے رسول نے ایمان باللہ کی ترغیب دی ہے اور اسی حالت میں مرنے والے کو جنت میں دخول کی بشارت بھی لیکن ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ ترہیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کہدیں گویا اللہ کے رسولؐ نے مختلف انداز میں ایمان باللہ کی تعلیم دی ہے، صرف ایک اللہ کو معبود بنانے کی تاکید ہے اور ہر حال میں اس پر جمے رہنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ ایک مسلمان بندہ کے لئے سب سے اوّلین فرض اور دین اسلام کی اولین بنیاد ہے۔

اللہ ہمارے ایمان کو راسخ کرے اور اسے استقامت بخشے (آمین) ●

بقیہ صفحہ کا

ہو جاتے ہیں، مجلس نے بھرپور اعتماد اور ضمیر کی آواز پر اپنے احباب و مخلصین سے گراں قدر تعاون حاصل کر کے دار الحکومت دہلی میں ایک خطیر رقم صرف کر کے ایک قطعہ زمین حاصل کی ہے جس پر عمارت کھڑی کرنے کے لئے لاکھوں روپئے درکار ہیں، مجلس نے دعوت و تبلیغ او تعلیم و تربیت اور اصلاح معاشرہ کا ایک جامع اور ٹھوس پروگرام مرتب کیا ہے جسکو عملی جامہ پہنا کر ملت و جماعت کی بہت بڑی ضرورت پوری کی جا سکتی ہے ان شاء اللہ۔ ●

ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ (اس کی تفصیل یوں ہے)

جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا تکرار کرے تو فحش کلامی کرے (بخاری مسلم) ●

نفاق کی حقیقت ! کتاب و سنت کی روشنی میں

محمود الحسن ندوی، چمپارن (بہار)

نفاق عربی لفظ ہے یہ "نفق" سے مشتق ہے "نفق" کے معنی سرنگ اور سوراخ کے ہیں، اصل میں نفق کے سلسلہ میں فقہ اللغہ ثعالبی اور دیگر اہم معاجم کی کتابوں میں لکھا ہے جنگلی چوہوں کا ایک سوراخ سے نکلنا اور دوسرے سوراخ سے داخل ہونا، نیز چونکہ چوہے زمین میں بل بناتے وقت اس میں دو سوراخ (ظاہری اور باطنی) بناتے ہیں جن میں سے ایک کو ظاہر رکھتے ہیں اور دوسرے کی طرف ہلکی مٹی وغیرہ بھرے رہتے ہیں تاکہ جب اس کا شکاری اس ظاہری سوراخ کے ذریعہ اس کا شکار کرنا چاہے تو وہ دوسرے سوراخ یا بل سے بھاگ نکلے اس سے اس کی ہوشیاری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے اصطلاح شرع میں نفاق کی حالت ہے کہ آدمی ظاہری طور پر اپنے منھ سے تو ایمان یا کسی حسن عمل کا اقرار و اظہار کرتا ہے، اور باطنی طور پر اس پر عمل سے انحراف یا عین موقعہ پر دھوکہ دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

اس نفاق کی دو قسم ہے، نفاق اصغر، نفاق اکبر، نیز اسے نفاق عملی اور نفاق اعتقادی بھی کہتے ہیں عربی زبان میں نفاق کا شمار مکر و فریب کی جنس میں ہوتا ہے، یعنی ظاہر میں خیر کا اظہار اور باطن میں اس کے خلاف جذبات رکھنا، شریعت میں ایسے نفاق کی دو قسم ہے۔ اول نفاق اکبر جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور باطن میں اس کے خلاف یا جزوی طور پر خلاف عقیدہ رکھتا ہو، ایسا ہی نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ انہیں منافقین کی مذمت اور تکفیر قرآن میں آئی ہے، اور قرآن نے بتایا ہے:

"اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ (نساء آیت ۱۴۵)

منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے۔ اور نفاق اصغر کو نفاق فی العمل بھی کہا جاتا ہے یعنی آدمی ظاہری طور پر تو خوب تقویٰ و پارسائی جتلائے، لیکن باطن میں اس کے خلاف عمل کرے۔ اور اس پر عمل کرنیوالے کو منافق کہتے ہیں۔

قرآن کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور میں اگر ایک طرف کافر و منکر تھے تو دوسری طرف مخلص مسلمان، منافقوں کا یہ حال تھا کہ جب اہل حق سے ملتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

منافق کا ایک رویہ یہ ہے کہ وہ جس طرف اپنا نفع دیکھتا ہے اس طرف جھک جاتا ہے، اگر اسے کفر اختیار کرنے میں اس کو نفع نظر آجائے تو کفر اختیار کر لیتا ہے اور جب دنیا کا نقصان دیکھتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے چاہے اس کی یہ حرکت اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، منافق کی نماز اور دوسری عبادات میں ریاکاری، نمائش سستی و کاہلی ہوتی ہے، وہ زکوۃ بکراہت ادا کرتا ہے، وعدہ خلافی، غداری، جھوٹی قسمیں، عیب جوئی مخاصمت اور فحش کلامی اس کی نمایاں علامتیں ہیں جن کی تفصیل قرآن کریم کے پہلے پارہ میں ۸ سے ۲۰ تک ہے، اور ان لوگوں کی روش اور غیر معمولی ناروا اعتقادات و خیالات کی نقاب کشائی مذمت آمیز انداز میں کی گئی ہے۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ سورۃ البقرۃ - آیت ۸ تا ۲۰-

ترجمہ:- اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (مسلمانوں سے رسوخ پیدا کرنے کے لئے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ دل میں ان کے ایمان نہیں۔ وہ خدا کو اور (عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ ذرہ برابر شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، لہذا اللہ ان کی بیماری کو اور زیادہ کرے۔ اور ان کے کذب کے سبب بہت دردناک عذاب ہوگا۔

پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ روئے زمین پر فساد نہ کرو، تو (جھٹ) کہتے ہیں کہ ہم تو پکے مصلح ہیں ہوشیار درحقیقت یہی لوگ بگاڑ پیدا کرتے ہیں لیکن سوچتے نہیں۔ اور جب ان سے بطور مشورہ کہا جاتا ہے کہ (مسلمان) لوگوں کی طرح ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں کیا ہم بے وقوفوں کی طرح مان جائیں تو سن لو وہی درحقیقت بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔ اور جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو مومن ہیں، اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو (مسلمانوں) سے صرف مذاق کرتے رہتے ہیں، اللہ ان سے مزاق کریگا (انکے تمسخر کی سزا دیگا) اور ان کی سرکشی کی سبب سے ان کو کھینچے گا۔ (اپنی سرکشی میں) حیران پھرینگے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت (قرآنی) کے عوض گمراہی اختیار کرلی ہے۔ پس ان کی تجارت سودمند نہ ہوئی اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

پس ان کی مثال (بالکل) اس شخص کی طرح ہے جس نے (کسی جنگل میں اجالا کرنے کو) آگ جلائی، پھر جب اس آگ نے اس کا ارد گرد روشن کیا ان کا نور اللہ نے چھین لیا، اور ان کو اندھیروں میں ایسا چھوڑ رکھا کہ وہ کچھ دیکھتے نہیں۔ (قرآن شریف سننے سے) بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں، لہذا یہ رجوع نہ کریں گے۔ یا مثال (ان کی) آسمان کے اس بادل کی سی ہے کہ جس میں اندھیرا اور گرج اور بجلی (بھی) ہے، پس وہ کڑک کی آواز پر موت سے ڈرتے ہوئے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔ اور یہ بھاگنا ان کو کچھ نفع نہ دیگا اس لئے کہ خدا نے سب کافروں کو گھیر رکھا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لے، جب کبھی ان پر روشنی ہوتی ہے تو (اس کو غنیمت جان کر) اس میں چل دیتے ہیں، اور جب (بوجہ بادلوں کے) ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے (ظاہری) کان اور آنکھیں چھین لیتا اللہ تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات میں سب سے پہلے منافقین کی اعتقادی بیماری کو بتلایا گیا اور ان کے ایمان وکفر کے درمیان متزلزل ایمان والی کیفیت جسے نفاق سے صحیح معنوں میں تعبیر کیا جاتا ہے اس کا ذکر ہے، یعنی ان کا قول عمل کے مخالف اور عمل قول کے مخالف ہے، اور یہی نہیں بلکہ

وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کو اور اس کے متبعین بندوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ خود ہی طرح طرح کے دھوکہ میں ہیں لیکن انہیں شعور و احساس نہیں، بلکہ وہ اپنے آپ کو بہت ہی ہوشیار اور مومنوں کو بہت ہی بے وقوف تصور کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں اللہ جل جلالہ نے ان کے حق میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر قابل مذمت بات تو یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان و کفر جس طریقہ سے پنہاں ہے اس کی تمثیل اس انداز سے دی گئی ہے ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس نے جنگل میں آگ روشن کیا، جب اس آگ نے اس جنگل کے ارد گرد کو روشن کر دیا تو اس وقت یہ لوگ اس روشنی کے سہارے (یعنی ایمانی روشنی کے ذریعہ) جونہی چلنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے ان کی نگاہوں کو اچک لیا، اور انہیں گھٹا ٹوپ تاریکی (کفر) میں اس طرح بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ ہی نہیں سکتے یعنی وہ ہدایت نہیں پا سکتے، اس لئے کہ ہدایت کے لئے سب سے بڑی شرط یہی ہے کہ آدمی اپنے دل سے کفر و نفاق کو نکال باہر کرے جب ہی وہ ہدایت اس کے دل میں گھر کر سکتی ہے، تو ایسی صورت میں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ زبان رہنے کے باوجود گونگے معلوم ہوتے ہیں، حق بات زبان سے نہ بول سکتے ہیں اور بظاہر بصارت رہتے ہوئے بصیرت ان کی جاتی رہتی ہے، جس سے نور ہدایت کو مقبولیت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے اور جب ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ پھر وہ ایمانی طاقت اور تعلیم خداوندی کی طرف نہیں واپس ہو سکتے۔

اسی پر قرآن نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی تشبیہ اس مینہ والے بادل سے دی جس میں اندھیر گرج اور بجلی کی چمک موجود ہے تو جب جب وہ اپنی زبانوں سے "اٰمَنَّا صَدَّقْنَا" کہتے ہیں تو اس وقت بجلی کی چمک آسمان پر نمودار ہوتی ہے، اور جونہی انکی زبان بند ہوتی ہے اور دل میں کفر و نفاق موجزن ہوتا ہے۔ کہ ظاہری طور پر آسمان سے گرج و کڑک کی ایسی بھیانک آواز سنائی دیتی ہے کہ موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر یہ خیال کرتے ہیں کہ اب ہم محفوظ ہو گئے اور اس سے بچ کر بھاگ نکلیں گے، حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے گھیراوے اور احاطے میں لے رکھا ہے جہاں سے وہ بھاگ

پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بجلی ان کی نگاہوں کو اچک نہ لے تو جب جب اس کی چمک سے پیدا شدہ روشنی ہوتی ہے تو اس میں کچھ دور تک وہ چلنے لگتے ہیں۔ اور جیسے ہی اللہ نے روشنی کو تبدیل کر دیا کہ وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہٹ دھرمی اور منافقانہ روش کے جرم میں فی الفور سزا دینا چاہتا تو ان کے کان ان کی بصارت وغیرہ کو چھین لیتا اور وہ دنیا میں ایسی بیش بہا نعمت سے محروم ہو کر ذلت وخواری کی زندگی گزارتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمام امور کو کرنے پر قادر ہے۔ اجتماعی طور پر نفاق ومنافقین کے سلسلہ میں پورے قرآن میں مندرجہ ذیل سورتوں میں کہیں اجمال اور کہیں تفصیل کے ساتھ آیتیں موجود ہیں وہ یہ ہیں۔ آل عمران، مائدہ، انفال، توبہ، نور، عنکبوت، احزاب، محمد، فتح، حدید، مجادلہ، حشر، منافقون، اور سورہ تحریم وغیرہ۔ میں بھی تذکرہ ملتا ہے۔

منافقین اور نفاق کی مزید تفصیل قرآن کے علاوہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔" عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد أخلف واذا اؤتمن خان (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی تین ہے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب (اسے) امانت سونپی جائے (امین بنایا جائے) تو خیانت کرے۔

اس کی مزید تشریح عبداللہ بن عمرو کی وہ روایت ہے جو مشکوۃ کے حوالے سے منقول ہے

" عن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا، ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان، واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں چار خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے صرف

بقیہ ص پر

کائنات عالم میں زمین کی حقیقت

خطیب الاسلام مولانا عبد الروف رحمانی جھنڈا نگر (نیپال)

زمین رب کریم کی ایک اہم تخلیق ہے چنانچہ قرآن پاک میں تخلیق ارض کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (وفی الارض آیات للموقنین) (ذاریات)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں انسان کے لئے زمین جس قدر ضروری ہے وہ محتاج بیان نہیں چنانچہ دیکھئے ہم زمین کے قلب و جگر سے پانی، لوہا، چاندی سونا، قیمتی پتھر، ہیرے جواہرات تیل پٹرول وغیرہ برآمد کرتے ہیں اور ان سے ہر طرح کا نفع اٹھاتے ہیں، اگر زمین نہ ہو تو مکانات و عمارات کس پر بناتے، اینٹ کس سے اور کیسے تیار کرتے بلکہ ہم بنانے والے اور تیار کرنے والے انسان ہی کہاں اور کس پر ٹھہرتے۔ ملازمت تجارت صنعت و حرفت، زراعت کا پیشہ کہاں کس کے گھر اور کس کے در پر کرتے؟ زمین نہ ہوتی تو موٹر، ٹرام اور یہ ریل گاڑیاں کس پر چلتیں اور یہ بڑے اسٹیشن اور جنکشن کہاں بنتے یہ لائن اور اس کی پٹریاں کس پر بچھتیں اس کے تار کے کھمبے کہاں گڑتے ہیں اور ان کے عملہ و افسران اعلیٰ کا قیام کہاں اور کس پر ہوتا یہ ہوائی جہاز کے ہوائی اڈے کس پر تیار ہوتے بلکہ خود ہوائی جہاز کے عظیم الشان کارخانے کہاں قائم ہوتے؟

پس خوبی اس ذات پاک کی ہے جس نے ایسی بے حد ضروری اور محتاج الیہ چیز مہیا فرما کر ہمیں مفت عطا فرمائی اور ہم پر احسان عظیم کیا۔

اگر زمین نہ ہوتی تو دیہات و قصبات اور شہر و بلاد و اقالیم و ممالک اضلاع اور صوبے نہ ہوتے اور بلاد مختلفہ اور ممالک بعیدہ کا القاب بے معنیٰ ہو جاتا ضروری ساز و سامان اسلحہ و ذخائر ہمیں کہاں اور کیسے ملتے؟ زراعت کہاں ہوتی؟ ہل کس پر چلتے اناج کس کے پیٹ سے پیدا کرتے کھانے کی چیزیں کہاں تیار کرتے؟ کاٹی ہوئی فصل کس پر رکھتے کھلیان کہاں بناتے

زمین نہ ہوتی تو یہ خود کھیتی کرنے والے کہاں ٹھہرتے؟ اپنے بیل کہاں باندھتے، کہاں ان کا دانہ چارہ دیتے؟ زمین نہ ہوتی تو اشجار و ازھار، کہاں لگتے اور کیسے پھلتے پھولتے؟ جانور کس گھاس کو کھا کر زندہ رہتے، ریشم کے کپڑے اور اون والے جانور کہاں اور کیسے ہوتے؟ تمام اونی ملیں ریشمی کارخانے آج دنیا سے غائب ہوتے اونی کمبل اور اونی پوشاک کا تصور خواب و خیال میں بھی نہ ہوتا۔ زمین نہ ہوتی تو لباس، سوت کے کپڑے اور بڑی بڑی کلاتھ ملز اور ان کے کارخانے بلکہ خود روئی تک کا وجود نہ ہوتا، کپڑا سلنے والے کارخانے اور ملیں کہاں قائم ہوتیں؟ شاہجہاں پور کی عجیب و غریب سلائی فیکٹری کی کیا ضرورت ہوتی۔ یہ مل کے چلانے والے مزدور کاریگر منیجر کلرک یہ لوگ اور سلنے والے ٹیلر ماسٹر صاحبان کہاں ٹھہرتے؟

زمین نہ ہوتی تو انواع و اقسام کی ترکاریاں اور سبزیاں، خوشبودار مصالح الائچی جاوتری کیوڑے و زعفران، سو سو قسم کے پکوان اور اعلیٰ قسم کے سیر کہاں چنے اور لگائے جاتے؟ یہ ہمارے ہوٹل، چائے خانے اور ریسٹورنٹ کس جگہ قائم ہوتے؟ اگر زمین نہ ہوتی تو بھیڑ، دنبے، خصی، مرغ، کبوتر، جنگلی ہرن اور طرح طرح کا شکار اور ان کے گوشت سے اور ان کی لذت و راحت سے یہ ہماری پوری دنیا ناواقف ہوتی۔ آخر یہ جانور کہاں ٹھہرتے؟ کیا چیز کھا پی کر اپنا پیٹ بھرتے؟ گائے بھینس کہاں باندھی جائیں؟ پھر تازہ دودھ اصلی گھی کیسے میسر ہوتا؟ دودھ دہی کی نفیس لسیاں اور خوش ذائقہ ربڑی یا بالائی اور اس کا کھویا و ملائی کیونکر حاصل ہوتے۔ کھویہ دار حلوے کیسے اور کہاں ملتے؟ اگر زمین نہ ہوتی تو ہم سارے بنی نوع انسان ان سارے لذائذ ہی سے محروم رہتے اگر زمین نہ ہوتی تو سیب و انار، کیلے و سنترے طرح طرح کے آم و خربوزے، گری، چھوہارے بادام و پستے وغیرہ فروٹ کہاں سے میسر آتے؟ گنا اور شکر کہاں ہوتے اور بنائے جاتے؟ گڑ و قند اور شکر اور اس کی انواع و اقسام کی مٹھائیاں کیسے بنتیں؟ یہ شوگر مل کہاں اور کیسے قائم ہوتے؟ اگر زمین نہ ہوتی تو نمک جیسی ضروری چیز کا ذخیرہ کہاں ہوتا اور اس کے رکھنے کے لئے بڑے بڑے گودام کہاں بنتے؟ پھر بلا نمک کا کھانا قورمہ و پلاؤ، سالن، کباب، کس کام کے ہوتے، یہ چٹنیاں نورتن اچار سب کے بلا نمک کے کیا ہوتے اور کیسے مزہ دیتے؟

اگر زمین نہ ہوتی دواؤں کے ذخائر، جڑی بوٹیاں، ثعلب مصری، ثقاقل مصری، دارچینی

بیج قلمی، عناب ولایتی، گل بنفشہ، گاؤزبان وغیرہ صدہا قسم کے مفردات کہاں ہوتے؟ جڑی بوٹیوں سے بننے والے خمیرے اور معجون کیسے بنائے جاتے تمام طرح کا اطریفلات، جوارشات اور مشروبات عرقیات کیسے اور کس کے بنتے؟ آنولہ وسیب وغیرہ مربے کیسے تیار ہوتے؟

اگر زمین نہ ہوتی تو بڑی بڑی عدالت گاہیں، منصفی، ججی اور ہائی کورٹ کی عالی شان عمارتیں کوٹھیاں کچہریاں کہاں قائم ہوتیں اسمبلی وپارلیمنٹ ہاؤس کہاں بنتے؟ پاور ہاؤس، واٹر ہاؤس بنک وغیرہ کس پر بنتے، جیل خانے، پولیس اسٹیشن، فوجی بارکیں، اور ان کی بڑی بڑی چھاونیاں کہاں ہوتیں؟ کانسٹبل سپاہی، داروغے، پولیس کمشنر وافسر نے وزیر پولیس بحری وبری وفضائی فوجیں کہاں ہوتیں اسکے سلامی لینے والے حکومت کرنے والے وزیراعظم، صدر جمہوریہ کن پر حکومت کرتے خود یہ حضرات آخر کہاں قرار پکڑتے؟

اگر زمین نہ ہوتی تو سائنس کے اکتشافات وایجادات کی تجربہ گاہیں اور ان کے معملات ان کی رصدگاہیں، سائنس کا نگارخانے کہاں قائم ہوتے یہ سائنس والے خود کہاں رہتے، مسجد مندر، گرجے، گردوارے، مدرسے، پاٹھ شالے، کالجز اور یونیورسٹیاں کہاں قائم ہوتیں، کتب خانے اور لائبریریاں کس پر بنائی جاتیں، شفاخانے، دواخانے، ہاسپٹل، میڈیکل کالج اسی طرح بھوپال وتینی تال، سناٹوریم، ٹی بی مخصوص علاج گاہ اور بھوان پیز۔ A کلاس، بی کلاس وغیرہ کہاں ہوتے۔

اسی طرح گسٹ آفیسران، وزیر، انجینئر، وکلاء بیرسٹر اور ضلع کلکٹر اور کمشنر ومنسٹر صاحبان اور میاں مولانا وغیرہ دانشوران زمانہ، ڈاکٹر حکیم، طبیب وبیدک کہاں پڑھ کر پیدا ہوئے۔ مطابع اور لیتھو پریس اور چھاپہ خانے، ٹائپ گھر، برقی پریس کہاں قائم ہوتے؟

اشتہارات، اخبارات، رسائل، کتابیں، مصنفات کے لئے دفاتر کہاں قائم ہوتے اور کن جگہوں سے شائع ہوتیں اور کہاں کہاں روانہ ہوتیں، اگر زمین نہ ہوتی تو ہمارے ڈاک گھر، تار گھر، ٹیلیفون، ریڈیو، وائرلیس لاسلکی کا انتظام کیسے قائم ہوتا اور یہ جال کہاں بچھایا جاتا اور کیسے بچھایا جاتا؟ خود ان چیزوں کے بنانے والے ان کو کہاں اور کس پر بناتے؟

زمین نہ ہوتی تو ربڑ اور لوہا کہاں سے ملتا؟ تیل پٹرول کہاں سے نکلتا، ان چیزوں پر دنیا کی آج ہزاروں چیزوں کا اور ہم سب کے آرام وراحت کا مدار ہے۔

اگر زمین نہ ہوتی تو پتھر کوئلہ، لکڑیاں، پہاڑ، جنگلات نہ ہوتے، تو انجن مشین، کارخانے، لکڑی ملیں، سب بند ہو نگی انجن چلا سکے گا نہ کوئی مشین۔

اگر زمین نہ ہوتی تو انتقال مکانی، باربرداری، سیر و سواری کے لئے اونٹ گھوڑے ہاتھی وغیرہ جانور اور مویشی کہاں ٹھہراتے جاتے اور ہماری زیب و زینت اور اظہار شان و شوکت کے لئے ہاتھی اور گھوڑوں اور پالکی دسیالوں وغیرہ کی سواری کی کیا صورت ہوتی ؟

اگر زمین نہ ہوتی تو یہ میز و کرسیاں یہ خیمے یہ ڈیرے، چھولداریاں اور شامیانے اور تخت طاؤس پر ہماری جاہ و نمائی کیونکر ہوتی۔ ہمارے غسل خانے اور حوض و آبشار، جوئے بار، فوارے کہاں اور کس پر تعمیر ہوتے ؟

اگر زمین نہ ہوتی تو یہ سہان گھاٹ، کاشی ہردوار اور متھرا اور پریاگ اجودھیا وغیرہ تیرتھ استھان کہاں اور کس جگہ قائم ہوتے ؟ اسی طرح کعبہ و قبلہ مکہ و مدینہ، بیت المقدس و مسجد نبوی عرفہ، مزدلفہ منیٰ وغیرہ کہاں اور کس پر نظر آتے ؟ جبل رحمت، و باب جبرئیل۔ و باب سلام کہاں دیکھے جاتے ؟ مصلیٰ ابراہیمی، ماء زمزم، صفا و مروہ کا یادگاروں کی صورت ہی کہاں رہ جاتی ؟ حج کہاں ہوتا۔ عید کیسے ہوتی ؟ غرض تمام عبادات، تمام روحانیات مادیات اور تمام ضروریات و حاجات اور ہر قسم کے معاشی زرعی و تجارتی صنعتی فوجی ملکی غرض تمام انسانی حالات و معاملات صرف ایک زمین کے وجود پر موقوف ہے۔ انسان اسی زمین میں دندناتا، اکڑتا پھرتا ہے اور اسی زمین کے بے بہا عطیہ اور اسی کے فیض و برکت اور خصوصی اہمیت و افادیت سے یکدم سرتاسر غافل وان تمام فوائد کی طرف توجہ دلانے کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا د و فی الارض آیات للموقنین یعنی خود زمین میں یقین و بصیرت رکھنے والوں کے لئے سینکڑوں طرح کی نشانیاں ہیں۔ (ذاریات)

ان نشانیوں سے وہ خالق و مخلوق کا رشتہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور اپنی محتاجی اور خالق کی فیاضی کو اچھی طرح مستحضر کر سکتا ہے کہ ایک زمین کا پورا انتظام عالم درہم و برہم نظر آتا ہے اور پوری کائنات اور تمام مزخرفات زمین کے بغیر ایک سکنڈ کے لئے بھی کہیں۔ دوسری جگہ قرار پذیر نہیں تصور کئے جا سکتے ہیں بس ایسے ضروری اور اہم و خاص الخاص مجلس اور بے بہا و قیمتی عطیہ

پر ہمیشہ ہمیشہ خالق الارض کے سامنے عجز و نیاز جھکائے رہتے ہیں۔

نظرِ عبرت اگر یہ زمین نہ رہے تو کون ہے جو اس زمین کی جگہ دوسری متبادل زمین بنا سکے اگر زمین کا بنانا ممکن ہوتا تو جنگ عظیم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء کی نوبت کیوں آتی۔ جرمنی کا ہٹلر و ہملر بلا خون ناحق اور بغیر جنگ باطل کئے ہوئے اپنے لئے دوسری زمین طبق در طبق بنا لیتے اور دوسروں کے بلاد و ممالک پر ان کے آراضی و مدفونات و مقبوضات پر قبضہ کرنے کی کوشش میں اپنی جان و مال کیوں کھپاتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ زمین جس قدر ضروری اور محتاج الیہ ہے اس کی قدر اس کی تیاری بھی محال و ناممکن ہے بلا شبہ اس کا خالق فاطر السمٰوات والارض ربِّ کریم ہی ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے ؎

دہ خدا یہ زمیں تیری نہیں میری نہیں
تیرے آباء کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

زمین کے سطح بنانے کی حکمت زمین اگرچہ گنبد کی طرح گول ہے لیکن ربِّ کریم اس کو اتنا عظیم کرہ بنایا ہے کہ وہ مثل سطح کے ہے امام رازی نے سورہ رعد کی آیت (ھو الذی مدّ الارض) کے تحت لکھا ہے۔ (ثبت بالدلائل ان الارض کرۃ) یعنی ریاضی اور قواعد کی رد سے زمین کا کروی ہونا ثابت ہے پھر اللہ نے اس کو پھیلی ہوئی کیونکر فرمایا خود جواب دیا ہے۔

والکرۃ اذا کانت فی غایۃ الکبر کان کل قطعۃ منھا تشاھد کالسطح (تفسیر کبیر) کیونکہ زمین کا کرہ بہت عظیم ترین کرہ ہے پس اس کا عظیم الجثہ کرہ کا جتنا حصہ مشاہدہ میں آتا وہ سطح کی طرح نظر آتا ہے اور اس کی کرویت غیر مشاہد رہتی ہے اس لئے قرآن کریم عام مشاہدہ کے مطابق زمین کو پھیلی ہوئی بتلایا چنانچہ ارشاد ہے۔ (والارض مددناھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل شئ موزون) یعنی ہم نے زمین پھیلایا اور اس پر بوجھ ڈال دیا اور ہر موزوں چیز اس میں اگائی مطلب یہ کہ بوجھ ڈال کر زمین کو حرکت اور ڈانوا ڈول ہونے سے محفوظ رکھا اور باوجود کرہ ہونے کے اس کی سطح کو اس قابل بنایا کہ اس پر بآسانی کاشت ہو سکے اور طرح طرح کی سبزی و نباتات کی کاشت ہو سکے۔ اگر کرویت کے باوجود اس میں سطح اور چوڑائی نہ ہوتی تو زمین پر کسی طرح کی کاشت اور فصل کی تیاری ممکن نہ ہوتی پس زمین کی یہ سطح اللہ پاک

کے عظیم انعامات میں سے ہیں۔

زمین کا دانوں اور گٹھلیوں پر عمل جب انسان کھیت جوت کر ملائم بنا کر اس میں گیہوں چنا وغیرہ کا دانہ یا درختوں کی گٹھلیاں ڈالتا ہے اور زمین میں دبا کر اس میں دیسی ہینگا یا ہل چلا کر اس کے اندر دباتا ہے تاکہ زمین کے اندر کی نمی اس کی پرورش و پرداخت کرے چنانچہ کسان چلا آتا ہے اور قدرت اس کی تربیت کرتی ہے ایک دانہ کے بدلے سات بالیاں اور ہر بالی میں سو دانے بلکہ اس سے بھی زائد ایک آم کی گٹھلی سے سینکڑوں ہزاروں آم پیدا ہو کر تیار ہوتے لیکن چونکہ ابتداء میں گیہوں کے دانہ سے جو نازک ترین ریشہ و اکھوا برآمد ہوتا ہے اور گٹھلی سے جو سبز ملائم اور نرم نرم پودا نکلتا ہے وہ زمین کی سخت تہوں کو چیر کر صحیح سالم کیسے نکل آتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ زمین کے اندر اپنی قدرت و حکمت کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں۔

(فلینظر الانسان الیٰ طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیہا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکہۃ وابا) (سورۃ عبس) آیات ۲۴ تا ۳۱

یعنی انسان دیکھے کہ اس کا غلہ کیسے تیار ہوتا ہے ہم نے پانی برسا کر اس کو نرم و ملائم بنایا، پھاڑے جانے والے اور پھٹ جانے کے قابل بنایا۔ پھر اس کی ظاہری سطح کو شق کر کے اس میں غلہ وانگور اور ترکاریاں وغیرہ پیدا کیا اس سے معلوم ہوا کہ قدرت پہلا کام یہ کرتی ہے کہ خود زمین کو نرم و ملائم اور پلپلا بنا کر پھٹ جانے کے قابل کر دیتی ہے دوسرا کام یہ کرتی ہے کہ اس دانا اور گٹھلی کا باریک اکھوا میں ایسی طاقت عنایت کرتی ہے کہ وہ اسے چیر پھاڑ کر اوپر نکل آتا ہے چنانچہ اس کے متعلق حق تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ (إن اللہ فالق الحب والنوی) سورۃ انعام

یعنی یہ کہ اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے۔ خیال فرمائیے کہ سوت کے دھاگے جیسے نرم نازک اکھوے کو مٹی کے تہوں سے کون برآمد کرتا ہے کیا وہ دست غیب کے پوشیدہ اشاروں کے بغیر ہی باہر نکل آتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ بقول شاعر ؎

زمیں اس کو پکڑتی ہے زمیں کو وہ پکڑتا ہے

وہ دانے اور اس کے ریشے اور تنے اور پودے زمین سے مضبوط علاقہ قائم کر کے اپنی

جڑ کو پائیدار بناتے ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے زمین کے نس نس میں اس کے ریشے سماجاتے ہیں اور اپنی تنے مضبوط اور پائیدار بناتے جاتے ہیں یہ عمل زمین کے اندر جاری رہتا ہے اور اوپر کی تہوں کو چیر کر اپنے پھل پھول سے دنیا کو محظوظ کرتا ہے یہ اندرونی مضبوطی بھی اسی لئے ہوتی ہے تاکہ خارجی اثرات سے وہ مضمحل نہ ہو سکے اور ہوا کے سخت جھونکے، بارش کی چوٹ آفتاب کی حرارت اور سرد راتوں کی برودت اس کو پژمردہ نہ بنا سکیں اس لئے قدرت کے بعض اشاروں کے تحت ہر پودا بقدر ضرورت زمین کے اندر بھی اپنی ریشوں کو برابر داخل کرتا رہتا ہے اور باہر ہر عمل کرتا رہتا ہے چنانچہ مٹی کی تہوں کو چیرتا ہوا اوپر برآمد ہوتا ہے۔ اب دیکھیئے کہ خود اس بے جان دانہ اور گٹھلی میں طاقت کہاں تھی کہ اندر و باہر اس طرح کے عمل خود ہی کر ڈالے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے خوراک اور غذا کی ضروریات کے لئے اپنی دست قدرت سے خود ہی اس کا انتظام فرمایا اور زمین کو ہر طرح کی صلاحیت بخشی اسی حقیقت کو پیش نظر رکھ کر ڈاکٹر اقبال نے لکھا ہے ؎

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟ کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟ یہ زمیں کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟ موسموں کو کس نے سکھلایا ہے خوئے انقلاب؟

بقیہ ص۳۴ کا

●●●

کی اقسام اور غیر ضروری اصطلاحوں کو رٹوانے میں بچوں کا وقت ضائع نہ کیا جائے۔ نہ ثنائی اور خمسی نظاموں سے ان کو آگاہ کیا جائے۔ یہ سب چیزیں طالب علم ضرورت پڑنے پر خود سیکھ لے گا۔

ڈرائنگ کے سلسلے میں جب بچہ سیدھے اور ترچھے خطوط کھینچنا اچھی طرح سیکھ لے تو اس کو کاپی پنسل اور ربڑ سے آشنا کیا جائے۔ یہی عمل زبان اور حساب کی تدریس میں کیا جائے۔

یہ چند باتیں بطور گائیڈ لائن کے بتا دی گئی ہیں۔ ذہین اور محنتی اساتذہ جزئیات اور تفصیلات کو ضرورت اور موقع کے مطابق خود کام میں لا سکیں گے۔

آج معیار تعلیم کے گرنے اور تعلیم کے مہنگے ہونے کا جو شکوہ عام ہے ان سادہ سے طریقوں پر عمل کرنے سے وہ انشاء اللہ رفع ہو جائے گا۔ اور اس طرح کی تعلیم نہ صرف بچے کی آئندہ زندگی میں کمائی کا ذریعہ بنے گی بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے رہبری حاصل ہو سکے گی ●●

اسلام میں معاشی سرگرمیوں کی اہمیت

محمد جرجیس کریمی ریسرچ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علیگڈھ

اسلام ایک زندہ اور متحرک مذہب ہے چنانچہ وہ اپنے ماننے والوں کو مفلوج اور درویش بناکر نہیں رکھتا اور نہ ہی دین برتنے کے لئے دنیا کو یکسر ترک کر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ جہاں وہ خالق کے حقوقِ عبادت ادا کرنے کی تاکید در تاکید کرتا ہے وہیں خالق کے علاوہ کے حقوق بھی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے گویا اسلام ذمہ داریوں والا مذہب ہے۔

دینی اور دنیاوی اعتبار سے عمل اور ذمہ داری میں جو تعلق ہے وہ محتاج بیان نہیں ظاہر ہے جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر گھر بیٹھ جائے اس سے بال بچوں، والدین اور دیگر حق داروں کے کون سے حقوق ادا ہو جائیں گے بلکہ وہ خود مفلس ہو کر مارا مارا پھرے گا۔ اسی لئے دین اسلام میں عمل کی ترغیب بار بار دی گئی ہے اور جمود و تعطل کو دنیا و دین کے لئے مضر بتایا گیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں دریوزہ گری اسی لئے ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قال النبی ﷺ ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ

آپ نے فرمایا آدمی کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم درآمدی کا حکم بھی دیتے اور اس کو پسند بھی فرماتے اور آپ خود اس پر عمل بھی فرماتے تھے۔ کتب احادیث میں یہ روایت وارد ہے۔

قال النبی ﷺ لان یاخذ احدکم حبلہ ثم یاتی الجبل فیاتی بحزمہ من حطب علی ظہرہ فیبیعہا فیکف

آپ نے فرمایا مثلاً کوئی شخص اگر جنگل سے لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لا کر بیچتا ہے اور اس سے اس کا گزر بسر ہو جاتا ہے تو یہ

اللہ بما د جمہ خیر لہ من ان یسال الناس اعطوہ او منعوہ

کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ رب، رزاق اور پالنہار ہے اور اس کی رزاقیت ہر ذی حیات کے لئے عام ہے مگر انسان کا معاملہ عام ذی حیات سے ذرا مختلف ہے غالباً یہ بھی اس کی مابہ الامتیازی کی ایک صورت ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں مارے خدا کی رزق سے متمتع نہیں ہو سکتا خصوصاً عصر حاضر میں حصول معاش ایک ٹیڑھی کھیر بن کر رہ گئی ہے چنانچہ آج معاشی سرگرمیوں کی اہمیت اور بھی دوچند ہو جاتی ہے۔

حصول رزق اور معاشی استقلال کے لئے کون سی صورت اپنائی جائے یہ خود آدمی کی اپنی تمیز اور اختیار کی بات ہے اسلام نے اس سلسلے میں کوئی قدغن نہیں لگائی ہے۔ حالات اور موقع محل کے موافق کوئی بھی ذریعہ معاش اپنایا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ معمولی قسم کا کام جسے لوگ عام طور سے کمتر اور گھٹیا تصور کرتے ہیں اختیار کیا جا سکتا ہے اس بارے میں آنحضور کا کردار بہترین نمونۂ عمل ہے۔ آپؐ نے کئی ایسے کام اپنے ہاتھوں انجام دیئے جو بظاہر معمولی تھے مثلاً بکری دوہنا، کپڑے کی پیوند کاری کرنا وغیرہ گو کہ آپؐ نے یہ ذریعہ معاش کے طور پر نہیں کیا مگر پھر بھی آپؐ کا فی ذاتہٖ کوئی بھی فعل راہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے ذیل کی حدیث کو اسی کی تفصیل سمجھنا چاہیئے۔

ان رسول اللہ کان یعلف البعیر ویقم البیت ویخصف النعل ویرقع الثوب ویحلب الشاۃ ویاکل مع الخادم ویحصف معہ اذا اعیا وکان لا یمنعہ الحیاء ان یحمل بضاعۃ من السوق الیٰ اھلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کا دودھ نکالتے۔ معماری کا کام کرتے، اپنے جوتے خود سیتے، اپنے کپڑے کی پیوند کاری از خود کرتے۔ بکری دوہتے اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور امور خانہ داری میں اس کا ساتھ بھی دیتے نیز سودا سلف کے بازار سے گھر اٹھالانے میں آپؐ کو کوئی عار نہ تھی۔

قرآن سراسر رشد و ہدایت کی کتاب ہے جو نوع انسانی کو اس کے تمام شعبہ ہائے حیات میں رہنمائی بہم پہونچاتا ہے عقائد، عبادات اور دین کے جملہ احکام و تفصیلات سے لیکر تمدن، معاشرت اور معاش میں اس کی بنیادی ہدایات تک اس نے جہاں کائنات کی نوع بر نوع چیزوں کو نصیحت، عبرت اور ہدایت کے لئے نشانیاں قرار دی ہیں وہیں اس کی گوناگوں حیثیتوں سے معاش کی اہمیت کو بھی جتایا ہے مثلاً نزول بارش اور چوپائے کی تسخیر وغیرہ جہاں کے دیدۂ عبرت نگاہ کے لئے سامان ہدایت ہے وہیں کھیتی باڑی اور مویشیوں کی دنیاوی افادیت کی صراحت بھی ہے چنانچہ قرآن میں زراعت، صنعت، تجارت اور مویشی کاروبار کے تذکرے بہت ملتے ہیں۔

زراعت کا تذکرہ انسانی حیات کی بقا غذا اور خوراک پر منحصر ہے اور اشیائے خوردن کی پیداوار کا انحصار زراعت پر ہے ظاہر ہے اس اعتبار سے زراعت کی جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝
(سورۃ الرحمٰن)

زمین کو اس نے سب مخلوقات کیلئے بنایا اس میں ہر طرح کے بکثرت لذیذ پھل ہیں کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے غلے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اخرج منها ماءها ومرعاها ۝

اس زمین کے اندر سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے۔ (النزعت ۳۱)

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَاْكُلُوْا

ان لوگوں کے لئے بے جان زمین ایک نشانی ہے ہم نے اسکو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے تاکہ یہ اس

مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ٥ (سورۃ یٰس ۳۵)

کے پھل کھائیں یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔

بخاری و مسلم میں حضرت انس بن ملکؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں زراعتی امور کی اہمیت و افادیت بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما من مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا فیا کل منہ طیرا او انسان او بھیمۃ الا کان لہ بہ صدقۃ۔

نہیں ہے کوئی مسلمان مگر یہ کہ وہ کوئی پودا لگاتا ہے یا کچھ کھیتی کرتا ہے اور اس میں سے چڑیا، انسان یا کوئی چوپایا کچھ کھالیتا ہے تو اس کے لئے وہ صدقہ ہے۔

صنعت کی اہمیت اور اسکا تذکرہ

صنعت و حرفت معاشرہ کی ترقی اور معاشی خوش حالی کا ایک بہترین ذریعہ ہے قرآن میں مختلف پیرایہ میں متعدد بار اس کا ذکر فرمایا گیا ہے

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ٥ (الحدید ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے نافع ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ٥ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (سبا ۱۰-۱۱)

اور ہم نے لوہے کو اس کے لئے نرم کر دیا اس ہدایت کے ساتھ کہ زرہیں بنا اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھ۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے۔

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ٥ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ

اور جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لئے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا۔ پہاڑوں میں تمہارے

كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝ (سورۃ النحل ۸۱)

لئے پناہ گاہیں بنائیں اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم فرمان بردار بنو۔

ابوداؤد شریف میں ایک حدیث ہے جس میں صنعتی اہمیت بتائی گئی ہے آپؐ نے فرمایا۔

ان اللّٰہ لیدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة صانعه يحتسب في صنعته الخير والرامي به ومنبله۔

اللہ تعالیٰ ایک تیر کی صنعت سے تین شخص کو جنت میں داخل کرے گا ایک وہ جس نے اس کو اچھی نیت سے بنایا۔ دوسرا جس نے اسے راہ جہاد میں استعمال کیا تیسرا وہ جس نے اس کو اٹھا اٹھا کر جمع کیا۔

تجارت کی اہمیت اور اسکا ذکر

صنعت وحرفت کی طرح تجارت بھی معاشی استقلال کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ دوسرے ذرائع کے مقابلے میں تجارت اور بزنس کو زیادہ پسند فرماتے خود آپؐ نے تجارت کو اپنایا اور نبوت سے قبل کئی تجارتی سفر بھی کئے ہیں قرآن میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۝ (النساء ۲۹)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ لین دین ہونا چاہیئے آپس کی رضامندی سے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا

وہی جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے

بِهٖ اَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتّٰى (طٰہٰ ۵۳) مختلف اقسام کی پیداوار نکالی۔

حاکم کی ایک روایت ہے جس میں آپؐ نے فرمایا۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔ امانت دار سچا تاجر نبیوں صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

مویشی کاروبار کی اہمیت اور اسکا ذکر

مویشی کا پالنا یا اس کا کاروبار ایک منفعت بخش کام ہے پرانی تاریخ میں عرب دنیا کے اندر اونٹ اور دوسری قسم کی مویشی دولت کی علامت سمجھی جاتی تھی قرآن میں بھی اس کا کئی منافع کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (سورۃ انعام ۱۴۲)

اور پھر وہی ہے جس نے مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کئے جن سے سواری و باربرداری کا کام لیا جاتا ہے ______ اور وہ بھی جو کھانے اور بچھانے کے کام آتا ہیں۔ کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا (سورۃ النحل ۱۴)

وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے۔ تاکہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○ (سورۃ النحل ۸۰)

اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے مکان پیدا کیے ہیں جنہیں تم سفر اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں کو تمہارے لئے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں۔ جو مدت عمر تک کام آتی ہیں۔

ابتدائی تعلیم

مولانا ثناء الحق صدیقی۔ ایم۔ اے۔ علیگ

اسلام نے حصول علم کو ہر فرد کے لئے دینی فریضہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح ہے۔ "اَلْعِلْمُ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِم"

قرآن کریم کی سب سے پہلی آیتیں اسی حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ"

خالق ارض و سما نے علم ہی کی بنا پر انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی اور اس کو اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز کیا۔ ان حقائق کے پیش نظر مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ حصول علم سے چشم پوشی کر سکے۔ ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی علم حاصل کرے۔ اور اپنے علم کو دوسروں کے جانب منتقل کرے۔ اس دو طرفہ عمل کو تعلیم کہا جاتا ہے۔ تعلیم دینا اور ـــــــ تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے دنیوی خوائد کے حصول کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی فریضہ بھی ہے تمام والدین کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو تعلیم دیں اور صحیح تربیت کریں اور اگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس فریضہ کو کلی طور پر خود ادائیگی نہیں کر سکتے تو اس کا معقول انتظام کریں۔

تمام مہذب معاشرے اور حکومتیں قوم کی تعلیم کو اولیت کا درجہ دیتی ہیں اور اس کیلئے مختلف ذرائع استعمال کرتی ہیں۔ اس کے لئے درس گاہیں قائم کی جاتی ہیں۔ اساتذہ مقرر کیے جاتے ہیں۔ نصابی کتب لکھوانے اور چھپوانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ گویا تعلیم کا ایک مکمل نظام قائم کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی تعلیم کو رسمی تعلیم کا نام دیا گیا ہے۔

رسمی تعلیم کے تین مدارج ہیں۔ ابتدائی۔ ثانوی اور اعلیٰ ـــــ جو زندگی کے تین ادوار بچپن

جوانی اور پختگی عمر سے مشابہ ہیں۔

ابتدائی تعلیم فرد کی تعلیمی زندگی میں ویسی ہی اہمیت رکھتی ہے، جیسی کہ حیات دنیوی میں بچپن کی ہوتی ہے۔ جس طرح بچے کی دیکھ بھال نشو ونما اور تعلیم و تربیت میں بڑی احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ اسی طرح ابتدائی تعلیم کی جانب بھی سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جس طرح بچپن کی عادتیں اور خصلتیں، پختگی عمر میں پہونچنے پر پوری طرح اپنا اظہار کرتی ہیں، اسی طرح ابتدائی تعلیم کے دوران جو باتیں فرد کے دل و دماغ پر مرتسم ہوجاتی ہیں وہ مدت العمر اس کا ساتھ نہیں چھوڑتیں انگریزی زبان کے مایہ ناز شاعر ولیم ورڈس ورتھ نے اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ایک نظم میں بچہ کو انسان کا باپ قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ THE CHILD IS THE FATHER OF MAN.

اسی طرح ابتدائی تعلیم، اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ماہرین تعلیم نے اس پر خصوصی توجہ دینے کی ہدایت کی ہے۔ زیر تربیت معلمین کو بچہ کی نفسیات سے آگاہ کیا جاتا ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص طریقے سکھائے جاتے ہیں جیسے فروبل میتھڈ، مانٹی سوری سسٹم، پروجیکٹ میتھڈ وغیرہ۔ ان کے لئے ماحول ایسا پیدا کیا جاتا ہے، جو ان کو تعلیم کی طرف راغب کرے گھر اور مدارس کے ماحول میں یکسانیت پیدا کی جاتی ہے۔ کھیل کے ذریعہ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر تعلیم کو فطری بنانے کے لئے نہ صرف یہ کہ بچہ کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے بلکہ اس کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی قوتوں کو بھی ابھارا جاتا ہے۔ غرض کوئی گوشہ ایسا نہیں رہنے دیا جاتا جس کی وجہ سے بچہ کی کوئی صلاحیت پروان چڑھنے سے رہ جائے۔

یہ تو وہ باتیں ہیں جو ٹریننگ کالجوں میں زیر تربیت معلم کو کام میں لانے کے لئے بتائی جاتی ہیں، لیکن عملاً جن چیزوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے وہ ان سب کی نفی کرتی ہیں۔

جب وہ مدرسہ میں پہونچتا ہے تو اسے ان گنت بچوں کی ایک جماعت سپرد کردی جاتی ہے۔ جن کو وہ ایک ڈنڈا ہاتھ میں لئے بھیڑوں کے گلہ کی طرح ہانکتا رہتا ہے۔ نہ بچوں کی تعداد اتنی تھوڑی ہوتی ہے کہ وہ انفرادی طور سے ہر بچہ پر توجہ کرسکے اور نہ ماحول ایسا ہوتا ہے جس میں وہ ان طریقوں کو برت سکے جو دوران تربیت اسے بتائے جاتے ہیں وہ سامان بھی اسے

میسر نہیں ہوتا ہے جو صحیح اور موثر تعلیم کے لئے ضروری ہے۔

ابتدائی تعلیم کی جانب سے ایسی بے توجہی کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ ارباب حل وعقد اس منزل کی چھوٹی جماعتوں اور معمولی نصاب کو دیکھ کر کے درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور صرف ایک سلسلہ قائم رکھنے کے لئے یہ درجے بھی درس گاہوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔

غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ان جماعتوں میں تو ہر مضمون کی صرف ابجد سے بچہ کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر روپیہ، وقت اور توانائی صرف کرنا بے کار ہے۔

وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ یہی ابجد تو وہ بنیاد ہے جس پر تعلیم کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس ابجد کو نظر انداز کرنے کے بعد آئندہ تعلیم کی بنیاد کس چیز کو بنایا جائے گا۔

اس معاملے کا دوسرا پہلو سامنے رکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ تمام تعلیم کی بنیاد ہونے کی وجہ سے یہ ابجد ہی سب سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ اس لئے کہ یہ بنیاد جتنی مستحکم ہوگی اتنی ہی زیادہ تعلیم و تربیت موثر ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کی زبوں حالی اس کے ہر شعبہ میں دکھائی دیتی ہے۔ جس جگہ بچہ کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت قید خانہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لئے بچہ جلد سے جلد رہائی پانے کی خواہش مند ہوتا ہے۔ بچوں کی تعداد جماعت میں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ استاذ کو ہر بچہ سے انفرادی طور پر ملنے کلیابات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ نہ وہ بچہ کی افتاد طبیعت اور دلچسپیوں سے واقف ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس پر انفرادی طور سے توجہ دے سکتا ہے۔

اس کی پوری توجہ اس چیز پر رہتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو بچوں کو شور و ہنگامہ کرنے سے باز رکھے اور یہ معاملہ بغیر ڈر اور خوف دلائے نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کو سزا کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جو بچوں کیلئے کئی اعتبار سے مہلک ہے۔

اول تو بچوں کے دلوں میں تعلیم کا شوق پیدا ہونے کی جگہ سزا کا خوف گھر کر لیتا ہے۔ بچہ استاذ کو اپنا دوست اور ہمدرد سمجھنے کی بجائے اس کو دشمن اور بدخواہ سمجھ لیتا۔ تعلیم سے اس کے دل میں ایک گونہ بے دلی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسے اپنے لیے بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کلاس میں بچوں کے بیٹھنے کا معقول انتظام نہیں ہوتا اور

کہیں کہیں تو نشست کے لئے سرے سے کوئی سامان ہی نہیں ہوتا میزوں اور کرسیوں کا ذکر ہی کیا چٹائیاں تک فراہم نہیں جاتیں۔ سادگی یقیناً ایک مستحسن شے ہے لیکن سادگی بھی ایک مہذب معاشرے کے لئے مناسب نہیں کہ طریقہ اور قرینہ سے بیٹھنے کا بھی انتظام نہ ہو۔

جہاں تک نصاب تعلیم کا تعلق ہے اس کی حالت سب سے زیادہ ابتر ہے۔ شروع ہی سے بچہ پر کئی مضامین اور متعدد کتابوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ ہر مضمون کے لئے کئی کئی کاپیاں ہوتی ہیں۔ غرض کتابیں اور کاپیاں مل کر نسبتاً کافی بھاری بوجھ ہو جاتا ہے۔ ہر بچہ کو اس قدر بار اٹھائے ہوئے جاتا دیکھ کر شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔

نہ محقق بود نہ دانش مند

چار پائے برو کتابے چند

آج کل ایسے اسکولوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جہاں ابتداء ہی سے بچہ کو انگریزی سے تعلیم ابتداء کر کے انگریز بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ اردو کو قومی زبان ہونے کا شرف حاصل ہو گیا ہے اسے بطور طفیلی اس کو ساتھ میں لگایا جاتا ہے۔ اب یہ بات فہم انسانی سے بالاتر ہے۔ کہ بچہ کو دو مختلف نوعیت کی زبانیں ایک ساتھ کیسے سکھائی جاتی ہیں؟ ایک ہی وقت میں ایک مشرقی اور ایک مغربی زبان کو شروع کرانے کے لئے ماہرین تعلیم نے کون سا کلیہ وضع کیا ہے ؟

کہیں اس غلط طریقۂ کار کا تو یہ نتیجہ نہیں کہ بچہ کو نہ ہی انگریزی آتی ہے اور نہ اردو۔ ممکن ہے بعض ذہین بچے اپنی ذہانت، محنت اور گھر کے ماحول کی وجہ سے دونوں زبانوں کو ایک وقت میں سیکھ جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اس سے کوئی کلیہ قائم نہیں ہوگا۔ بہر حال یہ ایک غور طلب مسئلہ ہے۔

اس نوع کے اسکولوں کی ایک یہ خوبی بھی عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے کہ خالص مشرقی ماحول میں انگریزی زبان کو کیسے اوڑھنا بچھونا بنایا جا سکتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت سے بے نیاز ہو کر ماہرین تعلیم اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ نہ صرف شروع ہی سے بچوں کے ہاتھوں میں انگریزی کی ایسی ادق درسی کتابیں دے دیتے ہیں جن کو

بچے کئی سال تک بھی سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ دوسرے مضمونوں کی کتابیں بھی ایسی معیاری انگریزی زبان میں ہوتی ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے، کہ بہت کم بچے ان کو بغیر سمجھے پڑھ سکتے ہیں اور سمجھ کر شاید کوئی بچہ ان کو پڑھتا ہو۔

جن ابتدائی اسکولوں میں صرف اردو زبان کی تدریس سے شروعات کی جاتی ہے ان میں بھی ابجد خواں بچہ کو اگر ہر مضمون کی کتابیں اچھی خاصی مشکل زبان میں دے دی جائیں تو وہ ان کو کیسے پڑھ سکیں گے؟ اور کس طرح ان کے مضامین کو سمجھ سکیں گے؟

یہ تمام حقیقتیں سامنے ہیں لیکن ان کے باوجود سب کچھ ہو رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں پر کافی کتابوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے جن کو وہ سال بھر گھر سے مدرسہ اور مدرسہ سے گھر لاتے لے جاتے ہیں لیکن ان کے دماغ ان کتابوں کے مضامین کی فہم سے قاصر رہتے ہیں بچے اگلی جماعتوں میں چڑھتے چلے جاتے ہیں لیکن پچھلی جماعتوں کے مقررہ نصاب سے وہ بدستور نابلد رہتے ہیں۔

ہر مضمون کی مبادیات سے ناواقفیت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بڑی سے بڑی سندیں حاصل کر لینے کے بعد بھی عموماً جاہل رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگ کہنے لگے ہیں کہ اب معیارِ تعلیم گر گیا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ معیار تعلیم کے گرنے کا احساس سب کو ہے، لیکن اس کے سبب سے کسی کو آگاہی ہے اور نہ اس کے بلند کرنے کی کسی کو فکر ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ماہرین تعلیم ان امور کی جانب توجہ کریں، اور ابتدائی تعلیم کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔

حسب ذیل امور پر خاص طور سے توجہ دیں:

۱۔ مدرسہ کی عمارت معقول ہو جس میں ہوا اور روشنی کا انتظام ہو، تاکہ بچہ اس میں گھٹن محسوس نہ کرے اور تعلیم کی جانب اس کی توجہ مرکوز کر سکے۔

عمارت کے شاندار ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں سادگی کا خیال رکھا جائے۔ البتہ اس کے اردگرد میدان کھلا ہونا چاہئے۔ کہ بچے ہوا روشنی سے محروم رہ کر جسمانی اعتبار سے کمزور اور ذہنی اعتبار سے غبی نہ ہو جائیں۔

صحن مدرسہ میں درخت لگے ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ اس صورت میں بچوں کو ادر صاف اور تازہ ہوا مل سکے گی اور ذہنی طور پر بچے فطرت سے بھی قریب رہیں گے۔

۲۔ کلاسوں میں بچوں کی تعداد تھوڑی ہونی چاہیئے۔ ابتدائی جماعتوں میں پندرہ سے لگا کر بیس تک کی تعداد مناسب رہے گی۔ ناروے کے بارے میں ایک صاحب بتا رہے تھے کہ وہاں ہر جماعت میں طلبہ کی تعداد بیس ہوتی ہے۔ جہاں بیس سے ایک لڑکا بھی زیادہ ہوا فوراً ایک سیکشن کھول دیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں اگر ہر جماعت میں یہ التزام نہیں ہو سکتا تو کم از کم ابتدائی جماعتوں میں اس اصول کو ضرور برتا جائے۔

اس سے استاد کا بوجھ بھی ہلکا ہوگا اور طلبہ کو بھی فائدہ پہونچے گا۔ استاد ہر طالب علم پر پوری توجہ دے گا، بچوں کی نفسیات کا مطالعہ بھی کر سکے گا، انفرادی طور پر ان کی دقتوں اور دشواریوں سے بھی واقف ہو سکے گا۔ اور ان کے رجحانات طبیعت کا پتہ لگا کر انکو اسی نہج پر چلا سکے گا۔

۳۔ بچوں کے بیٹھنے کے لئے معقول انتظام کیا جائے اور ان کے نشست و برخاست کے طریقوں پر نظر رکھی جائے تاکہ وہ غلط طریقے اختیار کر کے اپنے جسم کی ساخت کو نہ بگاڑ لیں۔

۴۔ مضمون کی تعداد بہت تھوڑی ہونی چاہیئے۔ یعنی پڑھنا لکھنا، حساب اور تھوڑی سی ڈرائنگ ان کے علاوہ اور کسی مضمون کے پڑھانے کا سوال ہی نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ان کے ناموں سے بچے کو آشنا کرنے کی ضرورت نہیں، دراصل اس منزل میں بچے کو تعلیم دینے سے زیادہ اس میں تعلیم سے دلچسپی پیدا کرنے کی ضرورت ہے یہ اس طرح ممکن ہے کہ علم کو ایک وحدت بنا کر پیش کیا جائے اور اس کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کر کے بچوں کو ذہنی انتشار میں مبتلا نہ کیا جائے۔

۵ بچہ کو ہر قدم پر احساس دلایا جائے کہ تعلیم کا ہماری روزانہ کی زندگی سے گہرا تعلق ہے تاکہ بچہ اسے باہر سے درآمد شدہ کوئی شے قرار نہ دے اور اسے زندگی کا ایک لازمہ سمجھے اس طرح جو تعلیم دی جائے گی وہ جزو حیات بنتی جائے گی۔ ایک طرف بچے کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے گی، دوسری جانب آئندہ کی تعلیمی منزلوں کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرے گی۔

دلچسپی کا عنصر پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم قصہ کہانی کے انداز میں دی جائے۔ اور باتوں باتوں میں بچے کو بہت کچھ سکھا دیا جائے۔ اس منزل میں تجربیت کا قطعاً کوئی

دخل نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ ہر بات اس طرح پیش ہونی چاہئے کہ بچہ اس کو آسانی سے سمجھ سکے
اس مرحلے میں مادری زبان یا قومی زبان کے علاوہ کسی غیر زبان سے بچہ کو واقف کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۶۔ پرائمری جماعتوں میں بچہ کو صرف مادری زبان سکھائی جائے، اور اس کے لئے محض ایک درسی کتاب ہونی چاہئے۔ حساب اور ڈرائنگ کے لئے بھی کتاب کی ضرورت نہیں استاذ ہر چیز بر چہ تختہ سیاہ پر بناتے اور بچے ان کی مشق سلیٹوں پر کریں۔ ممکن ہے اس دورِ تہذیب و ترقی میں سلیٹ کا نام سن کر لوگ ناک بھوں چڑھائیں لیکن ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ابتداء میں سلیٹ پر کام کرانے کا طریقہ جس طرح اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے موثر تھا اسی طرح اب بھی ہے۔ لہٰذا اس کو پھر سے رواج دینے کی ضرورت ہے۔

شروع میں حروف اور ہندسوں کو پہچاننے اور ان کو صحیح لکھنے کی مشق کرائی جائے۔
ڈرائنگ میں سلیٹ پر سیدھے اور ٹیڑھے، ترچھے خطوط کھنچوائے جائیں ______ درسی کتاب میں حرف شناسی کے بعد روزانہ زندگی سے متعلق منفرد الفاظ اور ان کو ملا کر چھوٹے چھوٹے جملے دیئے جائیں، اس کے بعد ایسے پیراگراف ہوں جن میں آداب زندگی سکھائے جائیں۔

جب بچہ عبارت روانی سے پڑھنے لگے تو پھر چھوٹے چھوٹے مضمون دیئے جائیں یہ مضامین زیادہ تر قصے کہانیوں کے انداز میں ہونے چاہئیں، اور ان میں ہر طرح کی معلومات ہونی چاہئے آداب معاشرت، دینی مسائل، تاریخ اور جغرافیہ سے متعلق معلومات، سائنس کے مختلف مسائل وغیرہ۔ لیکن بچہ کو یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ جو اسباق پڑھ رہا ہے ان کا تعلق کن مضامین سے ہے۔
ایسی کتابیں مرتب کرنے کے لئے مولوی اسماعیل میرٹھی کی لکھی ہوئی ریڈروں کو بطور نمونہ سامنے رکھا جائے اور اپنے دور کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اسباق مرتب کئے جائیں۔

حساب میں ہندسوں اور اعداد کو پہچاننے اور لکھنے کی مشق کرانے کے بعد چار بنیادی قاعدوں کی کافی مشق کرائے جائے، تاکہ بچہ کبھی بھی کیلکیولیٹر کا محتاج نہ بنے۔ ضرب اور تقسیم کے عمل کو تیزی اور صحت کے ساتھ کرنے کے لئے پہاڑوں کی کافی مشق کرائی جائے ______ ابتدائی جماعتوں میں کم از کم ایک سے لگا کر دس تک کے پہاڑے ازبر کرا دیئے جائیں۔ سلیٹ پاس

بقیہ صفحہ پر

آسمان علم کا مہر تاباں

علامہ امام ابن تیمیہؒ : ایک مجدد اور مجاہد

انوار اسن شوکت بستوی متعلم جامعہ فیض عام مئو

تاریخ کے اوراق شاہد عدل ہیں مہ و خورشید اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اس عالم کون وفساد میں جب جب کفر و شرک، ضلالت و گمراہی، ظلم و تعدی کی تیز و تند آندھیاں چلیں، ظلم و بربریت نے اپنا سر اٹھایا تو ہر ایسے دور میں رب قدیر نے اپنے چمنستان توحید کے لالہ و گل کی سرسبزی و شادابی کے لئے ایسے زعماء و مجاہدین کو وجود بخشا جنہوں نے اس چمن کی آبیاری و آبپاشی کر کے مرجھائے ہوئے گلوں کو تر و تازگی بخشا اور اغیار کی طرف سے ہونیوالے یلغاروں اور زہر افشانیوں کا دندان شکن جواب دیا۔ انہیں بلند پایہ اور عبقری شخصیتوں میں علامہ ابن تیمیہ کی بھی شخصیت ہے جو اپنے علمی اور عملی کارناموں کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں۔ ذیل میں انہیں کی حیات جاوداں کے متعلق اختصار سے بحث کروں گا۔

ولادت و ابتدائی حالات آپ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو طلوع آفتاب کے ساتھ مقام حران میں اس عالم رنگ و بو کے اندر محدثات، منکرات کی استیصال و بیخ کنی کے لئے وجود پذیر ہوئے جو ملک شام کے اندر علوم و فنون کے اعتبار سے ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے جب تاتاری غارت گر اسلامی ممالک اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کو تہس نہس اور تباہ و برباد کرتے ہوئے ملک شام کی طرف اقدام پذیر تھے جس کی وجہ سے تمام اطراف و اکناف شام کے شرفاء کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ دیش بدیش جاتے تھے جائے اقامت لئے سرگرداں تھے یہ خانوادہ علم و فضل تہذیب و شائستگی اور تدین و تقویٰ میں بڑا ممتاز تھا اس کی بھی زندگی اجیرن ہو گئی اس کی لپیٹ میں آپ کے والدین کو بھی ترک وطن کرنا پڑا اپنے ہونہار فرزند ارجمند کو لے کر ۶۶۷ھ میں آپ کے والد مع اہل و عیال کے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر نکل پڑے تاتاری تعاقب میں لگے ہوئے تھے مگر یہ مختصر قافلہ

شر پسندوں کی زہریلی نظروں سے بچ بچا کر نکل گیا اور دمشق میں آ کر توطن پذیر ہو گیا۔

نام نسب احمد نام، تقی الدین لقب۔ والد کا نام عبدالحلیم ابن عبدالسلام ہے آپ کے دادا عبدالسلام کی پردادی کا نام تیمیہ تھا جو نہایت قابل اور پرہیزگار خاتون تھیں وعظ بھی کہتی تھیں انہیں بزرگ خاتون کی طرف منسوب ہو کر ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

(کربلا سے بالاکوٹ تک)

تعلیم و تربیت دمشق کی مردم خیز سرزمین میں جب آپ نے اپنے خاندان کے ہمراہ اطمینان و سکون کی سانس لی۔ خاندانی رواج کے مطابق گھر والوں کو بسم اللہ کرانے کا خیال پیدا ہوا، کاتب ازل نے ان کے دفتر نصیب کا ورق الٹا شرکاء محفل نے اسے امام صاحب کی خوش بختی کی پیش گوئی اور مستقبل کے لئے فال نیک جانا آپ کے والد بزرگوار نے دمشق ہی میں آپ کو تحصیل علم میں لگا دیا طبیعت کا میلان فطرتاً علوم و معارف کی طرف بے انتہا تھا آپ کے قلب اطہر میں برابر ہی شوق و شغف کار فرما تھا خداداد قابلیت و صلاحیت کو مد نظر رکھکر آپ نے بڑے ذوق و شوق سے علم حاصل کیا۔ ابھی چمن حیات میں شعور و آگہی کی چند بہاریں ہی آئی تھیں کہ آپ علم صرف و نحو اور ادب کے منتہائے کمال پر پہونچ گئے۔ مذکورہ علوم و فنون میں آپ نے ایسی مہارت و براعت پیدا کر لی کہ بڑے سے بڑے علماء آپ کی تبحر علمی پر عش عش کرتے۔ صغر سنی ہی سے ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت دونوں میں تقوی کی مٹھاس اور پرہیزگاری کی چاشنی محسوس کرتے تھے آپ سانس بھی لیتے تو تو حسن عمل اور حسن سیرت کی خوشبو سے آپ کا دماغ معطر ہو جاتا حسن فکر اور حسن نیت کی مہک سے آپ کا ذہن و مزاج مہکنے لگتا ابن الدائم۔ ابن ابی الیسر الکمال بن عبد، ابن العرفی، ابن ابی الخیر اور دیگر بہت سے شیوخ کی ظل تربیت میں سماع کیا۔ علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے بہت سے اجزاء قلمبند کیا۔ ذہانت و فطانت سے تو اللہ نے نوازا ہی تھا محنت و مشقت اور شوق و ذوق سے علم حاصل کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی چنانچہ آپ علم کی دولت سے مالا مال ہو گئے تقوی و طہارت کے پہلو سے بھی آپ نے اونچا مقام حاصل کر لیا جوں جوں زمانہ گزرتا گیا آپ ہر پہلو سے علمی میدان میں زینہ بزینہ

ترقی کرتے گئے۔ حتی کہ آپ خود ایک بڑے عالم اور شیخ وقت ہو گئے۔ تذکرۃ الحفاظ میں مرقوم ہے کہ آپ علم کے سمندر تھے گنے چنے بیدار مغزوں، ممتاز زاہدوں، عظیم بہادروں اور معروف سخاوت شعاروں سے تھے۔ آپ کی تعریف موافق و مخالف سب نے کی ہے۔" اسی محنت و مشقت، سعی پیہم اور کد و کاوش کے نتیجے میں سترہ برس کی عمر کو پہونچتے پہونچتے آپ نے فتوی صادر کرنے کی استعداد پیدا کر لی۔

درس و تدریس تکمیل علم کے بعد خلق خدا کی فیضان رسانی کے لیے مسند ارشاد و تدریس پر جلوہ فگن ہو گئے ۶۸۱ھ میں دار الحدیث سکریہ میں مسند درس پر متمکن ہو کر پہلا درس دیا ہی تھا کہ آپ کے علم و فضل، کمالات ظاہری و باطنی کا شہرہ انحائے عالم میں بجلی کی طرح پھیل گیا طلبا اور تشنگان علوم کے مابین قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) شیخ بہاء الدین بھی زانوئے تلمذ تہ کر کے زیر درس تھے۔ آپ نے خوب دلجمعی اور لگن کے ساتھ قال اللہ و قال الرسول کے حیات آفریں نغموں سے سیراب کیا۔

العالم العاضل التمر ر افضل من مشت العلوم فاسوی کل طمآنہ

قوت حافظہ و دقت نظری جن عبقری شخصیتوں نے بھی اس عالم رنگ و بو میں کوئی علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔ تو ان کی قوت حافظہ یقیناً غیر معمولی رہی ہے لیکن تاریخ کے اوراق پر وہ حضرات چیدہ چیدہ نظر آتے ہیں جنہیں امام ابن تیمیہ جیسا قوت حافظہ قدرت نے ودیعت کی ہو بچپن ہی سے آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ جو عبارت ایک بار دیکھ لیتے وہ نقش کالحجر ہو جاتی جب اور جس وقت چاہتے اسے فرفر سنا دیتے کسی بھی اہم امر کے متعلق آپ نہایت تعمق اور باریک بینی کا سہارا لیتے غور و فکر اور تدبر و تفکر سے کام لینا یہ آپ کے خمیر میں داخل تھا تحقیق آپ کی فطرت سلیمہ تھی بسا اوقات ایک ایک علمی گتھی کو مرکز حل تک پہونچانے کے لیے متعدد راتیں آنکھوں میں کاٹ دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ بحر علم میں غواصی کر کے نہ معلوم کتنے گوہر نایاب آپ نے نکالے ہیں اور انہیں اپنی تصانیف میں جا بجا ٹانکا ہے۔

حافظہ کے ذریعہ آپ نے نقل کی موتی یکجا کئے گہری نظر اور عمیق مطالعہ کے ذریعہ عقل کی موتی اکٹھا کئے چنانچہ روایت و درایت دونوں قسم کی موتیوں سے آپ کی تصانیف مزین ہیں بوقت ضرورت آپ کی کتابوں سے کوئی ان موتیوں کو رول سکتا ہے اور اپنی حیات مستعار

اور مجاہدات کے بیان کے لئے دو جلدیں درکار ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ جنت عطا فرمائے یقیناً آپ ربانی امت، یکتائے روزگار علمبردار شریعت، مسلمانوں کے مصائب کے اوقات میں ان کے ساتھی، علم کے بلند مینار تھے حق کی اشاعت، جہاد فی سبیل اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ایسا جوش وجذبہ رکھتے تھے کہ نہ میں نے جوش وجذبہ دیکھا اور نہ ہی کسی شخص بلکہ کسی فقیہ میں یہ چیز نظر آئی،، (العقود الدریہ ۲۲، ۲۴۔ الشہادۃ الزکیۃ ۴۲، ۴۳)

امام ابن تیمیہ کی زندگی گلہائے رنگارنگ کی فصل بہار اور حسن وعشق کے بازاروں میں گذری مگر مجال کیا تھی کہ آپ کے پایۂ ثبات میں لغزش آجائے، بلکہ آپ کی مومنانہ شان کندن کی طرح اور چمک اٹھی، یہ تھی علوم اسلامیہ کے جوئے شیر کے فرہاد کی خصلت جس کو اپنے بیگانے سبھوں نے بسر وچشم قبول کیا اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے افکار ونظریات کو ایسی شرف قبولیت عطا کی جو کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

جہاد آج جب ہم دور حاضر کے علماء پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ اس وقت کے علماء صرف مسجد ومکتب اور تسبیح ومصلی کے شہسوار ہیں اور جو سیاست کے میدان میں اپنے جوہر کو دکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ عموماً اسلام کے نظریۂ سیاسی کو بالائے طاق رکھ کر آتے ہیں مگر امام ابن تیمیہ ان تمام کمزوریوں سے پاک وصاف تھے آپ نے زندگی کی پوری رعایت رکھتے اس کے قالب میں ڈھل کر دائرہ شریعت کو اپنا کر محور بنائے رکھا یہ آپ کی شجاعت وبہادری کی بین دلیل ہے تاتاریوں اور نصرانیوں کا مقابلہ آپ نے جہاد بالسیف سے کیا اور میدان جنگ میں آپ سے بہادرانہ جوہر کوئی نہ دکھلا پاتا جو لوگ ساری ساری عمر میدان جنگ میں داد شجاعت دے چکے ہوتے آپ ان سے بھی بازی لے جاتے آپ ان تمام معرکوں میں علامہ کے بجائے ایک بہادر سپاہی اور جنگجو کی طرح عملاً جہاد میں شریک رہے۔

کارنامے علامہ ابن تیمیہ نے اپنی پوری حیات مستعار کو تجدید واحیاء دین کے لئے وقف کر دی تھی صاحب "تجدید واحیاء دین،، کی صراحت کے مطابق آپ کے اندر مندرجہ ذیل کارنامے بدرجہ اتم موجود تھے۔

گونا گوں سے مزین اور تابناک بنانے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

گونا گوں خصوصیات

آپ کی قدر و منزلت پر کچھ لکھنا یا تبصرہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے آپ جیسی مایۂ ناز و یگانۂ روزگار ہستیاں اور عبقری شخصیتیں بہت کم وجود میں آئی ہیں شاید ڈاکٹر علامہ اقبال کا یہ شعر انہیں لوگوں کی عکاسی کرتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

ہر مسلمان خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر کا ہو ان سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے اور ان کے الفت و محبت کا گلدستہ اپنے دل میں سجائے رکھتا ہے آپ کی ذات بلاغت و معانی بحر ناپیدا کنار ہے جس میں زر و سیم اور لؤلؤ و مرجان کی کثرت ہے آپ کے افکار و نظریات کی دنیا ستاروں سے بھی دو قدم آگے ہے۔ اقبال کے درج ذیل کلام سے ان کے افکار عالیہ کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے۔ ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں "ابن تیمیہ ذکاوت اور سرعت ادراک کی ایک نشانی تھے قرآن و سنت اور اختلافی مسائل کے علم کے سرخیل تھے منقولات کے سمندر تھے علم، زہد، شجاعت سخاوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور کثرت تصنیف میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار تھے۔ درس و مطالعہ سے شغف ہوا تو حدیث و فقہ میں مختار ہو گئے اور سترہ سال کی عمر میں تدریس اور فتوی کے اہل ہو گئے۔ آپ کو علم تفسیر اور جملہ علوم اسلامیہ اور ان کے اصول و فروع اور چھوٹی بڑی باتوں میں امتیاز حاصل تھا اگر تفسیر کا ذکر آئے تو آپ اسکے سرخیل تھے اور اگر فقہاء کا شمار ہو تو آپ مجتہد مطلق تھے۔ اگر حفاظ حدیث کی مجلس میں حاضر ہوئے تو وہ بولتے اور بقیہ سب گونگے ہوتے وہ اپنا کلام جاری رکھتے اور سب چپ ہوتے وہ غنی معلوم ہوتے اور بقیہ سب مفلس معلوم ہوتے اور اگر متکلمین کی مجلس ہو تو آپ انہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے۔ اور سب کے وہی مرجع ہوتے اور اگر ابن سینا فلاسفہ کے ساتھ آجاتے تو آپ انہیں شکست دیدیتے ان کے پردے چاک کر دیتے اور ان کی کمزوریاں واشگاف کر دیتے علوم عربیت اور صرف و لغت میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا وہ اس سے بہت عظیم ہیں کہ میرا قلم ان کے اوصاف بیان کر سکے اور میرا بیان ان کی عظمت کا پتہ دے سکے ان کی سیرت، علوم معارف

۱۔ یونانی فلسفہ اور منطق پر زبردست تنقید کی اس کمزوریوں کی اس طرح نشاندہی کی کہ انکا تسلط ڈھیلا ہوگیا۔

۲۔ انہوں نے اسلامی عقائد، احکام اور قوانین کے حق میں زبردست دلائل فراہم کئے اصطلاحی معقولات کی راہ چھوڑ کر کامن سینس کی راہ اپنائی جو فطری اور قرآن وسنت کے مطابق تھی۔

۳۔ خالص سنت اور طریقۂ سلف کی حمایت کی اور اس کی تائید میں ایسے دلائل فراہم کئے جو بے نظیر تھے۔

۴۔ تقلید جامد کے خلاف آواز اٹھائی اور ساتھ ہی عملاً اجتہاد کرکے اس کی راہ پھر سے کھول دی۔

۵۔ بدعات، مشرکانہ رسوم اور اعتقادی و اخلاقی گمراہیوں کے خلاف سخت جہاد کیا اور اس سلسلے میں بڑی مصیبتیں جھیلیں، اسلام کے چشمۂ صافی کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک کیا۔

۶۔ خالص اسلام اور محض اتباع رسول کا اس بلند آہنگی سے صور پھونکا کہ آج تک اس کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔

۷۔ صرف یہی نہیں کہ آپ نے زبان و قلم سے جہاد کیا ہو اور صرف اجتہاد سے کام لیا ہو بلکہ عملاً جہاد بالسیف کرکے ملت میں اجتہاد اور جہاد دونوں کی روح پھونکی۔

علامہ محمد ابن یوسف کوکن عمری ایم۔ اے۔ نے اپنی تحقیقات میں چند باتوں کو اضافے کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۸۔ اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں یعنی نصرانی اور تاتاریوں کا مقابلہ قلم اور تلوار دونوں سے کیا۔

۹۔ اسلامی علوم و فنون میں جمود تھا آپ نے ان سب کا جائزہ لیا اور ان میں تازگی پیدا کی، غیر اسلامی عناصر سے انہیں پاک کیا حتیٰ کہ باطل کی عظمت کا سکہ جو دلوں پر بیٹھ چکا تھا کافور ہوگیا

(ماخوذ کربلا سے بالاکوٹ تک)

۱۰۔ مسلمانوں کی فکری گمراہیوں اور بدعملی بدعتوں پر بھرپور حملہ کیا اور ان کی فکری و اخلاقی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

وفات: آپ نے دمشق، مصر اور سرحدی خطوں میں اپنا دریائے فیض جاری کیا متعدد

بار ابتلاو آزمائش میں ڈالے گئے آلام و مصائب تو انکا مقدر بن چکا تھا قلعہ مصر و قاہرہ و اسکندریہ میں کٹھ ملاؤں نے انکے غور و فکر کی صلاحیتوں پر جکڑ بندی کر کے قید کر دیا کتابیں قلم اور کاغذات کو چھین لیا گیا آپ جیل کے درودیوار پر کوئلوں سے قلبی واردات رقم کرتے رہے مگر جب یہ ختم ہو گیا تو صرف اور صرف قرآن مجید کی تلاوت میں دل و جان سے مشغول ہو گئے آخر تلاوت کرتے کرتے اِن المتقین فی جنت پڑھتے ہوئے ان کا پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا اور سالہا سال کی ضیا پوشی کے بعد علم و فضل کا یہ آفتاب ماہتاب اپنے پیچھے ہزاروں انجم و کواکب کو دمکتا چھوڑ کر ہمیشہ ہمیش کے لئے ۲۰، ذی قعدہ ۷۲۸ھ میں بحالت اسیری غروب ہو گیا۔

علامہ پر جتنا رد یا جائے کم ہے۔ وہ توحید خالص کے پرستار دین کامل کے علمبردار اور تجدید ملت کے طلبگار رہتے ان کے رگ و ریشے میں رسول اکرمؐ کا سچا عشق موجزن تھا ان کی آنکھیں جسم اسلام کے ہر ناسور پر اشکبار تھیں اسی لئے اسلام کے مستقبل کو تابناک بنانے کیلئے ایک ایسا خواب دیکھا جس کی تعبیر و تفسیر میں اپنی ساری عمر صرف کر دی تھی۔

الوداع اے دل نشیں اے طائر چمن رسول
تیری زلف عنبریں پر رحمتوں کا ہو نزول

مولانا شبلیؒ لکھتے ہیں ۷۲۶ھ میں تنگ نظر علماء نے آپ کو دوبارہ قید کرایا اور قید کی حالت میں ۷۲۸ھ میں اجتہاد اور جہاد کا یہ پروانہ شمع حق پر قربان ہو گیا۔

تجہیز و تکفین کے بعد قید خانہ سے نکال کر شہر کی جامع مسجد لایا گیا اس موقع پر بے شمار انسان اکٹھا ہوئے ایک اندازہ کے مطابق ساٹھ ہزار آدمی تھے نماز جنازہ کے بعد اپنے بھائی امام شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں تدفین ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تصنیفات و تالیفات

(امام ابن قیمؒ نے آپ کی مؤلفات کی ایک فہرست بھی مرتب کی ہے) اب تک جو کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں یا جنکے مخطوطات محفوظ ہیں یا جن کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے وہ چھ سو سے متجاوز ہیں۔ جن میں (۱۰۲) کتابیں تفسیر و علوم تفسیر سے متعلق ہیں۔ ۱۵ کتابیں حدیث و علوم حدیث پر ۱۲۸ کتابیں فقہ و فتاوی کے باب

بقیہ صفحہ ۴۳ پر

مسلمان بہنوں سے

تحریر: عبد الملک سامی الحمدان۔

ترجمہ: صبیحہ محمد پٹیل، طالبہ مدرسہ عائشہ صدیقہ۔ مالیگاؤں۔

شریعت نے عورتوں کو باہر نکلنے سے کلی طور پر منع نہیں کیا ہے بلکہ ان کو ضرورت کی بنا پر باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ البتہ باہر جانے کے آداب بتائے گئے ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر قدم رکھیں تو پوری حیا اور وقار کے ساتھ قدم رکھیں، مردوں کے ہمدوش و ہم قدم نہ چلیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قرآن پاک کی جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "یدنین علیهن من جلابیهن" یعنی عورتیں باہر آئیں تو اپنے چہروں پر چادر کا گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ تو انصار کی عورتیں کالی چادریں اوڑھ کر باہر آتیں اور اتنی سنجیدگی اور متانت سے چلتیں۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ سکون کی وجہ سے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں ظاہر ہے کہ چڑیا کسی ساکن و جامد چیز پر بیٹھتی ہے۔ نہ کہ کسی متحرک چیز پر۔ یہ انصار کی عورتوں کی متانت کی نہایت بلیغ تشبیہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں ضرورت کے تحت کبھی باہر نکلتیں تو رات کی تاریکی میں نکلتیں اور راستہ کے کنارے کنارے چلتیں۔ یہ کنارہ کشی اس حد تک ہوتی کہ کبھی کبھی ان کے پردے کی چادر دیواروں میں پھنس جاتی۔

یہ ایک مومن عورت کی حیا اور آبرو کی اعلیٰ مثال ہے کیا آج کی مسلمان عورتیں ان پاکباز صحابیات رضی اللہ عنہن کے اسوہ کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانے سے عاجز ہیں؟ آج کی مسلمان عورتوں کو بھی زہد و تقویٰ اور عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے یہی طریقہ اپنانا چاہئے

مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کفار و مشرکین انہیں راہ حق سے ہٹانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن اگر سیدھے سادے وہ کفر اور شرک کی دعوت دیں تو ظاہر

ہے کہ اس میں انہیں ناکامی ہوگی اور کوئی مسلمان ان کے دام فریب میں نہیں آئے گا۔ اس لئے وہ اپنے معاشرے کی عریانیت اور فحاشی کو مسلم معاشرے میں داخل کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی برائی کو بار بار دیکھنے سے انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے اور جب اس کی قباحت دل سے نکل جاتی ہے تو اس پر عمل کرنے میں جھجک نہیں محسوس ہوتی اس طرح دشمن بڑی آسانی سے مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس لیتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

"اتقوا اللہ ایہا المسلمون ولا تخدعوا بما یقدمہ لکم اعداءکم فتبوءون بالصفقۃ الخاسرۃ"

آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں! دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو اور تمہارے اعداء تمہارے سامنے جو (تہذیب و تمدن) پیش کریں اس سے فریب نہ کھاؤ ورنہ یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

قل ان الخاسرین الذین خسروا انفسہم واہلیہم یوم القیامۃ الا ذلک ہو الخسران المبین ہ

ترجمہ :۔ اے نبی کہد یجئے حقیقی گھاٹا اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو گھاٹے میں ڈال دیں یہ کھلا ہوا نقصان ہوگا لیکن یہ نقصان آج محسوس نہیں ہوتا ۔

اسلام نے مرد و عورت کے دائرہ کار کو الگ الگ رکھا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس طرح اسلام نے عورت کے اوپر ظلم کیا ہے بلکہ ہر ایک کی جسمانی ساخت اور اس کی فطرت و خلقت سے یہ بات بدیہی طور سے عیاں ہے کہ ہر ایک کا میدان عمل جدا جدا ہے۔

اسی طرح اسلام نے عورتوں کو بلا ضرورت باہر آمد و رفت سے منع فرمایا ہے تو یہ بھی اسلام کی طرف سے عورتوں پر ناجائز پابندی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے دائرہ کار کو گھر کے اندر محدود کر کے اور ان کی توجہ بچوں کی تربیت کی طرف منعطف کر کے ان کی آزادی، ان کی آبرو اور ان کے حقوق کی بقاء کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ بازاروں، اسٹیشنوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دونوں جنسوں کا اختلاط عورتوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے اسی لیے اللہ تعا

گیا ہے عوام قرار دیا ہے۔ اور یہ پابندی عورتوں کی تکریم، تعظیم، آبرو، اخلاق اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہے، نہ کہ حق تلفی کے لئے ہے اگر یہ پابندی نہ عائد کی جاتی تو بھیڑیا نما انسان انہیں کہیں سے بھی اچک لے جاتے اور عورت مردوں کے ہاتھوں کھلونا ہو کر رہ جاتی۔

البتہ جو لوگ عورتوں کی کھلی آزادی اور اختلاط کی دعوت دیتے ہیں وہ عورتوں کے خیر خواہ نہیں بلکہ صحیح معنوں میں ان کے دشمن ہیں، اس لئے کہ ایسی صورت میں عورت کو اپنی ہوس کا شکار بڑی آسانی سے بنایا جاتا ہے۔

مسلم بہنوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کی سب سے بڑی خوبی اور اس کی سب سے بڑی زینت حیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے فرمودات میں حکمت کا ایک جملہ یہ بھی ہے۔

"اذا لم تستح فاصنع ما شئت" جب تمہیں کوئی شرم نہیں تو جو چاہو کرو۔

اس لئے وہی انسان شریف النفس اور کریم الطبع شمار کیا جاتا ہے جو حیا کے زیور سے مزین اور محلیٰ ہو، اللہ تعالیٰ نے مردوں کے مقابل میں عورتوں کو حیا کے حصہ وافر سے نوازا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی مرد کی شدت حیا کو بتانا ہو تو اس کو عورتوں کی حیا سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جس طرح ایک کنواری عورت اپنے پردے میں حیا کرتی ہے اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم حیا کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

حیا انسان کی اس بہترین خصلت کا نام ہے جو اس کو ایسے کام کرنے پر آمادہ کرے جس کا انجام بہتر ہو اور ایسے کام سے دور رکھے جس کا انجام برا ہو۔

حیا عورت کی اصل زینت ہے، اس لئے اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور پردے کے لئے سب سے اہم چیز چہرہ ہے جس سے عورت کی آبرو قائم ہے۔ بعض لوگ چہرے کو پردے میں داخل نہیں مانتے حالانکہ اگر اسی کو عزت و آبرو کے ڈاکوؤں کے لئے کھول دیا جائے تو پھر غیرت اور عزت کہاں باقی رہے گی، اور پردہ جسم کے کس حصے کا ہوگا۔

مسلم عورتیں مغرب کی چمک دمک دیکھ کر فریب کھاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یورپین عورتیں بڑی عزت اور آزادی کی زندگی گزارتی ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے انہوں نے پردے

کی چادر اپنے چہرے سے نوچ پھینکی ہے اس کے بعد سے یورپین عورت ایک تجارتی سامان کی طرح حسن کی منڈیوں میں بکتی اور خریدی جاتی ہے جو ذلت کی انتہا ہے اس سے زیادہ کسی عورت کی ذلت کی انتہا اور کیا ہو سکتی ہے؟

مغرب کی قدیم تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہاں کی عورتیں بھی حجاب کرتی تھیں لیکن ان کے کلیسے اور عبادت گاہیں جدید ملعون تہذیب کی لپیٹ میں آگئے تو دین کا سارا تار و پود بکھر گیا اور عورت بھی پردے سے باہر آگئی اور آج وہاں عفت نام کی کوئی چیز باقی ہے نہ طہارت نام کی۔ جنسی انارکی کی وجہ سے مختلف قسم کے امراض خبیثہ پیدا ہو گئے ہیں۔ اور حسب ونسب ضائع اور برباد ہو کر رہ گیا۔ جانوروں اور انسانوں میں کوئی تمیز نہیں رہ گئی ہے بلکہ انسان جانوروں کی سطح سے نیچے اتر گیا ہے۔

اس لئے مسلم عورتوں کو اس تہذیب سے بچنا لازم ہے جس نے تہذیب اور ثقافت کے نام پر شرم وحیا کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو سمجھ دے اور اسلام کے شعائر کا پابند بنائے ●●

بقیہ ص۳۹ کا

میں ۲۸ کتابیں اصول فقہ پر ۱۲۶ کتابیں عقائد و کلام کے موضوع پر ۸۹ کتابیں زہد و تصوف اور سلوک و اخلاق سے متعلق ۱۷ کتابیں متفرق موضوعات پر ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں مجموعہ فتاویٰ (۳۷ جزاء) السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ۔ بیان الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔ منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ قواعد التفسیر، قابل ذکر ہیں۔ ●

تربیت آئمہ کورس

داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعیت قائم کرنے اسے مضبوط و منظم کرنے اور ان کے آپس کے روابط قائم اور مستحکم رکھنے کا جو بہترین نظام دیا ہے اس کی بنیادی اکائی مسجد ہے مسجد جہاں اللہ کی عبادت اور حصولِ تقرب کی جگہ ہے وہاں معاشرہ کی اصلاح کرنے اور اسے اسلامی اقدار پر قائم رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ بھی ہے، مسجد دراصل مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مرکز و محور ہے جہاں سے ان کے تمام امور کی رہنمائی ہونی چاہیے۔ مسجد کا یہ کردار قرن اول میں پوری طرح جاری رہا۔ چنانچہ مسلمانوں کے تمام معاملات مسجد ہی میں سرانجام دیئے جاتے تھے۔ جب تک یہ طریقہ جاری رہا اُمتِ مُسلمہ ایک امتِ واحدہ کی حیثیت سے اپنا فریضہ انجام دیتی رہی لیکن جب یہ رشتہ کمزور ہوا اور اجتماعی زندگی کی مرکزیت مسجد سے منتقل ہو کر دوسری سمتوں میں چلی گئی تو امت افتراق و انتشار کا شکار ہو گئی۔

آج پھر اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی مساجد کو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور مساجد کو وہ مقام دیں جو انہیں اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا ہے۔ یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جب خطباء و ائمہ مساجد علم کے زیور سے پوری طرح آراستہ، اپنے مقام و مرتبہ کا شعور رکھنے والے، اصلاح معاشرہ کا درد و جذبہ رکھنے والے اور اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس رکھنے والے ہوں اور سب سے بڑھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہونے کی بھاری ذمہ داری اور اس کی نازک اہمیت کو محسوس کرتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ائمہ و علماء کا جتنا گہرا ربط امت کے ہر فرد سے ہوتا ہے کسی اور دوسرے شخص کا اتنا ربط و تعلق نہیں ہوتا۔ ایک مسلمان بچے کے پیدا ہوتے ہی ان حضرات کی دی ہوئی اذان و اقامت اسکے کان میں پڑتی ہے اور اس طرح پہلے ہی دن سے بچہ کا علماء کرام سے تعلق قائم ہو جاتا ہے جو آگے چل کر اسے قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں، پنجوقتہ نمازیں

پڑھاتے ہیں، جمعہ و عیدین کی نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں یہ تعلق زندگی بھر قائم رہتا ہے نکاح کا خطبہ پڑھنے مسائل کی تعلیم دینے جھاڑ پھونک کرنے اور خوشی وغمی میں شرکت کرنے سے لے کر وفات کے وقت نماز جنازہ پڑھا کر دعا و مغفرت کے ساتھ رخصت کرنا بھی ائمہ مساجد ہی کا کام ہے۔

اور امام مسجد اگر دعوت و تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ کما حقہ انجام دے تو معاشرے میں ایک بھرپور اخلاقی انقلاب آسکتا ہے اور معاشرہ صحیح طور پر اسلامی خطوط پر استوار ہو سکتا ہے۔

تربیت ائمہ و خطباء کے بنیادی مقاصد

۱ دین کی بنیادی تعلیمات کو مستحضر کرنے کے لئے مختصر وقت میں تجوید، علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ۔ اصول فقہ، اصول دعوت و تبلیغ، سیرت النبی، اسلامیات تقابل ادیان، طرق التدریس اور مسائل جدیدہ کی تعلیم کا مواد فراہم کرنا۔

۲ جدید ذہن میں اٹھنے والے شبہات و اعتراضات کا جید علماء و اہل علم کے لیکچرز کے ذریعے عقلی و نقلی جواب فراہم کرنا۔

۳ مختلف پس منظر رکھنے والے افراد کے ایک ساتھ قیام و طعام نشست و برخاست اور یکجا تعلیم و تحقیق کے ذریعے معاشرے کے مختلف فکری رجحانات کے درمیان یک جہتی اور اتحاد کی فضا پیدا کرنا۔

۴ دور جدید کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت و تبلیغ کے علمی و عملی طریقوں سے واقفیت فراہم کرنا۔

۵ ایک زندہ زبان کی حیثیت سے عربی زبان میں گفتگو اور انشاء کی تعلیم دینا

۶ مساجد و مدارس کے ذریعے دعوت و تبلیغ کے کام کو منظم و مربوط کرنا۔

شرائط داخلہ

وہ حضرات درخواست دے سکتے ہیں جو

۱ کسی دینی مدرسہ کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں، یعنی درس نظامی کے کم از کم آٹھ سالہ کورس کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے ہوں، یا کسی یونیورسٹی سے عربی یا اسلامیات

میں ایم۔اے ہوں۔

۲ کسی تعلیمی ادارے میں درس وتدریس کا کم از کم تین سالہ تجربہ رکھتے ہوں، یا کسی مسجد میں امامت کرتے ہوں۔

۳ امیدوار کی عمر ۲۰ سال سے کم اور ۴۵ سال سے زیادہ نہ ہو۔

۴ تین ماہ تک مسلسل اکیڈمی میں مقیم رہ کر کورس کی تکمیل کرنے پر آمادہ ہو۔

۵ اقامتی کورس کرنے کے بعد مزید ۶ ماہ کا مراسلاتی کورس کرنے کیلئے تیار ہوں

۶ درخواست مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہونی چاہئے۔

(الف) نام وولدیت (ب) مکمل پتہ (ج) تعلیمی قابلیت کے مصدقہ نقول۔

(د) مسجد سے وابستگی کا تصدیق نامہ۔(ھ) تجربہ کا تصدیق نامہ۔

(و) ۱۰ دو عدد پاسپورٹ سائز تصاویر۔

کورس میں شرکت کرنے والے حضرات ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

مدیر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ۴۱۱۱ مدہ چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی 110006

دعائے صحت

شہید اسلام علامہ احسان الہی ظہیر علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار جناب الحاج ظہور الہی حفظ اللہ تولاہ ایک عرصہ سے علیل ہیں قارئین نوائے اسلام سے گذارش ہے کہ وہ موصوف کے لئے دعائے صحت کریں، الحاج ظہور الہی کی شخصیت اعلیٰ قدروں کی حامل ہے، موصوف سلف صالحین کے بہترین نمونہ ہیں، موجودہ دور میں ایسے لوگوں کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت کامل وعاجل عطا فرمائے۔ آمین۔

اپیل کنندگان:- اراکین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی۔

نفیس احمد صاحب جوارِ رحمت میں

تقسیم ملک کے بعد گلشن دہلی میں جو تباہی، بربادی اور ویرانی آئی تھی شاید اس کا ماتم کبھی بھی ختم نہ ہوتا۔ اگر اس کو ایک انسان نفیس احمدؒ (پٹواری) کی شکل میں نہ ملتا، جنھوں نے اپنی تیس سالہ جہد مسلسل سے دہلی کے گوشہ گوشہ میں مسلمانوں کو آباد کر دیا۔ دہلی میں مسلمانوں کی آبادی کے لئے نفیس احمدؒ اپنی عظیم خدمات کے پس منظر میں ۱۹۴۷ء کے بعد دہلی کے شاہجہاں تھے۔

افسوس بر افسوس ایک بڑے عزم و حوصلہ کا سورج ماہ دسمبر میں اچانک غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا میں کوئی بھی انسان ہر ایک کے لئے تو ہر دلعزیز نہیں ہو سکتا ہے مگر اپنے حلقۂ متعارف میں اپنی ہمہ گیر خوبیوں کی وجہ سے بہتوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔

تحصیلدار نفیس احمد مرحوم انھیں عظیم لوگوں میں سے تھے جنہوں نے لاتعداد لوگوں کے دلوں میں اپنے سچے اصول اور دین پسندی اور خدمتِ خلق کی وجہ سے گھر کر لیا تھا۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ سے ان کی خاص ہمدردی اور تعاون تھا ان کے اچانک رحلت سے ادارہ کو زبردست صدمہ پہونچا ہے۔ قارئین نوائے اسلام مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو حاسدوں کے حسد اور نظر بد سے محفوظ رکھے آمین اور دین کے اس سرچشمۂ توحید سے مسلمانوں کو سیراب کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ ادارہ مرحوم کے پسماندگان بالخصوص برادرم شکیل احمد سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور اللہ سے صبر و شکر کے لئے دعا کرتا ہے۔

اپیل کنندگان — اراکین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

دعائے مغفرت کی ایک عاجزانہ التجا

بہت سے درد کسک اور زخموں کو چھپایا جا سکتا ہے مگر زخم دل پھپھولے بن کر ظاہر ہو جائیں تو ان کا چھپانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ آج بھی ہم اس خاص تکلیف کا اظہار نہیں کرتے ہمیں آپ کی دعاؤں کی محتاجگی نہ ہوتی ہم نے کبھی اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کی۔ ہم نے ہر حال میں اپنے کو راضی برضا رکھا۔ شکوہ کا کیا مجال؟ اللہ کی مشیئت کے سامنے کس کی بس؟ وہ جو چاہے کرے جیسا چاہے کرے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، ہم ہر حال میں اس کے شکر گذار ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہیں۔

کائنات میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، ہمارا یا ہمارے بھائی کا یا کسی دوست کا یا کسی اور کا کچھ نہیں لہذا شکایت کیسی؟

میرے چچا اور برادرم ابو الکلام احمد کے والد سیف اللہ نومبر کے آخیر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس راہ کے مسافر سب ہیں، متاع آخرت کسی کے پاس کم ہے، کسی کے پاس زیادہ، نہیں معلوم کس کی متاع اللہ قبول کرے اور کس کی ٹھکرا دے۔ لیکن اللہ اپنے بندوں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے، وہ اپنے بندوں کی التجاؤں کو سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔

ہم آپ سے آج ایک اپیل کرنا چاہتے ہیں، ہم اپنے محبوب قارئین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے مرحوم چچا کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے ایک بار ضرور التجا کر دیں یہ ہمارے اوپر احسان ہوگا آپ سے میری انتہائی عاجزانہ درخواست ہے۔ اللہ ہم سب کی خطاؤں سے صرف نظر کرے اور اپنے دامن عفو میں جگہ دے آمین۔

آپ کا اپنا عبدالعزیز سلفی، ایڈیٹر نوائے اسلام دہلی۔

[illegible]

جلد ۹

شمارہ ۲

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية اسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الاسلامية في الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

فروری ۱۹۹۲ء بمطابق شعبان ۱۴۱۲ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی

پاکستان سے	زر تعاون
سالانہ :- ایک سو روپے	سالانہ :- چالیس روپے
لائف ممبری :- دو ہزار روپے	خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی	لائف ممبری :- ایک ہزار روپے

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینۂ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس میر پریس
برائے جمعیہ آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر ترجمان اسلام ۱۱۶۴-۱۰ سے
چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

نقش آغاز

مدیر

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کا جنوبی زون چار صوبوں (کیرالا، کرناٹک، تامل ناڈو اور آندھرا) پر مشتمل ہے یہ زون دینی ملی خدمات کی وجہ سے پورے ملک میں سب سے زیادہ اہمیت اور حیثیت کا حامل ہے۔ پانچ سال قبل کیرالا میں یکم تا ۴ جنوری ۱۹۸۰ء میں تیسری عالمی سلفی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں پانچ چھ لاکھ سے زائد فدائیان توحید نے شرکت فرمائی تھی یہ کانفرنس اپنے جامع پروگرام اور نتیجہ کے اعتبار سے اتنا کامیاب رہی کہ آج پورے ملک میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک جماعت اہلحدیث کے جتنے بڑے بڑے اجتماعات اور کانفرنسیں ہو رہی ہیں ان سب میں اس عظیم الشان کانفرنس کا پرتو ضرور ملے گا۔ اس عظیم کانفرنس سے سب سے زیادہ فائدہ کرناٹک، آندھرا اور تامل ناڈو کی جمعیتوں نے اٹھایا۔ انہوں نے اپنے پروگرام کو مرتب کیا، تحریک کی مردہ رگوں میں روح پھونکی جس سے سوئی ہوئی صلاحیتوں نے انگڑائیاں لیں۔ دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی پروگرام کے جال بچھ گئے اور تحریک اہلحدیث پروان چڑھنے لگی۔

"ہسور" صوبہ تامل ناڈو کے ایک ضلع دھرما پوری کا ایک صنعتی مگر چھوٹا سا شہر ہے جو بنگلور سے ۴۵ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ اس شہر میں اہلحدیث اخوان اگرچہ بہت قلیل تعداد میں ہیں مگر بحمد اللہ یہاں ان کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس میں ایک دینی مدرسہ بھی ہے اور یہ مسجد دینی مدارس کے سفراء کے ٹھہرنے کا مرکز بھی ہے۔ پانچ سال قبل کیرالا کی تیسری عالمی سلفی کانفرنس سے واپسی پر نوائے اسلام کے قارئین کا حلقہ وسیع کرنے اور کانفرنس کے پیغام کو پہونچانے کے ارادہ سے میسور، چامراج نگر، ننگلا ہو کر ہسور پہنچا۔

وہاں کے لوگوں کو سلفی کانفرنس کے پروگرام سے جب روشناس کرایا۔ اور اس کا پیغام سنایا تو اس عظیم الشان کانفرنس کا ذکر اور اس کا پیغام سن کر لوگوں میں زبردست جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا اور اسی وقت سے ایک دینی کانفرنس کا پروگرام بنانے لگے۔ توحید خالص کی غذا انکو مولانا حافظ عبدالمتین میمن جونا گڑھی خطیب مسجد اہل حدیث چار مینار بنگلور سے ملتی تھی مگر جب مولانا ابو عمر فضل الحق اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تقریروں کی کیسٹیں مکۃ المکرمہ سے آئیں تو برادرم عبدالحافظ اسٹار میڈیکل اسٹور محمد شفیع واچ میکر متولی مسجد اور عبدالشکور سعودی وغیرہم اصلاح عقیدہ اور فکر و عمل میں مزید سرگرم عمل ہو گئے اور میسور میں ایک سلفی اجلاس عام کا پروگرام بنانے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی اور ایک عظیم الشان زونل سلفی کانفرنس کی خدمت کا موقع انہیں نصیب ہوا۔

کیرالا کی سلفی کانفرنس میں مولانا عبدالوہاب جامعی نے بھی شرکت کی تھی اس عظیم کانفرنس کا سب سے زیادہ اثر غالباً انہیں پر پڑا۔ مولانا نے واپسی پر کرناٹک میں دعوت اصلاح اور تنظیم و تحریک کا کام شروع کر دیا۔ ایک سال کی مسلسل جد و جہد اور اپنے احباب کے مخلصانہ تعاون سے چترا درگہ میں کرناٹک کے تمام سلفی نوجوانوں کو اکٹھا کر لیا۔ ان کو ایک روشن اور پائیدار مستقبل کی تعمیر کا منصوبہ دیا۔ کرناٹک میں جب تحریک اہلحدیث کی عمارت کھڑی ہونے لگی تو اس کا سایہ پڑوسی صوبے آندھرا پردیس اور تامل ناڈو پر بھی پڑا۔ نہ تھمنے والا جذبہ توحید کا ایک سیلاب امڈ پڑا۔ لوگ کشاں کشاں کتاب و سنت کی طرف آنے لگے اور عملی زندگی میں اسلام کے نفاذ کے لئے ہر طرح کی قربانیاں بے دریغ دینے کو تیار ہو گئے۔

مولانا عبدالوہاب جامعی نائب ناظم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند منطقہ جنوبی ہند اور ان کے مخلص احباب کی مساعی جمیلہ رنگ لائی۔ اور منطقہ جنوبی ہند کی پہلی اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس عظیم کانفرنس کی عظیم کامیابی پر ہم اس زون کے ایک ایک فرد کو مبارکباد دیتے ہیں اور ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بے لوث خدمات کے ذریعہ ایسا عہد ساز کارنامہ انجام دیا ہے جو پوری جماعت اہلحدیث کے لئے قابل تقلید ہے۔ ●

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

کے دو بصیرت افروز واقعات

خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری

۱۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ایک غلام تھا۔ لوگوں نے اس غلام کے بارے میں حضرت عبداللہ سے شکایت کی کہ وہ کفن چراتا ہے اور اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت آپ کو دیتا ہے حضرت عبداللہ کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا رات کو جب غلام آپ کے یہاں سے چلا تو آپ چھپ کر اس کے ساتھ ہو لئے۔ غلام نے قبرستان پہونچ کر ایک قبر کھولی۔ قبر کے اندر محراب بنی ہوئی تھی۔ غلام اسمیں نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ پہلے تو دور رہے پھر دبے پاؤں قریب گئے۔ دیکھا کہ غلام ٹاٹ کا کرتہ پہنے اور گردن میں طوق ڈالے سجدہ میں پڑا زمین پر سر رگڑ رہا ہے اور رو رہا ہے۔ حضرت عبداللہ یہ حال دیکھ کر آہستہ سے پلٹ آئے اور خود بھی بیٹھ کر رونے لگے۔ غلام صبح تک نماز میں مشغول رہا۔ صبح کو قبر سے نکل کر اسے ڈھانک دیا اور مسجد میں جا کر فجر کی نماز ادا کی۔ نماز پڑھ کر مناجات کی کہ الٰہی! اب دن ہوا میرا مجازی مالک مجھ سے درہم مانگے گا مفلسوں کا روزی رساں تو ہی ہے اپنے فضل سے مجھے عطا فرما۔ اس پر ایک نور ظاہر ہوا اور غلام کے ہاتھ پر ایک درہم چاندی کا بن گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ کو ضبط کی طاقت نہ رہی پہونچ کر غلام کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور کہنے لگے تیرے جیسے غلام پر میرے جیسے مالک کی سو جانیں قربان۔ کاش تو مالک ہوتا اور میں تیرا غلام ہوتا۔ غلام نے حضرت عبداللہ کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ یا الٰہی!

اب میرا پردہ فاش ہو گیا اور میرا راز ظاہر ہو گیا اب دنیا میں میرے راحت کی

صورت نہیں رہتا۔ پروردگار اب مجھے اس دنیا میں باقی نہ رکھ اور اپنے فضل سے مجھ کو اٹھا لے غلام کی دعا قبول ہوگئی اور حضرت عبداللہ کی آغوش میں ہی غلام کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت عبداللہ نے اسی ٹاٹ میں غلام کو دفن کر دیا۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ عبداللہ! ہمارے دوست اور اللہ کے محبوب کو ٹاٹ سمیت دفن کر دینا۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے گئے حج کے بعد ایک روز مکہ معظمہ میں سو رہے تھے کہ خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا اس سال کتنے آدمی حج کرنے آئے ؟

دوسرے فرشتے نے کہا چھ لاکھ۔

پہلے نے کہا ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا ؟

دوسرے فرشتے نے کہا کسی کا نہیں البتہ دمشق میں ایک شخص علی بن موفق ہے اگرچہ وہ حج کرنے آیا نہیں لیکن حج اسی کا قبول ہوا اور اس کے طفیل میں تمام حاجی بخش دیئے گئے۔

حضرت عبداللہ نیند سے جاگے تو آپ کو حضرت علی بن موفق کی زیارت کا شوق ہوا چنانچہ مکہ سے دمشق گئے اور حضرت علی بن موفق کے مکان پر پہونچ کر آپ کو آواز دی وہ آواز سن کر باہر نکلے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے پوچھا۔ آپ ہی علی بن موفق ہیں ؟

انہوں نے جواب دیا ہاں۔

حضرت عبداللہ۔ آپ سے مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔

حضرت علی بن موفق نے کہا فرمائیے۔

حضرت عبداللہ:۔ آپ کیا کام کرتے ہیں؟

حضرت علی بن موفق:۔ جوتیوں میں پیوند لگاتا ہوں۔

حضرت عبداللہ نے خواب کا واقعہ بیان کیا حضرت علی بن موفق نے پوچھا۔ آپ کا نام؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا عبداللہ بن مبارک۔ حضرت علی بن موفق نے ایک چیخ ماری اور گر کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو حضرت عبداللہ نے کہا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایسا کون سا کام کیا جو آپ کو یہ رتبہ ملا؟

حضرت علی بن موفق نے کہا مجھے تین سال سے حج کی آرزو تھی میں نے جوتیوں میں پیوند لگا لگا کر تین سو درہم جمع کئے تھے اور اس مرتبہ حج کے لئے جانے کا ارادہ تھا۔ میری بیوی حاملہ تھی ایک روز ہمسایہ کے مکان سے کھانے کی خوشبو آئی۔ میری بیوی نے کہا۔ ہمسایہ کے یہاں سے میرے لئے تھوڑا سا کھانا لادو۔ میں ہمسایہ کے یہاں گیا اور اس سے کھانا مانگا اس نے کہا یہ کھانا تمہارے لائق نہیں ہے میں نے پوچھا اس کھانے میں کیا ہوا ہے۔

اس نے کہا۔ ہم گھر بھر سات روز سے بھوکے ہیں۔ آج ایک مرا ہوا گدھا مل گیا اسی کا تھوڑا سا گوشت کاٹ لایا ہوں جو پک رہا ہے یہ سنتے ہی میں گھر میں آیا اور تین سو درہم لے جا کر اسے دے دیئے اور کہا لو انہیں اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو میرا حج یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا۔ فرشتے نے خواب میں یہی خبر دی تھی۔ ایسے ہی موقع کے لئے عارف روم نے فرمایا ہے۔

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
دل بدست آور کہ حج اکبر است

(منقول از اخبار اہل حدیث، جنوری ۱۹۷۱ء)

ماہانہ آٹھ آنہ فنڈ صندوقچی کی آمدنی دیگر اہل خیرات کی مثال

کیا یہ کام بھی مشکل ہے کہ مسلمان اپنے اپنے حلقوں میں ہر گھر سے صرف آٹھ آنے

مالانہ وصول کر لیا کریں۔ اگر آٹھ آنہ فنڈ ہر حلقہ میں قائم کر دیا جائے اور ہر سال جمع شدہ رقم بڑے فنڈ میں تبدیل ہوتی رہے تو اس معمولی تعاون سے بہت سے کام نکل سکتے ہیں۔ اس رقم سے غریب بچوں کی تعلیم کا انتظام بھی ہو سکتا ہے اور اونچے درجوں میں پڑھنے والوں کو وظائف بھی دیئے جا سکتے ہیں اور جو مسلمان غربت کی وجہ سے کوئی کاروبار نہیں کر سکتے ان کو کاروبار سے بھی لگایا جا سکتا ہے اور کوئی صنعتی کارخانہ کھول کر بچوں کو ہنر مند بھی بنایا جا سکتا ہے آپ آٹھ آنہ فنڈ کو معمولی نہ سمجھیں جنوبی ہند میں تو مسلمانوں نے ایسی حقیر رقموں سے کالج تک قائم کر لئے ہیں۔ آمدنی کا ذریعہ ایک اور بھی ہے۔ جو لوگ ایک حج کے بعد دوبارہ حج کرنا چاہتے ہیں وہ حج کے مصارف کو کسی مشترکہ فنڈ میں جمع کرائیں۔ یہ رقم مسلمانوں کی فلاح پر خرچ ہو۔ ایسے لوگ یقین رکھیں کہ انہیں اس کا ثواب حج سے زیادہ ملے گا۔ نفلی حج اپنی ذات کو فائدہ پہنچاتا ہے مگر حج کے مصارف کو اگر ملت کے مفاد پر خرچ کیا جائے تو اس سے بہت سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ خدمت خلق کا وہ ذریعہ ہے جس پر جتنا اجر بھی مرتب ہو کم ہے۔

مغربی ممالک میں جو لوگ چرچوں کے ممبر ہیں وہ ممبری کی رقم ہر ماہ ادا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی گرجاؤں کے صندوقچوں میں الگ سے کچھ نہ کچھ ڈالتے رہتے ہیں۔ سڈنی کے صرف ایک گرجا میں اس طرح روزانہ پچاس ڈالر (پندرہ سو روپے) صندوق میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ حساب لگایا گیا تو یورپ کے گرجاؤں میں جو رقم سالانہ جمع ہوتی ہے جس میں ممبری فیس بھی شامل ہے ۵۷ کروڑ روپے ہوتی ہے۔ عام چندوں کی رقم الگ ہے۔ اس رقم سے دنیا بھر کی مشنریوں کی مدد کی جاتی ہے اور وہ ہر ملک میں اسکول اور اسپتال کھول کر لوگوں کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ مغربی ممالک کے عیسائیوں نے ایک دفعہ پوپ کی اپیل پر ڈیڑھ ارب روپے جمع کر دیئے۔ ایک امیر خاتون نے ۲۲ کروڑ روپے پوپ صاحب کے حوالے کر دیئے ہیں۔ رنج ہے کہ مسلمانوں میں تحریک پیدا کرنے کے لئے ہمیں ان قوموں کی مثالیں پیش کرنی پڑتی ہیں جنہوں نے کسی وقت مسلمانوں کی مثالوں سے اپنی تحریکات کو فروغ دیا تھا۔ کیا مسجدوں میں ایسا انتظام نہیں ہو سکتا کہ ہر نمازی صندوقچہ میں ہر روز

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

ردّ جوازِ سود

درد مند اعظمی

سود و بیاج کو عربی میں "ربا" کہتے ہیں، "ربا" کا معنی اگرچہ مطلقاً زیادتی ہے لیکن مراد وہ معین اضافہ ہے جو ایک قرض دینے والا محدود مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصل رقم پر وصول کرتا ہے۔

جاہلیت اور اسلام، دونوں میں یہ "اصطلاح" مذکورہ مفہوم کے لئے مشہور رہی ہے اس کی شکلیں گو مختلف رہی ہیں لیکن اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قرض دینے والا قرضدار سے ایک معین شرح پر صرف اس شرط پر اپنے دیئے ہوئے روپئے کا منافع وصول کرے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لئے روپئے کے استعمال کی اجازت دی ہے، اس امر کو اس کی حقیقت کے تعین میں کوئی دخل نہیں ہے کہ قرض کسی غریب دفا دار کو دیا گیا ہے یا کسی امیر و تاجدار کو، اور نہ اس بات سے اس میں کوئی فرق واقع ہوتا ہے کہ قرض کسی میت کی تجہیز و تکفین کیلئے دیا گیا ہے یا کسی رفاہی اسکیم کے لئے دیا گیا یا تجارت، زراعت اور صناعت کے کسی انفرادی یا اجتماعی منصوبے کے لئے دیا گیا ہے۔

جاہلیت اور اسلام دونوں میں ربا کی اصطلاح کا جو مفہوم مسلم رہا اس میں ان ظاہری اختلافات سے سر مو فرق واقع نہیں ہوتا، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مقصود قرض یا قرضدار کی نوعیت و حیثیت کی تبدیلی ربا کی عرفی حیثیت بدل دیتی ہے ان کا خیال بالکل غلط ہے[1]۔

---

[1] تفسیر تدبر القرآن ص ۶۳۔ بقرہ۔

سود ہمیشہ، ہر زمانہ، ہر قرن و ہر صدی میں اور ہر مذہب و ہر دھرم میں حرام رہا ہے توریت میں لے ہے۔

تمہارا محتاج بھائی طالب مدد ہو تو اس کی مدد کرو لیکن اس سے کسی قسم کے فائدے کے خواہشمند مت ہو۔ (آیت ۲۴ فصل ۲۲ سفر الخروج)

اور "انجیل لوقا" میں ہے۔

دان پن، صدقہ وخیرات اور غریب محتاج کی قرضہ وغیرہ سے مدد کرتے رہو مگر ان سے کسی قسم کے مادی فائدے کی توقع نہ رکھو، اللہ تم کو اجر جزیل دے گا۔

اور اسلام نے اس کی حرمت و قباحت سورہ بقرہ میں نہایت بسط کے ساتھ واضح طور پر بیان کی ہے "۲۷۵" ویں آیت سے "۲۸۳" ویں آیت تک پڑھو۔

الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ الآیۃ۔

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کے مانند جس کو شیطان نے چھوت سے پاگل بنا دیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا "بیع" بھی تو سود ہی کی طرح ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام، تو جس شخص کو اللہ کی تنبیہ پہونچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ لے چکا ہے، وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اب اس کے مرتکب ہوں تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ سود کو گھٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا اور اللہ ناشکروں اور حق تلفوں کو پسند نہیں کرتا، بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے بھلے کام کئے، نماز کا اہتمام کیا زکوٰۃ ادا کی ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، نہ ان کے لئے کوئی اندیشہ ہوگا نہ ان کو غم لاحق ہوگا۔ اے ایمان والو! اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف

لہ :- قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے۔

سے جنگ کے لئے خبردار ہو جاؤ! اور اگر تم توبہ کرلو تو اصل رقم کا تمہیں حق ہے نہ تم کسی کا حق مارو، نہ تمہارا حق مارا جاتے۔

اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو فراخی تک اس کو مہلت دو اور بخش دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر سمجھو، اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو جو اس نے کمائی کی ہے پوری پوری مل جائے گی اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

(تدبر قرآن، ص ۶۳۶ ۱ تا ۶۳۷)

اور حدیثوں میں سود کی خباثت و غلاظت کو مختلف پیرایوں میں نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہیں محرمات ابدیہ کے ساتھ زنا سے بدتر بتایا گیا ہے اور کہیں "نار جہنم" قرار دیا گیا ہے سودی کاروبار کرنے والوں کو "ملعون" بتایا گیا ہے صراحۃً ارشاد ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ آکِلَ الرِّبٰوا وَمُوکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ۔

یعنی سود لینے والا بھی ملعون، دینے والا بھی ملعون، کاتب بھی ملعون اور گواہ وشاہد بھی رحمتِ خداوندی سے دور کیا ہوا ہے۔

یہ نصوص عام ہیں کسی جماعت کسی فرد کی کوئی تخصیص نہیں نہ ہی زمان ومکان کی اس میں کوئی قید ہے، لیکن پھر بھی بعض حضرات دارالحرب کو بہانہ بنا کر ہندوستان میں سودی لین دین کو جائز وحلال کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

"ہندوستان دارالحرب ہے اور دارالحرب میں سود لینا حلال ہے اس لئے انڈیا کے بنکوں میں جلب منفعت کی خاطر روپیہ جمع کرنا اور اس سے سود لینا حلال ہے اور اس رقم سے مسجد مدرسہ کی تعمیر اور دوسرے سارے کاموں کا انجام والصرام جائز ہے"۔

اس بارے میں ہم خود کچھ کہنے کے بجائے حضرت شیخ الکل رحمۃ اللہ کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں اس کے اندر ساری باتوں کا علمی وتحقیقی جواب وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت مرحوم ومغفور ایک سائل کے جواب میں رقم فرماتے ہیں۔

درصورت مرقومہ جاننا چاہئے کہ سود کا لینا دینا خواہ دارالاسلام میں ہو، خواہ دارالحرب میں حرام وممنوع ہے نزدیک امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور جمہور

علماء اسلام کے کیونکہ قرآن وحدیث اور اجماع صحابہؓ سے حرمت ربوٰا کی ثابت ہے قطعاً۔ مگر امام ابو حنیفہؒ ومحمدؒ فرماتے ہیں کہ دار الحرب میں کافر حربی سے سود لینا درست ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، لیکن ملک ہندوستان رنگون سے لے کر پشاور تک ہرگز دار الحرب نہیں ہیں، مطابق مذہب امام صاحب کے، اس لئے کہ موافق تحقیق وتنقیح علماء متاخرین حنفیہ کے دار الحرب کی تعریف نزدیک امام صاحب کے یہ ہے کہ "جب کوئی شعائر اسلام کے مثل نماز جمعہ وجماعت علی الاعلان اور پڑھنا قرآن مجید کا برملا پایا نہ جاتے۔ بلکہ تمام شعائر اسلام کے موقوف ہو جائیں، تو اس صورت میں دار الاسلام، دار الحرب ہو جاتا ہے اور جب ایک سبب بھی شعائر اسلام کا موجود ہوگا تو دار الحرب متحقق نہ ہوگا۔ جیسا کہ "فصول عمادی" اور "طحاوی" وغیرہ میں مذکور ہے، اور جب کہ ہندوستان دار الحرب نہ ٹھہرا نزدیک امام صاحب کے، تو سود لینا دینا ہندوستان میں نزدیک امام صاحب کے بھی حرام وممنوع ہوگا۔

ولما ان هذه البلدة صارت دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فيها، فما بقي شئ من احكام دار الاسلام فيها يبقى دار الاسلام على ما عرف، ان الحكم اذا ثبت بعلة فما بقي شئ من العلة يبقى الحكم ببقائه، هكذا ذكره شيخ الاسلام ابو بكر في شرح سير الاصل، وذكر في موضع آخر فيها: "ان دار الاسلام لا تصير دار الحرب اذ بقي شئ من احكام الاسلام، وان زال غلبة اهل الاسلام وذكر صدر الاسلام ابو اليسر في سير الاصل ايضا ان دار الاسلام لا تصير دار الحرب ما لم يبطل جميع ما به صارت دار الاسلام، كذا ذكره في باب احكام المرتدين. وذكر شيخ الاسلام الاسبيجابي في مبسوطه ان دار الاسلام محكوم بكونها دار الاسلام فيبقى هذا الحكم ببقاء حكم واحد فيها ولا تصير دار الحرب الا بعد زوال القرائن كلها، ودار الحرب تصير دار الاسلام بزوال بعض القرائن وهو ان يجري فيها احكام الاسلام۔ وذكر الاشي في واقعاته هكذا، و ذكر السيد الامام ناصر الدين في المنشور ان دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فما بقي علقة من علائق الاسلام فيترجح جانب الاسلام، كذا في الفصول

العلائیۃ۔ وھکذا فی الطحاوی والدر المختار وغیرھما من کتب الفقہ۔

قال مولانا عبد العزیز الدھلوی بعد نقل ھذہ الروایات المذکورۃ فی جواب السائل المستفتی، فنعلم من ھذہ الروایات الفقہیۃ ان ھذہ البلاد لا تصیر دار الحرب علی مذھب الامام الاعظم ابی حنیفۃ، ھل تکون دار الاسلام کما کان، ولا یجوز للمسلم اخذ الربوا من النصرانی وغیرہ۔ لان حرمتہ قطعیۃ ثابتۃ بالآیۃ لقولہ تعالیٰ: " اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا " ولقولہ الصلوٰۃ والسلام "لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آکل الربوا و مؤکلہ، کما ھو مذکور فی کتب الاحادیث من الصحاح الستۃ، وعلی مذھب صاحبیہ تصیر دار الحرب اذ اجروا فیھا احکامھم، ففی اخذ الربوا من الحربی اختلاف، عند الامام الشافعی ومالک واحمد وابی یوسف رحمھم اللہ لا یجوز فی دار الحرب ایضا وعند الامام الاعظم ابی حنیفۃ ومحمد فی دار الحرب کما قال فی الھدایۃ: "ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف والشافعی، انتھی۔

اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور نے بھی ایک مستفتی کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے، کہ۔

"سود لینا دینا دار الحرب میں حربی سے بھی درست نہیں"

مولانا مبرور کے فتویٰ کی اصل عبارت یہ ہے۔

در حلت و حرمت مبلغ سود در دار الحرب از حربیاں کلامے است و آں اینست کہ حرمت ربوا بنص قطعی ثابت است۔ کما قال اللہ تعالیٰ " اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا " و حلت ربوا از کافر حربی در دار الحرب ظنی است، پس عمل کردن بر دلیل اقوی اولیٰ است خصوصاً وقتے کہ در دار الحرب بودن ایں دیار علماء را اختلاف باشد پس اجتناب در گرفتن سود از حربی اوکد الزم خواہد بود، و نیز قاعدہ فقہ است " اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام " وایں وقتے باشد کہ ہر دو دلیل در یک مرتبہ باشد،

چوں یک دلیل کمتر باشد از دلیل دیگر، پس عمل بر اقوی موکد تر می شود، بنابریں قاعدہ ہم "ربوٰا" از حربی نباید گرفت و آنچہ از معاملہ سود گرفتن از حربی چہ جائے مسلم اجتناب باید نمود، تمام شد عبارت فتوی مولانا مرحوم، پس واجب ہے مسلمان دیندار سعادت شعار پر کہ کہنے سے کسی نیم ملا کے سود کے لینے دینے سے اگرچہ دار الحرب میں ہو پرہیز و اجتناب ضرور کریں۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی نذیریہ، جلد ۲، ص ۱۹۵، ۱۹۸)

اور عربی عبارت "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" حقیقت میں حدیث ہے نہیں، علامہ حافظ ابن حجر "الدرایہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

حدیث "لا ربوا بین الحربی والمسلم فی دار الحرب، لم اجدہ، لکن ذکرہ الشافعی ومن طریقہ البیہقی، قال قال ابو یوسف، انما قال ابو حنیفۃ ھذا لان بعض المشیخۃ حدثنا عن مکحول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ربوا بین اھل الحرب اظنہ قال واھل الاسلام۔

یعنی حدیث مرسل وضعیف ہونے کے علاوہ اس کے متن میں بھی اختلاف ہے اور امام ابو یوسف اس کے راوی ہونے کے باوجود اس کے خلاف ہیں اور دار الحرب میں بھی سود کو حرام قطعی فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ عبارت حدیث ہوتی تب بھی قرآن کے حکم عام کو اس کے ذریعہ خاص نہیں کیا جا سکتا تھا، چہ جائیکہ سندًا و متنًا ہر طرح سے نا قابل اعتبار ہے لہذا اس کو کسی حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

قال العلامۃ ابن الھمام بعد نقل "لا ربوا بین المسلم والحربی" (قلت) غریب، واسند البیہقی فی المعرفۃ فی کتاب السیر عن الشافعی قال قال ابو یوسف، انما قال ابو حنیفۃ ھذا لان بعض المشیخۃ[له] حدثنا عن مکحول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہ قال۔ لا ربوا بین

له :۔ بعض المشیخۃ۔ مجہول الذات والصفات ہیں۔

اصل الحرب، انظر مقال واصل الاسلام، قال الشافعی. وھذا لیس بثابت ولا حجۃ فیہ، (نصب الرایہ، جلد ۴، ص ۴۴)

اور علامہ عینی شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث غریب[1] لیس لہ اصل۔

وقال فی حاشیۃ چلپی علی الھدایۃ، ھذا حدیث مجھول لم یرو فی صحیح ولا مسند ولا کتاب موثوق بہ۔

یعنی یہ حدیث "لا ربوا بین الحربی والمسلم فی دار الحرب" بالکل بے بنیاد و بے اصل ہے، اور کسی قابل اعتبار کتاب میں موجود نہیں، اسی وجہ سے علامہ ابن الہمام ارقام فرماتے ہیں۔

وھذا لا یفید لمعارضۃ اطلاق النصوص الا بعد ثبوت حجیۃ حدیث مکحول، وقد یقال لو سلم حجیۃ فالزیادۃ بخبر الواحد لا تجوز فان اثبات قید زائد علی المطلق عن نحو "لا تاکلوا الربوا" وھو الزیادۃ لا تجوز۔

یعنی نصوص محرم ربا کے معارضہ میں اس حدیث کو لانا مفید مقصد نہیں کیونکہ یہ حدیث قابل استدلال ہی نہیں، اگر اس کو قابل اعتبار تسلیم بھی کر لیا تب بھی اس قسم کی روایتوں سے کتاب اللہ کے نصوص قطعیہ مطلقہ کو مقید نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مطلق کو مقید کرنا کتاب اللہ پر ظلم ہے۔

علاوہ ازیں ہندوستان "دارالحرب" ہے بھی نہیں، علماء دیوبند وغیرہ کے علاوہ خود اعلیحضرت فاضل بریلوی نے ہندوستان کے "دارالاسلام" ہونے کے اثبات میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔

اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام

یہ رسالہ اعلیحضرت کی اس زمانہ کی تحریر ہے جب کہ سلفیوں اور دیوبندیوں نے

---

[1] غریب دنرالی ہے۔

انگریزوں سے جہاد کرنے کا فتوی دیا تھا، اور انگریزوں کا ہندوستان سے اخراج ضروریاتِ دین سے جانتے تھے۔

آج جب کہ ہندوستان کا نظام حکومت "سیکولر" اور "جمہوری" ہے اسمبلی و پارلیمنٹ میں مسلم ممبران بھی براجمان ہوتے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ، جامعہ اسلامیہ اور جامعہ سلفیہ جیسی دینی درسگاہیں اور مساجد وجوامع تعمیر ہوتی رہتی ہیں، تبلیغی جماعت و اسلامی جماعت کے بلا روک ٹوک "بیرو دلیسہ" وغیرہ میں خالص مذہبی اجلاس واجتماعات عالمی پیمانہ پر ہوتے رہتے ہیں، ہندوستان کو دارالحرب کس وجہ سے کہا جا سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ۔

سود لینا دینا حرام قطعی ہے، جنت میں ہو یا جہنم میں۔ کیونکہ سودی لین دین حرام کرنے والی آیات قرآنیہ "مطلق" ہیں اور ان کو مقید کرنے والی نہ تو کوئی آیت ہے نہ ہی حدیث لہٰذا احکام قرآنیہ اپنے عموم لفظی پر برقرار رہیں گے، اور ان کو کسی شخص کے قول و فعل سے مجروح نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے ہندوستانی بنکوں کا بھی سود اسی طرح حرام وخبیث رہے گا جسطرح پاکستان کے بنکوں کا سود حرام و خبیث اور رجس ہے۔

فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔

مبارک پور کے ماہنامہ "اشرفیہ جولائی ۸۹ء" میں بھی سود پر بینک سے قرضہ لینے کے جواز کا فتوی شائع ہوا ہے۔

عبرت کی باتیں

ہمارے علاقے کے بعض مقامات پر حاجی، حافظ، ملا، قاری ایک جماعت و وفد کی شکل میں گھر گھر گھوم کر زکوٰۃ کا روپیہ وصول کرتے ہیں اور اس رقم کو بینک میں جمع کرتے ہیں کہ اس پر جو سود ملے گا اس کو فلاں فلاں مد میں خرچ کیا جائے گا، چنانچہ موضع .... کے مدرسہ .... کے اراکین کی مجلس میں اس راز کا انکشاف اس طرح ہوا کہ ایک رکنِ مدرسہ نے سوال کیا۔

پچھلے سال مدِ زکوٰۃ کا جو اٹھارہ ہزار روپیہ وصول ہوا تھا کہاں ہے؟

تو دوسرے ایک اہم رکن نے تنک کر جواب دیا۔

بینک میں جمع ہے۔

سائل نے پھر پوچھا۔ اس پر جو سود ملے گا کیا ہوگا، کہاں خرچ کیا جائے گا؟

تو اس رکنِ خصوصی نے فرمایا۔

تم دیکھتے نہیں کہ پانچ پانچ قطعے مقدمے چل رہے ہیں ان مقدموں کے اخراجات کہاں سے آئیں گے، کیسے پورے ہوں گے۔ اسی رقم سے پورے ہوتے ہیں۔

قارئین حضرات! شاید استعجاب و حیرت میں مبتلا ہوں، لیکن یہ واقعہ عین حقیقت ہے ایسا ہی ہو رہا ہے، عام طور پر بینکوں سے وصول ہونے والے سود کے روپے بالکل ذاتی و نجی مصرفوں میں خرچ ہوتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے بینک سے ایک ہزار روپیہ سود کا نکال کر اپنے آباء و اجداد کے قبرستان کی مرمت پر خرچ کیا۔

بعض لوگ اس رقم کو بحفاظت اپنے پاس جمع رکھتے ہیں اور ایسے حاجت مندوں کو بطورِ قرضہ دیتے ہیں جن سے روپیہ واپس ملنے کی امید نہیں رہتی۔ یعنی الٹ پلٹ کر اپنی ہی ضرورتوں میں خرچ کرتے ہیں اور ٹھاٹھ سے امامت و خطابت کے فرائض اور انبیاء کرام کی نیابت بھی انجام دیتے ہیں۔

قربان جائیے۔ اس یہودیت و مجوسیت پر، ہندیا جائن کی مہاراج رنیاں!

مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ ایسے گاؤں کا واقعہ ہے جہاں حفاظ کرام کی بہتات اور مولویوں کی کثرت ہے، مدینہ یونیورسٹی، مکہ کی دانش گاہ کے سند یافتہ بھی ہیں، بالفاظ دیگر متعدد ائمہ کرام و مجتہدین عظام بھی ہیں اور بہت ممکن ہے مستقبل میں یہاں کوئی مبعوث بھی پیدا ہو جائے کیونکہ اس گاؤں کے ذہنی ارتقاء کا یہ عالم ہے کہ خالص دینی امور نماز، روزہ کے مسائل میں بھی اپنا عقلی اڑنگا لگاتے رہتے ہیں اور اپنی عقل و سمجھ کو نصوص شرعیہ کا درجہ دیتے رہتے ہیں۔ نیز تبلیغی جماعت کے قافلے کم و بیش روزانہ گشت کرتے دکھائی دیتے ہیں، وعظ و پند کی مجلسیں اور میلاد کی محفلیں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ ●

پاک دل پاکباز

عبدالسمیع محمد ہارون سلفی ۔ بجھوارہ ۔

انسان کا دل مانند آبگینہ ہے اور اسے اسی طرح صاف و شفاف رکھنا چاہیے۔ شیشے ہی کی طرح اسے ٹوٹنے اور شکستگی سے بچانا چاہیے اور اسی کے جیسے دل کو بھی سنبھال کر اور بحفاظت و سلامت رکھنا چاہیے۔ انسان کا دل منفی عقائد اور برے خیالات سے گدلا نہ ہو اس میں صفائی اور آئینہ کے مانند چمک ہو ایسا دل نہ صرف یہ کہ ایک مومن کا دل ہے بلکہ اس کو اسلام نے اصلاح اور کامیابی کی اساس قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو! انسانی جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جس کی اصلاح پر سارے جسم کی اصلاح مبنی ہے اور جس کے بگڑنے پر ساری بگاڑ منحصر ہے سنو یہ دل ہے۔ بلکہ قرآن نے تو اس سے بھی زیادہ وضاحت سے فرمایا کہ جس نے اپنے دل کو پاک اور صاف رکھا وہی کامیاب ہے اور جس نے اسے گدلا کیا وہی خائب و خاسر ہے بس اب اس سے آگے کون سی بات کہی جا سکتی ہے کہ دل کا معاملہ واقعۃً کتنا اور کس قدر نازک ہے اور یہ کہ اسی دل کی صفائی اور گندگی پر ہی ساری کامیابی و بربادی کا انحصار ہے۔ گویا انسان کا دل جس طرح نازک ہے اسی طرح اس کی نزاکت بھی ہے۔ ہم اپنے دل کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک رکھیں اور اسے گدلا ہونے اور برے خیالات سے ناپاک ہونے سے بچائیں۔ اپنے دل میں کسی کے خلاف کوئی میل اور رنجش نہ رکھیں اور یوں زندگی گزاریں پھر دیکھیں کہ ہماری زندگی کس طرح اضطراب اور بے چینی (Patience) سے خالی اور مطمئن و پرسکون رہتی ہے۔ ہم جب ہی اپنے دلوں کو برے خیالات کی آماجگاہ بناتے اور دوسروں کی رنجش سے گدلا اور گندہ کرتے ہیں وہیں سے ہم طرح طرح کی برائیوں کے شکار ہوتے ہیں۔ دوسروں کی رنجش ہم کو اندھا کر دیتی ہے اور اس کے خلاف ہر ممکن غلط اور ناجائز اقدام کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوسرے دلوں کے خلاف دلوں میں میل ہم کو کسی سکون اور اطمینان کی سانس نہیں لینے دیتی۔ دلوں کے بُرے خیالات ہمیں برائی کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے اور پھر ہماری زندگی دینی اور دنیوی ہر دو اعتبار سے لٹ چکی ہوتی ہے اور یہ ساری بربادیوں کا طوفان اس منبع اور سرچشمہ سے آتا ہے جہاں ہم نے دلوں میں غلاظت اور گندگی کو جگہ دی۔ بس اسی لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے دل میں کسی برے خیال کو جگہ نہ دیں ہم کسی برائی اور گناہ کے شکار نہیں ہوں گے۔ دل میں کسی کے خلاف کوئی میل نہ رکھیں ہم ہمیشہ ہشاش بشاش اور مطمئن زندگی گزاریں گے۔ بلاشبہ ایسا پاک دل انسان پاکباز انسان ہوگا۔

دلوں کی پاکیزگی کی بڑی اہمیت ہے اور اسلام نے بالخصوص اس کی بڑی اہمیت دی ہے۔ حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ابدال زیادہ نماز پڑھنے صدقہ وخیرات کرنے کی وجہ سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سخاوتِ نفس اور دلوں کی پاکیزگی وصفائی کی وجہ سے داخل ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے ایمان کے لئے اپنے دل کو خالص کرلیا اور اپنے دل کو صاف کرلیا اور اپنی زبان سچی بنالی اور اپنے نفس کو اطمینان بخش بنالیا اور اپنی طبیعت کو حُسنِ خلق کے سانچے میں ڈھال لیا۔ ایک حدیث میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بہتر کون ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہر مخموم القلب اور سچی زبان والا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ سچی زبان والے کو تو ہم جانتے ہیں مگر یہ مخموم القلب کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ ہر پرہیزگار، صاف ستھرا، جس میں گناہ ہو اور نہ ظلم، نہ کینہ کپٹ ہو اور نہ حسد۔ معلوم ہوا کہ وہ دل جو پاک ہے وہی پاکباز ہے پھر۔

ع۔ آں دل کہ پاک است از محاسبہ چہ باک؟

ایک بھائی کا اپنے بھائیوں اور بہنوں کے نام پیغام

(ادارہ)

میرے پیارے بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج میں ایک اہم مسئلہ پر لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں وہ مسئلہ کیا ہے وہ مسئلہ پردہ سے متعلق ہے اور پردہ کرنا ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ فرض کیوں ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے میرے محترم بھائیو آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر فحاشی عریانی اور بے حیائی پھیل رہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ عورتوں کا بازاروں میں بے پردہ گھومنا ہے۔ آج ہمارے کتنے ہی مسلمان بھائی ایسے ہیں کہ ان کی بیویاں، بیٹیاں اور بہنیں بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں کیا ان کو کوئی بتانے والا نہیں ہے کہ میری بہنو یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ تم اس طرح بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہو کس کے لئے، شادی تو تمہاری اپنے شوہروں سے ہوتی ہے لیکن اتنے سارے لوگ تمہیں دیکھتے ہیں اور بڑے خوش ہوتے ہیں اور آنکھ کا زنا کرتے ہیں اللہ کے رسول کا فرمان ہے کہ نامحرم عورت کو دیکھنا آنکھ کا زنا کرنا ہے اس کی ذمہ دار کون ہیں اس کی ذمہ دار آپ ہیں میری مسلمان بہنیں ذرا سوچیں تو سہی معاشرہ کتنا بگڑ گیا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ عورتوں کا بازاروں میں بے پردہ گھومنا ہے۔ آج ہمارے کتنے ہی بھائی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن اپنی بیویوں کو بازاروں اور گاڑیوں میں بے پردہ لئے گھومتے ہیں میرے مسلمان بھائیو ذرا سوچو تو سہی کہ شادی تو ان کی تمہارے ساتھ ہوئی ہے لیکن بے شمار مرد آپ کی بیویوں کو بے پردہ دیکھ کر آنکھ کا زنا کر رہے ہیں اور اللہ کے مجرم بن رہے ہیں۔ ان کو مجرم بنانے میں بہت بڑا حصہ ان عورتوں کا ہے جو بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں اور ایسا لباس پہنتی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اپنا جسم غیر مردوں کو دکھا سکیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں۔ میری

میری محترم مسلمان بہنو یہ تو بتاؤ کہ کیا یہ شریف گھرانوں کی عورتوں کا کام ہے یہ کام تو بے غیرت عورتوں کا ہے اگر ایک شریف عورت بازار میں بے پردہ ہو کر گھومے تو بتایئے کہ ایک بے غیرت عورت اور ایک شریف عورت میں کیا فرق رہ جائے گا۔ آج ہماری کتنی ہی مسلمان بہنیں جو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں جب اسکول اور کالج سے باہر نکلتی ہیں تو بے پردہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ لڑکیاں مسلمان نہیں ہیں یقیناً ان لڑکیوں میں بڑی تعداد مسلمان لڑکیوں کی ہوتی ہے ان میں کتنی ہی لڑکیاں نماز بھی پڑھتی ہوں گی اور روزے بھی رکھتی ہوں گی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اسکولوں اور کالجوں میں بے پردہ آتی ہیں۔ بے پردہ گھوم کر اپنے رب کی نافرمانی کی مرتکب ہو رہی ہیں کیا اللہ ہماری ان مسلمان بہنوں سے خوش ہوگا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہماری مسلمان بہنیں بازاروں میں بے پردہ گھوم کر اللہ کی نافرمانی کریں اور اللہ ان سے راضی ہو تو مسلمان بہنو جتنی جلدی ہو سکے برقعہ پہن لو اور بازاروں میں بے پردہ گھوم کر اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو اور جب اللہ کا عذاب آجاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا اور کتنی ہی قومیں اللہ کی نافرمانی کے سبب تباہ و برباد ہو گئیں۔ مسلمان بہنو ! اتنے سارے مرد جو آپ کو بازاروں میں بے پردہ گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کیا آپ ان کو اپنا بھائی سمجھتی ہیں لیکن جو مرد آپ کو دیکھتے ہیں وہ آپ کو اپنی بہن سمجھ کر نہیں دیکھتے مسلمان بہنو ذرا سوچو تو سہی کہ آپ مسلمان ہیں ایک مسلمان عورت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ غیر مردوں کو اپنے آپ کو دکھاتی پھرے۔ میں نے جگہ جگہ مسلمان کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ مسلمان عورتوں سے مخاطب ہوں کافر، ہندو اور عیسائی عورتوں سے نہیں ان کی تو بات ہی چھوڑیں ان کا تو دین اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور کافروں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے اللہ نے کافروں کے لئے دنیا کے چند روز عیش و عشرت کے لئے رکھ دیئے ہیں ان کے لئے جو کچھ بھی ہے دنیا ہی میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے سوائے جہنم کے تو مسلمان بہنو کیا آپ بھی ان کافر اور بے غیرت عورتوں کے نقش قدم پر چل کر جہنم میں جانا چاہتی ہیں اگر ایسا نہیں ہے تو میری مسلمان بہنو آج ہی اللہ سے سچے دل سے توبہ کر لیں کہ یا اللہ اب کبھی ہم بے پردہ نہیں گھومیں گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بے غیرتی، فحاشی اور عریانی پھیلانے میں ان عورتوں

سب سے زیادہ حصہ ہے جو بے پردہ بازاروں میں گھوم پھر کر غیر مردوں کو اپنے آپ کو دکھاتی ہیں ایسا ہی کو آزادی کہتے ہیں۔ نہیں نہیں یہ آزادی نہیں بلکہ عورت کی بے پردگی نے بے غیرت بنایا ہے اور وہ بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ غیر مردوں کو دکھانا چاہتی ہیں یہ کس لئے تو مسلمان بہنو ایک بات اور سن لو کر قیامت والے دن اللہ کے سامنے یقیناً سب کو کھڑا ہونا ہے اور اللہ بتادے گا جو کچھ لوگ دنیا میں کرتے رہے تھے تو میری مسلمان بہنو! میری آپ سے گزارش ہے کہ کسی طرح بھی غیر مردوں کو اپنے آپ کو نہ دکھائیں اگر آپ نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو یقیناً آپ بڑی مجرم ہیں اور اس جرم کی اللہ کے یہاں بڑی دردناک سزا ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف چند روزہ ہے سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو مسلمان بہنو! جس طرح غیر مرد کو غیر عورت کا دیکھنا منع ہے اسی طرح غیر عورت کا غیر مرد کو دیکھنا منع ہے۔ اب ایک حدیث بھی سن لیں۔ ایک دفعہ ایک نابینا صحابی اللہ کے رسول کے گھر میں تشریف لائے عورتوں نے پردہ نہیں کیا اللہ کے رسول نے عورتوں سے فرمایا تم نے پردہ کیوں نہیں کیا عورتوں نے کہا کہ یہ تو نابینا ہیں تو اللہ کے رسول نے جواب دیا تم تو نابینا نہیں ہو تو مسلمان بہنو! میرا کام تو پہنچا دینا تھا یہ آپ کا کام ہے مانیں یا نہ مانیں۔ اگر آپ مانیں گی تو یقیناً آپ ہی کا فائدہ ہے اور اگر نہ مانیں گی تو اس میں آپ ہی کا نقصان ہے۔

والسلام آپ کا ایک خیر خواہ بھائی ●

علمائے کرام سے گزارش

علماء و دعاۃ کو باوقار و بامروت ہونا چاہیئے ان سے کوئی خلاف شریعت حرکت سرزد نہ ہوں جس کی وجہ سے ان کے وقار پر دھبہ آجائے، اور وہ عوام کی نظر سے گر جائیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں جو سفراء چندہ کے لئے آتے ہیں۔ وہ سرعام سرراہ اور کھلے سڑکوں پر سگریٹ و بیڑی نوش کرتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں بے وقار ہو رہے ہیں اس لئے ہم تمام سفراء و مبلغین سے عاجزانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ غیر اسلامی حرکات سے احتراز کریں۔ اللہ اس کو توفیق دے آمین۔

اپیل کنندہ:۔ اہل حدیث۔ ایک رکن جمعیۃ الشبان اہل حدیث کرناٹک۔

فرقہ پرستی اور مسلمان

محمد احسن دربھنگوی

فرقہ واریت کا لفظ جب بھی بولا جاتا ہے۔ تو ذہن ان تنگ نظر جماعتوں اور پارٹیوں کی طرف جاتا ہے جنہیں ہم "آر۔ ایس۔ ایس" اور اس کی ذیلی تنظیموں کی حیثیت سے جانا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے بھی ان کے اثرات کو کسی حد تک قبول کرلیا ہے۔

ہندوستانی معاشرہ میں فرقہ واریت کی اصل اور اس کی حقیقت جاننے کے لئے ہندوستانی تاریخ کا وہ سیاہ باب الٹنا چاہئے جب اس ملک کی پوتر دھرتی پر آریاؤں نے اپنے قدم جمائے۔ یہاں دوسری حملہ آور قومیں بھی آئیں، مسلمان بھی آئے، مسلمان فاتحوں کی زیادتی کا منصوبہ بند پروپیگنڈا کیا گیا۔ لیکن آریائی فاتحوں کا نشۂ فتح آج بھی کروڑوں ہریجنوں کی شکل میں اس ملک کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بنا ہوا ہے۔ ہمارے ملک کے ہریجنوں کی آبادی جو اس ملک کا اکثریتی حصہ ہے، جسے پیدائشی طور پر پست و ذلیل تصور کیا جانے لگا۔ یہ وہی طبقہ ہے جس کے ہاتھوں میں آریاؤں کی آمد سے قبل اس ملک کا زمام اقتدار تھا، جو تعلیم یافتہ بھی تھے اور ان کی اپنی تہذیب بھی تھی لیکن آریاؤں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ان کے تعلیم یافتہ افراد کا قتل عام ہوا۔ انہیں جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ اور ان کو غلام بنا کر جانوروں سے بدتر زندگی دی گئی۔ یہی وہ وقت ہے جب طبقاتی نظام اور باقاعدہ فرقہ پرستی کی بنیاد رکھی گئی اور آریاؤں میں بہادر و جنگجو طبقہ کو کھتری (چھتری) حکمراں طبقہ کو راجپوت اور تجارت پیشہ افراد کو ویش، اور مذہبی جذبات و احساسات کی پرورش کرنے والوں کو برہمن کے خطاب سے نوازا گیا۔ مظلوم دراوڑ نوجوان سب کی چاکری کے لئے اچھوت اور شودر قرار دیا گیا۔ وہ زنان کے بیٹھنے کی

بلکہ وہ بیٹھ سکتا تھا اور نہ ان کے کنوؤں سے پانی پی سکتا تھا ان پر ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات رہی اور اگر کوئی بدنصیب ہریجن اس کی جرأت کر جاتے تو اس کے لئے ہاتھ اور پیر کاٹے جانے اس پر سے مارے جانے اور اس کے خون سے برہمن کے دامن تقدس پر آئی ہوئی چھینٹوں کو دھلنے کی سزا مقرر کی گئی۔

مہاتما گوتم بدھ اور گرو نانک وغیرہ کی تحریکیں اسی ظلم کے خلاف اٹھنے والی زبردست آوازیں تھیں جو بعد کو مذہب کی شکل اختیار کر گئیں اور آج جو فرقہ پرستی کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ہندو راشٹر کے نظریہ کا پرچار ہو رہا ہے۔ اس کے لئے انسانی خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں، اقلیتوں اور ہریجنوں کے جھونپڑوں کو نذر آتش کر کے دیوالی کے دیپ جلائے جارہے ہیں یہ سب اسی آریائی فلسفہ کی روح ہے جو آریائی نسلوں کی رگ شیطنت کو بھڑکا رہی ہیں۔

اس وقت جب آریائی فلسفہ ہندوستانی سماج میں تسلیم کر لیا گیا تھا، انسان انسان کا غلام تھا، ایک طبقہ دوسرے طبقہ پر ظلم و بربریت کے سارے ہتھکنڈے اپنا کر اسے ہمیشہ کے لئے اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ اچانک مسلمان فاتحوں کی تکبیر سے ہندوستان لرز اٹھا، مسلمانوں کی رواداری نے یہاں کے لوگوں کو اپنی جانب کھینچنا شروع کر دیا ایک بڑی تعداد اسلام کے آغوش میں آئی اور ایک طویل عرصے کے بعد جب مسلمان فاتحانہ شان سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو اس ملک کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں خاص طور پر برہمنوں نے اپنے تعلقات زیادہ استوار رکھے اور ہریجنوں و پسماندہ طبقہ کے لوگوں کو کسی حد تک نظر انداز کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اسلام کا وہ جانفزا پیغام جس میں انسانی آبادی کو ایک آدم کی اولاد بتا کر ان میں اونچ نیچ کے سارے تصورات کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ "کلکم من آدم وآدم من تراب" اسے بھلا دیا، انہوں نے کلام اللہ کے اس اعلان کو پس پشت ڈال دیا کہ " یاایھا الناس إنا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"۔ اور برہمنوں سے مصالحانہ رویہ اپنا کر ان اچھوتوں کو نظر انداز کر دیا جو غلامی کی چکی میں پستے

رہے اور اپنے رسول کی شان بھول گئے "ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم" کہ وہ ان کے بوجھ ہلکا کرتا ہے اور ان کی وہ بیڑیاں کاٹتا ہے جو ان پر ڈال دی گئی تھیں۔

اگر آج ہندوستان میں اسلام اپنی پوری روح کے ساتھ ایک خاص طبقہ میں محفوظ ہے تو یہ اسلام کے داعیوں، مخلصوں اور مجاہدوں کی محنت کا ثمرہ ہے، ورنہ تو مسلمان من حیث القوم ہندوستان میں ناکام رہے، وہ یہاں اپنی تعلیمات کا وہ اثر نہ ڈال سکے جس نے انہیں دنیا کے مختلف خطوں میں عزت و شرف کا مقام بخشا تھا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے مسلمانوں کے برہمنی تصورات سے متاثر ہونے کا ایک واقعہ اپنی کتاب "Ambedkar on Islam" میں لکھا ہے "۱۹۳۴ء کے دوران ہم لوگ اورنگ آباد جا رہے تھے۔ دورانِ سفر ہمارا گزر دولت آباد سے ہوا، جہاں کا قلعہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ ہم لوگ قلعہ دیکھنے کی غرض سے وہاں رکے، قلعہ کے قریب ایک چھوٹا سا تالاب پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا، ہمارے چہرے اور جسم گرد آلود تھے کچھ سوچے بغیر ہمارے کچھ ساتھیوں نے وہاں اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں دھوئے، اس کے بعد قلعے میں داخل ہونے کی غرض سے ہم دروازے پر پہونچے کہ ایک باریش بزرگ مسلمان یہ چلاتے ہوئے آئے کہ یہ دھیڑ بہت خود پسند ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے طریقوں کو بھلا دیا ہے۔ ایک مسلم نوجوان کو یہ کہتے سنا کہ ہر کسی کو اپنے مذہب کی پابندی کرنی چاہئے یعنی اچھوتوں کو عام تالاب سے پانی نہیں لینا چاہئے۔ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، میں نے اس نوجوان سے کسی قدر سخت لہجے میں سوال کیا کہ کیا تمہارا مذہب یہی تعلیم دیتا ہے؟ کیا تم ایک اچھوت کو اس تالاب سے پانی لینے پر پابندی عائد کر دگے اگر وہ مسلمان ہو جائے؟ میرے ان سوالوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

اگر مسلمانوں نے ان پچھڑے لوگوں پر توجہ دی ہوتی تھی ان کے ساتھ اسلامی مساوات برتا ہوتا تو آج ہندوستان کی حالت بھی مختلف ہوتی، ہمارے سروں پر چڑھ کر بول رہی فرقہ پرستی اپنی موت آپ مر چکی ہوتی۔ لیکن آج جب کہ مسلمانوں کو ان کے تشخص کا مسئلہ درپیش ہے ان کے لئے پچھلے تجربات کو فراموش کر دینا صریح غلطی ہو گی۔ آج جبکہ

حالات ان سے حکمت و دور اندیشی سے کام لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو جذباتیت و اشتعال انگیزی کا شکار ہونا ان کے لئے خطرناک ثابت ہوگا۔ قصرِ شاہی کے ایوانوں، وزرار کے ملاقاتی اور اونچی ذات والوں میں انہوں نے بڑی بزمیں سجائیں اب کچھ ان دروں پر دستک دینے اور ان پچھڑوں کو اپنی بزم میں جگہ دینے کی ضرورت ہے جن کے دل ان کے پیغام رحمت سے بہت جلد آشنا ہو سکتے ہیں۔

ماضی قریب میں اچھوتوں کا مسیحا بن کر ابھرنے والے ڈاکٹر امبیڈکر اسی گروہ کا شکار ہو گئے۔ امبیڈکر پچھڑی ذات والوں کے حقوق کا زبردست مطالبہ لے کر اٹھے، قریب تھا کہ شودر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے جس میں ان کا اور مسلمانوں کا متحدہ محاذ ہوتا کہ گاندھی جی نے مرن برت رکھ دیا اور امبیڈکر نے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے جس کے نتیجے میں پونہ معاہدہ ہوا اور ایک انقلاب آتے آتے رہ گیا۔ خود کانگریس کا چالیس سالہ ریکارڈ مسلمانوں کے حق میں اس عوے کی منہ بولتی شہادت ہے۔ اور آئندہ نسل انہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ مسلمان اسلام کے فلسفۂ رواداری کو اپنا کر انسانی مساوات کا سبق دہرائیں تو عنقریب کراہتی ہوئی انسانیت کو سکون و راحت مل سکتی ہے۔ انشاء اللہ۔ ●

بقیہ ص ۳ کا۔

کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرے۔

یہ رقم ایک سال میں خاصی جمع ہو سکتی ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اگر ہر گھر میں روزانہ ایک چٹکی آٹا جمع ہوتا ہے اور سارے ملک میں اس کا انتظام ہو تو صرف اسی سے لاکھوں کی رقم حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ معمولی تقریبات میں دیگیں چڑھاتے ہیں مگر ان کے لئے دو روپے ماہانہ بطور چندہ دینا قیامت بن جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو لوگ اپنے کاروبار میں روزانہ پچاس پچاس روپے کماتے ہیں وہ دو روپے ماہانہ چندہ نہیں دے سکتے۔

مگر یہ بخل حال اور مستقبل کو تاریک بنا رہا ہے۔

(منقول از اہلحدیث ۲۱، فروری ۱۹۷۱ء) ●

جرمنی میں مسلمان

ایک جائزہ

محمد فاروق نسیم جرمنی

ایک عام خیال کے مطابق سرزمینِ جرمنی میں "اسلام" ایک نئی آواز ہے اور دورِ حاضر میں آتے ہوتے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے ذریعہ متعارف ہوا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے دراصل جرمنی میں آج سے دو سو پچاس سال قبل ہی سے مسلمان بستے ہیں۔ تاریخی پس منظر سے مسلمانوں کی جرمنی میں آمد کا پتہ ۱۷۳۱ء کے اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جرمنی کے بادشاہ فریڈرش وِل ہلم اوّل (۱۷۴۰ء ۱۷۱۳) کے پاس حکومت ترکی کی جانب سے ترک فوجی نوجوان پیش کئے گئے تھے، بادشاہ نے ان مہمان فوجیوں کے لئے اپنے فوجی کلیسا کے ایک ہال کو بطورِ مسجد استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔

جرمنی کے فریڈرش دوئم (۱۷۸۶ء ۱۷۴۰ء) اور ترکی کے سلطان محمود دوئم (۱۷۵۴ء ۱۷۳۰ء) کے درمیان بہترین سفارتی تعلقات قائم تھے۔ اس وقت جرمن فوج میں ایک ہزار ترک مسلمان گھوڑسواری کے فرائض انجام دے رہے تھے

خلیفہ عبدالحمید اول (۱۷۸۹ء، ۱۷۷۴ء) کے عہدِ خلافت میں علی عزیز آفندی کا بحیثیت ترک سفیر جرمنی میں تقرر ہوا اور جن کا ۲۹ اکتوبر ۱۷۹۸ء کو برلن میں انتقال ہوگیا۔ اس طرح یہ پہلا مسلمان ہے جو سرزمینِ جرمنی (موجودہ مغربی برلن) میں مدفون ہوا۔ حکومتِ جرمنی نے کچھ اور جگہ دے کر وہاں قبرستان تعمیر کیا۔ ۱۸۶۶ء میں قبرستان سے ملحق ایک مسجد تعمیر کی گئی جسے آج اہلِ برلن ترک شہید جامع کے نام سے یاد کرتے ہیں

سترہویں اور اٹھارویں صدی میں ترکی کی جنگ کے بعد یہاں ایک ہزار مسلمان قیدی آئے تھے۔ اس طرح فرانس اور جرمنی کی (۱۸۷۰-۷۱ء) کی جنگ میں مسلم قیدیوں کی عبادات کے لئے حکومتِ جرمنی نے موجودہ مغربی جرمنی کے شہر منہائم اور ہائیڈل برگ میں چند ہال کا اہتمام کیا تھا۔

جنگ عظیم اوّل ۱۹۱۴-۱۸ء میں جرمنوں نے مختلف ملکوں کے جانبازوں کو قید کیا۔ جس میں تاتاری، سائبیریائی، ہندوستانی اور الجیریائی قیدی شامل تھے۔ ان قیدیوں میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ برلن کے اس قیدخانہ سے اس وقت مختلف زبانوں میں پانچ اسلامی جرائد شائع ہوتے تھے۔

جنگِ عظیم کے بعد اس قید خانہ کے نمازیوں کی امامت کے فرائض ترکی کے مولانا امام ادریس انجام دیا کرتے تھے ۱۹۲۲ء کو یہ قید خانہ مسجد میں منتقل ہوا لیکن پھر دو سال کے بعد اسے ختم کر دیا گیا۔

۲۷/اپریل ۱۹۲۲ء کو برلن میں ہندوستان کے پروفیسر جبار خیری صاحب نے "الجماعت الاسلامی فی برلن" کی بنیاد رکھی۔ اس وقت برلن میں مرکزی مسجد کی تجویز منظور کی گئی مسجد کے ساتھ ساتھ کانفرنس ہال، ہوسٹل، ہوٹل وغیرہ کا پروگرام بھی طے پایا۔ امام مبارک علی نے ۷/اگست ۱۹۲۳ء کو اس مسجد کی بنیاد رکھی لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے سے یہ پروگرام پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا۔

دوسری جنگ عظیم میں جرمنوں نے سوویت یونین کے دس لاکھ فوجی قید کئے تھے۔ ایک تخمینہ کے مطابق ان میں دو لاکھ پچاس ہزار فوجی مسلمان تھے۔ ۱۹۵۴ء کے بعد مسلم ممالک کے مسلمانوں نے جرمنی کی طرف رخ کیا ساتھ ساتھ یہاں کی تنظیموں کا رابطہ مسلم ممالک کی تنظیموں سے قائم ہوا اس طرح جرمن مسلمان ورلڈ مسلم لیگ اور اسلامی کانگریس میں بھی نمائندگی کرنے لگے۔

جرمن مسلمان اور ان کی تنظیمیں

مغربی برلن اور مغربی جرمنی میں پندرہ سو جرمن مسلمان ہیں، جب کہ ۱۹۴۷-۴۸ء میں یہاں

جرمن مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔ ۱۹۲۲ء میں برلن کی مسجد میں جرمن مسلم سوسائٹی DEUTSCH MOSLEMISCHE GESELSCHAFT) کا قیام عمل میں آیا اور اس وقت اس سوسائٹی کے ایک سو ساٹھ جرمن مسلمان ممبر تھے۔

۱۹۴۴ء میں محمود ہانٹ مان نے جرمن مسلم لیگ (DIE DEUTSCHE MUSLIM LIGA) کی داغ بیل مغربی جرمنی کے شہر ہمبرگ میں ڈالی اس وقت اس لیگ کے تقریباً ایک سو ممبر تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ہمبرگ میں اسلامی مرکز (ISLAMISCHE ZENTRUM) امام علی مسجد میں قائم کیا گیا۔ اس وقت اس کے ساٹھ ممبر تھے۔ آج کل یہ مرکز کافی ترقی پر ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مغربی جرمنی کے ایک شہر سٹوٹینگن میں انجمن اسلامی جرمنی ISLAMISCHE GEMEINDE DEUTSCHLAND کی بنیاد رکھی گئی اس وقت اس انجمن کے ۴۵ ممبر تھے۔ ۱۹۷۰ء میں مغربی جرمنی کے شہر کولون میں "اہل جرمن مسلمان سوسائٹی" کی داغ بیل ایک سو بیس جرمن مسلمانوں نے رکھی۔ یہ ادارہ بھی آج کافی ترقی پر ہے ۱۹۷۷ء میں مغربی برلن میں ہارٹ مٹ محمد ہیر ننگ نے "اسلام کے دوست" کی بنیاد رکھی۔ اس وقت مغربی برلن اور مغربی جرمنی میں اس کے تین سو پچاس ممبر ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سے جرمن مسلمان مسلم ممالک سے آتے ہوتے مسلمانوں کی تنظیموں میں کافی مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ جن کی تعداد ایک سو پچاس ہے۔ مغربی جرمنی کے علاوہ مشرقی جرمنی میں ۱۹۷۱ء کے ایک ریکارڈ کے مطابق دو ہزار جرمن اور غیر جرمن مسلمان ہیں۔

باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی تعداد

۱۹۸۳ء کے ایک ریکارڈ کے مطابق مغربی جرمنی میں دو ملین مسلمان ہیں جس میں ایک اعشاریہ چار ملین ترک، ایک لاکھ بیس ہزار یوگوسلاویہ کے ۸۰ ہزار عرب ممالک، چالیس ہزار افریقی ممالک، بیس ہزار ایرانی، چھ ہزار کمیونسٹ ممالک، اس کے علاوہ پاکستان، ہندوستان اور انڈونیشیا کے مسلمان بھی یہاں بستے ہیں۔ چالیس مسلم ممالک سے آئے ہوتے مسلم طلباء یہاں کے مختلف شہروں کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جن کی تعداد

۲۲ ہزار ہے۔ جرمنی میں مقیم مسلمانوں کے چھ لاکھ مسلم بچے ہیں جن کی دینی تعلیم کا ابھی تک کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔

مشہور دینی وسیاسی جماعتیں

مغربی جرمنی میں دو ملین مسلمانوں میں سے ۲۰ فیصد دینی جماعتوں سے منسلک ہیں اور چار فیصد مسلمان سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی کل ۲۰ تنظیمیں ہیں۔

"اسلامی کلچر سنٹر کولون" ترکوں کا ایک عظیم مرکز ہے اس کے ساتھ شہر کولون کی مختلف تنظیمیں منسلک ہیں اس کلچر سنٹر کے اٹھارہ ہزار ترک ممبران ہیں یہ سنٹر بچوں کی دینی تعلیم وغیرہ کا اہتمام کرتا ہے۔

جماعت "النور کولون" علامہ سید نورسی (ترکی) کے پیروکار کی ایک جماعت ہے مغربی جرمنی کے مختلف شہروں اور مغربی برلن میں اس کے زیر اہتمام ۲۸ مدرسے چلائے جا رہے ہیں۔ ان کی صدر تنظیم استنبول میں ہے۔

انجمن اسلامی ڈورٹ منڈ کا مرکز نئی مسجد ہے۔ شہر ڈورٹ منڈ کی یہ واحد مسجد ہے اس شہر میں ۲۰ ہزار مسلمان مقیم ہیں۔ جن میں سے نو ہزار پانچ سو اس انجمن کے ممبر ہیں۔

"حلقہ اسلامی جرمنی" فرانکفرٹ نے اپنی کوششوں سے دوبئی کے شیوخ اور "رابطہ عالم اسلامی" کی مدد سے جامع مسجد کی تعمیر کی۔ اس مسجد میں ایک اسلامک کلچر سنٹر اور ایک دینی مدرسہ ہے۔ فرانکفرٹ میں ساٹھ ہزار مسلمان مقیم ہیں۔ اس شہر میں مسلمانوں کی تیرہ مختلف تنظیمیں ہیں۔ جو مختلف ملکوں اور زبانوں کی ترجمان ہیں لیکن یہ ساری جماعتیں اس مرکز سے گہرا رابطہ رکھتی ہیں۔ اس مرکز کے ممبروں کی تعداد بیس ہزار ہے اس مرکز کے زیر اہتمام دس امام اور ایک مفتی اس شہر کی دوسری مسجدوں میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اسلامی کمیٹی بریمن کی بنیاد ترکوں نے ۱۹۷۳ء میں رکھی۔ اس کے علاوہ بریمن میں جرمن اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کا ایک فیڈریشن بھی ہے۔ ۱۹۸۰ء میں یہاں "امام کمیٹی جرمنی" کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ امام کمیٹی جرمنی کے مختلف شہروں کی مختلف جماعتوں

سے رابطہ قائم کر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کرتی ہے جرمنی کے مسلمانوں کے مسائل پر سیمینار اور کانفرنس منعقد کرنا بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے یہ کمیٹی عالمی اسلامی کانفرنس میں جرمنی کی طرف سے نمائندگی کے فرائض بھی انجام دیتی ہے۔

اسلامی فیڈریشن برلن کی بنیاد ۳۱ جنوری ۱۹۸۰ء میں پڑی اس فیڈریشن سے برلن کی چالیس مختلف تنظیمیں منسلک ہیں۔ ہر جماعت کا اپنا اپنا دائرۂ اختیار ہے۔ یہ مسلمانوں کے مسائل کے پیشِ نظر یہاں کی حکومت سے رابطہ قائم کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہاں کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس کے برلن میں ۵۰ ہزار ممبران ہیں۔ فیڈریشن کے ذریعے مختلف مقامات پر قرآن مدرسے چلائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ فیڈریشن یہاں کے اسکولوں میں دینی تعلیم کو رائج کروانے کے لئے کوشاں ہے۔

"الاخوان المسلمون" یہ تحریک مغربی جرمنی میں دو حصّوں میں منقسم ہے ایک کا تعلق سیریا اور دوسرے کا تعلق مصری مسلمانوں سے ہے۔ اوّل الذکر اسلامی مرکز آخن "بلال مسجد" سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی سرپرستی عالمی شہرت یافتہ علامہ عصام العطار کرتے ہیں آخرالذکر کی نمائندگی اسلامی مرکز میونخ کرتا ہے۔ یہ دونوں مراکز بڑے پیمانے پر دینی دعوتی سرگرمیوں میں منہمک ہیں بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ دعوتی کام کے لئے ان دونوں مراکز کو قائدانہ سرپرستی حاصل ہے۔

یونین آف مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن بون مغربی جرمنی کا تمام یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم پچاس فیصد مسلم طلبا کی ایک بڑی تنظیم ہے اس کا تحریکی مرکز دراصل بلال مسجد آخن (اسلامی مرکز آخن) ہے۔ اس کے ممبران کافی فعّال اور محنتی ہیں۔ یہ تنظیم مختلف زبانوں میں دینی لٹریچر فراہم کرتی ہے۔ عربی اور جرمن زبانوں میں جرمنی کے مختلف شہروں میں اسلامی مسائل پر سیمینار و اجتماعات منعقد کروانا اس کا ایک اہم رول ہے۔

اسلامی حلقہ مغربی جرمنی اور مغربی برلن کا سلسلہ ہندوستان بروڈا کے ایک پیر عنایت خاں سے جا کر ملتا ہے جو ۱۹۱۰ء میں جرمنی آئے تھے۔ یہ حلقہ آج کل جرمنی میں صوفی گروپ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جرمنی میں اس حلقہ کی کئی شاخیں ہیں جس میں ترک، ایرانی،

جرمن، عرب اور ہندوستانی حضرات شامل ہیں۔ یہ حلقہ یہاں دو گروپوں میں منقسم ہے ایک کا تعلق "قادری طریقہ" اور دوسرے کا تعلق "صوفی طریقہ" سے ہے۔ برلن میں جو حلقہ ہے وہ قادری طریقہ" سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلامی طلبہ تنظیم برلن یہ ہندوستانی اور پاکستانی طلبہ کی ایک تنظیم ہے جس میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والے مزدور پیشہ حضرات بھی برابر کے شریک ہیں۔ اس کا دائرہ کار اہل اردو تک ہی محدود ہے یہ تنظیم برلن کی دوسری جماعتوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتی ہے۔

تحریک اسلامی جرمنی یہ پاکستان کے طلبہ اور مزدور پیشہ حضرات کی ایک جماعت ہے۔ مغربی جرمنی کے کچھ شہروں میں اس کی شاخیں ہیں۔ اس کا بھی دائرہ کار اہل اردو تک ہی محدود ہے۔

اسلامی مرکز ہمبرگ۔ مغربی جرمنی کے شہر ہمبرگ میں ساٹھ ہزار مسلمان آباد ہیں۔ اس شہر میں ایرانی، افغانی، پاکستانی اور ہندوستانی بستے ہیں اسلامی مرکز ہمبرگ میں قرآن کی تعلیم کے علاوہ جرمن، عربی اور فارسی زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس مرکز سے ایرانی زیادہ منسلک ہیں۔ یہ مرکز "امام علی مسجد" میں ہے۔ اس مسجد میں بیک وقت ۶۰۰ افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے کانفرنس ہال میں ۲۰۰ افراد کے بیٹھنے کا انتظام ہے۔

"اسلامی سائنس اکیڈمی" کی بنیاد فروری ۱۹۷۸ء میں کولون یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے رکھی۔ یہ اکیڈمی اسلامی ملکوں کے طلبہ کے پریکٹیکل ٹریننگ کا اہتمام کرتی ہے نیز سائنسی جرائد شائع کرتی ہے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں تک اپنی دعوت پیش کرنا بھی اس کا ایک اہم کام ہے۔

مغربی جرمنی کے شہر ایبرباخ میں یہ ایک پہلی اور منفرد اکیڈمی ہے جو اعلیٰ پیمانے پر اسلامی علوم سے فیض یابی کا اہتمام کرتی ہے۔ اس اکیڈمی کا ایک اسکول ہے جس میں پچاس طلبہ کی نشست ہے ہر سال یہاں سے فراغت کے بعد طلبہ اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے سعودی عرب، لیبیا اور پاکستان روانہ کئے جاتے ہیں۔ ان دینی جماعتوں کے علاوہ سارے مغربی جرمنی

میں ترکوں کی بہت سی سیاسی جماعتیں ہیں جن کا دائرہ کار کھلا سیاسی ہے جو ترکوں کے حقوق یہاں کی حکومت سے دلوانے کے لئے برسر پیکار ہیں۔ یہاں ہم اختصار سے کام لیتے ہوتے سیاسی جماعتوں کا تذکرہ نہیں پیش کرتے ہیں۔

یہاں تذکرۃً قادیانی فرقہ کی جرمنی میں سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہوگا۔ ۱۹۲۴ء سے سرزمین جرمن میں قادیانیوں نے قدم جمانے شروع کئے برلن کی مسجد کے قیام کے بعد ۱۹۵۷ء میں فضل عمر مسجد ہمبرگ اور ۱۹۵۹ء میں نور مسجد فرانکفرٹ بنائی گئی۔ آخرالذکر دو مسجدیں آج بھی قادیانی مکتبۂ فکر کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ جرمنی میں اس فرقہ سے ۵۰۰ غیر جرمن اور ۸۰ جرمن منسلک ہیں۔

جرمن زبان میں ترجمۂ قرآن

قرآن کی داستان بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ یہاں اسلام کا تعارف شروع شروع میں جرمن غیر مسلموں نے ترجمۂ قرآن کی طرف پیش قدمی کی۔ ۱۵۴۳ء میں مغربی جرمنی کے ایک شہر باسل میں تھیوڈر بیلیانڈر نے قرآن کا ترجمہ کیا۔ اور قرآن کا دوسرا ترجمہ ۱۸۴۰ء گولڈن مان قرآن کے نام سے منظر عام پر آیا۔ جسے لڈوگ اولمان نے کیا تھا۔ اس طرح ۱۹۰۱ء میں ماکس ہینگ اور تھیوڈر۔ ف۔ آر گریگل نے قرآن کے تراجم پیش کئے۔ ۱۹۱۶ء میں برلن سے گولڈ اسمتھ کا ترجمہ منظرِ عام پر آیا جسے اہل جرمن نے کافی پسند کیا۔ اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس کے مترجم روڈی پارٹ ہیں۔ واضح رہے کہ مندرجہ بالا سبھی مترجم غیر مسلم جرمن ہیں۔

قادیانی فرقہ کے رہنما صدرالدین نے ۱۹۳۸ء میں قرآن کے جرمن ترجمہ کی اشاعت کی جسے اہل جرمن نے زیادہ پسند کیا۔ ۱۹۶۴ء میں حیدر آباد دکن کے پروفیسر حمید اللہ صاحب نے جرمن زبان میں "الامان فی خدمت القرآن" کی اشاعت کی جسے اہل ذوق میں پسند کیا گیا۔ فی الوقت پروفیسر موصوف پیرس میں مقیم ہیں۔

اسلامی مرکز میونخ بہت سی سورتوں کے جامع ترجمہ و تفاسیر کر چکا ہے۔ اس سلسلے میں مزید کام جاری ہے انشاء اللہ مستقبل قریب میں پورا قرآن کا ترجمہ و تفسیر منظر عام پر آئے گا۔ ۱۹۷۵ء سے برلن کے اتحاد پریس میں نہایت ہی اعلیٰ پیمانے پر اور خوبصورت پیرائے میں قرآن کے

طباعت ہوتی ہے جس کا مدیر اس وقت ۱۶۰ جرمن مالک ہے ۱۹۷۹ء سے اس پریس کی ایک برانچ مغربی جرمنی کے شہر اسٹٹ گارٹ میں قائم کی گئی ہے۔

جرمنی میں اسلامی رسائل و جرائد مغربی جرمنی میں ویسے تو مسلمانوں کے بہت سے رسائل و اخبار شائع ہوتے ہیں جس میں روزنامہ بھی شامل ہیں لیکن یہاں پر ہم صرف دینی جرائد و رسائل پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

"اسلام" اسلامی مرکز میونخ کا ترجمان ہے جو ۱۹۵۹ء سے ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔ اسی مرکز سے بچوں کے لئے بھی ایک رسالہ جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے جو ایک ماہنامہ ہے۔

"اسلام کی آواز" اور "اللہ اکبر" یہ دو رسالے برلن سے جرمن زبان میں شائع ہوتے ہیں "اللہ اکبر" ہر دو ماہ پر شائع ہوتا ہے یہ جرمن مسلمانوں کی جماعت "اسلام کے دوست" کا ترجمان ہے اس کے علاوہ جرمن مسلمانوں کی طرف سے انگریزی میں رسالہ شائع ہوتا ہے۔

"اسلام اور مغرب" اور "صراط مستقیم" سہ ہر چار ماہ پر مسلم سوشل سروس کی طرف سے جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔

"الفجر" اسلامی مرکز ہمبرگ کا یہ ماہنامہ ہے۔ یہ کافی کثیر تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ شیعہ مکتبِ فکر کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہ جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔

"الرائد" اسلامی مرکز آخن کا ترجمان ہے یہ ایک ماہنامہ ہے اور عربی زبان میں کثیر تعداد میں شائع ہوتا ہے۔

"ملی گزٹ اور سبیل" ترک مسلمانوں کے ترجمان ہیں۔ یہ دونوں رسائل ترکی میں فرانکفرٹ سے شائع ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا شواہد کی روشنی میں اگر دیکھا جائے کہ مغربی جرمنی میں اسلام کا مستقبل کیسا ہے جبکہ یہاں سیاسی حالات بدل رہے ہیں اور حکومت وقت تمام غیر ملکیوں کو مغربی جرمنی سے نکالنے کے درپے ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ تمام بڑے اسلامی مراکز میں جرمن مسلم کی

شمولیت ہے صرف شمولیت ہی نہیں بلکہ جرمن مسلم اب اس پوزیشن میں ہیں کہ بفرضِ محال اگر حکومتِ وقت اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہوگئی تو ان مراکز کی باگ ڈور جرمن مسلم سنبھال سکتے ہیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہاں دعوت و تبلیغ کا کام انشاءاللہ جاری و ساری رہے گا۔

دوسری طرف ان تمام سرگرمیوں کے باوجود یہ تمام محرکات نئی مسلم نسل کو مغرب کی زوال پذیر سوسائٹی سے بچانے کے لئے ناکافی ہیں۔ ویسے تو ہر ملک کے مسلمانوں میں یہاں کے ماحول کے زیرِ اثر کچھ نہ کچھ تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ لیکن ترکوں کی تعداد زیادہ ہونے اور اسلامی تعلیمات کی کمی کے سبب مغربی تہذیب سے بیحد متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے اندر یہاں کی معاشرتی برائیاں اس قدر رچ بس گئی ہیں کہ وہ ان کو اپنا کر خود کو روشن خیال اور ترقی پسند تصور کرتے ہیں۔ اگر ان کو اس روش سے ہٹانے کی کوئی سبیل نہیں فراہم ہوئی تو آنے والی نسل بھیانک حالات سے دوچار ہوگی۔

اس سلسلے میں مغربی جرمنی میں کافی تعداد میں قرآن پڑھانے کے لئے مدرسے قائم ہیں لیکن یہ مدرسے مغربی افکار کی یلغار سے بچوں کے ذہنوں کو محفوظ کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اولاً تو انہیں قرآن کی تعلیم معنی و مطالب کے ساتھ دی جائے اور ثانیاً بچوں کے لئے مغربی اسٹینڈرڈ کے مطابق اسلامی اسکول قائم کئے جائیں۔

سرزمینِ جرمن میں شدت سے اس بات کی کمی محسوس کی جاتی ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کے لئے کوئی سرپرستانہ شخصیت نہیں ہے جن سے ہر مکتبۂ فکر کے افراد مستفیض ہوسکیں اور جو بے لوث دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تمام اسلامی مراکز کے پروگراموں کا جائزہ لے اور اپنے بہترین تجربات و مشاہدات سے نوازے۔ انکی رہنمائی میں فعال نوجوانوں کو صحیح اسلامی خطوط پر گامزن کرانے کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہاں اسلام قبول کرنے کے بعد نومسلم جرمن کے درپیش یہ مسئلہ آتا ہے کہ وہ کس مکتبۂ فکر کی اتباع کرے اس لئے کہ جو جرمن جس مکتبۂ فکر کے زیرِ اثر مشرف بہ اسلام ہوتا ہے وہ انہی کے اثرات قبول کرتا ہے اور بعد میں مختلف فکروں کو دیکھ کر کشمکش و پیچ میں پڑ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہر مکتبۂ فکر کے مسلمانوں کو وسیع الذہن

بڑا کام کرنا چاہیئے اور اس میں مسلمان بھائی کی صحیح راہنمائی کرتے ہوئے اسے قرآن و حدیث کو دینِ حق کی کسوٹی بتانا چاہیئے۔ جرمن مسلمانوں کے اندر یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ وہ مسلمان ہونے کے ساتھ ہی عربی زبان سیکھتے ہیں۔

مغربی جرمنی میں تمام طباعت کی سہولت اور یہاں کی لائبریریوں میں قدیم اسلامی لٹریچر کی فراہمی کے باوجود ابھی تک جرمن زبان میں کوئی خاطر خواہ اسلامی لٹریچر کی طباعت و اشاعت نہیں ہو پائی ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مرکز اسلامی آخن اور میونخ میں چند ایسی عرب نوجوان شخصیتیں ہیں جن کی ذہانت، لیاقت، بصیرت اور علمی صلاحیت کی ضرورت جرمن قوم کو تھی۔ ان کا فکری میلان ان کا داعیانہ کردار اور خداداد قابلیت جرمن قوم کو زیادہ سے زیادہ دعوتِ حق سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے اپنی تحریکی سرگرمیوں میں اپنے وطن کے سیاسی مسائل کو مرکزی حیثیت دی۔ اپنی ہر کارروائی کو اپنے ملکی مسائل پر مرکوز کیا۔ نتیجتہً ان کی ساری صلاحیتیں و قابلیتیں ان کے ملکی مسائل کے نذر ہوگئیں اور ہو رہی ہیں۔ یہاں رہ کر نہ ہی ان کے ملکی مسائل حل ہو سکے اور نہ جرمن قوم میں دعوتِ حق عام ہو سکی۔ بلکہ ان کی حکومت ان کی ہر حرکت پر کڑی نظر رکھنے لگی۔ ● (بشکریہ صراطِ مستقیم)

بقیہ صـ۳۸ کا

یا ان لیڈروں کے نام لینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ان کا ذکر ہر روز آ رہا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں مگر وہ کمزور نکلے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ ناقابلِ شکست ہیں۔ مگر وہ جنگ کے بغیر ہی شکست کھا گئے۔ دنیا والوں کو یہ تاریخی حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ دنیا میں اب تک جتنے بھی سرکش اور باغی ابھرے۔ اللہ نے ان سب کو ذلیل و رسوا کر کے وقت کے "کوڑے دان" میں پھینک دیا۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے لہٰذا سر بلند وہی ہوگا۔ جس طرح اللہ کی ذات لافانی ہے اسی طرح اللہ کا دین بھی لافانی ہے مسلمان اللہ کا خلیفہ ہے لہٰذا وہ خدا کے سوائے کسی کے آگے نہیں جھکے گا مسلمان اللہ کی پناہ چاہنے والا ہے لہٰذا اسے کسی اور پناہ کی ضرورت نہیں شاہ فہد کی اس تقریر میں ان تمام باتوں کا منہ توڑ جواب موجود ہے جو آج کل اخبارات میں چھپ رہی ہیں۔ (اقتباس بحوالہ نشیمن) ●

شاہ فہد کا ایک سوال ؟

ادارہ

خادم الحرمین شریفین ملک فہد بن عبد العزیز کا علماء کرام سے ایک خطاب کا اقتباس ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں جس میں ان تمام باتوں کا منہ توڑ جواب موجود ہے جو اسلام کے خلاف یہودی سازشوں سے متاثر ہو کر اپنا اور غیروں کی جانب سے اخبارات میں چھپ رہی ہیں یہ ایک عجیب معاملہ ہے کہ اسلام دشمن تو اسلام دشمنی میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں مگر کچھ نام نہاد مسلمانوں کے اخبارات بھی خادم الحرمین شریفین اور سعودی حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں، غلط پروپیگنڈوں اور بے بنیاد الزام تراشیوں میں پیش پیش ہیں، ہفت روزہ نئی دنیا بھی انہیں میں سے ایک ہے جس کی معاندانہ وجانبدارانہ وتملقانہ تبصرے سے سب ہی واقف ہیں، پہاڑ کو رائی اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچ رہا ہے یہ تو میں نہیں جانتا مگر جو نقصان پہونچ رہا ہے وہ سب کو معلوم ہے، ہندوستان اخبارات اور ہندوستانی مسلمانوں کی بیجا مداخلت، بے وقت شور و ہنگامے اور بے لے کی چیخ و پکار نے ان کی آواز کو بے اثر کر دیا ہے۔ اور اخبارات آئے دن افسانوی تبصرے کا مجموعہ بنتے جا رہے ہیں۔

دراصل اسلام اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے تعلق سے مسلمانوں کے دماغ میں یہودی سازشوں نے ایسا فتور پیدا کر دیا ہے اور اس کا دماغ سے نکالنا مشکل ہو گیا ہے اس فتور کے بعد مسلمان اب بھی سمجھتا ہے کہ اسلام کا نفاذ صرف جمہوری طرز حکومت ہی کر سکتی ہے اگر جمہوریت نہیں ہے تو اسلام بھی نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا فاسد خیال لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا ہے کہ اس سے بآسانی نجات پانا مشکل ہو گیا ہے حالانکہ نفاذ اسلام میں جتنی رکاوٹ جمہوریت بنی ہے کوئی اور طرز حکومت نہیں۔ یہ ایک طویل بحث ہے جو کسی موقع سے آئندہ زیر بحث

آئے گا۔ شاہ فہد کے خطاب کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کے ایک جلسے میں انہوں نے کہا کہ سعودی عرب کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ کہا گیا اور اب بھی کہا جا رہا ہے۔ ہم پر اوچھے حملے ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ ہمارے خلاف کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ گمراہ کن مہم چلائی گئی۔ الزام تراشیاں ہوئیں بے بنیاد اور من گھڑت کہانیاں سنائی گئیں۔ سعودی عرب کو قدامت پرست اور پسماندہ ملک کہا گیا اور یہ پروپگنڈہ اب بھی کیا جا رہا ہے کہ ہمارے یہاں کوئی ترقی نہیں ہوئی ہے عوام ہمارے ساتھ نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ وہ ملک جن کو عوام کی حمایت کا دعویٰ تھا وہ اب کہاں ہیں۔ وہ لیڈر جن کو عوام کا ہمدرد اور خیرخواہ سمجھا جاتا تھا وہ اب کیا کر رہے ہیں۔ وہ نظام جن کو انسانی فلاح وبہبود کا ذریعہ قرار دیا جاتا تھا۔ ان کا کیا حال ہے وہ عوام جن کو روشن خیال، ترقی پسند اور مثالی قرار دیا جاتا تھا ان پر آج کیا گزر رہی ہے اسلام کے خلاف جو لوگ زہر اگل رہے تھے۔ کیا اللہ نے ان پر اپنی لعنت نہیں اتاری۔ کیا ان کے منہ پر کالک نہیں لگائی۔ میں پورے فخر کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ سعودی عرب ہر وقت، ہر حال اور ہر معاملے میں کتاب وسنت پر ہی عمل پیرا رہے گا۔ ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول اور خلفائے راشدین کی تعلیم و رہنمائی کافی ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے انہی کی پیروی کا حکم دیا ہے ہم کو کسی مغربی ملک سے کچھ لینا نہیں ہے نہ ہم کو کسی نظریے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی "ازم" سے فائدہ اٹھانے کی۔ ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول کا دیا ہوا قانون ہی بس ہے ہم اپنے ملک میں کسی ازم کو ہرگز ہرگز داخل ہونے نہیں دیں گے۔ ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کوئی ہمارے بارے میں کیا کہتا ہے مگر ہم اسلام کے مخالفوں سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ اگر کتاب وسنت پر عمل قدامت پسندی اور پسماندگی کی علامت ہے تو پھر آج دنیا بھر میں مساجد اور اسلامی سینٹروں کی تعمیر کیوں ہو رہی ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ اسلام کو کیوں قبول کر رہے ہیں۔ اسلامی لائبریریاں کیوں کھل رہی ہیں۔ اسلام کی دعوت کیوں پھیل رہی ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ کہتے تھے وہ کہاں ہیں اور ان کا کیا حال ہے۔ کیا ان کو اسلام سے سرکشی اور بغاوت کی عبرتناک سزا نہیں ملی۔ کیا ان کی باغیانہ روش نے سب کچھ تباہ کر کے نہیں رکھ دیا۔ میں ان ملکوں

بقیہ ص۳۶ پر

جنوبی ہند کی زونل

اہلحدیث کانفرنس

ایک مختصر رپورٹ

عبدالواجد فیضی

جنوبی ہند اہل حدیث کانفرنس ۲۸، ۲۹، دسمبر بروز ہفتہ و اتوار بمطابق ۲۱،۲۰، جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ کو تامل ناڈو کے ایک شہر مسور میں منعقد ہوئی ـــ اس عظیم کانفرنس کا نیک چرچا ہندوستان کے گوشے گوشے میں ہو رہا ہے اور یہ اس کا حق بھی ہے اس کانفرنس نے جماعت اہلحدیث پر جو اثرات مرتسم کئے ہیں اس کا تمام کریڈٹ جنوبی ہند کے ۴ صوبوں کرناٹک، کیرالا، تامل ناڈو و آندھرا کے حصے میں جاتا ہے۔ جہاں کے اخوان نے نہایت تگ ودو اور جد وجہد سے کانفرنس کو اس کے نیک مقاصد کے تحت کامیاب بنایا۔ کانفرنس کا پروگرام ہفتہ کی نماز فجر کے بعد سے ہی تھا لہذا اس کی تیاری جمعہ ہی کو مکمل کر لی گئی تھی۔ جمعہ کی نماز کانفرنس ہال کے پنڈال میں ادا کی گئی خطبۂ جمعہ کے لئے مجھ سے کہا گیا۔ میں نے خطبہ میں اجلاس کے آداب بتایا اور صبر وتحمل سے اسے کامیاب بنانے کی گزارشیں کیں۔ میں بھی ایک رضا کار تھا۔ کانفرنس میں شریک ہونے والا ہر فرد میرا مہمان تھا لہذا ان کے ساتھ حسن برتاؤ کا معاملہ رکھا اور حتی الامکان ان کے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم تمام دوستوں کی کوششوں کو بار آور کیا۔ اور الحمدللہ شروع سے آخر تک کانفرنس کی عظمت بحال رہی۔ حسب پروگرام علماء کرام کانفرنس کے اسٹیج پر آئے اور انہوں نے نہایت بلیغ انداز میں اسلام کا تعارف کرایا اور اس کی ہمہ گیر قوت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

علماء کرام کی تقریریں نوائے اسلام کے صفحات کے ذریعہ اپنے قارئین تک ہم پہونچائیں گے۔ انشاء اللہ فی الحال علماء کرام کی تقریروں اور مقالوں کے موضوعات ہی

ہم پیش کرنے پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

کانفرنس کے پروگرام کی ابتداء نماز فجر کے بعد حضرت مولانا مختار احمد ندوی امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے درس قرآن سے ہوئی حضرت امیر نے سورۃ عصر کی تفسیر کی۔ اور مولانا ظہیر الدین عمری استاذ جامعہ دار السلام عمرآباد نے حقوق و معاملات کے موضوع پر درس حدیث دیا۔

ساڑھے نو بجے امیر محترم مولانا مختار احمد ندوی حفظہ اللہ کی صدارت میں کانفرنس کا آغاز عمل میں آیا۔ حافظ عبدالواحد عمری نے تلاوت قرآن پاک کی اور جناب عبیدالرحمان وفا بھوپالی نائب ناظم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند نے اپنی نظم " رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی کارواں ہوگا" سے حاضرین کا نفرنس کا استقبال کیا۔ مولانا عبدالوہاب خلجی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند نے تحریک کے پس منظر میں ایک تفصیلی افتتاحیہ تقریر کی۔ اس کے بعد مولانا رؤف احمد عمری مدراس صدر استقبالیہ نے مختصر مگر نہایت جامع خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

کانفرنس کے سب سے پہلے مقرر جناب مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن عمری اعظمی ناظم تعلیمات جامعہ دارالسلام عمرآباد نے تعلیم کی اہمیت اور عصری و دینی علوم کی ضرورت پر ایسا جامع خطاب کیا کہ لوگوں کے دلوں میں اب تک اس کی گرمی ہے میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کی تقریر پر اگر کانفرنس ختم ہو جاتی تو کانفرنس کی مقصدیت پوری ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

دوسری نشست میں ندوۃ المجاہدین کیرالا کے شعبۂ تعلیمات کے سابق صدر جناب ڈاکٹر ای کے احمد کٹی نے سائنس و ٹکنولوجی کی اہمیت پر انگریزی میں خطاب کیا۔ جناب سلیمان صابر صاحب نے اردو میں ان کی تقریر کی ترجمانی کی۔ ڈاکٹر موصوف کا خطاب انتہائی علمی و فکری تھا۔ اور کیوں نہ ہو وہ تو اس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں جہاں صد فی صد تعلیم ہے۔ موصوف نے بتایا کہ کیرالا جہاں پر تعلیم کا تناسب اتنا بڑھا چڑھا ہے وہاں سے مسلمان سائنس و ٹکنولوجی میں بہت پیچھے ہیں اور جب وہاں کے لوگ پیچھے ہیں تو

باقی ہندوستان کے مسلمانوں کا کیا حال ہوگا یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آتی ہے۔ صدر اجلاس امیر محترم نے اپنے صدارتی خطبہ میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں جب کہ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ مسلمان فرقہ نہیں امت ہیں لہٰذا فرقہ بندی ختم کرکے امت بننے کی ضرورت ہے جو اسلام چاہتا ہے علاوہ جسے قرآن وسنت چاہتے ہیں۔ امیر محترم کا خطبہ صدارت نوائے اسلام کے اگلے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ (جمع بین الصلوٰتین) ادا کی گئی۔ مولوی ابراہیم عمری نے تمل زبان میں جہاد کے موضوع پر تقریر کی۔ عصر بعد مولانا خلیل الرحمان اعظمی عمری ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد نے علم کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر خطاب کیا اور مولانا عبدالغنی فیضی سابق ناظم وشیخ الحدیث جامعہ محمدیہ رائیدرگ نے تعلیم وتربیت کے موضوع پر تقریر کی۔ دن کی آخری تقریر جناب شیخ عبدالصمد الکاتب استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے عربی میں کی جس کی ترجمانی شیخ انیس الرحمن اعظمی عمری شیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں نے کی۔ شیخ موصوف نے توحید کی دعوت دی اور توحید کی اہمیت انسانی زندگی میں کیوں ہے اس پر تسلی بخش تبصرہ کیا۔

مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی ایک ساتھ (جمع بین الصلوٰتین) ادا کی گئی۔ تیسری نشست میں مولانا عطاء اللہ خاں جامعی ہری ہر نے توحید خالص پر تقریر کی اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر زور دیا۔

مشہور عالم اور خطیب حضرت مولانا عبدالمتین میمن جوناگڑھی امیر جمعیۃ اہلحدیث کرناٹک نے "شرک کی صورتیں اور اس کی تباہ کاریاں" پر ایسی زبردست تقریر کی کہ اس سے انسان کا وجود لرز اٹھا۔ ہمارے اندر شرک کی پرورش کس کس طرح سے ہو رہی ہے واقعی اس کی طرف ہماری نظر نہیں جاتی اللہ تعالیٰ ہمیں شرک کی برائیوں سے بچائے اور خالص توحید کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین۔

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے نائب امیر مولانا عبدالسلام رحمانی نے اپنیاسات

پر تقریر کی۔ آپ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس کانفرنس میں اتباع سنت کے طریقے جاننے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو اس کی اصلی شکل میں پیش کر سکیں۔ موصوف نے اہلحدیثیت اور اتباعِ سنت پر ایک جامع خطاب کیا اور اتباع سنت کے نام پر غلط رسم و رواج کی برائیوں اور اس کے نقصانات پر بھی روشنی ڈالی۔ مولانا کا خطاب نہایت دلپذیر تھا۔

اس مجلس کے آخری خطیب مولانا عبداللہ مدنی حیدرآبادی استاذ جامعہ دارالسلام عمرآباد تھے۔ مولانا کا موضوع خطاب تھا "مسلمانوں کے زوال میں بدعات کی کارفرمائیاں"۔ بدعات کی دلدل میں پھنس کر مسلمان کس قدر اپنے اصل مقصد سے دور ہٹ گیا اور اس سے کیا کیا نقصانات انہیں اٹھانا پڑے اس موضوع پر ایک مثالی خطاب رہا۔

۲۹ دسمبر کا پروگرام

۲۹ دسمبر کو چار بجے تہجد کی نماز ہوئی۔ بعد نماز فجر شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند و شیخ الجامعہ جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کا درس قرآن ایمان کے موضوع پر ہوا اور انما الاعمال بالنیات پر درس حدیث مولانا صفی احمد عمری رائچوری نائب امیر صوبائی جمعیۃ اہلحدیث آندھرا نے دیا جو عوام و خواص سبھوں کے لئے یکساں مفید تھا درس بہت پسند کیا گیا۔ اس کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے تلگو میں تقریر کی تلگو داں حضرات نے اسے پوری دلچسپی سے سنا اور خوب محظوظ ہوئے۔

۲۹ دسمبر کے دن کا پروگرام ۹ بجے شروع ہوا جس کی صدارت جمعیۃ اہلحدیث برطانیہ کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا عبدالہادی عمری حفظہ اللہ نے کی۔

تلاوتِ کلام پاک اور علامہ اقبال کی نظم کے بعد مولانا محمد یوسف عمری (ارانی ڈنم) معاون نائب جمعیۃ شبان اہلحدیث کرناٹک نے تقریر کی۔ طبقہ نوجوان امت کی امانت ہیں اس موضوع پر سیر حاصل خطاب کیا۔ شبان کی تحریک اور خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔ اور یہ حقیقت ہے کرناٹک کی جمعیۃ شبان اہلحدیث نے اپنی مختصر

میں بڑا کارہائے نمایاں انجام دیا ہے۔ قابلِ تقلید اور سعی مشکور ہے۔ کانفرنس کی مناسبت سے جمعیۃ اہلحدیث کرناٹک نے ایک مختصر اور جامع تعارف تیار کیا تھا۔ مولانا عبدالہادی عمری نے اس کا رسم اجراء فرمایا اور جماعت کی ترقی کے لئے نہایت قیمتی مشوروں سے نوازا۔ جماعتی احیاء اور اس کی ترقی کے لئے جو تجاویز اکابرین و بزرگان جماعت نے پیش کی ہیں اسے بھی جمع کر کے ہم اپنے قارئین تک پہونچانے کی کوشش کریں گے تاکہ ترقی کے میدان میں ہمیں اس سے پوری مدد ملے۔

یہ مجلس شبان کی تھی لہذا نمائندگی بھی انہیں کو دی گئی۔ نوجوان عالم دین مولانا عبداللہ جھنڈانگری "مدیر نور توحید" نے "عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں" پر حوصلہ بخش اور پرجوش تقریر کی۔ انہوں نے نوجوانوں کو صحیح رُخ پر چلنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہماری ضرورت عصر حاضر کو ہمیشہ سے رہی ہے۔ ہمارا انتظار زمانے کو ہے ہم زمانہ ساز ہیں۔ لہذا ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہونا چاہئے اس مجلس کے تیسرے خطیب مولانا فیض الحسن اعظمی مدنی ناظم مدرسہ حمایت الاسلام ہاسپیٹ تھے۔ مولانا نے "نوجوانوں کو کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئے" کے موضوع پر تقریر کی۔ مولانا نے اسلامی رواداری سے نوجوانوں کو ہم آہنگ ہونے کی دعوت دی اور اسلام کی متعین کردہ سمت کی طرف چلنے پر زور دیا۔ کیرالا جمعیۃ شبان مجاہدین کے صدر جناب حسین ابوبکر مذکور نے کیرالا ندوۃ المجاہدین کا تعارف، کارکردگی اور جائزہ پیش کیا اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالی اور اس کے حوصلہ افزا نتائج سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ ندوۃ المجاہدین کیرالا ہندوستان میں سلفی تحریک کا سب سے متحرک ادارہ ہے، ہندوستان میں جہاں کہیں بھی اس تحریک کا پرتو پڑا وہاں کی تحریک ہری بھری ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور پوری جماعت اہلحدیث ہند کے لئے نشان راہ بنائے۔ آمین۔

اس مجلس کے آخری خطیب صدر اجلاس مولانا عبدالہادی عمری تھے۔ مولانا کی پروان چڑھتی داعیانہ صلاحیتوں سے برِ صغیر ہی نہیں یورپ تک کے لوگ بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ موصوف نے پانچ سال قبل کیرالا کی عالمی سلفی کانفرنس میں جہاں ہندوستان اور

بیرون ہند کے بڑے بڑے اکابر جماعت اور شیوخ موجود تھے ان کے سامنے تحریک کو متحرک کرنے کا جو خواب دکھایا اور تحریک کے مقاصد کو اجاگر کرنے کے لئے جو قیمتی مشورے دئے آج ہماری جماعت اس کو اپنا کر کامیابی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس عظیم الشان کانفرنس کے وجود بلکہ ساؤتھ انڈیا کی جمعیتوں میں جو سرگرمیاں ہم دیکھ رہے ہیں ان میں بہت حد تک مولانا عبدالہادی عمری کا حصہ ہے جس کو اہل نظر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا عبدالہادی میں داعیانہ صلاحیتیں ہیں جو پروان چڑھ رہی ہیں اس سے ہمیں فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔
مولانا نے اپنی تقریر میں دنیا کے بدلتے حالات پر روشنی ڈالی اور انسانی نظام کی بالادستی کا مشاہدہ کرایا اور بتایا کہ پوری دنیا کس قدر اسلام کے آغوش میں آنے کیلئے تڑپ رہی ہے۔ مگر اس کو وہ روحانی منزل نہیں مل پا رہے ہیں۔ مولانا نے تحریک اہلحدیث کی وسعت اور اس کی مقبولیت کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ پوری دنیا میں ہماری تحریک کے ثمرات اچھے ہیں۔ اس تحریک سے مسلمانوں میں فکر و عقائد کی جو توانائی مل رہی ہے وہ کسی بھی اسلامی ادارہ یا تنظیم سے نہیں مل پا رہی ہے۔ مولانا کا خطاب ایمان افروز خطاب تھا اور نہایت سبق آموز بھی۔

شام کا پروگرام تلاوت کلام پاک اور وفا صدیقی کے ترانہ سے شروع ہوا۔ اس مجلس کے پہلے مقرر جمعیۃ شبان اہلحدیث کرناٹک کے صدر مولانا ثناءاللہ خاں نظامی تھے۔ انہوں نے "عہد نبوت کے نوجوان اور ان کے کارنامے" پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ موصوف نے دور اول کے مسلمانوں کی زندگی کو اپنانے کی ترغیب دی۔ ان کے بعد جماعت اہلحدیث کے ایک نوجوان عالم، جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی کے امیر اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے نائب ناظم مولانا عطاءاللہ خاں نے تقریر کی۔ مولانا کا موضوع تھا "جوانی کی عبادت اور اس کی قدر و منزلت"۔ اس موضوع پر مولانا نے بڑی سلجھی ہوئی تقریر کی اور نوجوانوں سے کہا کہ وہ اپنی جوانی کی قدر کریں ایک ایک لمحہ اس کا ضائع ہونے سے بچائیں۔ ان کی جوانیاں اسلام کی امانت ہیں جس کی کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مولانا کا بہت سلجھا اور قیمتی خطاب تھا۔

اس نشست میں مولانا عبدالجبار جامعی نائب امیر جمعیۃ اہل حدیث کرناٹک نے تاریخ جمعیۃ اہل حدیث پر روشنی ڈالی اور مولانا عبدالرحیم صاحب ناظم جامعہ محمدیہ رائیدرگ نے اطاعت امیر پر خطاب کیا۔ مولانا عبدالقادر سکندرآبادی نے تاریخ اسلامی کی دو خاتون کا سبق آموز واقعہ بیان فرمایا۔

آخری نشست

مغرب وعشاء کی جمع بین الصلاتین کے بعد دو عرب مہمان شیخ عبداللہ سلیمان حمدالشبانہ اور شیخ عبدالعزیز عتیق نے دارالافتاء ریاض کی طرف سے نمائندگی کی اور عوام سے مختصر خطاب کیا۔

آخر میں امیر محترم نے دعا اور اختتامی کلمات کے ساتھ کانفرنس کے اختتام کا اعلان کیا۔

یہ ایک مختصر سی رپورٹ ہے ورنہ

ع۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

عظیم کانفرنس کا انتظام و انصرام اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے انتظامیہ کی مستعدی اور لگن اور قریش برادری کی ہزاروں شرکاء اجلاس کے کھلانے پلانے کی ذمہ داری اور اس کو بحسن وخوبی انجام دینا اور نہایت دلچسپی سے کانفرنس کے پروگرام کو آگے بڑھانا، ایسا بے مثال کارہائے نمایاں ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں ●

خدمت قرآن کیلئے ایک معیاری درسگاہ کا قیام

ادارہ دارالاصلاح ٹھکراپور جس میں مکتب کے علاوہ شعبۂ حفظ کا معقول انتظام کیا گیا ہے یہ ادارہ گوتم بدھ کے دار الخلافہ کے پہلو میں نہایت مناسب اور انتہائی موزوں مقام پر اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

اس نیک اور عظیم مقصد میں برابر کے حصہ لینے کے لئے ہم تمام حساس اور دین پسند اور صاحب ثروت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کی تعمیر میں بھرپور حصہ لے کر صدقۂ جاریہ کا سامان مہیا کریں۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

سالک عالیاوی

ناظم ادارہ دارالاصلاح موضع ٹھکراپور ڈاکخانہ بھینگواں۔ سدھارتھ نگر یوپی ۲۷۲۲۰۲

ایک افسوس ناک حادثہ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے ایک ہمدرد اور نوائے اسلام کے قاری جناب حافظ محمد ادریس حفظہ اللہ کو دو نامعلوم مسلح افراد نے کھائی روڈ پولیس چوکی کے قریب خود کار ہتھیار سے حملہ کر دیا جس سے حافظ صاحب کو کاری زخم لگا۔ حافظ محمد ادریس جمعیۃ اہلحدیث حیدر آباد سندھ کے امیر ہیں اور مسجد اہل حدیث کھائی روڈ کے امام وخطیب بھی ہیں۔ حیدر آباد میں ان کی اور ان کے احباب کی عظیم دینی وعلمی خدمات، جماعت کی تقریباً ایک درجن سلفی مساجد کا انتظام والنصرام ان کی تعمیر واصلاح اور مدارس کے قیام اور نئی نسلوں کی تعمیر وتہذیب جیسی عظیم خدمات غیر موحدین کو ذرہ بھر برداشت نہیں ہیں۔ وہ اپنی جہالت اور رذالت اور سفاکیت کی راہ میں انہیں روڑہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو صحت کامل و عاجل فرمائے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے اور دین حنیف کی راہ سے انہیں ہٹا دے آمین

اخوان مجلس الدعوۃ الاسلامیہ حافظ صاحب کے لئے دعائے صحت کرتے ہیں اور اس حادثہ کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

آفس کی تبدیلی

جملہ برادران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جمعیت اہلحدیث بھیونڈی کی قدیم آفس ۱۱۶-۱۱۱ سوداگر محلہ سے منتقل ہو کر ۹۸ سوداگر محلہ انجمن معین الاسلام بلڈنگ نزد قاضی رائس مل، جامع مسجد کے سامنے آگیا ہے۔ لہذا آئندہ خط وکتابت وغیرہ مندرجہ ذیل پتہ پر فرمائیں۔

دفتر جمعیۃ اہلحدیث ۹۸ سوداگر محلہ بھیونڈی۔ تھانہ ۴۲۱۳۰۲

جامعہ محمدیہ منصورہ میں داخلے کے خواہشمند طلبہ وطالبات متوجہ ہوں

پرائمری کے بعد عربی درجات میں صرف مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، مدھیہ پردیس، کرناٹک، آندھرا اور تملناڈو کے طلبہ کو داخلہ ملے گا۔ البتہ عالمیت اور فضیلت کے درجات میں ہر جگہ کے طلبہ کو داخلہ ملے گا۔

داخلہ فارم کی قیمت ۵ روپیہ ہے منی آرڈر کرکے داخلہ فارم دس رمضان سے پہلے حاصل کر سکتے ہیں۔

خط وکتابت کا پتہ:- پرنسپل جامعہ محمدیہ منصورہ۔ پوسٹ بکس ۱۴۴ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

تربیت آئمہ کورس

داخلہ کی درخواستیں مطلوب ہیں

شرائط داخلہ: وہ حضرات درخواست دے سکتے ہیں جو کسی دینی مدرسہ کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں، یعنی درس نظامی کے کم از کم ۸ سالہ کورس کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوتے ہوں یا کسی یونیورسٹی سے عربی یا اسلامیات میں ایم۔ اے ہوں۔

۲۔ کسی تعلیمی ادارے میں درس و تدریس کا کم از کم تین سالہ تجربہ رکھتے ہوں یا کسی مسجد میں امامت کرتے ہوں۔

۳۔ امیدوار کی عمر ۲۵ سال سے کم اور ۴۵ سال سے زیادہ نہ ہو۔

۴۔ ۳ ماہ تک مسلسل اکیڈمی میں مقیم رہ کر کورس کی تکمیل کرنے پر آمادہ ہو۔

۵۔ اقامتی کورس کرنے کے بعد مزید ۶ ماہ کا مراسلاتی کورس کرنے کے لئے تیار ہوں۔

درخواست مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہونی چاہئے۔

- نام وولدیت • مکمل پتہ • تعلیمی قابلیت کے مصدقہ نقول • مسجد سے وابستگی کا تصدیق نامہ • تجربہ کا تصدیق نامہ • دو عدد پاسپورٹ سائز تصاویر۔

جملہ تفصیلات اور کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

مدیر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ۱۱۶۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶۔

المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کی

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی درس نظامیہ جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۰ اساتذہ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تا ہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ محسنین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹
شمارہ ۲،۳

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية في الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیت اہلحدیث بھیونڈی

مارچ، اپریل سنہ ۱۹۹۲ء مطابق رمضان، شوال سنہ ۱۴۱۲ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی   نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی

زر تعاون	پاکستان سے
سالانہ :- چالیس روپے	سالانہ :- ایک سو روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :- دو ہزار روپے
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواجد فیضی نے ایس ایس پریس
برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام
۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے
شائع کیا۔

برادران اسلام سے ایک مخلصانہ

اپیل

ہندوستان کے پرفتن اور پرآشوب اور کربناک ماحول میں جہاں اسلام اور مسلمانوں کے تشخص کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ وہاں تبلیغِ دین اور تعلیمِ اسلام کا کام کتنا مشکل، کتنا نازک اور کتنا صبر آزما و کربناک ہے اس کا اندازہ آپ جیسے صاحبِ دل، حساس اور دینی جذبہ سے سرشار حضرات کو بخوبی ہوگا موجودہ ماحول کے انہیں نازک حالات سے نمٹنے اور مسلمانوں کے ایمان وعمل کی مردہ رگوں میں ایمان واسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑانے کے لئے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ تاکہ یہ تحریک خود اٹھ کر ملتِ اسلامیہ کو اٹھا سکے۔

محترمی! یہ ملت اس وقت تک نہیں اٹھ سکتی جب تک اس کے علماء میدان میں رواں دواں نہ ہوں۔ اور اس کے لئے علم وفضل کے ساتھ اخلاق وکردار، جذبۂ ایثار اور اس کے ساتھ معاشی بلندی اور اقتصادی توانائی لازمی ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں انہیں معاشی واقتصادی توانائیوں کے حصول کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ اپنا قیمتی تعاون فرماکر جماعتِ حقہ کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری کرسکتے ہیں، جس سے تبلیغِ دین اور فروغِ اسلام کی راہیں ہموار ہوں گی۔ (انشاء اللہ)

درج ذیل امور کی انجام دہی کیلئے آپکا مخلصانہ تعاون درکار ہے

- مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی طرف سے مامور مبلغین کی ماہانہ تنخواہوں میں توفیق بھر تعاون یا کسی ایک یا چند مبلغین کی تنخواہوں کی ذمہ داری قبول فرماکر۔ (ایک مبلغ کی تنخواہ دو ہزار روپے ماہانہ)
- تہذیب وتمدن اور تعلیم وتعلم سے کٹے ہوئے پسماندہ مسلمانوں کے بچوں کے درس وتدریس کیلئے معلمین کی تنخواہوں میں تعاون یا کسی ایک یا چند اساتذہ کی تنخواہوں کی ذمہ داری قبول فرماکر (ایک استاذ کی تنخواہ ۱۵۰۰ روپئے ماہانہ)
- دور افتادہ مسلم اقلیتی بستیاں جہاں مسلمانوں میں ہندویت رواج پاچکی ہے اور عبادت کیلئے

ان علاقوں میں مسجدیں نہیں ہیں ایسی بستیوں میں مساجد کی تعمیر کے لئے جزئی مدد یا کسی ایک مسجد کی پوری تعمیر کی ذمہ داری (دیہات کی ایک مسجد کی کم از کم لاگت ۵۰ سے ۷۵ ہزار روپے تک ہوگی)

- مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کے مرکزی دفتر "دعوۃ منزل" کی تعمیر میں جزئی تعاون یا ایک کمرہ یا چند کمروں کی تعمیر کی ذمہ داری۔ (مجوزہ عمارت کی تعمیر پر گیارہ لاکھ روپے کا اسٹیمٹ ہے)۔
- مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے کیمپس میں "مسجد التوحید" کی تعمیر میں جزئی یا کلی تعاون (پوری عمارت پر تقریباً ساڑھے دس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے۔)
- "شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب" اکیڈمی کے لئے ریفرنس بکس (علمی مراجع کی کتابوں سے تعاون)۔
- اسلامی تعلیمات کی بنیادی اور دعوتی لٹریچر کی طباعت اور اس کی مفت تقسیم میں تعاون۔
- بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وظائف میں تعاون یا کسی ایک یا چند بچوں کی تعلیمی کفالت۔
- ہندوستان اور نیپال کے تیس ائمہ مساجد کے لئے چھ ماہی تربیتی کورس کا انتظام کیا گیا ہے جس میں شریک امیدوار پر ایک ہزار روپے کا ماہانہ صرفہ ہوگا۔
- غیر مستطیع لوگوں کے نام نوائے اسلام کا اجراء۔

یہ ہمارے چند اہم جاری پروگرام ہیں جن کو کامیاب بنانے کے لئے ہم دور دراز کا سفر کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ کی خوشنودی اور اس کے دین کی سربلندی اور اسلامی اقدار کی بحالی کے لئے مذکورہ کسی ایک پروگرام یا چند پروگراموں میں آنجناب ضرور حصہ لیں گے۔ انشاء اللہ۔ آپ کے دینی جذبے اور مسلکی غیرت وحمیت پر ہمیں مکمل اعتماد ہے۔ اس لئے ہم نے آپ کے سامنے یہ گزارشیں رکھی ہیں۔ —— اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہم سب کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور اس دینی خدمت کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

اپیل کنندگان

عطاء اللہ خاں (امیر جمعیۃ اہل حدیث بھیونڈی)
(سرپرست نوائے اسلام دہلی)

عبدالواجد فیضی (رئیس مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی)
(نائب مدیر نوائے اسلام دہلی)

افضل حسین ندوی (مدیر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی)

فقط والسلام

خیر کا طالب آپ کا اپنا

عبدالعزیز سلفی

امین عام

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی۔

نوائے حدیث

حقیقت صوم اور اسکے فضائل

فضل اللہ انصاری سلفی۔ راکھو نگر۔ بھوارہ مدھوبنی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ، یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی. للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ. ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک. والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے الگ ہے۔ کیوں کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا (اپنی مرضی سے) بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت نفس اور اپنا کھانا میری ہی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں۔ ایک مسرت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کسی آدمی کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے نہ شور و شغب اور دنگا فساد کرے۔ اور اگر اسے کوئی گالی دے یا اس سے لڑے جھگڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

اسلامی عبادات میں سے روزہ ایک اہم ترین اور مقدس عبادت ہے۔ اس سے ہماری روحانی و اخلاقی تربیت ہوتی ہے اور ہمارے اندر تقویٰ و خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ بغرض وغایت

اور اس کا مقصد یہی بتایا گیا ہے کہ مومنوں کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو اور وہ اس کی وجہ سے متقی و پرہیز گار بن جائیں۔ لغت میں صوم یا صیام امساک (رک جانا) کو کہتے ہیں۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ صوم کے اصل معنی کسی کام سے رک جانے کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گھوڑا جب چلنے پھرنے یا چارہ کھانے سے رک جائے تو اسے صائم کہا جاتا ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں مکلف کا نیت کے ساتھ فجر سے مغرب کے وقت تک خورد و نوش اور شہوتِ نفس سے رک جانے کا نام صوم و صیام ہے۔ صاحب المحکم نے طعام و شراب، جماع اور بے جا کلام و گفت گو سے رک جانے کا نام صوم بتلایا ہے

(فتح الباری/الجزء الرابع/کتاب الصوم۔ ص۱۰۵)

پتہ چلا کہ لغت میں، کسی چیز سے رک جانے اور شریعت میں کھانے پینے اور جنسی خواہشات کی تکمیل سے باز رہنے کو صوم کہتے ہیں۔ روزہ جیسی عبادت کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ روزہ دار مذکورہ چیزوں سے روزہ کی حالت میں رک جائے اور منہیات و ناپسندیدہ کام سے ہمیشہ کے لئے باز رہے۔ واضح رہے کہ صرف کھانے پینے سے رک جانے کا نام روزہ نہیں اس کی طرف اشارہ صوم و صیام کے شرعی معنی میں کر دیا گیا ہے۔ تائید اس کی حدیثِ رسول ؐ سے بھی ہوتی ہے کہ۔

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة ان يدع طعامه وشرابه۔

یعنی جس نے (بحالتِ روزہ) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)۔

روزہ کی حقیقت اور اس کے مقتضی کو سامنے رکھتے ہوئے جس نے روزہ رکھا اور اس عبادت کو کما حقہٗ ادا کیا تو وہ خوش نصیب ہوگا اور اللہ اسے بے پناہ انعام واکرام اور بے حد و بے حساب اجر و ثواب سے نوازے گا۔ روزہ کے علاوہ دیگر عبادتیں کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے ادا کی جاتی ہیں اور ان میں ریا و نمود کی پوری گنجائش رہتی ہے۔ لیکن روزہ ایک ایسی غیر مرئی و خاموش عبادت ہے کہ جس سے عملاً روزہ دار اور اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادتِ روزہ کو اپنی طرف مضاف کرتے ہوئے اسے خالص اپنے لئے قرار دیا ہے اور اس کا ثواب بھی وہ خود جتنا چاہے گا، عطا فرمائے گا ثواب روزہ کا بے حد و

بے حساب ہوگا۔ یہ روزہ اور روزہ دار کی کتنی بڑی فضیلت ہوئی کہ اللہ نے اس عبادت کو خاص اپنے لئے قرار دیا ہے اور اس پر اجر و ثواب بھی بے حد و حساب اللہ اپنی مرضی سے عطا فرمائے گا۔

دن بھر بھوکا پیاسا رہنے کے بعد افطار کے وقت ایک روزہ دار بندہ کو جو لطف و لذت اور روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے وہ دیگر ایام و دیگر حالات میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ بے نظیر و بے مثال مسرت ہے جو روزہ دار بندہ اس دنیا میں ہی پالیتا ہے، لیکن ایک مسرت اور ہے جسے وہ اسوقت پائے گا جبکہ وہ اپنے رب سے ملے گا کمال ہے کہ ایسے روزہ دار بندوں کے استقبال اور انکی شاندار ضیافت و مہمان نوازی کے لئے اللہ تعالیٰ نے شایانِ شان تیاری کر رکھی ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے "ریّان" کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ تو روزہ دار آئیں گے اور اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا تو کوئی دوسرا داخل نہیں ہو سکے گا۔ (متفق علیہ)

یہ خصوصیت اور فضیلت ہوگی روزہ دار بندوں کی کہ جنت میں جانے کے لئے ان کے واسطے ایک خاص دروازہ ہوگا جس سے صرف وہی داخل ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے ہو کر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

روزہ اور روزہ دار بندوں کے فضائل تو بے شمار ہیں اور ان پر اللہ کے جو کرم ہوں گے ان کا کوئی حساب نہیں، مگر تعجب ہے کہ خلوِ معدہ کی وجہ سے روزہ کی حالت میں منہ کی جو بو خراب ہو جاتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور اس کا مقام بالمقابل مشک کی خوشبو کے بلند ہے۔ چوں کہ اللہ کی خاطر بندے نے بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کی، اسی لئے منہ کی جو بو خراب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بطورِ انعام اس کو مشک کی خوشبو سے بہتر قرار دیا۔

روزہ روحانی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ، روزہ جسم کی زکوٰۃ اور روزہ نفسانی و شہوانی نیز شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے۔ اگر ہم یہ عبادت روزہ کما حقہٗ ادا کریں اور آداب صوم کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے یہ مقدس فرض ادا کریں تو اس سے نہ کہ صرف مذکورہ فوائد حاصل ہونگے بلکہ ان انعامات و اکرامات کے بھی لائق و سزاوار قرار پائیں گے جنکا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے۔

اللہ ہمیں کما حقہٗ یہ عبادت روزہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

أتاكم رمضان شهر مبارك (الحدیث)

رمضان المبارک — اللہ تعالیٰ کی کرم گستریوں کا مہینہ

میاں محمد یوسف سجاد

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حظِ وافر پانے کی سعید ساعتوں کا نام ہے جن میں روزہ داروں کو رحمت، مغفرت اور عتق من النار (جہنم سے نجات) کے مژدہ ہائے جانفزا سنائے گئے ہیں۔ رمضان و صیام کے مقصد و مرام کو دیکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت رحمتِ الٰہی جوش میں آکر ہر ایک مسلمان کو بخشش کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ رؤف بالعباد کے اپنی مخلوق پر شفیق و رحیم ہونے کا اعلان ہے کہ جو کوئی اس کے تقاضوں کو پورا کرکے اور ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ کی شدت و مشقت کو برداشت، اپنے آرام کو قربان کرتے ہوئے قیام اللیل سے اپنی کشتِ ویراں کو آباد کرے تو اُسے غفرلہ ما تقدم من ذنبہٖ (اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے) کے اعزاز سے نواز دیتا ہے۔ یہ روزے۔ قیام۔ تلاوتِ قرآن۔ اطاعت۔ جہاد۔ اور صدقہ انہی اعزازات کے حصول کے لیئے اللہ کے مقرر کردہ انداز ہیں۔ اُس شخص سے بڑھ کر حرماں نصیب کون ہو سکتا ہے جو اس ماہِ مبارک کی تجلیات و برکات سے اپنے ظلمت کدہ فکر و نظر کو مستنیر نہیں کر پاتا۔ اور فلاحِ اُخروی کے لیئے اطاعت خداوندی کو معمول نہ بنا کر خائب و خاسر اور راندۂ درگاہ رہتا ہے۔

رمضان المبارک عزت و برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی پر اپنی رحمتوں کے خزانے کھولنے کے لیئے اسی مقدس مہینے کا انتخاب فرمایا۔ مثلاً۔

۱۔ یکم رمضان المبارک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحف سماویہ عطا فرمائے گئے۔

۲۔ ۶ رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی۔

۳۔ ۱۸ رمضان المبارک کو حضرت عیسٰی علیہ السلام انجیل سے نوازے گئے۔

۴۔ اسی ماہِ مقدس میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم منصب نبوت و رسالت پر سرفراز ہوئے۔

۵۔ اسی مہینہ میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید جیسا الٰہی کلام معجز نظام عطا فرمایا گیا۔

۶۔ غزوہ بدر میں میدان مسلمان جانثاروں کے ہاتھ رہا جسے اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ (۱۷ رمضان المبارک ۲ھ بروز جمعۃ المبارک)

۷۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے سرخرو فرمایا۔ اور کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا گیا۔ نیز نیز مسلمانوں نے تبوک کا معرکہ سر کیا۔

۸۔ رمضان ۹۲ھ میں طارق بن زیاد نے اندلس اور ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کیا۔

۹۔ اس میں وہ رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۱۰۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (وکم من النعم اللہ الاخری علے المسلمین لاتعدولا تحصیٰ)

اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں مسلمانوں پر روزے فرض کیئے ہیں۔ جیسا کہ ہم سے پہلی امتوں پر روزے فرض کیئے گئے۔ لیکن پہلی امتوں کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ہمارا اس ماہ مبارک کے ساتھ خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ......۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیئے گئے۔ جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بنو ــــــ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیئے ہدایت کی واضح نشانیاں اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ پس جو کوئی اس

مہینے کو پائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

رمضان المبارک کے فضائل اور احکام و مسائل کی تفصیلات سے قبل لفظ "رمضان" اور "صوم" کے معانی پر غور کرنا مناسب ہوگا۔

رمضان کا لغوی معنی رمضان مادہ را، میم اور ضاد (رمض) سے ہے۔ رمضان کو رمض کا مصدر بھی کہا گیا ہے۔ رمض کے درج ذیل استعمالات کتب لغت میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ رمض — موسم گرم ہونا۔ بھون دینا۔ جھلس دینا۔ بکریوں کو گرم زمین پر چرانا (مفتاح اللغات)

۲۔ رمض النہار — دن کا بہت گرم ہونا (المنجد)

۳۔ رمضت الشمس — ریت وغیرہ پر تیز دھوپ کا پڑنا۔ (المنجد)

۴۔ رمض الطائر — شدت پیاس سے پرندے کے جوف کا گرم ہونا۔ (المنجد)

حدیث میں بھی یہ مادہ استعمال ہوا ہے۔ صلاۃ الاوابین اذا رمضت الفصال (مسلم)

رمضان کی وجہ تسمیہ شہر رمضان کی وجہ تسمیہ کے ضمن میں مندرجہ ذیل توجیہات پیش کی گئی ہیں۔

۱۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما سمی رمضان لانہ یرمض الذنوب ای یحرقھا بالاعمال الصالحۃ (قرطبی جلد ۲ ص ۲۹۱)

رمضان کو اس نام سے اس لیے پکارا جاتا ہے کہ یہ گناہوں کو اعمال صالحہ سے جلا ڈالتا ہے۔

۲۔ وقیل لان القلوب تاخذ فیہ من حرارۃ الوعظۃ والفکرۃ فی امر الآخرۃ کما یاخذ الرمل والحجارۃ من حر الشمس۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

رمضان کو اس نام سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ اس ماہ میں دل وعظ و نصیحت و امور آخرت سے حرارت پکڑتے ہیں۔ جیسا کہ ریت اور پتھر سورج کی گرمی سے حرارت پاتے ہیں۔

۳۔ عن الخلیل انہ من الرمضاء بسکون المیم وھو مطر یاتی قبل الخریف یطھر وجہ الارض عن الغبار والمعنی فیہ انہ کما یغسل ذالک المطر وجہ الارض ویطھرھا فکذالک شھر رمضان۔ یغسل ابدان ھذہ الامۃ من الذنوب ویطھر ھم قلوبھم (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۸۳)

یعنی خلیل کہتے ہیں کہ رمضان الرمضاء سے ہے اور یہ اس بارش کو کہتے ہیں جو خریف سے پہلے آتی ہے۔ زمین کے چہرے کو گرد و غبار سے پاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح ماہِ رمضان اس امت کے بدنوں اور جسموں کو گناہوں سے دھو ڈالتا ہے۔ اور ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔

۴۔ وقیل لما نقلوا اسماء الشھور من اللغة القدیمة سموھا بالازمنة التی وقعت فیھا فوافق ھذا الشھر ایام رمض الحر (کشاف) اور یہ بھی کہا گیا کہ جب عربوں نے مہینوں کے نام لغتِ قدیم سے نقل کرنے شروع کیے تو ہر مہینے کا نام اسی موسم کی مناسبت سے رکھتے تھے جس میں وہ مہینہ واقع ہوتا۔ پس یہ مہینہ شدید گرمی (رمض) میں پڑا تب اس کا نام رمضان قرار پایا۔ یاد رہے، زمانہ جاہلیت میں اس مہینہ کا نام ناتق تھا۔

شہر رمضان کو صرف رمضان کہنے کی ممانعت

مجاہدؒ کہتے ہیں۔ انہ اسم اللہ تعالیٰ۔ کہ رمضان، اللہ کا نام ہے (تفسیر کبیر)۔ وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تقولوا جاء رمضان وذھب رمضان ولکن قولوا جاء شھر رمضان وذھب شھر رمضان اسم من اسماء اللہ تعالیٰ۔ (تفسیر کبیر) یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان چلا گیا (گزر گیا) بلکہ یہ کہو کہ ماہِ رمضان آیا اور ماہِ رمضان گزر گیا۔ کیونکہ رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایسی ہی ایک روایت ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ۔ ابن عدی بیہقی دیلمی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ (روح المعانی للالوسی ص۶۶)

صوم کا لغوی معنیٰ

تفاسیر اور عربی لغات میں ہے۔ الصوم فی اللغة الامساك (معالم التنزیل۔ خازن۔ لسان العرب) صوم کا معنی ہے رک جانا۔ یا۔ رہنا۔ بچے رہنا۔

مفردات راغب میں یوں کچھ الفاظ زائد ہیں:۔ الصوم فی الاصل الامساك عن الفعل مطعما کان او کلاما او مشیاً۔ یعنی لغت میں صوم کا معنی ہے رک جانا۔ خواہ یہ رکنا کھانے میں ہو یا بات چیت کرنے میں یا چلنے پھرنے میں۔

۱۔ کھانے پینے سے رک جانا

وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ۔ ۔ ۔ ۔ (البقرة: ۱۸۷) اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ واضح

ہو جاتے۔ تمہارے لیئے صبح صادق کی سفیدی رات کی تاریکی سے فجر کے وقت۔ پھر روزہ مکمل کرو رات تک۔

یعنی آیت کے پہلے حصّہ میں کھانے پینے کا وقت بتا کر درمیان کھانے پینے سے رُکے رہنے کے لیئے "الصیام" کا لفظ ذکر کرکے پھر افطار صوم الی اللیل رات تک کا لفظ ارشاد فرمایا۔ گویا کہ درمیانی وقت کھانے پینے سے رُکے رہنے "الصوم" کا ہے۔

۲۔ کلام نہ کرنا کلام نہ کرنے کو بھی قرآن مجید میں "صوم" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا (مریم) حضرت مریمؑ نے اپنے کلام کرنے سے رُک جانے کو صوم کے لفظ سے ظاہر کیا۔

۳۔ کھانے پینے اور چلنے پھرنے سے رُک جانا جب کوئی گھوڑا چلنے پھرنے یا کھانے پینے سے رُک جاتا تو عرب اس کو فرس صائم کہتے۔ علاوہ ازیں رُکے ہوئے / ٹھہرے ہوئے پانی کے لیئے مَاءٌ صَائِمٌ کُند چھری جو کاٹنے سے رُک جائے الصائمۃ من السکاکین۔ اور ایسی چرخی جو پھرنے سے رُک جائے، اُسے الصائمہ من البکرات۔ ہوا رک جانے کے لیئے صَامَت رِیح کے الفاظ بولے گئے ہیں۔

مختصراً یہ کہ امساک عن ای امر (ABSTINENCE) کو "صوم" کہتے ہیں۔

صوم کا اصطلاحی و شرعی معنی صوم کے مندرجہ ذیل اصطلاحی معنی بیان کیئے گئے ہیں۔

۱۔ الصیام ہو الامساک عن المفطرات من طلوع الفجر الی غروب الشمس ۔ بنیۃ خالصۃ للہ عزوجل۔

۲۔ الصوم ہو الامساک عن المفطرات من طلوع الفجر الی غروب الشمس بنیۃ الصوم فی نہار لا یحرم صومہ۔

۳۔ الصوم ہو الامساک عن شہوۃ البطن والفرج یوما کاملاً من طلوع الفجر الی الغروب الشمس بنیۃ التقرب الی اللہ عزوجل۔

خلاصہ یہ کہ طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کی نیت سے کچھ کھانے پینے، شہوت رانی و دیگر امور فاسدہ (بیان کردہ در احادیث نبویؐ) سے مکمل احتراز کو صوم

فضائل روزہ ۱۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں، کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ کلمہ۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج۔ رمضان کے روزے (بخاری و مسلم) ۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان کا ہر عمل اس کے لیئے ہوتا ہے۔ مگر روزہ میرے لیئے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ ڈھال ہے اور مجھے اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور روزہ رکھنے والے کے لیئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک روزہ افطار کرتے وقت کی خوشی اور دوسرے اللہ کی ملاقات کے وقت روزے کی خوشی (بخاری و مسلم) ۳۔ سہیل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے میں سے روزہ دار جنت میں داخل ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پس وہ کھڑے ہوں گے۔ اور اُن کے علاوہ اس دروازے میں سے کوئی نہیں داخل ہو سکے گا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری، مسلم) ۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تین آدمیوں کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔ روزہ دار جب روزہ افطار کرے۔ عادل حکمران۔ اور مظلوم کی پکار۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان)

روزہ نہ رکھنے پر وعید نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۱۔ جو بغیر عذر شرعی روزہ نہ رکھے، وہ ملعون ہے۔ ۲۔ جو بغیر عذر شرعی ایک روزہ بھی ترک کرے تو پھر خواہ تمام عمر روزے رکھے، وہ چھوڑے ہوئے روزے کی کفایت نہیں کر سکتے۔

روزہ کا حکم روزہ کا حکم یہ ہے کہ یہ ہر مکلف پر فرض ہے۔

فرضیت روزہ کے دلائل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

۱۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳) اے ایمان والو: تم پر روزے فرض کیئے گئے ہیں جیسا

کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ ۲۔ شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان. فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ لوگوں کے لیئے ہدایت اور ہدایت کی واضح نشانیاں ہیں۔ اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے تو وہ اس کے روزے رکھے۔ ۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وحج البیت وصوم رمضان (بخاری، مسلم) کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (ا) کلمہ یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (ب) نماز قائم کرنا (ج) زکوٰۃ (د) خانہ کعبہ کا حج کرنا (ھ) رمضان کے روزے رکھنا۔

۴۔ آپؐ نے فرمایا۔ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته (متفق علیہ)
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

لہٰذا فرضیت صیام پر اجماعِ امت ہے اور مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کسی دور میں بھی ان کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا صیام کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اس پر مسلمانوں کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ اور نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔

روزے کب فرض ہوئے | مسلمانوں پر روزے ۲ھ میں مدینہ میں فرض کیئے گئے۔

روزہ کب رکھنا چاہیئے | روزہ رکھنے کے لیئے ضروری ہے کہ رمضان کا چاند نظر آجائے۔ کیونکہ قمری مہینہ کبھی انتیس اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین۔ (بخاری و مسلم) چاند دیکھنے پر روزہ رکھو۔ اور چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو یعنی شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد روزہ رمضان شروع کرو۔ اسی طرح عید کا معاملہ ہے کہ عید (شوال) کا چاند نظر آجائے تو عید کی نماز پڑھو، اور اگر چاند نظر نہ آئے تو

رمضان المبارک کے تیس روزے پورے کرو۔ اور اگلے دن عید کی نماز پڑھو۔

رویتِ ہلال کا ثبوت

رویتِ ہلال کے ثبوت کے لیئے ضروری ہے کہ:

ایک سچا، عادل اور متقی گواہ مرد یا عورت ہو، اور وہ یہ گواہی دے کہ میں نے فلاں وقت فلاں جگہ چاند دیکھا۔ اس کی شہادت پہ روزہ رکھا جائے گا۔ جیسا کہ:

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: تراءی الناس الھلال فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصام وامر الناس بصیامہ۔ (ابوداؤد۔ دارمی) دارقطنی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ صحیح ابیھقی وابن حزمؒ) کہ لوگ چاند دیکھ رہے تھے (لیکن ان لوگوں کو نظر نہ آیا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ آپؐ نے روزہ رکھ لیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

ب۔ عن ابن عباسؓ قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الھلال یعنی ھلال رمضان فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ قال نعم قال اتشھد ان محمدا رسول اللہ قال نعم فقال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ۔ دارمی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ پس آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ! لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل سے روزہ رکھیں۔

اختلاف المطالع کا مسئلہ

ان دنوں اختلاف مطالع کے مسائل نے بڑی اہمیت اختیار کی ہے۔ اس مسئلہ پر اچھی خاصی بحث و تکرار ہوتی رہتی ہے اور دوسرے شہروں کے علاوہ جب ایک شہر میں رویت ہلال ثابت ہو جائے تو روزہ رکھنے میں علماء کے دو موقف ہیں۔

ا۔ جب ایک شہر میں چاند نظر آجائے تو وہاں روزہ رکھا جائے۔ اور اس کے قریب واقع شہروں میں جو اسی مطلع میں آتے ہیں بھی روزہ رکھا جائے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے

عن کریبؓ حیث قال رأیت الھلال بالشام، ثم قدمت المدینۃ، فقال ابن عباسؓ متی رأیتم الھلال؟ قلت لیلۃ الجمعۃ قال انت رأیتہ؟ قلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل العدۃ فقلت اولا نکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ؟ قال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت کریبؓ سے روایت ہے کہ میں نے شام میں چاند (رمضان کا) دیکھا۔ پھر میں مدینہ آیا تو حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو۔ انہوں نے کہا کہ تو نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ لوگوں نے بھی دیکھ کر روزہ رکھا۔ اور حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ تو انہوں نے کہا لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا ہے۔ ہم تو گنتی پوری ہونے تک روزہ رکھیں گے۔ میں نے کہا کیا آپ کے لیے حضرت معاویہؓ کی رؤیت اور روزہ کافی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حکم فرمایا ہے۔

یہ مؤقف حضرت ابن عباسؓ نے صوموا لرؤیتہ الحدیث کے تحت اختیار فرمایا۔ لیکن اس مؤقف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب دیگر شہروں سے کوئی رابطہ بسلسلۂ مواصلات یا جدید ذرائع رسل ورسائل واخبارات نہ تھا۔ اس وقت ہر بستی کے لوگ اپنی رؤیت پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

٢۔ جب ایک شہر میں رؤیت الہلال ثابت ہو جائے تو دیگر تمام شہروں کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ پھر دور و نزدیک میں امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ بشرطیکہ ان کو رؤیت ہلال کی خبر مل جائے۔ اور طلوعِ فجر سے قبل رات کے حصے میں ہوں۔ اور یہ اس لیے کہ فرمانِ نبویؐ صوموا لرؤیتہ تمام مسلمانوں کے لیے عام حکم ہے۔

خلاصۃ المرام | اگر ایک شہر میں چاند نظر آجائے تو دوسرے شہروں کے رہنے والے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بشرطیکہ دونوں شہروں کا مطلع ایک ہو ـــــ عصرِ حاضر میں اسی تحقیق پہ عمل ہو رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے علماء کے علاوہ مختلف سرکاری مراکزِ تحقیق نے اسی تحقیق کی تصویب کی ہے جن

میں مجمع البحوث الاسلامیہ الجامع الازہر مصر سے فہرست ہے۔

رؤیت ہلال کی دعا چاند دیکھ کر مندرجہ ذیل دعا پڑھنی چاہیئے:۔

اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی وربک اللہ ھلال رشد وخیر۔ (ترمذی بحوالہ ریاض الصالحین۔ مشکوٰۃ باب الدعوات) اے اللہ! ہم پر اس چاند کو امن وایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال (اے ہدایت وبھلائی کے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

شک کے دن کا روزہ رویت ہلال کے یقین کے بغیر شعبان کے آخری دن احتیاطی روزہ رکھنے کے بارے میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم

(رواہ الاربعۃ وصححہ الترمذی وذکرہ البخاری نیل الاوطار تعلیقا ج ۲ ص ۲۶۵)

جس شخص نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

روزہ کی نیت کرنا عن حفصہؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ بحوالہ مشکوٰۃ وصححہ ابن حزیمہ وابن حبان)

حضرت حفصہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ جو فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ درست نہیں۔

نیت دل میں کی جاتی ہے النیۃ ارادۃ القلب نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے ادائیگی کا نام اقرار ہے۔ نیت نہیں۔ زبان کی الفاظ کی ادائیگی احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ زبان سے روزہ کی نیت کرنا یا نیت کے مروجہ الفاظ بصوم غد نویت من شھر رمضان پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ کہنا بدعت ہیں۔

روزے کا دورانیہ روزے کا دورانیہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ـــــــ (البقرۃ ۱۸۷) اور کھاؤ پیو جہاں تک کہ نہار سے لیئے

رات کی تاریکی سے صبح صادق کی روشنی واضح ہو جائے۔ پھر فجر سے رات تک روزہ رکھو۔

فرضیت روزہ کی شرائط روزہ ہر مسلم عاقل، بالغ، صحت مند اور مقیم پر فرض ہے اور عورت پر بھی جو حیض ونفاس سے پاک ہو۔ کسی کافر۔ پاگل بچے۔ مریض۔ مسافر۔ حائضہ۔ نفاس والی عورت حاملہ۔ بچے کو دودھ پلانے والی اور بوڑھے پر روزہ نہیں ہے۔

ان مندرجہ بالا کچھ لوگوں پر تو مطلقاً روزہ نہیں ہے جیسے کافر اور مجنوں۔ بعض ایسے جن پر ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ بعد میں قضا کر لیں۔ اور بعض ایسے ہی کہ ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ان پر فدیہ واجب ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کافر اور پاگل کا روزہ چونکہ روزہ ایک اسلامی عبادت ہے لہٰذا یہ غیر مسلموں پر نافذ العمل ہی نہیں۔ اور پاگل چونکہ عقل نہ رکھنے کی وجہ سے غیر مکلف ہے۔ لہٰذا روزہ اس پر بھی لاگو نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاثۃ "عن المجنون حتی یفیق وعن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تین آدمی سے قلم اُٹھا لیا ہے یعنی وہ غیر مکلف ہیں۔ پاگل یہاں تک کہ اُسے افاقہ نہ ہو جائے۔ سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔ اور بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

بچے کا روزہ اگرچہ بچے پر روزہ فرض نہیں ہے تاہم بچپن ہی سے انہیں عادی بنانے کے لئے روزے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔

فقہ السنۃ میں بخاری اور مسلم کے حوالے سے ربیع بنت معوذ سے منقول ہے کہ ہم اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھاتے تھے۔ اور ہم مسجد میں جاتے تھے۔ جبکہ ہم نے اُن کی گڑیاں (کھلونے) بنائی ہوتی تھیں۔ جب کوئی بچہ کھانے کے لیئے روتا۔ تو ہم اُسے وہ گڑیا دے دیتے۔ یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔

روزہ نہ رکھنے کی رخصت اور وجوب قضا — ایسا مریض جسے شفایابی کی امید ہو۔ اور مسافر کو قضا کے ساتھ روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ومن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر (البقرہ: ۱۸۵)

اور جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام میں گنتی پوری کرے۔

مریض کے لیے اُس مرض کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت کے لیے معتبر مانا جائے گا جو روزہ رکھنے سے بڑھتا ہو یا جس میں روزہ رکھنے کی بنا پر شفا کا عمل مؤخر ہوتا ہو۔ اور مسافر کے لیے سفر کی حد کے اعتبار کے لیے زیادہ تر علماء نے اُس سفر کو شمار کیا ہے۔ جس پر نماز میں قصر کی جائے۔

روزہ نہ رکھنے کی رخصت اور وجوب فدیہ — شیخ فانی (بہت بوڑھا آدمی)، ضعیف العمر عورت اور ایسا مریض جس کے شفایاب نہ ہونے کی امید ہو۔ اور ایسے مزدور لوگ جو تمام سال مشقت کا کام کرتے ہیں۔ (اگر وہ کام نہ کریں تو گھر کی گزران سے تنگ ہو جائیں) انہیں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ ان پر قضا نہیں ہے۔ بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ ہر روز کسی مسکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلائیں۔ جو حسبِ عادت وہ خود کھاتے ہیں۔

بخاری میں حضرت عطا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ انہوں نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کی تلاوت کی۔ اور فرمایا کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔ یہ سن رسیدہ بوڑھے مرد اور ضعیف العمر بڑھیا کے لیے ہے جو روزہ کی استطاعت نہیں رکھتے تو وہ ہر دن کے بدلے مسکین کو کھانا کھلائیں۔ اور ایسا مریض جو ناقابلِ شفایابی ہو اور روزہ اس کے لیے باعثِ تکلیف ہو اور محنت شاقہ کرنے والے مزدور وغیرہ بھی بوڑھے کی طرح ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

وجوب الفطر (روزہ نہ رکھنا ضروری) اور وجوب قضاء — حیض اور نفاس والی عورت پر سے روزہ ساقط ہے۔ اگر وہ اس حالت میں روزہ رکھیں تو وہ درست نہ ہوگا۔ باطل ہوگا۔ اور جب یہ وقت گزر جائے تو ان پر قضا ضروری ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کنا نحیض علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوٰۃ (بخاری، مسلم)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حالت حیض میں ہمیں روزہ قضا کرنے اور نماز قضا نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا ــــــ اور اسی طرح اگر روزہ رکھے ہوئے کے دوران کسی عورت کو حیض و نفاس آ جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ روزہ توڑ دے۔ اگر وہ روزہ جاری رکھے تو اس کا روزہ باطل ہوگا۔ اور استحاضہ حیض کے اوقات کے علاوہ آنے والے خون کو کہتے ہیں۔ یہ روزہ رکھنے یا نماز کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوتا۔

حاملہ و مرضعہ کیلئے حکم | حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کو اگر روزہ سے جنین یا بچہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اُسے بھی روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔ اور بعد میں روزوں کی قضا کر لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلٰوۃ وعن الحبلی والمرضعۃ الصَّوم۔ (رواہ الخمسۃ۔ ترمذی عن انس بن مالک الکعبی) بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نماز کا کچھ حصہ ساقط کر دیا ہے۔ اور حاملہ اور مرضعہ سے روزہ ساقط کر دیا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک حاملہ اور مرضعہ کو خواہ اپنی جانوں کو، اپنے بچوں کی جانوں کو روزہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ان پر صرف قضا ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مرضعہ پر روزہ کا فدیہ اور قضا دونوں ہیں۔ حنابلہ اور شافعیہ کا بھی یہی موقف ہے کہ اگر حاملہ اور مرضعہ کو صرف اپنے بچوں کی جانوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان یہ بھی ہے کہ اگر ان دونوں قسم کی عورتوں کو صرف اپنی جانوں کا یا بچوں کی جانوں کے ساتھ اپنی جانوں کا اندیشہ ہو تو اُن پر صرف قضا ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ان پر صرف فدیہ ہی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ حاملہ اور مرضعہ اگر بوجہ خوف نقصان جنین و بچہ روزہ نہ رکھیں تو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ اگر ممکن ہو تو بعد میں قضا کریں۔ (تفسیر ابن کثیر)

کھانا کھلانے سے مراد سحری و افطاری کا کھانا ہے۔ ان دو وقت کے کھانے کے بدلے میں اس کے برابر نقد رقم بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

روزہ کو باطل کرنے والے امور ــــ روزہ کو باطل کرنے والے امور دو قسم کے ہیں:

۱۔ جو روزہ کو باطل کر دیتے ہیں۔ اور جن سے صرف قضا واجب ہے۔
۲۔ جو روزہ کو باطل کر دیتے ہیں۔ اور جن کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔

روزہ کو باطل کرنے والے امور جو موجب قضا ہیں

۱-۲۔ جان بوجھ کر کھانا پینا۔ اگر کسی نے بھول کر کچھ کھا پی لیا یا اسے زبردستی کچھ کھلایا پلایا تو اس پر قضا یا کفارہ کچھ نہیں۔
۳۔ جان بوجھ کر قے کرنا۔ اگر خود بخود قے آجائے تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔
۴-۵۔ حیض و نفاس اگر غروب آفتاب سے قبل ایک لمحہ بھی حیض و نفاس میں مبتلا ہو جائے تو حائضہ و نفساء پر قضا واجب ہوگی (کما مضیٰ)
۶۔ انزال المنی۔ اگر روزہ دار جان بوجھ کر انزال منی کرتا ہے خواہ وہ مشت زنی سے ہو یا بیوی کے بوس و کنار سے۔ اور بعض آئمہ کے نزدیک اگر وہ جان بوجھ کر کسی عورت پر مکرر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور اسے علم ہو کہ ایسے میں اسے انزال ہو جاتا ہے۔

احتلام ، مذی اور ودی سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

۷۔ مرتد ہو جانا۔ دین کو برا بھلا کہنا۔ مقدسات کی توہین کرنا۔ اور عبادات وغیرہ کا انکار کرنا۔ مرتد ہونے کو ہی متضمن ہے۔
۸۔ پاگل پن اور نشہ میں مبتلا ہونا۔
۹۔ روزہ کی نیت کو جان بوجھ کر توڑ دینا۔ خواہ عملاً اس نے کچھ کھا کر روزہ نہیں توڑا۔
۱۰۔ جب روزہ دار یہ گمان کر کے کہ سورج غروب ہو چکا ہے یا کہ ابھی کھانا کھاتا رہا طلوع فجر نہیں ہوئی بعد میں اس کے خلاف معلوم ہو گیا یعنی سورج غروب نہیں ہوا تھا یا طلوع فجر کا وقت ہو چکا تھا تو ائمہ اربعہ کے نزدیک اس پر قضا واجب ہے۔ اور بعض فقہاء کے نزدیک اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ اور اس پر قضا نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم

تمہاری بھول چوک کی بنا پر تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور گناہ اس پر ہے جو تمہارے دل ارادہ کریں۔

۱۱۔ تمباکو نوشی خواہ کسی قسم کی ہو (حقہ۔ سگریٹ۔ سگار۔ پائپ۔ بیڑی وغیرہ) اور ناک سے کھلاتے نسوار چڑھانا۔ یا منہ میں رکھنا وغیرہ۔

مفسداتِ روزہ | ۱۔ ایما وغیرہ کرانا۔ شریان یا جلد میں انجکشن (ٹیکہ) لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ شرعاً یہ طریق معتبر نہیں۔ تاہم افضل یہی ہے کہ روزہ افطار کرنے کے بعد ان کا استعمال کیا جائے۔

۲۔ آنکھوں یا کانوں میں کوئی ایسی چیز یا دوائی وغیرہ ڈالنا جس کا اثر حلق میں اتر جائے۔

۳۔ جب دانتوں میں کھانے کے ذرات باقی رہ جائیں۔ اور روزہ دار اسے دن کے بعد نگلتا ہے جبکہ اسے اس نگلنے کا احساس و تمیز بھی ہو۔

۴۔ کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرکے پیٹ میں پانی کا چلے جانا۔

۵۔ باطن سے بلغم کا ایسا اخراج جسے باہر تھوکنے کی بجائے نگل لیا جائے۔

۶۔ جماع کرنا ۷۔ انزالِ منی (کما مضیٰ)

روزہ کو باطل کرنے والے امور جو موجبِ قضا و کفارہ ہیں | امام احمدؒ کے علاوہ باقی ائمہ کے نزدیک یہ ہے کہ جماع کرنے سے قضا و کفارہ واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ روزہ دار نے یہ کام عمداً، خود مختار ہو کر اور اس کی تحریم کو جانتے ہوئے کیا ہو۔ اور صرف جماع ہی بطلانِ روزہ کا سبب ہو۔ بصورت دیگر روزہ دار صرف گناہگار ہوگا۔ اور اگر اس نے یہ سمجھ کر جماع کیا ہو کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہے، یا مغرب کا وقت ہو چکا ہے۔ پھر بعد میں اسے ظاہر ہوا ہو کہ اُس نے دن میں جماع کیا ہے۔ تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا بلکہ قضا ہوگی۔

امام احمد کہتے ہیں کہ جماع مطلق طور پر موجب قضا و کفارہ ہے۔ خواہ روزہ دار نے یہ فعل جان بوجھ کر کیا ہو یا بھول کر جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے خود اپنی مرضی سے یا مجبوراً۔

اور جمہور کے نزدیک کہ کفارہ مرد اور عورت پر واجب ہے جنہوں نے خود اپنی مرضی۔ باہمی رضامندی سے رمضان کے دن میں روزہ کی حالت میں عمداً جماع کیا ہو۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عورت پر کفارہ بالکل نہیں ہوگا۔ صرف قضا ہی ہوگی۔

کیفیت قضا | قضا کی کیفیت یہ ہے کہ ان دنوں کے بدلے میں (جن میں روزہ ٹوٹ گیا ہے) دیگر ایام میں روزہ رکھے۔ یہ دن ایسے ہوں جن میں روزہ رکھنا جائز ہو۔ کیونکہ عیدین کے دنوں اور تینوں ایام تشریق میں روزہ رکھنا خلاف شرع ہے۔ روزوں کی قضا جلدی کرنا چاہیئے۔ اور قضا کے روزے مسلسل اور متفرق دونوں قسم کے دنوں میں رکھے جا سکتے ہیں۔ اور جو آدمی اس حالت میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمّے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی بجائے روزے رکھے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک ولی روزہ نہ رکھے بلکہ ہر روز مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔

کیفیت کفارہ | کفارہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ ۱۔ ایک غلام آزاد کرنا۔
۲۔ لگاتار دو مہینوں کے روزے رکھنا۔ ۳۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

یہ صورتیں اسی ترتیب سے واجب ہیں۔ یعنی جو غلام آزاد نہ کر سکے یا اس کے پاس غلام ہو ہی نہ، تو وہ دو ماہ کے روزے لگاتار رکھے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کر سکتا ہے۔ کسی ایک کام کو کر لینے سے کفارہ ہو جائے گا۔ اور جس دن بھی یہ فعل جماع کیا جائے ہر دن کا علیحدہ علیحدہ کفارہ ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک تمام دنوں کا ایک دفعہ ہی کفارہ کافی ہے۔

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا | ان امور کی دو قسمیں ہیں:۔
۱۔ مکروہ۔ ۲۔ غیر مکروہ۔

مکروہ ۱۔ یہ وہ امور ہیں جن سے روزہ ٹوٹتا تو نہیں البتہ ان میں کراہت ہے۔ یعنی روزہ کے لیئے ناپسندیدہ و نقصان دہ ہیں۔

۱۔ کھانے کو منہ میں چبانا۔ یا پھر اس کا مزہ منہ میں رکھنا۔ پھر اسے گلے میں اُتارنا۔

۲۔ ایسی چیز کا منہ میں چبانا جو تحلیل نہیں ہوتی۔ اگر یہ منہ میں تحلیل ہو جائے تو روزہ باطل ہو جائیگا۔

۳۔ اپنے نفس کو ایسی مباح دیکھ کر، سُن کر یا سونگھ کر متمتع کرنا جیسے بیوی سے بوس و کنار اور غیر ضرر رسیدہ کے نتیجہ کے ساتھ اس کے معانقہ کرنا۔ برعکس نتیجہ کی صورت میں یہ فعل حرام ہوگا اور

[illegible] عورت پر نظر ڈالنا یہ روزہ دار اور غیر روزہ دار کے لیے حرام ہے۔ اور روزہ دار کے لیے اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

۴۔ سُرمہ ڈالنا۔ بغیر ضرورت آنکھ میں دوائی ڈالنا۔ شافعیہ اور احناف اسے مکروہ نہیں کہتے اور امام مالکؒ اسے حرام کہتے ہیں۔ اگر ان کا ذائقہ حلق میں چلا جائے۔ اور اگر شک بھی ہو تو مکرُوہ ہے۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ مکرُوہ ہے۔ اور اگر ذائقہ مُنہ میں چلا جائے تو روزہ باطل ہو جائے گا۔

۵۔ بالوں کو تیل لگانا۔ یہ جمہور کی رائے ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا اثر حلق تک پہنچ جائے۔ تو روزہ باطل ہوگا۔

۶۔ علاج کے لیے سینگیاں اور پچھنے لگوانا۔ امام احمدؒ نے سینگیاں لگانے اور لگوانے والے کے لیے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔

غیر مکرُوہ :۔ یہ وہ امُور ہیں جن سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ اسے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ ۱۔ کسی چیز کا پیٹ میں بھول کر یا بالجبر والاکراہ پہنچ جانا یا کسی شرعی عذر کی بنا پر ایسا ہونا۔ اور مالکیہ کے نزدیک بھولنے اور اکراہ سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور کفارہ کے بغیر قضا واجب ہو جاتی ہے۔

۲۔ موسم گرما میں غسل کر کے یا بلا مبالغہ کلی کر کے ٹھنڈا ہونا۔ مبالغہ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے۔ ۳۔ ایسی تھوک نگل لینا جو ابھی مُنہ کے اندر ہی ہو۔ نہ کہ ہونٹوں سے تجاوز کر گئی ہو۔ اور اسے واپس لا کر نگلا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے خوراک کے ذرات کا پیٹ میں پہنچ جانا جبکہ اسے چبانے سے عاجز ہو۔ ۵۔ گرد و غبار۔ مکھی، مچھر، دھوئیں کا یا آٹے کا اندر چلے جانا۔

۶۔ ہنڈیا کا نمک وغیرہ چکھ کر فوراً تھوک دینا ۷۔ مسواک کرنا۔ حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا

کہ میں اس کو شمار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی) مسواک کرنے میں دن کے پہلے یا آخری حصے کا کوئی فرق نہیں۔

روزہ اور ترک صلوٰۃ نماز چھوڑ کر روزہ رکھنے سے روزے اور زکوٰۃ وغیرہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ ایسا آدمی خارج از اسلام ہے۔

سحری کی فضیلت حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تسحروا فان فی السحور برکۃ (بخاری مسلم) سحری کھاؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے بمقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وعلیکم بھذا السحور، فانہ ھو الغذاء المبارک (نسائی) سحری کھاؤ کیونکہ یہ برکت والی غذا ہے۔۔۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھانے سے (جان بوجھ کر پرہیز) یہود اور نصاریٰ کی مشابہت ہے۔ (مسلم)

سحری کی اذان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی اذان کے لیئے حضرت بلالؓ کو مقرر فرما کر لوگوں میں اعلان فرمایا:۔ ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم یعنی بلال رات کو سحری کے وقت اذان دیتے ہیں۔ تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک عبداللہ بن ام مکتومؓ صبح کی اذان نہ دیں

سحری کس قدر ہو تھوڑا یا زیادہ کھانا سحری تصور ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔ السحور برکۃ فلا تدعوہ ولو ان یجرع احدکم جرعۃ ماء، فان اللہ وملئکتہ یصلون علی المتسحرین (رواہ احمد) سحری میں برکت ہے۔ اسے نہ چھوڑو۔ خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پیو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر سلام بھیجتے ہیں۔

سحری کا وقت سحری کا وقت نصف شب سے طلوع فجر تک ہے۔ اس میں تاخیر پسندیدہ ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے۔ بتسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوٰۃ قلت کم کان قدر ما بینھما؟ قال خمسین آیۃ (بخاری، مسلم)

کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر ہم نماز کے لیئے اٹھے، میں نے عرض کی ان میں (سحری اور نماز) میں کتنا فرق چاہیئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پچاس آیتیں پڑھنے پر لگنے والے وقت جتنا۔ حضرت عمرو بن میمونؓ سے روایت ہے، کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعجل الناس افطا

واخّاهم سحورًا (بیہقی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام لوگوں میں سے جلد افطار کرنے والے اور تاخیر سے سحری کرنے والے تھے۔

غسل جنابت کی حاجت اور سحری اگر کسی کو غسل جنابت کی حاجت ہو، لیکن سحری کھانے کا وقت انتہائی تھوڑا ہو تو وہ نجاست دور کر کے ہاتھ وغیرہ دھو کر سحری کھالے اور بعد میں غسل کرے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح ہونے کے بعد غسل کرتے تھے اور اس دن کا روزہ رکھتے تھے (بخاری)

افطار میں جلدی جب سورج غروب ہونے کا یقین ہو جائے تو افطار میں جلدی کرنا چاہیئے۔ عمرو بن میمون والی ایک روایت ذکر کی جا چکی ہے۔

۲۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے:۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (بخاری، مسلم) جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ روزہ جلدی افطار کرنے والے میرے محبوب ترین بندے ہیں۔ (ترمذی)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے روزہ کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے۔

۱۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم تکن فعلی تمرات فان لم تکن حسا حسوات من ماء۔

(رواہ ابوداؤد۔ الحاکم۔ صححہ۔ ترمذی۔ حسنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے قبل تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے اور اگر نہ پاتے تو خشک کھجوروں سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک بھی میسر نہ آتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

۲۔ سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے:۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان احدکم صائما فلیفطر علی التمر فان لم یجد فعلی الماء، فان الماء طہور (احمد۔ ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ کھجور سے

روزہ افطار کرے اگر اسے کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

افطار کرانا حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ایک روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کو روزہ دار کے روزے کے ثواب کی مقدار کے برابر ثواب ہوگا۔ باوجودیکہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ (ترمذی)

افطار کا وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس (مشرق) کی جانب سے رات شروع ہو جائے اور اس (مغرب) کی جانب سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ روزہ افطار کرے۔ (مشکوٰۃ)

افطار کرنے کی دعا احادیث مبارکہ میں افطار کرنے کی مندرجہ ذیل دعائیں منقول ہیں۔

۱۔ بِسْمِ اللہ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں نے تیری ہی خوشنودی کے لیئے روزہ رکھا تھا۔ اور تیرے ہی عطا کردہ رزق پر تیرا نام لے کر افطار کرتا ہوں۔

۲۔ افطار کے بعد یہ دعا پڑھی جائے۔ ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللہ (ابوداؤد) الحمد للہ: بھوک پیاس چلی گئی اور طبیعت سیر ہو گئی اور انشاء اللہ اجر بھی ثابت ہو چکا۔

افطار کے وقت کی دعا کی قبولیت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للصائم عند فطرہ دعوۃ ما ترد (ابن ماجہ)

کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔

رمضان المبارک میں خیرات کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کو ہر حاجت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ اور عام دنوں کے مقابلہ میں رمضان میں زیادہ صدقہ و خیرات فرمایا کرتے تھے۔

ترغیب قیام رمضان حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: من قام رمضان ایمانا

واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ، جو آدمی ثواب سمجھ کر اللہ کی رضامندی کے لیے قیام رمضان کرے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم ، مؤطا امام محمد)

نماز تراویح نماز تراویح رمضان کی ہر رات میں باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ اور اس کا وقت نماز عشاء کے بعد کا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیسویں پچیسویں اور ستائیسویں رمضان کی راتوں کو لوگوں کے ساتھ مل کر نماز تراویح ادا فرمائیں۔ (بخاری، مسلم) بعد میں اس خوف سے کہ اس طرح سے تراویح فرض نہ ہو جائیں۔ آپ نے باجماعت پڑھانی ترک کر دیں۔ اور پھر صحابہ کرامؓ متفرق طور پر اکیلے اکیلے نماز پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے تمام مسلمانوں کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے حکم دیا۔ تمام صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی اور تمام مسلمان اس پر عمل پیرا ہو گئے۔

تراویح اور تہجد تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں۔ اور تراویح کو شرعی اصطلاح میں قیام رمضان بھی کہتے ہیں۔ اس کا وقت نماز عشاء سے طلوعِ فجر تک ہے۔

(فتح الباری ۔ زرقانی ۔ ارشاد الساری ۔ نصب الرایہ ۔ فتح القدیر)

مسنون رکعت تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تراویح معہ وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جس پر مندرجہ ذیل احادیث و آثار صاف طور پر دلالت کرتے ہیں۔

ا۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کی کیفیت کے متعلق دریافت کیا جس پر آپؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔

(بخاری ۔ مسلم ۔ مؤطا امام مالک ۔ ابو داؤ ۔ بیہقی ۔ ترمذی ۔ مسند امام ۔ ابو عوانہ)۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نماز تراویح ہی کے ضمن میں روایت فرمایا ہے (بخاری مطبوعہ مصر)

۲۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان میں ہمیں آٹھ رکعت وتر تراویح پڑھائیں۔ (زوائد ابن حبان ص ۲۹۲۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۲۳۵۔ ابن خزیمہ ۔ مسند ابو یعلیٰ ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۵۹۷ ۔ عمدۃ القاری ۔ علامہ عینی حنفی ۔ مرقاۃ ج ۲ ص ۱۷۵ ۔ ملا علی قاری۔

آٹھ رکعت تراویح کا فاروقی حکم | محمد بن یوسف، سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ مع وتر لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔ مشکوٰۃ

تصریحات علماء و فقہاء حنفیہ بارہ تراویح | ۱۔ حنفی فقہ کے مسلمہ امام ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام رمضان وتر سمیت گیارہ رکعت ہی مسنون ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ ص ۳۳۴)

۲۔ مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی حنفی فرماتے ہیں۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں (عرف شذی ص ۳۰۹)

۳۔ ملا علی قاری حنفی رقمطراز ہیں کہ تراویح اصل گیارہ رکعت ہیں جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں۔ (مرقاۃ) ۴۔ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی نے حضرت جابرؓ کی گیارہ رکعت والی روایت کو سب سے صحیح مانا ہے۔ (التعلیق الممجد)

رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دورہ اور جود و سخا | حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ اور رمضان المبارک میں جبکہ جبریلؑ آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی۔ جبریلؑ آپ کے پاس آتے تھے۔ پس آپ سے قرآن پاک کا دور کرتے۔ ملخصاً (بخاری)

رمضان المبارک کا آخری عشرہ | ۱۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ایسی عبادت و محنت کرتے تھے جو دوسرے اوقات میں نہ ہوتی تھی۔ (مسلم، مشکوٰۃ) ۲۔ حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اعتکاف | حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے رمضان میں (آخری) دس دن کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرے کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی۔ ترغیب)

معتکف رفع حاجت (بیت الخلاء) اور غسل وغیرہ کے لیے گھر آسکتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

لیلۃ القدر | رمضان المبارک میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ (القرآن)

بقیہ ص ۱۰ پر

نظر بر نصاب سے پہلے

توحید کے علمبرداروں میں توحید فکر و عمل نہ ہو یہ ایک ایسا افسوسناک حادثہ ہے جس نے فکر و عمل کے تمام میدانوں میں ہماری تنگ و تاز کو نہ صرف یہ کہ بے برگ و بار بنا کر رکھ دیا ہے بلکہ ذلت و نکبت کی شرربار بجلیاں ہمارے اجتماعی خرمن حیات کو جلا کر خاکستر کر رہی ہیں۔ فکر و عمل کے اتحاد کا نہایت موثر اور نتیجہ خیز ذریعہ شورائیت ہے جس کی تعلیم و تاکید ہمیں کتاب و حکمت میں صاف طور پر دی گئی ہے۔

پورے ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے دینی مدارس کا جال کثرت سے پھیلا ہوا ہے جنہیں ابتدائی تعلیم کا کام بھی انجام دیا جاتا ہے اور ثانوی اور علیا تعلیم کا کام بھی، مگر انکے اندر وحدت اور یکسانیت کا افسوسناک حد تک فقدان پایا جاتا ہے، ہماری کوشش کو اس حد تک لازماً ہونی چاہئے کہ بلا اختلاف مسلک و مذہب ہمارے جملہ مدارس کے اندر نصاب تعلیم کی یکسانیت ہو، مگر علی سبیل التنزل سلفیہ مدارس دینی کے اندر تو اس وحدت کا پایا جانا لازم ہے۔

سر دست یہاں ہم پرائمری درجات کا نصاب تعلیم پیش کر رہے ہیں، جسکا مقصد سلفی پرائمری اسکولوں کے اندر نصاب کی وحدت اور یکسانیت پیدا کرنا ہے، مگر شورائیت کے تحت، ہندوستان کے جملہ دینی پرائمری اسکولوں کے ارباب فکر و نظر سے بالعموم اور سلفیہ پرائمری اسکولوں کے اصحاب فکر و عمل سے بالخصوص گزارش ہے کہ اس نصاب پر غائرانہ نظر ڈال کر اپنے مفید اور قیمتی مشورے اور تجاویز دفتر نوائے اسلام کو ارسال فرمائیں۔ بعد ازاں ہم مسلکی و غیر مسلکی تمام ماہرین تعلیم کو یکجا کر کے اس نصاب کو آخری شکل دینگے اور پھر تمام مدارس کو اس کی کاپیاں ارسال کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

ہم نے یہ عزم بھی کر رکھا ہے کہ متحدہ نصاب تعلیم کی عملی طور پر منظوری کے بعد ہم ایک تعلیمی تربیتی مرکز بھی قائم کریں گے جہاں معلمین اور معلمات کی تعلیمی تربیت کا اہتمام ہوگا۔ تاکہ نصاب تعلیم کو اس کی معنویت کے ساتھ ہر جگہ کامیابی کے ساتھ جاری کیا جا سکے۔ واللہ من وراء المقصد وھو یھدی السبیل۔

عبدالمجید اصلاحی

نصاب تعلیم

پرائمری (دینی) اسکول یا سلفی پرائمری اسکول

مرتب:- ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

علم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو تمام جنات، فرشتوں اور دیگر مخلوقات پر جوہر علم کی وجہ سے فضیلت دی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز "علم و قلم" جیسے الفاظ کے ساتھ ہوا تھا۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ (سورۃ علق: ۴، ۵)

آپ نے تحصیل علم کیلئے ہر ممکن جد و جہد اور کد و کاوش کی تلقین فرمائی اور اس کے حصول کے لئے تمام مشکلات و حدود کو عبور کرنے کا حکم دیا۔ (اطلب العلم ولو کان باھل الصین (حدیث)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو تاحیات یعنی پیدائش سے موت تک علم حاصل کرنے اور اس ضمن میں تحقیق و تفتیش کی راہ پر چلتے رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ اطلب العلم من المھد الی اللحد۔ (حدیث)

آپؐ نے امتِ مسلمہ کی عقل و شعور کو جلا بخشنے والی، خالق کی خلاقیت کا ادراک حاصل کرنے والی اور قوموں کی عروج کے لئے شہتیر کی حیثیت رکھنے والی توانائی کو حاصل کرنا لازم قرار دیا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ (حدیث)

افسوس کا مقام ہے کہ امتِ مسلمہ بالعموم اور سلفی مکتبِ خیال کے افراد بالخصوص، تیزی سے ترقی کرتے اور بدلتے ہوئے معاشرہ میں حصولِ علم کے تعلق سے پیچھے رہ گئے۔ علمی جد و جہد کے سارے میدانوں میں روز افزوں جدتوں، نئی تحقیقات اور نئے انکشافات اور علم کو بہتر معیار پر لانے میں تمام موجود مواقع کو خاطر خواہ استعمال نہیں کرسکے۔ ہندوستان میں مسلم آبادی کے بہت بڑے حصے ابھی بھی ابتدائی تعلیم سے محروم ہیں بالخصوص آبادی کے وہ بیشتر حصے جو دور دراز علاقوں میں آباد ہیں۔ ہندوستان کے ہر گوشہ میں امتِ مسلمہ کے دینی مدارس و مکاتب موجود ہیں جن سے صرف ایک فائدہ ہے کہ بچے قرآن کریم کی سورتوں کو حفظ کرلیتے ہیں، اردو اور قرآن و حدیث کی زبان کو پڑھ لیتے ہیں۔

آج پورے ہندوستان میں تقریباً ۳۰ ہزار دینی مدارس ہیں جو اپنی شاندار ماضی کے ساتھ ایک تاریخ رکھتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں یہ دینی مدارس وقت کی ملی ضرورتوں کو پورا کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہورہے ہیں کیونکہ ان کے نصاب تعلیم میں ایک زبردست کمی ہے۔ اوّلاً ان مدارس کے طلبا کو عربی زبان کتابوں میں پڑھا دی جاتی ہے لیکن تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنے خیالات کو اس دینی زبان میں ادا کرنے کا فن نہیں سکھایا جاتا۔ ثانیاً قلمی، ملی و غیر ملکی مسائل کو سمجھنے اور تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون مضامین انگریزی اور حساب سے قطعی لاتعلقی برتی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک سروے کے مطابق ہندوستان کے چودہ مشہور و معروف دینی مدارس میں سے صرف سات کے نصاب تعلیم میں انگریزی تین میں معاشیات، دو میں سیاسیات، تین میں جغرافیہ، تین میں حساب اور صرف ایک مدرسہ میں قومی زبان ہندی کو شامل کیا گیا ہے۔

دوسری جانب مسلمانوں کی انگلش درس گاہوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کے نصاب تعلیم میں گرچہ ماڈرن معاشرہ کی اکثر ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مسالے موجود ہیں لیکن بچوں کی دینی، اخلاقی اور روحانی تعلیم و تربیت کے مواد کا فقدان ہے۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم خلا ہے جو جدید ہندوستان میں مسلم معلموں اور دانشوروں کو پُر کرنا ہے۔

۱۹۷۹ء کو اقوام متحدہ کی طرف سے بچوں کا سال منایا گیا۔ ہندوستانی آئین کی دفعہ ۳۰ (۱) نے اقلیتوں کو جو تعلیمی مراعات دی ہیں، ملت کے افراد نے ان سے بھی کوتاہی برتی اور معصوم بچوں (جو قوم و ملت کا قیمتی سرمایہ ہیں) کی اخلاقی، تعلیمی، قانونی اور جسمانی نشو و نما میں کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ملی مکتب خیال کے افراد کچھ زیادہ ہی تنزلی پر ہیں۔ یہ جملے تنقیدی پہلو سے نہیں لکھے جا رہے ہیں بلکہ حقیقت حال کا اعتراف ہے اور اپنی ماضی قریب کی علمی و ملی جد وجہد کا ایک جائزہ ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کی ایک اہم وجہ یہ رہی ہے کہ ہم اب تک نہ تو تعلیمی سمت کا تعین کرسکے اور نہ ہی ابتدائی درجات سے دینی و دنیاوی علوم کو ساتھ لے کر چلے۔ جو مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت اسلامی انداز میں اور جائز حدود کے اندر ان کی دنیاوی ضرورتوں کو انجام دینے کی بھرپور صلاحیت پیدا کرنے میں معاون بنتے۔

ان مقاصد کے حصول کی طرف ہمارا پہلا قدم پرائمری (دینی) اسکول میں ایک نیا نصاب تعلیم نافذ کرنا ہے تاکہ ہمارے آج کے بچے، مستقبل کے فکر و عمل کا زندہ نمونہ بنیں، دنیاوی علوم سے مسلح عالم دین ہوں۔

انجینئر، صنعت کار، ڈاکٹر اور کامیاب معلّم و دانشور بنیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوتاہیوں کو دور فرما دے اور قرآن و سنت کے مطابق بچوں کو تعلیم و تربیت دینے کی توفیق بخشے۔ ان مقاصد کے تحت پڑھنے والے طلباء کو ان کی تعلیم میں برکت دے اور پڑھانے والے اساتذہ کی مدد فرمائے۔ آمین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

معیار عمر اور مضامین کا چارٹ

نمبر شمار	درجات	معیار عمر	مضامین
۱	اول	۶ سے ۷ سال	اسلامیات، عربی، انگریزی، اردو، حساب، جنرل معلومات، ہندی اور سوشل اسٹڈیز
۲	دوم	۷ سے ۸ سال	اسلامیات، عربی، انگریزی، اردو، حساب، جنرل سائنس، ہندی، جغرافیہ، سوشل اسٹڈیز
۳	سوم	۸ سے ۹ سال	اسلامیات، عربی، انگریزی، اردو، حساب، جنرل سائنس، ہندی، جغرافیہ، سوشل اسٹڈیز
۴	چہارم	۹ سے ۱۰ سال	اسلامیات، عربی، انگریزی، اردو، حساب، جنرل سائنس، ہندی، جغرافیہ، سوشل اسٹڈیز
۵	پنجم	۱۰ سے ۱۱ سال	اسلامیات، عربی، انگریزی، اردو، حساب، جنرل سائنس، ہندی، جغرافیہ، سوشل اسٹڈیز

نوٹ:- A۔ عمر کی یہ حد عارضی ہے۔ حالات کے مطابق کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔

B۔ درجہ اول میں جنرل معلومات کا ایک مضمون ہے۔ درجہ دوم سے یہی مضمون جنرل سائنس میں بدل جائے گا۔

C۔ درجہ اول میں جغرافیہ کا مضمون شامل نہیں ہے۔ D۔ حدیث صرف درجہ چہارم اور پنجم میں ہے۔

گھنٹوں کی تقسیم

شمارہ	مضامین	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	درجہ چہارم	درجہ پنجم
۱	اسلامیات	۷	۷	۷	۷	۷
۲	عربی	۷	۷	۷	۷	۷
۳	انگریزی	۷	۶	۶	۶	۶
۴	حساب	۷	۶	۶	۶	۶
۵	اردو	۷	۶	۶	۶	۶
۶	جنرل سائنس	معلومات ۴	۴	۴	۴	۴
۷	ہندی	۵	۴	۴	۴	۴
۸	جغرافیہ	×	۴	۴	۴	۴
۹	سوشل اسٹڈیز	۴	۴	۴	۴	۴
	کل گھنٹے فی ہفتہ	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸

نوٹ

(A) ہر درجہ کیلئے روزانہ آٹھ گھنٹے ہوں گے۔ (B) مضامین کے گھنٹوں کی تقسیم میں ضرورت کے مطابق تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ (C) ہفتہ میں ایک بار شروع کے گھنٹہ میں جنرل اسمبلی (اجتماعی حاضری) کا پروگرام رکھنا چاہئے۔ (D) سال میں ۳ بار ہر ٹرم کے اواخر میں امتحانات لئے جائیں۔ (E) روزانہ بچوں کو ہوم ورک دیئے جائیں۔ (F) امتحانات کے قواعد حالات کے مطابق بنالئے جائیں۔ (G) داخلہ کے لئے ضروری معیار، لشٹ اور دوسرے اسکول سے آنے کی صورت میں وہاں کی حاضری کا شمار ضروری ہے۔

درجہ اوّل (اسلامیات)

عقائد (توحید)

اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات میں ایک جاننا اور ماننا۔

مندرجہ ذیل صفات کے ذریعہ اللہ کی ذات کا علم حاصل کرنا۔ جیسے۔

۱۔ پوری کائنات کا پیدا کرنیوالا (خالق) ۲۔ سب کو پالنے والا۔ (رب)

۳۔ بہت رحم کرنے والا۔ (رحمان، رحیم) دونوں میں فرق۔

۴۔ زندگی اور موت دینے والا۔ (یحیی و یمیت) ۵۔ وہ باپ اور بیٹا نہیں رکھتا۔ (لم یلد ولم یولد)

سیر انبیاء

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک۔ آپؐ کی ولادت کی جگہ۔ آپؐ کے دادا، والد اور والدہ کا نام۔ آپؐ کا قبیلہ۔ آپؐ کے اخلاق بچپن سے جوانی تک۔ اس سلسلہ میں تین سچے واقعات۔

۲۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق۔ تمام جنات و فرشتوں پر آپ کی افضلیت اور اس کی وجہ۔ آپ کی حالات

زندگی کا مختصر تعارف۔

۳۔ حضرت نوحؑ کی بعثت، مقام دعوت، مختصر حالات زندگی اور سیلاب عظیم۔

اخلاقیات

۱۔ کسی سے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت کے آداب۔ اساتذہ اور بڑوں کو جہاں بھی ملیں سلام میں پہل کرنا۔ درجہ کے اندر سلام کرکے لو اجازت لے کر داخل ہونا۔ اسکول، جماعت کے ساتھیوں کو سلام کرنا، درسگاہ سے سلام کرکے رخصت ہونا اور ہر جگہ سب کو سلام کرنے میں پہل کرنا۔

۲۔ درسگاہ کے آداب۔ استاد کی اجازت سے (اور ان کی غیر موجودگی میں کلاس مانیٹر سے اجازت لے کر) درجہ میں آنا اور باہر جانا۔ استاد کی غیر موجودگی میں درجہ کے اندر ڈسپلن برقرار رکھنا۔ مانیٹر کو چاہیئے کہ استاد کی غیر موجودگی میں وہ جماعت کے طلباء کو کسی کتاب کا خاص ورق کھول کر پڑھنے کی تلقین کرے۔

۳۔ صفائی کے آداب۔ بدن، لباس، درجہ، اسکول اور گھر کی صفائی۔ ہاتھ منہ، آنکھ ناک اور دانتوں کی صفائی اور غسل کرنے کا اسلامی طریقہ، اسکول کے احاطہ میں کسی متعین جگہ پر درجہ کی صفائی کرکے کوڑا کرکٹ، ردی کاغذات کو پھینکنا یا جلا ڈالنا۔

عبادات

۱۔ ہر مسلمان کو ہر وقت پاک وصاف رہنا چاہیئے۔ جسم، کپڑے اور بستر پاک صاف ہوں۔ گندگی میل، نجاست سے ایک مسلمان کو بچنا چاہیئے۔

۲۔ اللہ کو یاد کرنے کا عمدہ طریقہ نماز ہے۔ نماز کے شرائط، وضو کا طریقہ، نماز کے اوقات اور تعداد رکعات۔

قرآن ناظرہ

عربی حروف کی پہچان۔

عربی

۱۔ عربی رسم الخط میں حروف ابجد کا تعارف۔

۲۔ عربی رسم الخط میں آسان عربی الفاظ کا پڑھنا اور لکھنا۔

۳۔ " " " چھوٹے چھوٹے عربی جملے پڑھنا اور لکھنا۔

۴۔ آسان عربی الفاظ کے معانی جیسے کتاب، قلم، ورق، مفتاح، قفل، کرسی، باب، جدار وغیرہ (اور دوسرے الفاظ منتخب کرلئے جائیں۔)

۵۔ لفظ "ہٰذا" سے مندرجہ بالا الفاظ کے جملے بنانا۔ جیسے ھذا کتاب، ھذا قلم وغیرہ۔

۶۔ لفظ "ما" اور لفظ "ھذا" کا ایک ساتھ استعمال کرکے سوالیہ جملے بنانا جیسے ما ھذا؟ جواب ہوگا۔ ھذا بابٌ وغیرہ۔ (کتاب۔ اقراء جلد اوّل)

انگریزی

۱۔ انگریزی کے بڑے حروف (CAPITAL LETTERS) کی پہچان اور انکی مشق۔

۲۔ انگریزی کے چھوٹے حروف (SMALL LETTERS) کی پہچان اور انکی مشق۔

۳۔ دو حرفی الفاظ کے پڑھنے اور لکھنے کی مشق (بڑے حروف اور چھوٹے حروف دونوں میں) جیسے۔

AN, AT, IN, ON, NO, GO, DO, SO, OF, UP, IT, IS,

an, at, on, no, go, do, so, of, in, up, it, is etc.

۴۔ سہ حرفی الفاظ (بڑے اور چھوٹے حروف دونوں میں) کے پڑھنے اور لکھنے کی مشق کرائی جائے۔ جیسے۔

CAT, RAT, MAN, FAN, HOT, NOT, POT, BOX, SON, SUN,

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی یاد کرائے جائیں اور بچوں سے جملوں میں ادا کرائے جائیں۔

BABY, BOY, MAN, WOMAN, KNIFE, CUP, PLATE, TABLE, RICE, MILK, EGG, APPLE, MANGO, AND, WATER, SIT, THROW, CATCH, FILL, TALK, LAUGH, READ, WASH, WRITE

۶۔ A اور AN کا فرق بتایا جائے۔

۷۔ مندرجہ ذیل پری پوزیشن (IN, AT, ON, OF) کا استعمال سکھایا جائے اور مشق کرائی جائے۔

حساب (درجہ اول)

۱۔ ایک سے دس تک گننا۔ جماعت میں لڑکوں، سامان، گولیوں اور تیلیوں وغیرہ کی مدد سے ایک ایک کا اضافہ کرتے ہوئے گننا اور ایک ایک کم کرتے ہوئے گننا۔ ایک سے دس تک کے سکے پہچاننا۔

۲۔ چیزوں، شکلوں یا ماڈلوں کی مدد سے بہت یا تھوڑا (مقدار میں) کم یا زیادہ (تعداد میں) چھوٹا بڑا اور پتلا موٹا کی پہچان کرانا۔

۳۔ تیلیوں یا گولیوں کی مدد سے بیس تک گننا۔ پڑھنا اور لکھنا، پھر الٹا اوپر سے نیچے تک گننا۔

۴۔ جوڑنے + گھٹانے ـ اور برابر = کی علامتوں کی پہچان کرانا۔ چیزوں کی مدد سے اس میں کچھ جوڑنے یا نکال لینے یعنی گھٹانے کا تصور۔

۵۔ سو تک گنتی گننا، پڑھنا اور لکھنا۔ پھر الٹا اوپر سے نیچے تک گننا۔

۶۔ سو تک کے اعداد کو الفاظ میں لکھنا۔ ۷۔ ایک سے دس تک کے پہاڑے یاد کرانا۔

۸۔ گول، چوکور، تکونے شکلوں کی پہچان کرانا۔ ۹۔ اکائی دہائی کا تصور۔

اردو

۱۔ درسی کتاب کو پڑھنا۔

۲۔ کم از کم ۵ مختلف رنگوں، جانوروں، پرندوں، پودوں، پھولوں اور جسم کے اعضاء کے نام کا پڑھنا اور لکھنا۔

۳۔ بڑے لوگوں میں سے کم از کم تین مشاہیر کی کہانیوں کا زبانی سننا اور سنانا۔

۴۔ کم از کم ایک حمد اور ایک نعت کا زبانی یاد کرنا۔

۵۔ تختی، کاپی یا سلیٹ پر آسان اردو الفاظ کا بار بار لکھنا۔

۶۔ آسان اور سادہ جملے بنانا۔

۷۔ مختصر واقعات اور آسان کہانیاں پڑھنا۔ ۸۔ املا۔

معلومات

۱۔ قرآن کریم کس زبان میں ہے ؟

۲۔ یہ کتاب کن پر اتاری گئی ؟
۳۔ اس میں کتنے پارے ہیں ؟
۴۔ دنیا میں کتنے براعظم ہیں ؟
۵۔ ہندوستان میں کتنے صوبے ہیں ؟
۶۔ ہندوستان کا وزیراعظم کون ہے ؟
۷۔ پتھر کے کوئلے سب سے زیادہ کس صوبے میں نکلتے ہیں۔
۸۔ ریل کے انجن کہاں بنتے ہیں ؟
۹۔ تاج محل کس نے بنوایا اور کہاں ہے ؟
۱۰۔ قطب مینار کہاں ہے ؟
۱۱۔ لال قلعہ کس نے بنوایا اور کہاں ہے ؟
۱۲۔ سید احمد شہید بریلوی کون تھے ؟
۱۳۔ ٹیپو سلطان کون تھے ؟
۱۴۔ ہندوستان کب آزاد ہوا ؟
۱۵۔ مہاتما گاندھی کا پورا نام کیا تھا ؟
۱۶۔ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کس نے بنوایا ؟
۱۷۔ مولانا ابوالکلام آزاد کیوں مشہور ہوتے ؟
۱۸۔ دل کا کیا کام ہے ؟
۱۹۔ پھیپھڑے کا کیا کام ہے ؟
۲۰۔ وٹامن کیا ہے اسکے کتنے اقسام ہیں ؟
۲۱۔ اسلامی مہینوں کے نام ؟

ہندی

مجوزہ کتاب دیکھیں۔ استاد لڑکوں کی استعداد کے مطابق حروف (اکھر) کی پہچان کرائیں الفاظ پڑھائیں اور ماترا سکھائیں۔

سوشل اسٹڈیز (درجہ اول)

۱۔ انسان سوسائٹی میں لوگوں کے ساتھ رہنے پر کیوں مجبور ہے ؟
۲۔ کیا وہ اپنی ساری ضرورتوں کی چیز خود بناتا ہے ؟
۳۔ سوسائٹی میں امن کیوں ضروری ہے ؟ ۴۔ جانور انسان کی کیسے مدد کرتے ہیں ؟
۵۔ گھر انسان کے لئے کیوں ضروری ہے ؟
۶۔ گھر کی، بدن کی اور لباس کی صفائی کیوں ضروری ہے ؟

درجہ دوم (اسلامیات)

عقائد (توحید)

(درجہ اول کے اسباق کا اعادہ)

مزید۔ اللہ اپنی ذات وصفات میں ایک ہی ہے۔ اگر دو ہوتے تو کیا ہوتا؟
مندرجہ ذیل صفات کے ذریعہ اللہ کا تصور۔

١۔ قیامت کے دن کا مالک۔ ٢۔ غیب کا جاننے والا۔
٣۔ ہر جگہ موجود رہنے والا۔ ٤۔ ہر وقت اور ہر جگہ سب کو دیکھنے والا۔
٥۔ سب کی سننے والا۔ ٦۔ ظالموں کو سزا دینے والا۔

سیر انبیاء

١۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ایوبؑ کے مختصر حالات زندگی۔
٢۔ حضورؐ سے پہلے دنیا کے حالات (بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، شراب خوری، زناکاری، قتل وغارت گری اور بت پرستی وغیرہ۔)
٣۔ حضورؐ کی ولادت (درجہ اول کے اسباق کا مختصر اعادہ) خاندانی حالات۔ قبیلۂ قریش کی خانۂ کعبہ کی تولیت۔ کعبہ کی مرمت کے وقت حجر اسود کا قضیہ۔
٤۔ آپؐ کی ایمانداری، سچائی، شرافت، امن پسندی، غریبوں کی مدد، تجارت کا آغاز، حضرت خدیجہؓ سے شادی، غار حرا میں عبادت کیلئے گوشہ نشینی، حضرت خدیجہؓ کے اوصاف۔

اخلاقیات

١۔ والدین کے حقوق ٢۔ بڑے بھائی بہنوں کے حقوق
٣۔ چھوٹے بھائی بہنوں کے حقوق ٤۔ رشتہ داروں کے حقوق

۴۔ پڑوسیوں کے حقوق۔ ۶۔ ایمانداری، معاف کردینا، مل جل کر رہنا اور بری عادتوں سے بچنا۔

عبادات (مساحل کے نصاب کا مختصر خاکہ)

۱۔ نماز پڑھنے کا طریقہ (یعنی پانچ اوقات کی نماز پڑھنے کا طریقہ)
۲۔ مختلف اوقات کی نمازوں کے نام (جیسے ظہر، عصر، مغرب وغیرہ)
۳۔ مختلف ضرورتوں کی مختلف نمازیں (جیسے نماز جنازہ، نماز عیدین، نماز حاجت، نماز استسقی اور نماز خسوف وغیرہ)
۴۔ اذان کے الفاظ ۵۔ مسجد کے آداب۔

قرآنی پارے (ناظرہ اور حفظ)

۱۔ پارہ عم کی آخری دس سورتوں کو ناظرہ پڑھنا۔ سورۂ فاتحہ اور چاروں قل کو حفظ کرنا۔

عربی (درجہ دوم) ناظرہ

۱۔ عربی رسم الخط میں، الفاظ کا پڑھنا اور ان کے معنی یاد کرنا جیسے (مسجد، بیت، دکان، مکتب، میزان، ساعۃ، کتاب، درّاجۃ، مدرسۃ، سبّورۃ اور دواۃ وغیرہ) اور انسانی اعضاء کے نام عربی میں پڑھنا اور یاد کرنا۔
۲۔ لفظ "ہذا" سے مندرجہ بالا الفاظ کے جملے بنانا۔ ۳۔ انہی الفاظ سے خالی جملوں کو پر کرنا۔
۴۔ لفظ "ما" اور لفظ "ھٰذا" کا ایک ساتھ استعمال کر کے مندرجہ بالا الفاظ سے سوالیہ جملے بنانا۔
۵۔ عربی میں مختلف رنگوں کے نام یاد کرانا اور بچوں سے لکھوانا۔
۶۔ انتَ، انتِ، انتما، انتم، انتنّ، انا اور نحن کا استعمال۔
۷۔ سوالیہ جملوں کے لئے "ھل"، "ما ھذا"، "این" کا استعمال۔ ۸۔ ایک سے پچاس تک عربی میں گنتی۔

انگریزی (درجہ دوم)

مندرجہ ذیل جملے سکھائے جائیں اور فرق بتائے جائیں۔

I AM, YOU ARE, HE IS, SHE IS, THEY ARE, MY BOOKS, YOUR BOOK, HIS PEN, HER BOOK, THIS IS, THAT IS,

۲۔ سوالیہ جملوں کیلئے مندرجہ ذیل الفاظ یاد کرائے جائیں اور لکھوائے جائیں:

WHO, WHY, WHERE, WHEN, HOW, IS, ARE,

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی یاد کرائے جائیں اور لکھوائے جائیں۔

MOTHER, FATHER, BROTHER, SISTER, UNCLE, AUNT, HEAD, HAIR, FACE, EARS, NOSE, MOUTH, LIPS, EYES, NECK, ARMS, HAND, FINGER, NAILS, LEG, RED, GREEN, WHITE, BLUE, BLACK, YELLOW, HORSE, COW, FISH, HEN, BIRD,

۴۔ مندرجہ بالا الفاظ سے سوالیہ جملے اور پھر انکاریہ جملے بنوائے جائیں۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی یاد کرائے جائیں۔

WE, US, OUR, THIS, THESE, THOSE, OVER, UNDER, THE

۶۔ ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کرائے جائیں اور بار بار بچوں سے لکھائے جائیں۔

حساب (درجہ دوم)

۱۔ درجہ اول کے کاموں کا مختصر اعادہ۔

۲۔ سو سے آگے ایک ہزار تک کی گنتی گننا، لکھنا اور پڑھنا پھر اوپر سے الٹا گننا۔ لکھنا اور پڑھنا۔

۳۔ " " " " کو الفاظ میں لکھنا۔

۴۔ اکائی، دہائی، سیکڑہ اور ہزار کا تصور۔

۵۔ دو ہندسوں، تین ہندسوں پھر چار ہندسوں والے اعداد کا جوڑ بغیر حاصل کے مشق کرانا۔

۶۔ " " " " " " " " حاصل کے ساتھ مشق کرنا۔

۷۔ دو تین اور چار ہندسوں والے اعداد کا جوڑ بغیر ادھار لئے۔

۸۔ " " " " " " ادھار لے کر۔

۹۔ ضرب کی علامت × کی پہچان۔ ۱۰۔ بیس تک کے پہاڑے یاد کرنا۔
۱۱۔ گھڑی میں گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ کی پہچان۔

اردو (درجہ دوم)

۱۔ درجہ اول کے نصاب کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ درسی کتاب کا پڑھنا۔
۳۔ کم از کم دس اڑنے والے، دس چار پاؤں پر چلنے والے، دس سمندر یا پانی میں رہنے والے حیوانات کے نام یاد کرنا اور انکو بار بار لکھنا (درجہ اول میں سکھائے گئے ناموں کا اعادہ نہ ہو)۔
۴۔ دس پودوں، دس پھولوں اور دس پھلوں کے نام یاد کرنا اور ان کو بار بار لکھنا (درجۂ اول میں سکھائے گئے ناموں کا اعادہ نہ ہو۔
۵۔ علامہ اقبال کی نظم "سارا جہاں ہمارا" کو یاد کرنا۔
۶۔ ایک حمد اور ایک نعت کا یاد کرنا (درجہ اول میں یاد کئے گئے حمد و نعت کا اعادہ نہ ہو)
۷۔ درسی کتاب سے الفاظ لے کر جملے بنانا۔
۸۔ "میرا" اور "میری"، "تمہارا" اور "تمہاری"، "ہمارا" اور "ہماری" کا فرق۔ انہیں جملوں میں استعمال کرنا اور بار بار لکھنا۔ ۹۔ درسی کتاب کے سبق کو املا کے طور میں لکھوانا۔

جنرل سائنس (درجہ دوم)

۱۔ جاندار اور غیر جاندار میں فرق۔
۲۔ ہوا، پانی اور غذا کی اہمیت IMPORTANCE OF AIR, WATER AND FOOD
۳۔ جانداروں کے قد اور وزن کا بڑھنا۔ GROWTH OF LIVING THINGS
۴۔ وٹامن، پروٹین، کاربو ہائیڈریڈ کا مختصر تعارف۔ ان کی ضرورت۔
۵۔ پیڑ کے مختلف حصوں کے نام کی پہچان۔ IDENTIFY PARTS OF A TREE
۶۔ سورج کی اہمیت ۷۔ سایہ کیوں پڑتا ہے۔
۸۔ دن اور رات کے ہونے کی وجہ۔ ۹۔ موسم کیوں بدلتے ہیں۔

۱۰۔ دنیا میں زمین کا کتنا حصہ پانی میں ہے۔ ۱۱۔ بدن کی صفائی کیوں ضروری ہے۔
۱۲۔ انسان کے دل کے دھڑکنے کی رفتار کیا ہے؟

ہندی (درجہ دوم)

درسی کتاب دیکھئے اور استاد کی مدد سے موزوں الفاظ، جملے اور کہانیاں بچوں کو پڑھائیے۔ لکھوائیے اور زبانی سنئے۔

جغرافیہ (درجہ دوم)

۱۔ سمت کی پہچان۔ ۲۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر نیچے کی پہچان۔
۳۔ ہندوستان سے کعبہ (قبلہ) کا رخ کی پہچان۔ ۴۔ ہندوستان کا سیاسی نقشہ اور صوبوں کے نام۔
۵۔ تالاب، نہر، ندی اور سمندر کے فائدے۔ ۶۔ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا۔
۷۔ ہندوستان کے نقشہ پر مشہور شہروں کی نشان دہی۔
۸۔ " " " " دریاؤں کی نشان دہی۔

سوشل اسٹڈیز (درجہ دوم)

۱۔ پڑوس اور پڑوسی ۲۔ ذرائع حمل ونقل
۳۔ پوسٹ آفس اور اسکے فوائد ۴۔ موسم اور وقت کی معلومات
۵۔ غذا کی اہمیت ۶۔ پانی کی اہمیت اور ضرورت
۷۔ لباس کی ضرورت ۸۔ تیوہار کی اہمیت
۹۔ گھر کی صفائی

اسلامیات درجہ سوم

توحید

۱۔ اللہ کے ۲۰ ناموں کو یاد کرنا۔

۲۔ اللہ اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے لہذا اسے حقوق میں بھی ایک ہی ماننا چاہیئے۔

۳۔ ہم پر اللہ کے کیا حقوق ہیں؟

عقائد

کلمہ توحید کیا ہے؟

۱۔ ایک اللہ پر ایمان ۲۔ تمام انبیاء پر ایمان

۳۔ تمام پچھلی کتابوں پر ایمان ۴۔ یوم آخرت پر ایمان

۵۔ فرشتوں کے وجود پر ایمان (مخصوص فرشتوں کے نام یاد کرائے جائیں)

سیر انبیاء

۱۔ درجہ دوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غار حرا میں حضرت جبرئیل کی آمد۔ (نبوت کا ملنا)

۳۔ قرآن کریم کی پہلی وحی کے آیات ۴۔ حضرت خدیجہؓ سے حقیقت واقعہ سے آگاہی ان کی تسلی۔

۵۔ تبلیغ دین کا آغاز۔ ۶۔ پہلے اسلام قبول کرنے والے مرد وعورت۔

۷۔ کفار مکہ کی طرف سے مزاحمت۔ آپ کے چچا ابو طالب کے پاس قریش کی سفارش، آپ کو جسمانی ایذاء، آپ کا سماجی بائیکاٹ۔

۸۔ مسلمانوں کا ہجرت حبشہ۔ ۹۔ حضورؐ کے قتل کی سازش۔

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کو ہجرت۔

۱۱۔ حضرت ہودؑ اور صالح علیہما السلام کے مختصر حالات زندگی۔

اخلاقیات

درجہ دوم کے اسباق کا اعادہ۔

۱۔ چغل خوری کی تعریف اور اس سے بچنا نیز اس کے نقصانات۔
۲۔ غیبت کی تعریف اور اس سے بچنا " " "
۳۔ بہتان کی تعریف اور اس سے بچنا " " "
۴۔ جھوٹ کی تعریف اور اس سے بچنا " " "
۵۔ کسی کو حقیر سمجھنا اور اس کے نقصانات۔

عبادات

۱۔ ارکان اسلام کیا کیا ہیں؟ (کلمۂ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج)
۲۔ روزہ کب اور کن لوگوں پر فرض ہے؟ ۳۔ قرآن کریم کس مہینہ میں نازل ہوا؟
۴۔ روزہ رکھنے کے وجوہات ۵۔ روزہ کے اوقات
۶۔ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ۷۔ بیمار مرد اور بیمار عورتوں کیلئے روزہ کا کیا حکم ہے؟
۸۔ صدقۂ فطر کیا ہے؟
۹۔ عید کیا ہے؟ عیدین کی تکبیریں (سلفی مکتب خیال میں)

قرآنی پارے

۱۔ سورۃ قدر، بینۃ، زلزال، عادیات، قارعۃ، تکاثر، عصر اور سورۃ ہمزہ کا ناظرہ پڑھنا۔
۲۔ سورۃ قدر، عصر، فیل، قریش، کوثر اور سورۃ نصر کا حفظ کرنا۔

عربی (درجہ سوم)

۱۔ عربی رسم الخط میں مندرجہ ذیل الفاظ کا پڑھنا اور ان کے معانی یاد کرنا۔ (مسطرۃ۔ منارۃ۔

رسالۃ، نظارۃ، کمرہ، طالب، طالبۃ، طفل، طفلۃ، معلم، معلمۃ، مسلم، مسلمۃ، صدیق، صدیقۃ، والد، والدہ، ولد، بنت، اخ، اخت، اب، ام، رجل، امرأۃ، علم، مذیاع، تلفزیون، دفتر اور ماء)

۲۔ ھذا، ھذہ، ذلک اور تلک کا فرق، مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ انکا استعمال۔

۳۔ ھذا، ھذہ، ذلک اور تلک سے جملے بنانا۔

۴۔ جملے کی خالی جگہوں کو پُر کرنا۔

۵۔ کَ، کِ، کما اور کم کا فرق۔ الفاظ اور جملوں میں استعمال۔

۶۔ عربی میں ۱۵ سے ۱۰۰ تک گنتی۔

۷۔ بچوں سے زیادہ سے زیادہ عربی جملوں اور الفاظ کو عربی رسم الخط میں لکھوانا۔

انگریزی (درجہ سوم)

۱۔ درسی کتاب میں سے جملوں کی مشق بچوں سے باری باری کرائی جائیں۔

۲۔ دنوں کے نام انگریزی میں یاد کرائے جائیں۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا فرق اور جملوں میں ان کے استعمال بتائے جائیں۔

WAS, WERE, HAS, HAVE, HAD, SHALL,
WILL, YESTERDAY, TOMORROW, TODAY

۴۔ DO, DOES, DID, کا استعمال بتایا جائے۔ بچوں سے ان کے جملے بنوائے جائیں۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی اور ان کا استعمال بتایا جائے۔

BEHIND, WITH, AFTER, CAN, BEFORE, IN FRONT OF

۶۔ مندرجہ ذیل پیشے کے لوگوں کے لئے انگریزی الفاظ یاد کرائے جائیں اور بار بار لکھوائے جائیں۔

CARPENTER, FARMER, MASON, BUTCHER, DOCTOR, NURSE, WASHERMAN, SWEEPER, BARBER, PAINTER, ELECTRICIAN, POSTMAN, DRIVER, COOK, MILK MAN, TAILOR, FISHERMAN

۷۔ مندرجہ ذیل عبادت گاہوں کے لئے انگریزی الفاظ یاد کرائے جائیں۔

MOSQUE (FOR MUSLIMS), TEMPLE (FOR HINDUES) CHURCH (FOR CHRISTIANS) AND GURUDWARA (FOR SIKHS)

۸۔ گھڑی میں وقت کی پہچان کرائی جائے۔

حساب (درجہ سوم)

۱۔ درجہ دوم کے کاموں کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ ایک ہزار سے اوپر ایک لاکھ تک کی گنتی گننا اور لکھنا۔

۳۔ اکائی دہائی، سیکڑہ، ہزار، دس ہزار اور لاکھ کا تصور۔

۴۔ جفت (EVEN) اور طاق (ODD) اعداد کی مثالوں سے پہچان۔

۵۔ چار مسلسل جفت اور چار مسلسل طاق اعداد کی پہچان اور بچوں سے مشق کرانا۔

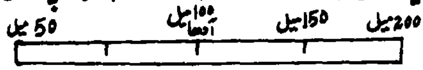
۶۔ چار، پانچ، چھ اور سات ہندسوں والے اعداد کا جوڑنا۔

۷۔ " " " " " " " گھٹانا۔

۸۔ آسان ضرب اور آسان تقسیم کی مشق (پہلے علیحدہ علیحدہ لکھ کر پھر عشری طریقہ سے)

$6 \times 3 = 18$ یا $\frac{6}{18}$ یا $\frac{۶}{۱۸}$

۹۔ چارٹ یا اسکیل کی مدد سے آدھا، آدھے کا آدھا (چوتھائی) اور تہائی کا تصور۔



۱۰۔ اعداد کے ذریعہ بچوں سے مشق کرانا۔ $\frac{1}{2}$ ، $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{3}$ وغیرہ۔

۱۱۔ وزن ناپنے کے پیمانے گرام، کلوگرام، کوئنٹل، آدھ کلو کی پہچان۔

۱۲۔ حجم ناپنے کے پیمانے ملی میٹر، سنٹی میٹر اور لیٹر کی پہچان۔

۱۳۔ مرکب ضرب و تقسیم کے آسان سوالات، پہلے الگ الگ لکھ کر پھر عشری طریقے سے۔

۱۴۔ بارہ تک رومن ہندسوں کی پہچان۔

۱۵۔ کلینڈر دیکھنے کی مشق، دن، تاریخ اور چھٹی کے دنوں کی پہچان۔

اردو (درجہ سوم)

۱۔ سال دوم کے کاموں کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ درسی کتاب کے اسباق کا پڑھنا اور انہیں نقل کرنا۔
۳۔ تین آسان نظمیں زبانی یاد کرنا۔
۴۔ ایک حمد اور ایک نعت یاد کرنا (درجہ اول و دوم میں یاد کئے گئے حمد و نعت کا اعادہ نہ ہو)۔
۵۔ "وہ"، "یہ"، "اس کا"، "اس کی"، "ان کا"، "ان کی" کا فرق اور انہیں جملوں میں استعمال کرنا۔
۶۔ درجہ میں موجود اشیاء کو تعداد کے ساتھ لکھنا۔
۷۔ اوقات نماز کو تعداد رکعات کے ساتھ لکھنا۔
۸۔ واحد اور جمع کا فرق۔ مثالوں کے ذریعہ اور درسی کتاب سے منتخب جملوں سے واضح کیا جائے۔
۹۔ پانچ بڑے شہر، پانچ بڑے مسلم لیڈر، پانچ مشہور قومی لیڈر، پانچ مشہور ممالک اور پانچ مشہور مذاہب کے نام یاد کرنا اور انہیں لکھنا۔
۱۰۔ اس درجہ سے خوش خطی پر زور دینا۔ ۱۱۔ املا حسب سابق۔

جنرل سائنس (درجہ سوم)

۱۔ درجہ دوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔
۲۔ کچھ پھلوں کو کاٹ کر اس کے بیج بچوں کو دکھائے جائیں۔
۳۔ پھل اور پھول کے پودے بیج ہی سے نکلتے ہیں۔ (بیج کا مقصد)
۴۔ ٹماٹر، پیاز، گلاب اور کیلا کے پودوں کا عملی مشاہدہ۔
۵۔ جانوروں کے جسم کے نام اور ان کے کام۔ جیسے مچھلی، مینڈک، مرغی، چھپکلی وغیرہ۔
۶۔ پودے پانی کہاں سے اپنے اندر جذب کرتے ہیں۔ اور ہوا کس حصہ سے کھینچتے ہیں؟
۷۔ مٹی کس طرح کی ہوتی ہیں۔ (ریت اور چکنی مٹی وغیرہ)
۸۔ انسان کے جسم میں دل، ہوا کی نالی، پھیپھڑے، زبان، ناک اور جلد کے کیا کام ہیں؟
۹۔ ہماری دنیا گول ہے۔ اس کے ثبوت؟

۱۰۔ زمین پر روشنی کہاں سے آتی ہے۔ ۱۱۔ سورج ہماری دنیا سے کتنی دوری پر ہے۔

جغرافیہ (درجہ سوم)

۱۔ درجہ دوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔
۲۔ سعودی عرب کے نقشہ کی مدد سے مکہ، مدینہ، طائف، ریاض اور تبوک کی پہچان۔
۳۔ نقشہ پر زمین، پہاڑ، دریا، روڈ اور ریلوے بنانے کیلئے علامات۔
۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی نقشے کی مدد سے بتائے جائیں۔

DELTA, MOUTH, LAKE, GULF, PENINSULA

۵۔ اسکول کا جغرافیہ، آس پاس کی جگہیں، ریلوے اور سڑک وغیرہ۔
۶۔ اسکیمو، بیدوئن اور ریڈ انڈینس کون ہوتے ہیں؟

سوشل اسٹڈیز (درجہ سوم)

۱۔ ہندوستان کے صوبے ۲۔ ضلع اور پنچایت کا تعارف
۳۔ سماجی زندگی
۴۔ میونسپل بورڈ، اس کی ضرورت۔ اس کے ممبروں کا انتخاب۔
۵۔ پارک، لائبریری، ہسپتال، فائر بریگیڈ کے فوائد۔
۶۔ ہوائی اڈے، بس اڈے، ریلوے اسٹیشن کی ضرورت اور اس کے فوائد۔
۷۔ راوی۔ دریائے سندھ کی تہذیب، آریہ۔ ان کا مذہب۔
۸۔ گوتم بدھ اور سکندر اعظم کا مختصر تعارف۔
۹۔ محمد بن قاسم، محمود غزنوی، محمد غوری اور محمد تغلق کا مختصر تعارف۔

ہندی (درجہ سوم)

درسی کتاب دیکھ کر ابواب کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کرلیں۔

اسلامیات درجہ چہارم

عقائد

۱. توحید کے تین عقلی ثبوت ۲. رسول کا سادہ مفہوم

۳. نبی کا سادہ مفہوم

۴. نبی اور رسول میں فرق (مختلف انبیاء کے نام بتا کر کہ وہ نبی تھے یا رسول؟)

۵. پچھلی کتابیں کیوں ضائع ہوگئیں؟ ۶. موجودہ بائبل کیا صحیح ہے؟

سیر انبیاء

پچھلے سال کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۱. حضرت یوسفؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مختصر حالاتِ زندگی۔

۲. آنحضرتؐ کی ہجرت کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر۔

۳. مواخاۃ کا واقعہ (مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ)۔

۴. جنگِ بدر کا واقعہ (اس سے پہلے حضورؐ کی جنگی اخلاقی تعلیمات) جیسے: درختوں کو کاٹا نہ جائے، عورتوں اور بچوں کو چھیڑا نہ جائے، بوڑھوں کو ستایا نہ جائے، بھاگ جانے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے، ہتھیار پھینک دینے والوں کو قتل نہ کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۵. جنگ احد کا واقعہ (جنگ بدر اور جنگ احد سے مسلمانوں کو سبق)۔

۶. مدینہ کا محاصرہ (جنگ خندق) اس سے عملی سبق۔ نقشہ بنا کر جنگ خندق کا سبق پڑھایا جائے۔

اخلاقیات

درجہ سوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۱۔ بھلائی کے کاموں میں حصہ لینا اور اسکے فوائد۔ ۲. اتفاق واتحاد کی زندگی گزارنا اور اسکے فوائد۔
۳۔ نیکی اور رفاہ عامہ کے کاموں میں تعاون کرنا۔ اس کے فوائد۔
۴۔ گالی گلوچ سے بچنا اور اسکے فوائد۔ ۵۔ کسی پر ہاتھ اٹھانے سے بچنا اور اسکے فوائد۔

عبادات

درجہ سوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔
۱۔ زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟ ۲۔ زکوٰۃ اور صدقہ میں فرق؟
۳۔ زکوٰۃ کن پر واجب ہے؟
۴۔ زکوٰۃ کی مقدار اور وزن (غلہ کی زکوٰۃ، نقدی کی زکوٰۃ، زیورات کی زکوٰۃ)۔
۵۔ زکوٰۃ اور عشر میں فرق۔ ۶۔ زکوٰۃ کی وصولیابی جماعتی طور پر ہونی چاہیئے اسکے فوائد۔
۷۔ زکوٰۃ پانے کے مستحقین کون ہیں؟
۸۔ زکوٰۃ کی تقسیم جماعتی طور پر ہونی چاہیئے۔ اس کے فوائد۔

قرآنی پارے

۱۔ سورۂ فجر، بلد، شمس، لیل، ضحیٰ، انشراح، تین اور سورۂ علق کا ناظرہ پڑھنا۔
۲۔ سورۂ انشراح، تین اور سورۂ علق کا حفظ کرنا۔

حدیث

۱۔ یہ حدیث زبانی یاد کرائی جائے۔

بنی الاسلام علیٰ خمس: شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان۔ (بخاری ومسلم)

عربی (درجہ چہارم)

۱۔ عربی رسم الخط میں مندرجہ ذیل الفاظ کا پڑھنا اور ان کے معانی یاد کرنا۔ (حجرۃ، حدیقۃ

حافلۃ، مبراۃ، طنبورۃ، طیارۃ، روبیۃ، بیسہ، شاحنۃ، قبلۃ، اسم، ربّ، دین، القرآن، الکعبۃ، بلد، مدینۃ، یمنی، یسری، فوق، تحت، عمّ، عمّۃ، خال، خالۃ، جدّ، جدّۃ، طبیب، مھندس، زمیل، زمیلۃ، مشط، منارۃ اور مراۃ۔)

۲۔ ھذا، ھذہٖ، ماھذا، ذلک، تلک، این اور ھل کیساتھ مندرجہ بالا الفاظ کا استعمال۔

۳۔ نئے نئے جملے بنانا۔ بچوں کو ترغیب دیجائے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے کے ساتھ نئے جملے بنائیں اور پوچھیں۔

۴۔ خالی جگہوں کو مناسب عربی الفاظ سے پُر کریں۔

۵۔ ھو، ھما، ھم، ھی، ما اور من کا فرق۔ ان کا استعمال۔

انگریزی (درجہ چہارم)

۱۔ درسی کتاب کے اسباق کا اعادہ۔

۲۔ PARTS OF SPEECH

۳۔ CAPITAL LETTER, FULL STOP AND NOTE OF INTERROGATION کا استعمال سکھایا جائے۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی اور ان کا استعمال بتائے جائیں۔

MAY, MUST, SHOULD, HOW MUCH, HOW MANY, ONCE, TWICE, AGAIN, AGAIN AND AGAIN, OFTEN, NEVER, MINE, YOURS, OURS, THEIRS

۵۔ کچھ چڑیوں اور جانوروں کی بولیاں انگریزی میں بتائی جائیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل لوگوں کے نام سات سات جملوں میں خطوط لکھوائے جائیں۔

(A) A LETTER TO MOTHER

(B) AN APPLICATION TO THE CLASS TEACHER

اردو (درجہ چہارم)

۱۔ سال سوم کے کاموں کا مختصر اعادہ۔

۲۔ درسی کتاب کے اسباق کا پڑھنا اور انہیں بار بار نقل کرنا۔

۳۔ کتاب کی پانچ آسان نظمیں یاد کرنا۔

۴۔ اپنی زبان میں کسی تقریب، کسی تفریحی سفر یا کسی تیوہار کے بارے میں جماعت کے طلبا کو زبانی سنانا، پھر لکھ کر استاد کو دکھانا۔

۵۔ استاد کے نام رخصت کی درخواست تحریر کرنا ۶۔ ماں کے نام اپنے اسکول کے بارے میں ایک خط۔

۷۔ اسلامیات میں پڑھائے گئے انبیاء کے حالاتِ زندگی درجہ میں کھڑے ہو کر بچوں کو سنانا جس کی ابتدا نحمدہٗ ونصلی سے ہو اور اختتام وما علینا الا البلاغ پر ہو۔

۸۔ درجہ کے تمام بچوں کے نام مع ولدیت کے لکھنا۔

۹۔ اسکول کے تمام اساتذہ کے نام احترام کے ساتھ لکھنا۔

۱۰۔ اپنے ملک کے ۵ مشہور ہوائی اڈوں، ۵ مقدس مقامات، ۵ ریلوے اسٹیشن، ۵ مشہور دریا، ۵ پہاڑی مقامات، ۵ صوبوں اور ۵ مشہور اردو شاعروں کے نام لکھنا۔

۱۱۔ مذکر اور مونث کا فرق۔ ۱۲۔ اسم فعل اور حرف کی تعریف مثالوں کے ساتھ۔

۱۳۔ خوش خطی اور املا حسب سابق۔

حساب (درجہ چہارم)

۱۔ درجہ سوم کے کاموں کا اختصار سے اعادہ۔ ۲۔ ایک کروڑ تک کے اعداد کو لفظوں اور ہندسوں میں لکھنے کی مشق۔

۳۔ ایک دن، ایک ہفتہ اور ایک مہینہ میں گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈوں کی مشق۔

۴۔ گنتی کے پیمانے، درجن، گروس اور ریم وغیرہ کی پہچان اور مشق۔

۵۔ ناپ کے پیمانے ملی میٹر سے کلومیٹر تک، چھوٹے سے بڑے اور بڑے سے چھوٹے میں تبدیل کرنے کی مشق۔

۶۔ نفع نقصان کے سوالات مثالیں دے کر۔ ۷۔ گھر کے حساب لکھنے کا طریقہ۔

۸۔ خط مستقیم، خط متوازی، دائرہ میں مرکز، قطر، نصف قطر اور محیط وغیرہ کی پہچان۔

جنرل سائنس (درجہ چہارم)

۱۔ درجہ سوم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۲۔ پانی گرم ہو کر بھاپ بن جاتا ہے۔ گرم ہوائیں بخارات زیادہ ہوتے ہیں اور ٹھنڈی ہوائیں کم۔
۳۔ پانی کن طریقوں سے گندہ ہوتا ہے۔ ۴۔ صاف پانی کہاں کہاں سے ملتے ہیں؟
۵۔ پتے مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں۔ مشاہدہ سے تصویریں بنوائی جائیں۔ ۶۔ پتوں کے اہم کام کیا ہیں۔ (مختلف اقسام کے خشک پتے بچوں سے جمع کرائے جائیں اور دبا کر کاپیوں میں رکھے جائیں)
۷۔ سورج کی روشنی اور پانی کا اثر بیج پر (عملی مشاہدہ کیلئے چند طرح کے بیجوں کو کسی برتن میں رکھ کر مٹی پانی اور کھاد ڈال کر اگایا جائے۔ ۸۔ حیوانات پانی کس طرح حاصل کرتے ہیں۔
۹۔ جانور اپنی حفاظت کسطرح کرتے ہیں (جیسے کتا اور بلی اپنے دانتوں سے، بچھو اپنے ڈنک سے، چیل اپنے چنگل سے، گائے، بیل اور بھینس اپنے اپنے سینگ سے۔ ۱۰۔ پودے اپنی حفاظت کیسے کرتے ہیں (جیسے کانٹوں کے ذریعہ بالوں کے ذریعہ زہریلے رس کے ذریعہ) پودوں کی تصویریں دکھا کر بچوں کو ذہن نشین کرائے جائیں۔
۱۱۔ غذا کیسے ہضم ہوتا ہے؟ ۱۲۔ جسم کے لئے نمک اور شوگر کی اہمیت۔

سوشل اسٹڈیز (درجہ چہارم)

۱۔ ضلع کا انتظام، کلکٹری، عدالت، ایس پی اور تحصیلدار کے فرائض۔ ۲۔ مکھیا کا انتخاب اسکے فرائض۔ ۳۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور اسکے مختلف شعبہ جات (تعلیم، صحت اور دیہات سدھار اسکیم)۔ ۴۔ نرسری، پرائمری اسکول، مڈل اسکول، جونیئر سیکنڈری اسکول، سینئر سیکنڈری اسکول اور ٹیکنیکل اسکول کا تعارف۔ ۵۔ چندر گپت موریہ، اشوک اور وراداٹر کا مختصر تعارف۔
۶۔ تیمور لنگ، سید خاندان، لودی خاندان، سکندر لودی اور ابراہیم لودی کا مختصر تعارف۔ ۷۔ بابر اور خلیفہ خاندان ہمایوں اور شیر شاہ، اکبر، جہانگیر اور اورنگ زیب کا مختصر تعارف۔

ہندی (درجہ چہارم)

درسی کتاب دیکھ کر اسے تین TERMS میں تقسیم کرلیں۔ کتاب کے نئے الفاظ اور معانی پڑھائیں۔

جغرافیہ (درجہ چہارم)

۱۔ درجہ سوم کے کاموں کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ دنیا کے براعظم اور بحر اعظم کے نام۔ ۳۔ اہم مسلم ممالک کا مختصر تعارف (ترکی، ایران، سعودی عرب، پاکستان، افغانستان اور انڈونیشیا)۔ ۴۔ اپنے صوبہ کا تعارف اس کی ندیاں، پہاڑ، مشہور مقامات، ریلوے اسٹیشن، کارخانے، وہاں کی صنعت و حرفت۔ ۵۔ نصف کرہ، طول البلد، عرض البلد، خط استوا، قطبین کی پہچان۔ ۶۔ بادنما، بارش پیما، تپش پیما کا تصور اور تعارف۔ ۷۔ بہار کے طبعی حالات، آب و ہوا، پیداوار، باشندے، جانور اور مشہور مقامات۔ ۸۔ بہار کے پڑوسی، نیپال، بنگال، پاکستان اور چین کا تعارف۔

اسلامیات (درجۂ پنجم)

عقائد

درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۱۔ عقیدۂ آخرت کیا ہے؟ ۲۔ آخرت کے ثبوت روزانہ کے مشاہدات سے۔
۳۔ عالم برزخ کیا ہے؟ ۴۔ عالم برزخ اور آخرت میں فرق۔
۵۔ جنت و جہنم کا تصور۔

سیر انبیاء

درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۱۔ فتح مکہ (پورا واقعہ) ۲۔ مختلف بادشاہوں کو خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت۔
۳۔ خطوط لے جانے والے اصحاب کے نام ۴۔ حجۃ الوداع (حضورؐ کے خطبہ کی اہم باتیں) جیسے سارے انسان آدم سے پیدا کئے گئے کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔ ——— عورتوں کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا جائے۔ قرآن و حدیث کو مضبوطی سے تھاما جائے یعنی ان پر عمل کیا جائے۔ وغیرہ۔
۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

اخلاقیات

درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔

۱۔ غریبوں، یتیموں اور مسافروں کے ساتھ ہمدردی۔
۲۔ مہمانوں کے ساتھ مناسب برتاؤ۔ ۳۔ وقت کی پابندی۔
۴۔ ذمہ داری کا احساس ۵۔ محنت و مشقت کر کے روزی حاصل کرنا۔
۶۔ وعدہ وفائی۔ ۷۔ خوش کلامی۔

عبادات

۱۔ حج کسے کہتے ہیں۔ ۲۔ حج کن لوگوں پر فرض ہے۔
۳۔ حج اور عمرہ میں فرق۔ ۴۔ ارکان حج کیا ہیں۔
۵۔ ارکان حج ادا کئے جانے والے مقامات۔
۶۔ خانۂ کعبہ کی تصویر کی مدد سے حجر اسود کی جگہ، مقام ابراہیم، صفا و مروہ اور حطیم وغیرہ بچوں کو دکھائے جائیں۔ ان مقامات کی فضیلت۔
۷۔ مسجد نبویؐ کی تصویر دکھائی جائے اور اس کی اہمیت و فضیلت بچوں کو بتائے جائیں۔

قرآن پارے

۱۔ سورۃ نبا، نازعات، عبس، تکویر، انفطار، مطففین، انشقاق، بروج، طارق، اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ ناظرہ پڑھائے جائیں۔
۲۔ سورۃ اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ زبانی یاد کرائے جائیں۔

حدیث

۱۔ قرآن و حدیث میں کیا فرق ہے۔ ۲۔ یہ حدیث زبانی یاد کرائی جائے۔

عن ابی حمزۃ، انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ خادم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (بخاری ومسلم)

عربی (درجہ پنجم)

۱۔ عربی رسم الخط میں مندرجہ ذیل الفاظ کو پڑھنا اور ان کے معانی یاد کرنا۔ ادفتر، شمس، قمر، سریر، نجم، تاجر، قریب، بعید، کبیر، اکبر، جمیل، امین، شارع، السماء،

النار، المفتاح، المطر، الورق، السحاب، صغیر، اصغر، خالق، کل شیئ، قادر، مالک)

۲۔ لک، کما، کنم، لکِ، کما، کم، کن، ہ، ھا، نا الذی کا استعمال جملوں میں بنایا جائے۔ بار بار اب تک کے یاد کیے گئے الفاظ کے ساتھ ان کا استعمال کراتے جائیں اور لکھاتے جائیں۔

۳۔ سوالیہ جملوں کے لیے ھذہ، ھذا، ماھذا، ماھذہ، ھل، این اور أ کا استعمال مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ کیا جائے۔

۴۔ جملوں میں خالی جگہیں پُر کرائی جائیں۔ ۵۔ ماضی اور مضارع کا فرق بتا دیا جائے۔

۶۔ الی، من، عن، علی کا استعمال۔

انگریزی (درجہ پنجم)

۱۔ درسی کتاب کے اسباق۔

۲۔ PARTS OF SPEECH, کا تفصیل سے اعادہ۔

۳۔ ماضی، مضارع اور مستقبل کی اچھی طرح مشق۔

۴۔ ADJUCTIVE, اور ADVERB کی اہمیت اور جملوں میں انکی نشان دہی۔

۵۔ انگریزی مہینوں کے نام انگریزی میں لکھوائے جائیں۔ اور یاد کرائے جائیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل TOPICS, پر دس دس جملوں پر مشتمل مضامین لکھوائے جائیں۔

(1) MOSQUE, QURAN, OUR SCHOOL, POST OFFICE,

حساب (درجہ پنجم)

۱۔ درجہ چہارم کے کاموں کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ گراف کی پہچان۔

۳۔ میٹر (بجلی اور پانی) کے پڑھنے کا طریقہ۔ بخار ماپنے کا میٹر دیکھنے کا طریقہ۔ بیرومیٹر دیکھنے کا طریقہ۔

۴۔ کسور اعشاریہ کی پہچان۔ کسور اعشاریہ کی ضرب تقسیم۔

۵۔ G.M.C. (عاد اعظم مشترک) اور L.M.C. (ذو اضعاف اقل) اجزائے ضربی اور اجزائے تقسیم سے معلوم کرنا۔

۶۔ کسور عام $\frac{1}{2}$، $\frac{1}{4}$، $\frac{3}{4}$، $\frac{1}{4}$ وغیرہ کا تصور۔

۷۔ کسور عام کی قسمیں، کسر مفرد $\frac{1}{4}$ کسر غیر مفرد $\frac{5}{4}$ کسر مخلوط $1\frac{3}{4}$ وغیرہ۔

۸۔ کسور عام کی جمع، تفریق اور پورے اعداد سے ضرب و تقسیم۔

۹۔ زاویہ کی مشق۔ زاویہ قائمہ، زاویہ حادہ اور زاویہ منفرجہ کی پہچان اور ان کی مشق۔

۱۰۔ چاندہ سے زاویوں کو ناپنا اور اس کو تقسیم کرنا۔

اردو (درجہ پنجم)

۱۔ درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ ۲۔ درسی کتاب کی کہانیوں کو یاد کرنا اور اپنی زبان میں لکھنا۔

۳۔ بیت بازی کے ذریعہ اشعار کی مشق۔ ۴۔ اپنے ملک کے چاروں طرف کے ممالک کا نام یاد کرنا اور لکھنا۔

۵۔ علامہ اقبال کی دو مشہور نظموں کو یاد کرنا۔

۶۔ بڑے والد محترم، بڑے بھائی اور بڑی بہن کے نام اسکول کے بارے میں خطوط لکھنا۔

۷۔ سید احمد شہید بریلوی اور امام ابن تیمیہؒ پر مختصر مضامین لکھنا۔

۸۔ "صفت" کی پہچان۔ کتاب کے جملوں سے صفت کے الفاظ کی پہچان۔

۹۔ ماضی حال اور مستقبل کا فرق۔ ۱۰۔ خوش خطی اور املا حسب سابق۔

جنرل سائنس (درجہ پنجم)

۱۔ درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ ہماری زمین پر پہاڑ، سمندر اور میدان ہیں۔ انکے فوائد۔

۳۔ چٹانوں سے مٹی بننے کا عمل۔ ۴۔ پھول دینے والے اور غیر پھول دینے والے چند پودوں کے نام۔

۵۔ پانی میں رہنے والے کچھ جانوروں کے نام۔ ۶۔ ہوا کا وزن اور دباؤ ہوتا ہے۔

۷۔ انسانی جسم میں ہڈیوں، بالوں اور جلد کی اہمیت۔

۸۔ جسم کا ڈھانچہ بنا کر مختلف ہڈیوں کے نام بتائے جائیں (مختلف اعضا کی جگہیں بتائی جائیں)۔

۹۔ دودھ کے دانت اور اصلی دانت۔ ۱۰۔ چٹانوں کی قسمیں (ریت والی چٹانیں، آتشیں چٹانیں اور تبدیل شدہ چٹانیں)۔

۱۱۔ مادہ کی مختلف شکلیں (رقیق، گیس، ٹھوس)۔

۱۲۔ مختلف قسم کے جانور مختلف طرح کے اعضاء رکھتے ہیں۔ ۱۳۔ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا۔
۱۴۔ مختلف اقسام کے گیس (آکسیجن، نائٹروجن، کاربن ڈائی آکسائڈ، ہائیڈروجن)۔

جغرافیہ (درجہ پنجم)

۱۔ درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔
۲۔ ہندوستان کے نقشہ پر مشہور مقامات، دریا، اروڈ، ہوائی اڈہ، ریلوے لائن، بحری راستے دکھانا۔
۳۔ " " " آب پاشی، جنگلات، معدنیات کے مرکز اور صنعتی شہر دکھانا۔
۴۔ زمین کی ساخت، گردش، محوری اور مداری گردش اور انکے اثرات۔ ۵۔ زلزلہ، سمندری لہریں، مد وجزر کا تعارف۔
۶۔ استوائی، مانسونی، ٹراپیکل اور ریگستانی خطوں کا مختصر تعارف۔ ۷۔ بارش کی قسمیں (کنونشل، طبعی، سائکلونی)۔
۸۔ دنیا کے اہم ممالک کے نام اور ان کے دارالسلطنت کی واقفیت۔

سوشل اسٹڈیز (درجہ پنجم)

۱۔ درجہ چہارم کے اسباق کا مختصر اعادہ۔ ۲۔ "انسان ایک سماجی جانور ہے" اسے ثابت کریں۔
۳۔ انسان کی سماجی ضرورتیں۔ ۴۔ میل محبت اور بھائی چارے کی فضا بس سے ہر مذہب کے ماننے والے کا فائدہ ہے۔
۵۔ بینک، پولیس اسٹیشن، الیکٹریسٹی کارپوریشن کے فوائد۔
۶۔ وزارت تعلیم، وزارت صحت، وزارتِ داخلہ اور وزارت زراعت کی ضرورت اور اہمیت۔
۷۔ سید احمد شہید بریلوی کی تحریک۔ (۱۸۳۱ء میں معرکہ بالاکوٹ)
۸۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا تعارف۔
۹۔ سبھاش چندر بوس کی سرگرمیاں اور مہاتما گاندھی کا عدم تشدد۔ ۱۰۔ ہندوستان کی آزادی۔
۱۱۔ چھوت چھات کا خاتمہ۔ ۱۲۔ پنج سالہ منصوبے۔

ہندی (درجہ پنجم)

درسی کتاب دیکھیں۔ نئے الفاظ اور معانی یاد کراتے جائیں۔ انہیں جملوں میں ادا کئے جائیں۔

●●

سعودی عرب مکمّل اسلامی معاشرہ

اگر سعودی عرب کا عصرِ حاضر کی ترقیات کی اصطلاح میں جائزہ لیا جائے تو کہا جائیگا کہ وہ عہد حاضر کی ایک ترقی یافتہ اسلامی ریاست ہے اگر اقتصادی نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سودی نظام سے پاک اور اقتصادی اعتبار سے نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ دوسروں کو مالی امداد دیکر اوپر اٹھانے والی مملکت ہے۔ اگر صنعتی ترقی کو ناپا جائے تو پتہ چلے گا اپنی دوسری معاصر اور اس صدی میں آزاد ہونے یا وجود میں آنے والے مملکتوں میں صف اوّل میں ہے۔

اگر اسلامی معیار پر پرکھا جائے تو سعودی عرب ایک مکمّل اسلامی معاشرہ ہے اور اس نے اسلام کو حیاتِ نو عطا کی ہے دوسرے اسلامی ملکوں کے سامنے معیارِ حق قائم کیا ہے۔ حکمراں خود کو شاہ نہیں خادم حرمین کہلانے میں طمانیت قلب اور فخر محسوس کرتا ہے اور اسلام سے وفاداری سعودی عرب کو سب سے زیادہ عزیز ہے اس کے ابتک کے تمام حکمراں قرآن و سنّت کو رہنما مانتے رہے ہیں اس پر انھیں فخر ہے اور وہ اسلام اور اسلامی اقدار کی حفاظت کا عزم صمیم رکھتے ہیں وہ اسلام پر عمل پیرا اسلام کے مبلغ۔ مصلح اور علمبردار رہے ہیں۔ سعودی دورِ حکومت کے متعلق یہ دعوٰی کیا جا سکتا ہے کہ وہ مغربیت سے دور اور جرائم سے پاک ہے فسق و فجور کا نام و نشان مٹ گیا ہے بازاری عورتوں اور بھک منگوں کا وجود نہیں جرائم پیشہ لوگوں کے منظم گروہ۔ دہشت گرد۔ قاتل ڈاکو لیٹرے۔ لوگوں کو اغوا کرنے اور یرغمال بنانے والے نہیں ہیں ہر طرف مکمّل امن و امان ہے۔ وہاں پورے ملک میں شراب پر

مکمل پابندی ہے۔ یہاں ٹیڈی بوائز اور ٹیڈی گرلز نظر نہیں آتیں۔ ہر سعودی باشندہ سرکاری یا غیر سرکاری اپنے قومی لباس میں ملبوس نظر آتا ہے۔ خارجی میدان میں سب سے دوستی ہے لیکن کسی ملک کی سیاسی حکمرانی اور دباؤ نہیں ہے۔ لڑکے لڑکیوں کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ ہر قسم کی تعلیم پر دی جارہی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تفسیر فقہ حدیث۔ دنیوی تعلیم میں علم وادب لسانیات۔ میڈیکل۔ ٹیکنیکل۔ انجنیرنگ اور تمام موضوعات پر یونیورسٹی کے درجوں تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا پورا انتظام ہے لیکن پردہ کی پابندی بہت شدت سے کی جاتی ہے۔

سعودی عرب میں نشر اشاعت کا ایک مکمل نظام ہے لیکن سعودی عرب کی پالیسی چند برس قبل تک پروپیگنڈہ سے گریز کرنا الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عرب اور اسلامی اتحاد کے لئے خاموشی سے کام کرنا رہا لیکن پہلے ایران نے اور اب عراق نے اسے مجبور کیا اور اب وہ ہر جھوٹ اور بیہودہ پروپیگنڈہ کا پوری قوت سے تار و پود بکھیرتا ہے۔ ●●

بقیہ ص ۲۹ کا

لیلۃ القدر کی تلاش حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

لیلۃ القدر کی فضیلت حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو (اس میں تلاوت تسبیح وتہلیل اور نوافل سب شامل ہیں) اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (بیہقی، شعب الایمان، مشکوٰۃ)

لیلۃ القدر کی دعا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ یہ فرمائیے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو کیا پڑھا کروں؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

۸۔ سعودی عرب کی سائنس سے دلچسپی

دُور اندیش شاہ فیصل بن عبدالعزیز کے زمانے سے سعودی عرب تعلیم کے میدان میں بڑی تیز رفتاری سے دو رویہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ یہ صرف ۸۰ لاکھ کی چھوٹی آبادی رکھنے والا ملک ہے لیکن یہاں ۶ بڑی یونیورسٹیاں قائم ہیں جن سے کئی کالجس ملحق ہیں۔ سائنسی وعصری تعلیم کے حصول کے لئے قرآنی تعلیمات کی ضرورت کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی ترقی و ترویج اور مطالعہ اسلامیات پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ شاہ فیصل نے "ابن سعود اسلامک یونیورسٹی" کی بنیاد رکھ کر تعلیم کی اصلاح بھی کی اور اسے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بھی کیا۔ ظہران کی "یونیورسٹی آف پٹرولیم اینڈ منیرلس" کے علاوہ سعودی عرب کی دو اور جامعات میں انگریزی تعلیم کے ذریعہ ٹکنیکل ایجوکیشن کا اہتمام کیا گیا ہے

ریاض کے سائنٹیفک انسٹی ٹیوٹ المعہد العلمی (al-Ma'hid al-Ilmi) کا قیام سعودی عرب میں سائنسی وجوہری تعلیم کا نقطۂ آغاز بنا۔ دوسری جامعات میں علوم جدیدہ، علم طبقات الارض، موسمیات، بحری سائنس، زراعت، فن تعمیر اور منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ علم طب، انجنیرنگ اور ڈنٹری سائنس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے

جدید معاشرہ کے لئے انفرا اسٹرکچر (Infra-structure) عناصر کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمہ جہتی تعلیم نے سعودی عرب کی کردار سازی میں بحیثیت مجموعی قابل تعریف کام کیا ہے۔ .... مملکت شہریوں کو صحیح راستہ پر لانے کی پوری کوشش کر رہی ہے مذہبی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ سائنسی اور فنی تعلیم کے ذریعہ اپنے قومی مزاج کو شائستہ بنا رہی ہے۔

تبصرۂ کتاب

نام کتاب	:	سوئے حرم
تالیف و ترتیب	:	محمد منیر قمر سیالکوٹی
تخریج	:	حافظ عبدالرؤف
صفحات	:	۴۶۰
سائز	:	۲۳×۳۶ / ۱۶
کاغذ کتابت و طباعت	:	عمدہ
ٹائٹل	:	دیدہ زیب
ملنے کا پتہ	:	عبدالرحیم خاں ۔حدیث پبلیکیشنز حیدرآباد ۵۰۰۰۶۲۔

زیرِ تبصرہ کتاب شریعت اسلامیہ کے اہم ترین مسائل حج وعمرہ اور قربانی پر مشتمل ہے، جو دراصل ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین شعبۂ اردو کے سلسلہ منشورات کی کتابی شکل ہے، کتاب میں حج وعمرہ اور قربانی وغیرہ کے ضروری مسائل کو انتہائی حزم واحتیاط اور تحقیقی انداز میں جمع کیا گیا ہے جو کہ ایک مستحسن اقدام ہے، یوں تو اس موضوع پر متعدد تصانیف موجود ہیں مگر جامعہ اسلامیہ کے فاضل محقق حافظ عبدالرؤف صاحب نے جملہ مسائل کی انوکھی تحقیق کے ذریعہ اس کتاب کو جداگانہ رنگ دے دیا ہے جس پر وہ لائق تشکر ہیں۔

کتاب میں چند مروجہ مسائل کو تحقیق کے سانچے میں ڈھال کر ملتِ اسلامیہ کو صحیح مسائل پر عمل کی دعوت دی گئی ہے۔

مولف حفظہ اللہ نے ص۲۰۲ پر بیدل سفر حج کے سلسلے میں جن اقوال واحادیث کا ذکر کر کے مسئلہ کو صحیح رخ دیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ یہ کتاب جہاں حج وعمرہ کے جمیع مسائل کو محیط ہے وہیں ملتِ اسلامیہ کی ایک مختصر تاریخ بھی پیش کرتی ہے۔

جانوروں کے ذبیحہ سے متعلق یہ خیال کہ صرف مرد ہی ذبح کر سکتے ہیں مرتب حفظہ اللہ

نے اس قسم کے بہت سارے باطل خیالات کی تردید احادیث صحیحہ سے کی ہے۔

منکرین قربانی کے اعتراضات کہ قربانی سے جانوروں کی کمی اور ان پر بے رحمی کی جاتی ہے یہی پیسے غرباء و مساکین کو دے جائیں تو بہتر ہے، اس قسم کے بہت سارے شکوک و شبہات اور پراگندہ خیالات کی تردید انتہائی مدلل و محقق انداز میں کی گئی ہے۔

مراجع و مصادر میں قرآن مجید کے علاوہ ۶۹ کتب کا حوالہ اور ۱۰ رسائل و جرائد کا بطور مراجع و مصادر ذکر کرنا مولف حفظ اللہ کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے، تخریج کے لئے ۱۲۷ کتب کا حوالہ بھی کتاب کے محقق ہونے پر دال ہے، بہرکیف کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے خوب تر ہے اللہ تعالیٰ مولف و مرتب، محقق اور ناشر کی اس سعی جمیل کو قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین۔ اور عوام کو اس کتاب سے کماحقہ مستفید ہونے کی توفیق دے۔

عطاء اللہ خاں

نوٹ:۔ پندرہ روپئے ڈاک ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔ (سرپرست نوائے اسلام دھلی)

ایک ضروری اعلان

مدرسہ عربیہ دارالقرآن والحدیث بھنی خورد پسٹ کولہوئی بازار ضلع مہراج گنج (گورکھپور) یوپی پچھلے کئی سالوں سے گاؤں والوں کے آپسی اختلافات کی وجہ سے بند ہو چکا ہے اس لئے اگر کوئی صاحب اس مدرسہ کی طرف سے چندہ کرنے جائیں تو آپ اس کو فراڈ سمجھیں۔

۲

مدرسہ الدارالسلفیہ کولہوئی بازار ایک دینی اقامتی درسگاہ ہے جس میں طلبہ واساتذہ کے قیام وطعام کا بھی انتظام مدرسہ ہی کے ذمہ ہوتا ہے یہ مدرسہ آج چار سال سے ایک جھوپڑی میں چل رہا ہے آپ سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔

۳

مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم کاشت خیرا۔ ایک دینی وسلفی درسگاہ ہے جو بالکل نیپال کی سرحد پر واقع ہے اور قرب وجوار کی دینی وتعلیمی ضرورت پوری کر رہی ہے اس ادارہ کے اساتذہ آپ کی خدمت میں رمضان المبارک کی مناسبت سے پہونچیں گے آپ انکے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

عبدالواحد فیضی۔ نائب مدیر نوائے اسلام دہلی۔

تعاون کی اپیل

مدرسہ عربیہ دارالسلام مڑلا نیپال کے سرحدی علاقہ کا ایک دینی وسلفی اقامتی درسگاہ ہے۔ مدرسہ امسال علاقہ کی خشک سالی کی وجہ سے اگر ایک طرف بہت زیادہ متاثر ہے تو دوسری طرف طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اپنی تعمیرات کی شدت سے کمی محسوس کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے کچھ تعمیری کام میں پیش رفت کر چکا ہے اس کی تکمیل کے لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ اس کے اساتذہ اور سفراء آپ کی خدمت میں اسی امید کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

عرفان اللہ

ناظم مدرسہ دارالسلام مڑلا۔ نیپال۔

اعلانِ تقرری

یہ اطلاع دیتے ہوئے ہم بے حد خوشی محسوس کررہے ہیں کہ مفکر ملت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ دار العلوم السلفیہ ششہنیاں کے لئے مولانا مرحوم کے حسین خوابوں کی تعبیر کے لئے، بصد اصرار جواں سال، متحرک، فعال، خوش گو و خوش اطوار امین و متدین عالم جناب مولانا مطیع اللہ سلفی بن محمد اسحاق سدھارتھ نگری کی تدریسی و تبلیغی اور سفارتی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔ موصوف اچھے علمی استعداد کے مالک اور تبلیغی جذبات کے حامل ہیں۔ اور اچھا خاصا درک و ذوق و مہارت رکھتے ہیں۔ موصوف اب ادارہ کے لئے مخصوص سفارتی دورے بھی کریں گے۔ امید ہے کہ مولانا موصوف اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں سے ادارہ ہٰذا کو بام عروج تک پہونچانے کے سلسلہ میں مفکر ملت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کو سنہری تعبیر عطا کریں گے۔

اس لئے جملہ اخوان و ہمدردان جماعت سے اپیل کی جاتی ہے کہ مولانا موصوف جس وقت ہند و بیرونِ ہند کے دورہ پر تشریف لے جائیں تو ان پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے بھرپور تعاون فرمائیں۔

جمیل احمد علیگ

ناظم اعلیٰ جامعہ دار العلوم السلفیہ ششہنیاں۔ الیدہ پور۔ سدھارتھ نگر۔

تبدیلی پتہ

میں (مطیع اللہ بن محمد اسحاق سلفی سدھارتھ نگری) از خود مدرسہ عربیہ دار التعلیم مبارکپور نیز مولانا عبد الرحمٰن رحمانی کی نظامت میں جدید قائم ہونے والے ادارہ "جامعۃ المعارف الاسلامیہ" مبارکپور کی کلی و جزوی خدمات سے از ماہ جولائی ۱۹۹۱ء سبکدوش ہوچکا ہوں اور جامعۃ دار العلوم

السلفیہ ششہنیاں الیدہ پور ضلع سدھارتھ نگر یوپی میں تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہوں۔

بذریعہ تحریر ہٰذا میں اپنے متعلقین اور دوست و احباب کو مطلع کرتا ہوں کہ خط و کتابت اور کسی طرح کا کوئی معاملہ مبارکپور کے بجائے درج ذیل پتے پر کریں۔

۱۔ مطیع اللہ سلفی دارالعلوم السلفیہ ششہنیاں۔ الیدہ پور سدھارتھ نگر یوپی۔ ۲۷۲۲۰۳۔

۲۔ مطیع اللہ سلفی۔ گورا پوسٹ لوٹن ہ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ ۲۷۲۲۰۳۔

مطیع اللہ سلفی۔ بقلم خود۔

تعارف واپیل۔ ضلعی مرکز تعلیمی وفلاحی محبوب نگر

النور ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی محبوب نگر (رجسٹرڈ) سلفی (اہلحدیث) افراد پر مشتمل تنظیم ہے۔ جس کے زیر انتظام دو شعبہ جات چلائے جاتے ہیں۔ ایک مدرسہ نور عربیہ۔ دوسرا محمدیہ اسلامیہ بیت المال۔

۱۔ مدرسہ نور (عربیہ) نیو ٹاؤن محبوب نگر (اے پی) مدرسہ ہٰذا میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ بھی دی جاتی ہے اور عربی بطور لازمی زبان پڑھائی جاتی ہے۔ مدرسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ بچوں کی اسلامی اخلاق کی تربیت دی جاتی ہے۔ مدرسہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو بچپن ہی سے اسلامی تعلیمات اور طرز زندگی سے واقف کرا دیا جاتا ہے جس کا دوسرا مقصد ان میں حالات زمانہ کے مطابق عصری علوم (سائنس اور ٹکنالوجی) میں مہارت پیدا کرنا ہے۔

۲۔ محمدیہ اسلامیہ بیت المال:۔ اس شعبہ کے تحت کئی فلاحی پروگرام روبہ عمل لاتے جاتے ہیں جیسے غریب اور نادار بچوں کے کتب، فیس، ڈریس کی فراہمی کا انتظام کیا جاتا ہے اور بے روزگار نوجوان کے لئے بلا سودی قرض فراہم کرتا ہے۔ و نیز بیوہ خواتین کے لئے مالی تعاون دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی پروگرام بھی فراہمی مالیہ کے سبب زیر غور ہیں۔

النور ادارہ تعلیمی و فلاحی محبوب نگر بروقت کرایہ کی عمارت میں قائم ہے اس ادارہ کو ذاتی اراضی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بانی ادارہ جناب محمد قمر الزماں صدیقی نے (۴۰۰) چار سو مربع گز قطعہ اراضی

سوسائٹی کو وقف کردی ہے بوجوہ اس غرض کے لئے اراضی وقف کی ہے کہ متجوزہ اراضی پر ایک مدرسہ کی عمارت اور ایک سلفی مسجد کی تعمیر کی جائے جس کی تعمیر کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے ذریعہ سے تحریک اہلحدیث کے فروغ میں کافی مدد ملے گی۔ ان شاء اللہ

جس کی تعمیر کے لئے تقریباً دس لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰) روپئے رقم درکار ہے۔ تمام اہل خیر حضرات سے تعاون کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں تعاون کے علاوہ مخلصانہ مشوروں سے بھی نوازیں۔ کیونکہ یہ رقم آپ جیسے مخلص معاونین ومخیر حضرات سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

ڈرافٹ کیلئے:۔ AC/No 1873 SBH (Br.) New Town Mahboobnagar

پتہ:۔ محمد قمر الزماں صدیقی۔ ۲/۴۸-۵-۱ نیو ٹاؤن محبوب نگر ۵۰۹۰۰۱ (اے پی)

اعلان برائے تعاون

انجمن محمدیہ جروار وڈ تلسی پور گونڈہ کے تحت چلنے والے سبھی تعلیمی، دعوتی واصلاحی ادارے پوری مستعدی سے اپنے مقصد کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلم بچوں وبچیوں کی تعلیم وتربیت کے علاوہ اپنے تبلیغی وصحافتی میدان میں داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

البتہ ادارہ کی معاشی بدحالی اکثر ادارہ کی راہ میں حائل ہوتی رہتی ہے۔ لہذا آپ حضرات حسب دستور ماہ مبارک میں ہمارے نمائندگان کے ساتھ بھرپور مخلصانہ تعاون فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ والسلام۔ عبدالقوی الاثری

مدیر الکلیۃ الاسلامیہ جروار وڈ تلسی پور گونڈہ یوپی

تعاون کی اپیل

مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم سلفیہ گلبر یانیپال ایک اہم ترین سلفی درسگاہ ہے جو ایسے علاقے میں واقع ہے جس کے ہر چہار جانب مسلمانوں کی آبادی تو ضرور ہے لیکن مسلمان مفلس اور مفلوک الحال ہیں۔ یہ ادارہ اپنے آغاز سے لے کر آج تک ہندوستان کے ارباب غیرت وثروت کے تعاون سے چلتا رہا اور روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ درجہ پنجم مکتب کی تعلیم کے علاوہ عربی جماعت رابعہ تک کی تعلیم کا بھی مکمل انتظام

ہے جس کے لئے لائق اور فاضل اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں امسال ادارہ انتہائی مالی دشواریوں میں گھرا ہوا ہے اس لئے ہم اربابِ دولت سے اپیل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے ماہ میں اس ادارہ کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ ولاجر عند اللہ واللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

مجلس منتظمہ مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم سلفیہ گلہریا نیپال۔

اعلان داخلہ

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ جامعہ رحمانیہ مدھوپور میں دس باصلاحیت اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں اور ابتدائی درجات وشعبۂ تحفیظ القرآن الکریم کے ساتھ جماعت رابعہ (عربی) تک ٹھوس منظم و باقاعدہ تعلیم ہو رہی ہے امسال ان شاء اللہ جماعت خامسہ تک پروگرام ہے اس لئے جملہ شائقین طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ داخلہ فارم حاصل کر کے رمضان المبارک کے اختتام تک جامعہ جمع کر دیں یا بذریعہ پوسٹ بھیجدیں، داخلہ کے وقت خارجہ سرٹیفکیٹ (اخلاقی سند) لانا ضروری ہے۔ اراکین جامعہ رحمانیہ

پتھر چپٹی مدھوپور ضلع دیوگھر بہار ۸۱۵۳۵۳۔

اعلان داخلہ و اپیل برائے تعاون

مدرسہ محمدیہ عربیہ ٹانڈہ دھونرہ بریلی عرصہ ۹ سال سے دین حنیف کی خدمات انجام دے رہا ہے، جماعت رابعہ تک تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے آئندہ سال خامسہ تک کا پروگرام ہے اہل خیر حضرات توجہ دیں۔ اور خامسہ تک کے طلبہ جنکو داخلہ کی خواہش ہے ۲۵ شعبان تک اپنی درخواستیں بھیجدیں اور دس شوال تک ادارہ کھل جائیگا منتہی جماعت کے طلبہ کو ترجیح دی جائے گی۔ مدرسہ محمدیہ عربیہ دھونرہ ٹانڈہ۔ بریلی۔ یوپی۔

اعلان داخلہ

مدرسہ مذکور گورنمنٹ سے الگ ناٹڈ ہے اور اقامتی درسگاہ ہے۔ ۳۰ رمضان تک درخواستیں وصول کی جائیں گی۔ تمام قسم کے اخراجات کا کفیل ادارہ ہے۔ ادارہ کو ایک معمر ماہر عربی استاذ اور ایک باورچی کی بھی ضرورت ہے۔

عظمت علی مہتمم مدرسہ ٹانڈہ بادلی رامپور

دردمندانہ اپیل و اعلان داخلہ

دار العلوم سلفیہ ناگپور ایک اقامتی درسگاہ ہے۔ علوم عربیہ کے شائقین یکم مئی ۹۲ء تک داخلہ کرالیں اور ناظم اعلیٰ سے رابطہ قائم کریں۔ اس روحانی درسگاہ کیلئے شہر کی مسلم آبادی احباب کالونی کے قلب میں ایک وسیع وعریض قطعۂ زمین خریدی جا چکی ہے جس پر عمارت کا نقشہ تیار کیا جا چکا ہے۔ جس کی تعمیر پر تقریباً ۲۲ لاکھ روپے کا اندازہ ہے دار العلوم بحمد اللہ رجسٹرڈ ادارہ ہے۔

ملت کے تمام اہلِ خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اس تعلیمی مرکز کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے تعلیمی فنڈ اور بلڈنگ و مسجد فنڈ میں دل کھول کر مالی مدد فرمائیں۔

انعام اللہ فاروقی
ناظم اعلیٰ دار العلوم سلفیہ احباب کالونی ناگپور ۱۳۔

اعلان ضرورت مدرسین

مدرسہ احیاء السنۃ بجرڈیہہ وارانسی کیلئے دو ایسے سلفی العقیدہ مدرسین کی ضرورت ہے جو متوسطہ ثانویہ تک کی تعلیم بحسن و خوبی دے سکیں۔ نیز ایک ایسے حافظ کی بھی ضرورت ہے جو ابتدائی تعلیم میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔ قیام و طعام کے علاوہ معقول تنخواہ دی جائے گی۔ شائقین حضرات مہتمم مدرسہ ہذا سے بالمشافہ رابطہ قائم کریں۔

مہتمم مدرسہ احیاء السنۃ بجرڈیہہ وارانسی۔ یوپی۔

اپیل برائے تعمیر مسجد محمدی

برادرانِ اسلام! مساجد کی تعمیر اللہ اور رسول کی رضاجوئی اور ذخیرۂ آخرت کا ایک عظیم ذریعہ ہے جس کی حصولیابی کی ایک اہم کڑی موضع ٹانڈہ پوسٹ شیرگڑھ بریلی کی مسجد کی تعمیر ہے۔ حکیم مولانا عبد الصمد صاحب مدظلہ العالی نے تقریباً ۲۰۰ مربع گز اپنی آراضی وقف کر دی ہے۔ اس کی تعمیری اخراجات کی معاونت کیلئے آپ ملی بھائیوں سے درخواست ہے اس نیک کام میں ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے وکان سعیکم مشکوراً۔

متولی مسجد محمدی عبد الاحد مقام ٹانڈہ پوسٹ شیرگڑھ۔ بریلی۔ یوپی۔

اہل خیر حضرات سے

مدرسہ اسلامیہ (رانگھونگر بھوارہ۔ مدھوبنی بہار) جماعت اہلحدیث کا ایک قدیم دینی وعلمی اور تربیتی ادارہ ہے۔ یہ مدرسہ آپ کے ہر طرح کے تعاون کا محتاج ہے۔ ہر سال کی طرح امسال بھی مدرسہ کے اساتذۂ کرام اور سفراء حضرات آپ تک پہونچیں گے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ مدرسہ کیلئے اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات سے اپنا تعاون پیش کریں گے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

محمد نور العین سلفی۔ ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ رانگھونگر بھوارہ۔ مدھوبنی۔ بہار۔

جامعہ سلفیہ گھوگھوالی گجرات

جامعہ میں عربی، اردو سیکشن، پرائمری اسکول، مولانا آزاد ہائی اسکول اور زری میں داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ گجرات سرکاری بورڈ سے دسویں کلاس تک کا انتظام ہے اور عربی جماعت رابعہ تک۔ مستطیع طلبہ سے خوراکی فیس دوسو روپے ہے۔ ـــ مولانا نظام الدین المحمدی صدر مدرس مدرسہ ہذا رمضان میں مدرسہ کے تعاون کیلئے سفر کریں گے ان سے تعاون کی درخواست ہے۔

امان اللہ پٹھان سلفی صدر جامعہ

اعلان

جامعہ اصلاح المسلمین بیکولیا مسلم میں جماعت رابعہ تک کی تعلیم کا انتظام ہے بچوں کیلئے عمدہ رہائشی کمرے اور مطبخ بھی ہے۔ بچوں کو دوا اور ٹکٹ کا پیسہ بھی دیا جاتا ہے۔ ذیل کے پتہ پر داخلہ فارم طلب کریں۔

ناظم فرید احمد رحمانی جامعہ اصلاح المسلمین بیکولیا تھانہ بستی۔ یوپی۔

انتقال پُرملال

سینے پر پتھر رکھ کر یہ المناک خبر آپ تک پہونچا رہا ہوں کہ میری والدہ محترمہ ۲۰ جنوری ۹۲ کی صبح دس بجے اس دارفانی سے عالم جاودانی کو انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس حادثہ فاجعہ کے موقع پر آپ سے التماس ہے کہ والدہ محترمہ کی نماز جنازہ غائبانہ میں مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔

اسد اللہ فیضی۔ مدرسہ دار الہدیٰ یوسف پور بستی یوپی

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادرانِ اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی تدریس نظامیہ جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۰ اساتذہ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہذا کی وہ زیرِ تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۳ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا، اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تا ہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہذا اور اس کی زیرِ تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹
شمارہ ۵

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا رہنما اور سلفیت کا مبلغ

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

مئی ۱۹۹۲ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی   نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی

زر تعاون		پاکستان سے	
سالانہ :	چالیس روپے	سالانہ :	ایک سو روپے
خصوصی :	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :	دو ہزار روپے
لائف ممبری :	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے :	۲۰ ڈالر امریکی

منیجر مکتبہ :- عبدالمالک اثری   خوشنویس :- اسرار اثری

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴۔اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

فون :- 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے الیس الیس پریس مرلتے

جے کے آفسیٹ سے چھپواکر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴-۱ے چاہ

رہٹ جامع مسجد دہلی ۶ سے شائع کیا۔

نقشِ آغاز

مدیر

افغانستان میں ۱۳ سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد آخر کار اسلام کو فتحمندی نصیب ہوئی اور کمیونزم کے باطل نظریہ کو افغانستان میں درآمد کرنے والی طاقت شکست و ریخت سے دوچار ہو کر تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو گئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

افغانستان کی اس ہولناک اور طویل ترین جنگ میں ۱۵ لاکھ مجاہدین کو اپنی قیمتی جانوں کی قربانی دینی پڑی ______ دس لاکھ افراد معذور و اپاہج ہوئے۔

۔ لاکھ افراد بے گھر و بے وطن ہوتے ملک کا بیشتر حصہ کھیتوں اور کھلیانوں سے لے کر گھروں اور بازاروں تک کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے اور وہاں کی معیشت بری طرح تباہ و برباد ہو گئی۔

افغانستان میں جہاد اسلامی کا سودہ بظاہر بہت مشکل اور مہنگا تھا اور اس حال میں جب کہ ایک مسلح ہنگامہ خیز سپر پاور اپنی پوری توانائی کے ساتھ اس سرزمین پر اپنا قدم جما چکی تھی ان کے مقابلہ میں نہتے ناتجربہ کار، بے کس و بے یار و مددگار افغان کا اترنا اور سرخ یلغار کے دہکتے شعلوں کو اپنے خون سے ٹھنڈا کرنا کس قدر ناقابل یقین معاملہ تھا۔

مگر اللہ کی ذات پر توکل کائنات کا سب سے بڑا اسلحہ ہے۔ پاکستان، مملکت سعودی عرب، کویت اور کئی خلیجی عرب ملکوں نے افغانستان میں مجاہدین کو بھرپور فوجی کمک دیا۔ ان کے نوجوانوں نے بھی اس جہاد اسلامی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسلام کو ایک عالمی خطرہ سے نکالنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی اب جب کہ افغانستان میں مجاہدین کو شاندار فتح نصیب ہو گئی ___ اور اسلام کا سورج طلوع ہو گیا تو پوری دنیا میں اسلام دشمن طاقتوں کی نیندیں حرام ہونے لگی ہیں۔ بڑے پیمانے پر سازشوں کے جال بنے جانے لگے ہیں۔ مجاہدین کے بعض لیڈروں کو جہاد اسلامی کے خلاف استعمال بھی کیا گیا۔ اور کئی اہم قیمتی شخصیتوں کو قتل بھی کرایا گیا۔ شیخ جمیل الرحمن کی شہادت انہیں سازشوں کی ایک بڑی مثال ہے جس میں ایک افغان

لیڈر گلبدین حکمت یار کا سینہ ہاتھ تھا۔

ان تمام سازشوں کے باوجود افغانستان میں جہاد اسلامی کے حوصلے نہ ٹوٹے نہ بکھرے بلکہ مسلسل پروان چڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ باطل سرنگوں ہوگیا اور حق کا پرچم لہرانے لگا۔

افغانستان میں جہاد کی ضرورت کیوں پڑی؟ ایک سپر پاور کے مقابلہ میں مسلمان سینہ سپر کیوں ہوگئے؟ اور اس طرح ایک بڑے خطرہ کو کیوں مول لیا؟ یہ ایک عام سوال ہے جس سے عالم اسلام کے مسائل پر نظر رکھنے والے بخوبی واقف ہیں در اصل کمیونزم بلاک جو کل تک دنیا کا ایک عظیم قوت تھا اور پوری دنیا میں کمیونزم کے باطل نظریات کو پھیلانے کا شرمناک خواب دیکھ رہا تھا اس کی راہ میں پاکستان ایک بڑی رکاوٹ بنا ہوا تھا جس کو ختم کرنے کے لئے اس نے افغانستان میں اپنا قدم جمایا۔ اس خطرناک سازش کو عالم اسلام نے فوراً بھانپ لیا۔ چنانچہ اس باطل قوت کو توڑنے میں پورا زور صرف کیا اور ایک طویل ترین جنگ کے بعد یہ باطل نظریہ پسپا ہوا اور اس کی جمع تمام قوت بھی بکھر گئی۔ اور اس کا نظریہ پوری دنیا پر آشکار ہوگیا جس کی وجہ سے اس کا ناقص نظام دنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم ہوگیا۔

افغانستان کا جہاد اسلام اور کفر کے درمیان ایک تاریخی معرکہ تھا جس میں اسلام کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے اس جنگ سے عالم اسلام کا سر بلند ہوا ہے اور اسے زبردست سرخروئی حاصل ہوئی۔ یہ جہاد اسلام اور مسلمانوں کیلئے انتہائی منافع بخش اور بابرکت ثابت ہوا ہے کیونکہ جہاد جو اسلام کا اہم فریضہ ہے۔ مسلمانوں کے دلوں سے اس کی عظمت بالکل ختم ہوگئی تھی اور مسلمان بزدلی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

اب جبکہ افغانستان میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا ہے تو جہاد کا فریضہ ختم نہیں ہوگیا بلکہ جہاد کا دور اب شروع ہوا ہے۔

دنیا کی تمام طاغوتی طاقتوں کے خلاف ——————

دہریت اور کیپٹلزم کے خلاف ——————

ظلم و بربریت اور بدامنی کے خلاف ——————

غیر انسانی اور غیر اخلاقی اقدار کے خلاف ——————

اور ہر اس باطل قوت اور باطل نظریہ کے خلاف جس سے دین اسلام کو نقصان پہنچے۔ ● ●

نوائے حدیث

ایمان بالکتاب ایک جائزہ

فضل اللہ انصاری

عن ابی ھریرۃ قال، کان اھل الکتاب یقرؤن التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاھل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا آمنا باللہ وما انزل إلینا۔

ترجمہ۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات کی تلاوت کرتے اور مسلمانوں کیلئے عربی زبان میں اس کی تشریح وتوضیح کرتے تھے۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ انکی تکذیب کرو اور کہو۔ اٰمَنَّا بِاللہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور اصلاح وفلاح کیلئے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابیں نازل کیں اور تعلیمات وہدایات لوگوں تک پہونچانے کیلئے ان کو مامور کیا۔ تورات زبور اور انجیل سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں سے آج اگر کوئی کتاب موجود ہے تو وہ اپنے اصلی و حقیقی الفاظ ومعانی کے ساتھ موجود نہیں۔ قرآن ہی ایک ایسی آسمانی وربانی کتاب ہے۔ جو صدیاں بیت جانے کے بعد ہر ایک اعتبار سے صحیح سالم اور محفوظ ہے کیوں نہ ہو محفوظ کہ اس کی حفاظت وصیانت کی ضمانت خود اللہ رب العزت نے لے رکھی ہے۔۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔۔ ہم نے خود ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ بلاشبہ یہ قرآن کی عظمت وانفرادیت کی دلیل ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب وآخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس بے مثال وباکمال اور معجزاتی آسمانی کتاب کے اندر رہتی دنیا تک تمام انسانوں کیلئے تعلیمات وہدایات اور زندگی کے جملہ شعبوں کیلئے اصول وضابطے موجود ہیں اس میں ان کی اصلاح وفلاح دونوں کا راز پوشیدہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اس کتاب پر ایمان

لائیں اور اسکے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں ۔ بغیر اس پر ایمان لائے ہم اس کی تعلیمات وہدایات سے کماحقہ مستفید نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہماری اصلاح وفلاح ہوسکتی یہ تو ایمان میں ہی داخل ہے کہ ہم دیگر آسمانی کتابوں کے ساتھ قرآن پہ بھی ایمان لائیں کہ وہ اللہ کی آخری کتاب ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں ۔ اپنے کلام عزیز میں ۔ ترجمہ ۔۔۔۔ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس پر جو ابراہیم اسماعیل یعقوب (یعقوب کی) اولاد کی طرف اتاری گئی اور جو موسی وعیسی کو دی گئی اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملتی رہی ہے ۔ ہم انکے بیچ کوئی فرق نہیں کرتے ۔ اور ہم اس کے تابع فرمان ہیں ۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر 136) زیر بحث ہے ۔ حدیث کے اندر اس حقیقت کی وضاحت اور ایمان بالکتاب کی تعلیم ہے جب اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھ کے مسلمانوں کیلئے عربی میں تشریح وتوضیح کرنے لگے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تم اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب کرو پتہ نہیں کہ تشریح وتوضیح وہ صحیح کرتے ہیں یا غلط مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مذکورہ آیت پڑھ دی جسکے اندر تمام آسمانی کتابوں پہ بہرحال ایمان لانے کا حکم ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں پر نازل کیں ۔

حدیث جبرئیل میں مروی ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ اسلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال کیا ؟ تو آپ نے فرمایا کہ (ایمان یہ ہیکہ) تو ایمان لائے اللہ پر ۔ اس کے رسولوں پر ۔ اس کے فرشتوں پر ۔ اس کی کتابوں پر ۔ اور آخرت کے دن پر ۔ اور یہ کہ تو ایمان لائے خیر وشر پر (مسلم) کتبہ (اس کی کتابوں پر) میں گرچہ تورات ۔ زبور ۔ اور انجیل کے ساتھ قرآن بھی شامل ہے ۔ لیکن مسلمان اور امت محمدیہ ہونے کی وجہ سے ہمارا فرض اولین یہ ہے کہ ہم قرآن پہ ایمان لائیں ۔ اسے اللہ کی آخری کتاب سمجھیں ۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کریں ۔ اس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم مسلمان ہوں گے ۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد اگر کوئی قرآن کے علاوہ دیگر تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے تو وہ سب کچھ ہوسکتا ہے مگر ایک مسلمان نہیں ہوسکتا ۔ اس پر ایمان لائے بغیر اور عمل کئے بغیر وہ کامیاب وبامراد نہیں ہوسکتا ۔

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

موت کی حقیقت اور حقانیت

نیاز عبد الحمید طیب پوری

موت قیامت صغریٰ ہے۔ آدمی کی وفات کے بعد اسکی قیامت شروع ہوجاتی ہے۔ اور اپنے بھلے برے اعمال کی جزاو سزا بھگتنے لگتا ہے۔ موت و حیات نور و تاریکی اور ٹھنڈی و گرمی کی طرح ایک دوسرے کی ضد ہے

موت عربی زبان میں

اصحاب لغت موت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ (الموت والموتان ضد الحیات) موت حیات کی نقیض ہے۔ اسی طرح حیات کی تعریف یوں کرتے ہیں (الحیات نقیض الموت) زندگی موت کی ضد سے کرتے ہیں۔۔ جب کوئی چیز پر سکون ہوجائے تو اسے موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (الموت فی لغت اسکون وکل وما سکن فقد مات) عربی زبان میں موت سکون اور عدم حرکت کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو پر سکون ہوجائے اسے موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ (ماتت النار موتاً اذا برد رمادھا) آگ مر گئی (یعنی) آگ ٹھنڈی ہوگئی اور اسکی راکھ سرد پڑ گئی۔

وفات صغریٰ اور وفات کبریٰ

نیند موت ہے اسلئے موت کی بہن کہا جاتا ہے۔ نیند موت ہے اور اس کے بعد بیدار ہونا بعث و نشور ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے کلام عزیز میں (ترجمہ) اور وہی اللہ ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کرلیتا ہے۔ اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے بحالت نیند آدمی کی روح قبض کرلی جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ جسکو چاہتے ہیں اسے حیات سے نواز دیتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں اسکی روح کو روک لیتے ہیں۔ یہ اسکے قدرت میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے وقت انکی روحیں قبض کرلیتا ہے۔ اور جو ابھی

نہیں مرا ہے اسکی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر موت کا فیصلہ نافذ کرتے ہیں اسے روک لیتا ہے۔ اور دوسروں کی ایک وقت مقرر کیلئے واپس بھیج دیتا ہے۔ نیند کی حالت میں جسکی روح روک لی جاتی ہے اسے وفات کبریٰ (یعنی) انتقال کہتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی کی ایک دوسری زندگی شروع ہوجاتی ہے۔ اس زندگی کو برزخ کی زندگی کہتے ہیں۔ اس میں آدمی دنیا میں کئے ہوئے نیکیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے نیک آدمی کیلئے جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتیں ہیں۔ اور تاحد نگاہ قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔ لیکن اسکے برعکس گنہگار اور عاصی اپنے گناہوں کی سزا بھگتتا ہے۔ اور جہنم کی کھڑکیاں اسکے لئے کھول دی جاتی ہیں اور یہ کھڑکیاں قیامت تک کیلئے کھولی رہتی ہیں۔ اور قبر اتنی تنگ کردی جاتی ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں پسلیوں میں گھس جاتی ہیں اور طرح طرح کے عذاب انہیں دیا جاتا ہے۔ برزخ کی یہ جزا و سزا اس طرح ہوتی ہے کہ ہم اسکا شمار نہیں کرسکتے۔ (سورہ الزمر)

نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد احساس وشعور فہم ادراک اور اختیارات اور ارادہ کی قوتوں کو معطل کردیتا ہے

موت سے چھٹکارا نہیں

موت ایک اٹل حقیقت ہے جسکا نام ہر ذی روح کو پینا ہے۔ ہر جاندار اپنی ایک معینہ مدت پوری کر کے آغوش مدت میں مقیم ہوجائیگا۔ موت کی گرفت سے ہر کوئی بچ نہیں سکتا چاہے وہ فلک بوس عمارتوں میں مقیم ہو یا ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں بسر کئے ہو۔ ہر حال میں موت کا ایک ٹھوکر اس جاندار چیزوں کا خاتمہ کردیگی۔ کوئی چیز اسکے راستے میں حائل نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے قرآن پاک میں۔

(ترجمہ) اس ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کا حکم ہے اور اسی کی طرف ہر چیز واپس جائیگی۔

اسی موقع پر اللہ کے رسول نے فرمایا (حدیث شریف) کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔ نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا۔ وہ کامیاب وکامراں ہوا اور دنیا کی

زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔
دنیا میں جتنے لوگ آئے سب مرگئے صرف عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔ ان کو دوبارہ اتارا جائے گا۔ اور ایک مدت گزار کردہ بھی اس جام کو نوش کریں گے اگر کوئی مدت سے نجات پاتا تو وہ اللہ کے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ لیکن آپکے بارے میں بھی فرمایا دیا گیا۔ قرآن میں (انک میت وانہم میتون) ترجمہ اے پیغمبر تم بھی مرجاؤ گے یہ بھی مرجائیں گے۔

موت کا ایک دن متعین ہے

موت کا ایک دن مقرر ہے جس میں وہ اپنے وقت پر آئے گی۔ کوئی طاقت اسے آگے پیچھے نہیں کرسکتی۔ ہر آدمی کی عمر اللہ تعالی نے مقرر کردی ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے۔ آدمی کی سعادت اور شقاوت ماں کے پیٹ میں لکھ دی گئی تھی۔ اللہ کی یہ مقرر کردہ چیز مقدم یا مؤخر نہیں ہو سکتی۔ جو آدمی گاڑی یا جہاز کے حادثے میں یا جل کر یا ڈوب کر یا قتل ہو کر مرتا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے مقرر کی جاچکی تھی۔ اور اسے اسی بابت مرنا تھا۔ کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی ہے نہ آگے اور نہ پیچھے کر سکتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں

ماکان لینفس ان تموت الاباذن اللہ کتاباً مؤجلا

(ترجمہ) اور کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مرجائے اس نے موت کا وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔

اور فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے مرنا مقرر کر رکھا ہے۔ اور ہم اس سے عاجز نہیں

موت کے آنے کا وقت نامعلوم ہر ذی روح کو جان فنا نوش کرنا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ لیکن آدمی پر فنا کب طاری ہوگی اور موت کا حملہ کب اور کس حالت میں ہوگا اس کا علم صرف اللہ جل جلالہ نے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے

(ترجمہ) اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی پانی برساتا ہے اور وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے۔ (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کسی سرزمین میں اسے موت آئیگی بے شک اللہ ہی جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

لیکن ہم

حیف صد حیف ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی دینداری پر رونا آتا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول نے زندگی گزارنے کے جو قاعدہ وقوانین مقرر کئے ہیں اسکی کھلم کھلا نافرمانیاں ہوتی ہے۔ نماز چھوڑنا روزہ نہ رکھنا سود کا لین دین کرنا زناکاری موسیقی وغنا اور دیگر قسم کے کبائر معاشرے وسماج میں ناسور بن گئے ہیں۔ منکر کے نکیر کی تینوں صورتوں میں کسی پر بھی عمل نہیں ہوتا ہے۔ اور دیگر لوگوں سے برابر معاملہ ہوتا ہے۔ تجارتی لین دین شادی بیاہ دعوتوں میں شرکت فرض کہ وعملی میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ اور لوگ دنیا بنانے میں اسطرح لگے ہوئے ہیں گویا یہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور یہی حیات ابدی ہے جبکہ اپنے سر کی آنکھوں سے بچوں جوانوں اور بوڑھے موت کے آغوش میں آجاتے ہیں۔ اور دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔

چارپائی پر رکھی ہوئی لاش حال سے کہتی ہے کہ اے غافل انسان مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھ کر تو بھی اس مقام پر آئیگا۔ کفن کہتا ہے کہ تو بھی اس میں لپٹایا جائے گا۔ قبر کہتی ہے کہ ہر انسان کو مجھ تک آنا ہے۔

ضروری اطلاع

سلفی پرائمری اسکول کے نصاب تعلیم کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے اہل علم حضرات نے اسے بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور اس کو بہت سراہا ہے اور اسے تعلیمی درسگاہوں میں رواج دینے کی یقین دہانی کرائی ہے اللہ کی رحمت سے امید ہے یہ نصاب تعلیم کے میدان میں اہم انقلاب لائے گا۔ ان شاء اللہ۔ نصاب تعلیم پر قارئین کرام اپنی رائے ادارہ کو لکھ کر بھیجیں تاکہ اس سے استفادہ کیا جا سکے۔

افضل الندوی مدیر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دھلی

معمارِ حرم باز بتعمیرِ جہاں خیز

نعیم اختر عمری۔ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علیگڑھ۔

آج ساری انسانیت پر نزع کا عالم طاری ہے، چاروں طرف قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، اقلیت کو اکثریت کی درندگی کا شکوہ ہے، تو کہیں کالوں کو گوروں کی برتری کا گلہ ہے، نوجوان طبقہ و طلبہ برادری میں اخلاقی مفلسی، معاشی استحصال، جنسی بے راہ روی، تعصب و تنگ نظری، مذہبی تشدد، تعلیمی پسماندگی، خدا بیزاری و آخرت فراموشی اور باہمی و جزئی اختلافات جیسی بے شمار تباہ کن بیماریاں رونما ہوچکی ہیں۔ آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحِ اقدس ہمیں چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ اے ملت اسلامیہ کے پاسبانو! خدا کی زمین پر رہ کر خود اسی سے بغاوت تم سے کس طرح دیکھی جا رہی ہے؟ بنو اسماعیل کا شیرازہ منتشر ہے تم سے کس طرح برداشت کیا جا رہا ہے؟ آج میری اولاد میرا مشن بھول چکی ہے تم بے قرار کیوں نہیں ہو رہے ہو؟ مگر افسوس اور صد افسوس! کہ ہم اس پکار کے مطالبہ سے یکسر بے بہرہ ہو چکے ہیں۔

آج جبکہ ہر دن کا طلوع ہونے والا آفتاب خون کی سرخی لئے ہوئے نمودار ہوتا ہے تو ایسے وقت پر تاریخ کی ورق گردانی کثرت سے کرنی چاہیئے کہ کیا نعرۂ توحید بلند کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان سمیت شعب ابی طالب میں تین برس نہیں رہے؟ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حق کی خاطر مختلف قسموں کی سختیوں کو نہیں جھیلا؟ کیا باطل کا اقتدار تسلیم نہ کرنے پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلہ میں جام شہادت نوش نہیں فرمایا؟ کیا حق بات کہنے پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کوڑوں کے تازیانے برداشت نہیں کیے؟ کیا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید

دین کی خاطر جیل کی صعوبتوں پر صبر نہیں کیا؟ آج تک آخر وہ کونسی شخصیت ہے جو حق کی دعوت دینے پر مصائب و آلام سے محفوظ رہی ہو؟ ایمان کا تقاضا ہی آزمائش ہے" احسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون. (عنکبوت : ۲) اسی حقیقت کا بیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا: "الدنیا دار لمن لا دار له، ولها یجمع من لا عقل له"۔

آج جبکہ اسلام اور مسلمانوں پر ہر چہار جانب سے یلغار کی بوچھار کی جارہی ہے تو ایسے سنگین موقع پر نوجوان نسلوں کی یہ عین ذمہ داری ہوتی ہے کہ جس طرح لشکرِ اسلام کے کم سن جانباز حضرت معاذ و معوذ بن عفراء، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت حنظلہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کی طرح بیشمار مجاہدین نے ظلم و جور سے بھری اس دنیا کی اصلاح کر کے انسانی معاشرہ کو صحیح رخ عطا کیا، نیز مسلح افواج کی سربراہی کرتے ہوئے طارق بن زیاد، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر علیہ الرحمہ نے بڑی بڑی جابر و قاہر مملکتوں کو شکست فاش دی۔ یہاں تک کہ روم اور پرسین امپائر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور لشکر جرار کو جھکا کر لشکر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ اسی طرح ہم بھی اس طوفان جہالت میں روشنی کے اس مینارے کی طرح حق و صداقت پر ڈٹے رہیں جو موجوں کے تھپیڑے کھاتا رہتا ہے مگر رہنمائی کے کاموں سے غافل نہیں ہوتا اور اس وقت دنیا میں پھیلی ہوئی سسکتی اور بلبلاتی ہوئی انسانیت کا مداوا کریں۔ کیونکہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا ؎

عزم راسخ ہو تو ہوتی ہیں بلائیں پسپا کتنے طوفان پلٹ دیتا ہے ساحل تنہا
جوانوں یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزم سفر پیدا

حقیقت یہ ہے کہ نوجوانان اسلام ملک و ملت کے عظیم سرمایہ ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو لشکر اسلام کو ساحل مراد سے ہم کنار کر سکتے ہیں، معاشرے کی اصلاح میں کوشاں رہ سکتے ہیں فکر کا دھارا بدل سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قوم و ملت کے عروج و زوال کا زمام کار انہیں کے ہاتھوں میں ہے اگر یہ عزم محکم کرلیں تو قوم کی افرا تفری کو اصلاح میں تبدیل کر دیں۔ آج بھی یہ نوجوان اپنے ماضی کی داستانوں میں رنگ بھر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہی وہ سر بکف مجاہدین ہیں جنہوں نے نمرود کی نمرودیت اور فرعون

کی فرعونیت کو خاک میں ملا دیا، جنہوں نے سرزمین اندلس پہ فتح و کامرانی کا پرچم لہرایا، پراگندہ معاشرہ کو صاف ستھرا بنایا، قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ اور بد سے بدترین معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایسی انتھک کوشش کی کہ ہر سُو راستی و درستی کو عام کر دیا۔

نوجوانوں کی آہنی نما قوت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقبال انہیں کے لئے دست بدعا ہیں ؎

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے ۔۔۔ میرا عشق میری نظر بخش دے
جوانوں کو میری آہِ سحر دے ۔۔۔ پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا میری آرزو یہی ہے ۔۔۔ میرا نور بصیرت عام کر دے

درحقیقت یہ معمارانِ ملت ہی وہ طاقت اور زور بازو ہیں جو اگر تخریب کی راہ پر گامزن ہو جائیں تو بڑے بڑے ایٹم بم دنیا میں جتنی تخریب نہیں مچا سکتے اس سے کہیں زیادہ یہ تباہی و بربادی مچا سکتے ہیں، لیکن اگر یہی اصلاحی کاموں میں لگ جائیں تو دنیائے نارِ نمرود کو بھی گلزار جنت نما بنا سکتے ہیں۔ نوجوانوں کی طاقت کا اندازہ شاعر کے اس خیال سے لگا سکتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ؎

معمار حرم باز بتعمیر جہاں خیز ۔۔۔ از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس عزم جواں کو صحیح رخ پر لگایا جائے تو اس کی تیز رفتاری و باد پیمائی سے دور کی منزلیں بھی سمٹ کر قریب آجاتی ہیں اور اس کا ہدف بن جاتی ہیں نوجوانوں ہی کی تگ و دو اور سعی و پیہم سے ہر تحریک و تنظیم پر نکھار آتا ہے۔ لہٰذا اب انہیں اپنے دل میں یہ عزم لے کر چلنا ہوگا کہ ؎

ہم عزم جواں، ہر لمحہ دواں ۔۔۔ رکھتے ہیں ہمیشہ آگے قدم

مگر اس اسپرٹ و جذبہ کو برقرار رکھنے کے لئے آیت کو پیش نظر رکھنا ہوگا جیسا کہ اقبالؒ نے بھی اس کی نشاندہی فرمائی ہے ؎

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں ۔۔۔ ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے ●

اسلام کی معاشی تعلیمات کے چند اہم پہلو

حافظ محمد سلیمان
فیصل آباد۔ پاکستان۔

کسبِ حلال کی ترغیب اور عیالاً علی المسلمین بننے کا استکراہ

اسلام مفت خوری، نکھٹو پن، کاہلی، کام چوری اور طفیلی پن کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا اسلامی معاشرہ نکموں اور بیکار ناکردگان کی بہشت نہیں ہے نہ ہی یہ ٹکر گداؤں کی جنت ہے کسبِ حلال کی ترغیب، بلکہ فرضیت اور سوال کرنے کی مذمت کے متعلق بے شمار احادیث ہیں جو اس نکتہ کی تائید کرتی ہیں۔

دراصل اسلام ایسے خود دار انسان تیار کرنا چاہتا ہے جو اپنے قدموں پر کھڑے ہوں۔ اور کسی پر بوجھ (یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں۔ جو وہ نکمے اور نکھٹو لوگوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ عیالاً علی المسلمین) نہ ہوں۔ مسلمان ایک ایسا شیر ہے جو خود شکار کرتا ہے کسی کا پس خوردہ نہیں کھاتا۔ خود انحصاری یا اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی صلاحیت مردِ مومن کی ایک اہم صفت ہے۔ وہ اکاس بیل نہیں ہوتا کہ زمین اور ہوا سے دوسرے پودے غذا حاصل کریں اور وہ ان پودوں کا طفیلی بن کر ان سے اپنی غذا کو چوستا رہے وہ جونک بھی نہیں ہوتا کہ دوسروں کا خون چوس کر زندہ رہے اس کے برعکس وہ ایسا خود دار انسان ہوتا ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کسی سے اتنا سوال بھی نہیں کرتا کہ وہ اسے اس کا زمین پر گرا ہوا چابک پکڑا دے۔ اس سلسلہ میں شاید آئیڈیل رویہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا ہے جن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت المال سے مال لینے کے خطرات سے ایک نہایت ہی بلیغ تنبیہ دے کر آگاہ فرمایا تو اس کے بعد انہوں نے اس سلسلہ میں اتنی احتیاط

فرماتی کو "شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں ان کے بار بار اصرار کے باوجود بیت المال سے وظیفہ قبول کرنے سے انکار فرماتے رہے۔ ایک حدیثِ پاک میں دی گئی بشارت کے مطابق مثالی اسلامی معاشرہ کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہاں صدقہ دینے والے تو ہوں، لینے والے نہ ہوں، اس بشارت کا ایک پہلو تو یہ ہے اسلام رفعِ تعطل، کفالتِ عمومی اور مساواتِ مواقع کے مؤثر نظاموں سے نیز ارتکازِ زر کی حوصلہ فرسائی کی تدابیر سے، احتیاج کا مکمل خاتمہ کر دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بشارت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں محتاج، اگر کوئی ہوں بھی تو وہ اتنے خود دار اور غیور رہوتے ہیں کہ علامہ اقبال کے الفاظ میں۔

ع منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا یارا نہیں ہوتا۔

کفالت کے انتظامات کے ذریعہ رفعِ احتیاج

بہرحال کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو معاشی عمل میں براہِ راست اور فوری طور پر حصہ نہیں لے سکتے مثلاً۔

الف: خواتینِ خانہ، جن کا پہلا فریضہ بچے پیدا کرنا، انہیں پالنا، ان کی تربیت کرنا اور گھر کو سنبھالنا ہے۔

ب: بچے اور زیرِ تعلیم افراد۔

ج: از کار رفتہ بوڑھے افراد۔

د: محروم افراد، ان میں جسمانی طور پر، ذہنی طور پر، معذور اور نااہل افراد بھی شامل ہیں۔

ہ: ایسے افراد جو کام کرنا چاہتے ہیں مگر انہیں کام نہیں ملتا یا اتنا معاوضہ نہیں ملتا جس سے ان کی گذر اوقات ہو سکے۔

و۔ مسافر جو کسی اجنبی جگہ میں بے زادِ راہ ہو کر رہ گیا ہو۔

اسلام میں اخوت کا جو تصور ہے اور اسلامی معاشرہ کا بحیثیت مجموعی ایک خاندان ہونے کا جو تصور ہے اس کے مدِّنظر اسلام اس قسم کے افراد کو بے بسی اور بے کسی کی حالت میں نہیں چھوڑتا، انہیں بے یار و مددگار نہیں رہنے دیتا کہ وہ حوادثِ زمانہ کے تھپیڑے اکیلے

اکیلے کھاتے اور کرابتے رہیں۔ اس قسم کے افراد کے لئے اسلام میں کفالت کے دائروں کا تصور ہے۔

سب سے پہلا دائرہ ایک خاندان کا سربراہ یا قوم جو اپنی بیوی، اپنے بچوں اور اپنے ماں باپ کا کفیل ہے۔

دوسرا دائرہ۔ ذوی الارحام اور رشتہ داروں میں سے ایسے افراد جن کی کفالت ان کے قوام بوجہ فوتیدگی یا دیگر وجوہ نہیں کرسکتے ان کی کفالت بھی ان کے ذی استطاعت رشتہ داروں کی اخلاقی ہی نہیں، قانونی ذمہ داری بھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اس کا شاہد ہے۔ ابھی حال ہی میں حکومت پاکستان نے انہی خطوط پر ایک قانون رائج کیا ہے جو صحیح سمت میں ایک قدم ہے۔

تیسرا دائرہ ہمسائیگی کا ہے۔ ہر ہمسایہ انفرادی طور پر اس کا مکلف ہے کہ اس کا ہمسایہ بھوکا نہ سوئے (حدیث پاک) اور اجتماعی طور پر پورا محلہ یا بستی کے لوگ اس امر کے قانونی طور پر ذمہ دار ہیں کہ ان کی حدود میں کوئی شخص ایسا نہ ہو جس کی معاشی احتیاجات پوری نہ ہوں۔ اور اگر ان کے اس فریضہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے کوئی شخص کسی بستی میں بھوکا (یا بے علاج) مرجائے تو اس کی دیت بستی والوں پر واجب ہے۔ موجودہ دور میں لوکل باڈیز کو قانونی طور پر یہ ذمہ داری دی جانی چاہئے۔ فی الحال تو ان کی ذمہ داری صرف لاوارث لاشوں کو نٹ پاتھوں سے اٹھانا ہے، زندہ لاوارث لوگوں (یعنی ایسے لوگ جن کے خاندان والے، رشتہ دار، قریبی ہمسائے، ان کی کفالت کا فریضہ ادا کرنے میں ناکام رہیں) کی ذمہ داری بھی ان لوکل باڈیز کے سپرد کی جانی چاہئے۔ اگر فنڈز کا مسئلہ ہو تو صوبائی یا مرکزی حکومت یا زکوٰۃ کونسل اپنے اپنے وسائل سے ان لوکل باڈیز کی اس خاص ضمن میں مدد کرسکتے ہیں۔

چوتھا دائرہ ریاست۔ ایسے مستحقین جن کی مذکورہ بالا تینوں سطحوں پر کفالت نہ ہو رہی ہو۔ بدرجۂ آخر ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی کفالت کا انتظام کرے جیسا کہ ارشاد عالی ہے۔ انا ولی من لا ولی لہ۔ اسی طرح ایسے افراد کی فوتیدگی کی صورت میں ان کے معاشی واجبات (مثلاً قرض وغیرہ) کی ذمہ داری بھی ریاست کی ہے جب کہ یہ ذمہ داری ان کے اہل خاندان، رشتہ دار ہمسائے اور بستی والے پورا کرنے سے کوتاہی کریں۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ صنعتی دور میں، سماجی

بقیہ صـ ۲۸ پر

معیار اخوت

مولانا یوسف امین اعظمی

اخوت محبت، ایثار و قربانی اور خوش مزاجی اور خوش طبعی ہے۔ اسلام کی ان زریں تعلیمات میں سے ہے جس پر صالح معاشرے کی بنیاد قائم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وان من الصدقۃ ان تلقی اخاک بوجہ طلق۔ یعنی یہ بھی ایک صدقہ اور کار خیر ہے کہ تم اپنے کسی بھائی سے بشاشت وجہ، خوش دلی و خوش طبعی اور خوش مزاجی سے ملو اور کشادہ روئی سے ملنے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے اللہ کے راستے میں صدقہ کیا ہو۔ اسلام کی یہ اخوت و محبت کی تعلیم انتہائی اہم اور عظیم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی وسیع بھی ہے۔ اگر ہم اسلام کی اس اہم تعلیم کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام کی یہ تعلیم تین قسموں پر منقسم ہے۔

۱۔ یہ کہ ایک مسلمان کے دل میں اپنے بھائی کے لئے رحم و کرم کا کتنا جذبہ ہو۔ اور اس کے ساتھ کس ہمدردی اور خیر خواہی سے پیش آئے۔

۲۔ یہ کہ ایک مسلمان کو کسی غیر مسلم اور کافر و مشرک کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اور اس کے ساتھ احسان و سلوک کا کیا پیمانہ ہونا چاہیئے۔

۳۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جانوروں اور چوپایوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ذیل میں تینوں کی قدرے تفصیل پیش کی جارہی ہے۔ پہلے صحیح احادیث کی روشنی میں ہم اس پہلو کا جائزہ لیتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ احسان کی صورت میں کیا ثواب اور ظلم کرنے کی صورت میں کیا وعید بیان فرمائی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عذبت امرأۃ فی ھرۃ سجنتھا حتی ماتت فدخلت فیھا النار لاھی اطعمتھا ولا سقتھا اذ حبستھا ولا ھی ترکتھا تاکل من خشاش الارض۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت کو اس وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی۔ اس عورت نے جس وقت بلی کو قید کیا تھا تو نہ اس نے بلی کو کھانا دیا نہ پانی نہ اس کو چھوڑا کہ وہ خود جا کر کہیں اپنا رزق تلاش کرتی اور زمین کے کیڑے مکوڑے پکڑ کر کھاتی۔ (متفق علیہ)

بلی کوئی بہت قیمتی جانور نہیں ہے لیکن ایک ذی روح ہے اسے بھوک اور پیاس سے تڑپا تڑپا کر مارنا اللہ کے نزدیک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس عورت کو جہنم میں داخل کر دیا۔ اس سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جانور کے ساتھ ظلم کرنے کو برداشت نہیں کر سکتا وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جب جانوروں کے ساتھ بے رحمی اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے تو کسی انسان کے ساتھ کیوں کر گوارہ ہو گی؟ اس کے برعکس کسی جان بلب جانور کو کھانا اور پانی دے کر اس کی جان بچانا باعث مغفرت اور دخول جنت ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما رجل بطریق اشتد علیہ العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلھث یاکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملأ خفہ ماءً فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ قالوا یا رسول اللہ وان لنا فی البھائم لاجرا قال فی کل ذات کبد رطبۃ اجر۔ (بخاری)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی سخت پیاس کی حالت میں ایک راستے سے گزر رہا تھا اچانک اسے ایک کنواں ملا۔ تو وہ شخص

اس کنویں میں اترا اور پانی پیا پھر کنویں سے باہر آیا۔ تو اس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کتا کنویں کے ارد گرد جو گیلی مٹی ہے اسے اپنی زبان سے چاٹ رہا ہے۔ تو اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ یقیناً اس کتے کے پیاس کی وہی حالت ہے جو کچھ دیر پہلے میری تھی۔ تو وہ شخص کنویں میں دوبارہ گیا اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر لایا! اور اپنے جوتے کا پانی کتے کو پلا دیا اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل سے اتنا زیادہ خوش ہوا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا صحابہؓ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا جانوروں پر بھی رحم و کرم کرنے سے ہمیں ثواب ملے گا؟ تو اللہ کے رسول نے کہا کہ ہر تر کلیجہ (زندہ) رکھنے والے پر رحم و کرم کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

ان دو حدیثوں میں سے ایک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں پر ظلم و زیادتی اللہ کے عذاب اور جہنم کا موجب ہے اور دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں پر رحم و کرم کرنا مغفرت اور حصول جنت کا باعث ہے۔

اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب اسلامی شریعت جانوروں کے ساتھ لطف و کرم یا ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کے بارے میں اتنی حساس ہے تو انسانوں کے ساتھ عموماً اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً کتنی حساس ہوگی۔

اب احادیث اور واقعاتِ صحابہؓ کی روشنی میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے؟ اور پھر خود ہی یہ فیصلہ کریں کہ ہمارے تعلقات کی نوعیت غیروں کے ساتھ کیسی ہو؟ اس کی بھی مثال عہد رسالت ہی سے ملاحظہ کیجئے:

عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب رأى حلة سيراء عند باب المسجد فقال يارسول الله لو اشتريت هذه فلبستها للناس يوم الجمعة وللوفد اذا قدموا عليك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما يلبس هذه من لا خلاق له فى الآخرة ثم جاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم منها حلل فاعطى عمر منها حلة فقال عمر يارسول الله كسوتنيها وقد قلت فى حلة عطارد ما قلت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لم اكسكها لتلبسها فكساها عمر اخا له مشركا بمكة۔ (متفق عليه)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی پوشاک فروخت ہوتے دیکھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ اسے خرید لیجئے اور جب آپ کے پاس کوئی وفد آتے یا جمعہ کا دن ہو تو زیب تن فرمائیں تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا! اسے تو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس میں سے کچھ جوڑے آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ تو حضرت عمر نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ نے یہ حلہ مجھے دیا ہے۔ حالانکہ آپ نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ اسے وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا) تو اللہ کے رسولؐ نے کہا میں نے تمہیں یہ اس وجہ سے نہیں دیا ہے کہ تم اسے پہنو۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

یہ غیر مسلم کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی ایک مثال ہے آپس میں ہدیہ، تحفہ، خیر خواہی اور ہمدردی سے پیش آنا انسانیت کے بنیادی حقوق ہیں اخلاق وکردار اور الفت و محبت کے لئے اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں رکھا ہے بلکہ جس طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے اسی طرح غیر مسلم کے ساتھ انسانی بنیاد پر ہمدردی اور اخلاق کریمانہ کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

مکہ والوں نے آپ کے ساتھ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ جس بہیمیت اور بربریت کا سلوک کیا تھا اس کو سوچ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ظلم وستم کا وہ کون سا طریقہ تھا جو انہوں نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر نہ آزمایا ہو۔ مکی زندگی میں جتنا ستانا تھا وہ تو ستایا ہی ہجرت کے بعد بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ بدر، احد، خندق اور حدیبیہ اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ ۸ھ ہجری میں جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی آپ کو بھرپور قوت حاصل تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان سے پوچھا۔

یامعشر قریش ماترون انی فاعل فیکم ؟ قالوا خیرا۔ اخ کریم وابن کریم قال: اذھبوا فانتم الطلقاء۔ (سیرت ابن ہشام)

اے قریش کے لوگو! بتاؤ اس وقت جب کہ میں تمہارے اوپر قادر ہوں تمہارے بارے

میں کیا فیصلہ کروں گا تو قریش نے جواب دیا ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے بارے میں بہترین فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ یقیناً آپ ہمارے ایک بہترین بھائی ہیں اور ایک بہترین بھائی کے لڑکے ہیں تو اللہ کے رسولؐ نے کہا جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کردیا۔

یہ اسلام دشمنوں کے ساتھ شفقت ومروت اور اعلیٰ ظرفی کی ایسی نادر مثال ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسلام ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے؟ اور ان کے درمیان اخوت، محبت، ہمدردی اور نرم دلی کی کیسی تعلیم دیتا ہے؟ اس کی ایک جھلک صحابہ کرامؓ کے باہمی تعلقات میں ملتی ہے۔ یوں تو اسی طرح کی مثالوں سے پورا عہد صحابہ بھرا پڑا ہے لیکن اس کی سب سے واضح مثال ہمیں اس وقت ملتی ہے جب مکہ کے مہاجرین بے یار ومددگار مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہونچے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار ومہاجرین کے درمیان جو مواخات قائم کی تھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا کی تاریخ نہ اس کی مثال پیش کرسکی ہے اور نہ پیش کرسکے گی۔ انصار نے مال وزر تو پیش کیا ہی تھا اپنی بیویوں تک کو طلاق دینے اور مہاجرین سے شادی کرنے کی بھی پیشکش کردی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ انسان کے اندر ایک فطری داعیہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو ہمیشہ دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اس لئے جب کبھی نفس کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو اس کے خیر وشر کا پیمانہ بدل جاتا ہے لیکن اسلام اس کی شدت سے نفی کرتا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک تم اپنے مسلم بھائیوں کے وہی نہ پسند کرنے لگ جاؤ جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتے ہو۔ بخاری کی روایت ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پسند اور اپنے بھائی کی پسند کا معیار الگ رکھتا ہے تو اس کے ایمان کا نقص ہے اور جب ایمان تما حب ایمان کو ایثار وقربانی پر آمادہ کرنے لگے یہاں تک کہ ایک مومن اپنی پسند پر بھائی کی پسند کو ترجیح دے تو یہ اس کے کمالِ ایمان کی

پہچان ہے۔

عن ابی موسیٰ قال قالوا یا رسول اللہ ای الاسلام افضل۔ قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ (بخاری)

صحابہؓ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول بہترین اسلام کیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ پکا اور سچا مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایذاء رسانی کے دو ہی طریقے ہیں۔ روحانی اور جسمانی۔ اس مختصر حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طریقوں کو جمع کر دیا ہے۔ زبان سے روحانی تکلیف پہونچتی ہے جس سے دل کو زخم پہنچتا ہے۔ اور ہاتھ سے جسمانی تکلیف پہونچتی ہے۔ دونوں سے منع فرما کر آپ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ مسلمانوں کا معاشرہ ایسا پاکیزہ اور ستھرا ہونا چاہئے کہ ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے روحانی یا جسمانی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہونچے اور اگر ایسا ہوا تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال کے ذریعہ باہمی الفت ومحبت کو واضح فرمایا۔

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذاشتکی عضواتداعیٰ لہ سائر جسدہ بالسھر والحمی۔ (بخاری)

نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھو گے کہ مومنین آپس میں ایسی محبت، اخوت اور نرم دلی رکھتے ہیں جیسے ایک جسم، اگر جسم کے کسی ایک حصہ کو بھی تکلیف پہونچتی ہے تو وہی عضو پورے جسم کو بخار میں مبتلا کر دیتا ہے اور راتوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے۔

یہ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق اور اخوت ومحبت کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے مسلمان دنیا کے کسی کونے میں ہوں اگر انہیں تکلیف پہونچتی ہے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کو بالکل اسی طرح درد محسوس کرنا چاہئے جس طرح جسم کے کسی ایک حصہ میں کانٹا چبھے تو اس کی چبھن پورا جسم محسوس کرتا ہے اور اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں بھی مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے۔ تو پوری دنیا

کے مسلمان اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

اسلام کی اعلیٰ ترین اخلاقی تعلیمات کی یہ ایک جھلک تھی ہمیں اپنے کردار اور اخلاق کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے معاشرے کے اندر لطف وکرم اور مروت وانسانیت کا وہ جذبہ کس قدر پایا جاتا ہے یا نہیں؟ جو اسلام کو ہم سے مطلوب ہے۔ چنانچہ اگر ہم اپنے اسلامی معاشرے پر ایک سرسری نظر بھی ڈال لیں تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی کہ ہمارا معاشرہ اسلامی، دینی، ملی اور جماعتی جذبات اور باہمی ایثار وقربانی سے یکسر خالی ہے۔ اب علی سبیل التنزل ہم یہ دیکھنا چاہیں گے کہ اسلامی سطح پر ایک مسلمان کو غیر مسلم کے ساتھ جو احسان وسلوک اور برتاؤ ہونا چاہیئے وہ ہمارے اسلامی معاشرے کے اندر پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اس پہلو سے بھی جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو نتیجہ صفر ہی نکلتا ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے دلوں میں غیر مسلموں کے لئے انسانیت کی بنیاد پر خیر خواہی اور ہمدردی کا جو جذبہ رکھتے تھے۔ اتنا بھی ہم اپنے مسلم بھائیوں کے لئے نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ ہمارا سینہ اپنے ہی بھائیوں کی عداوت میں ہمیشہ جلتا اور سلگتا رہتا ہے۔ جب ہمارا سینہ اپنے بھائیوں کے لئے اتنا بھی کشادہ نہیں ہے جتنا ایک غیر مسلم کے لئے ہونا چاہیئے تو پھر یہ دیکھیں کہ کیا ہمارے معاشرے میں اخوت ومروت کا وہ جذبہ بھی ہے یا نہیں؟ جو ایک انسان کے دل میں کسی ذی روح اور جاندار کے لئے اسلام کو مطلوب ہے اس پہلو سے جب معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو بھی نتیجہ صفر ہی نکلتا ہے اس لئے کہ ہمارا معاشرہ ایسے بھیڑیا نما انسانوں سے بھرا پڑا ہے جو اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں شریک کیا ہوں گے؟ الٹے اپنے بھائیوں کے دکھ درد اور مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں بلکہ موقع ملے تو معاشی اور اقتصادی ضرب لگانے سے بھی نہیں چوکیں گے۔

جس مذہب کی اساس اور بنیاد ہی رحم وکرم اور اتحاد واتفاق پر قائم ہو اگر اس کے متبعین نفاق، شقاق، اختلاف، عداوت اور نفرت کی بھٹی میں جلنے لگ جائیں تو وہ دوسروں کے لئے نمونہ کیوں کر بن سکتے ہیں؟ سچا مسلمان ایسے اعلیٰ اور برتر اخلاق سے مزین ہوتا ہے کہ جسے دیکھ کر غیر مسلم خود بخود اسلام کی طرف کشش محسوس کرتا ہے لیکن ہم نے اپنے افتراق اور تخریب

بقیہ ص۲۵ پر

ہوشیار

انیس احمد جوہر

ہماری نگاہوں نے دیکھ لیا کہ اس کرۂ ارضی سے تعلق رکھنے والے دو بڑے نظریاتی بلاکوں میں سے ایک بلاک کا جنازہ اس انداز سے نکلا کہ اس کی تجہیز و تکفین و تدفین اس کے دشمن کے حصے میں آئی۔ نیز اس کے لواحقین و ورثاء کی کفالت کا بھی وہی مدعی ہوا یہ الگ بات ہے کہ دراصل اس کی ہلاکت ایک ایسی سپر پاور کے ہاتھوں عمل میں آئی جو ماضی میں تو سپر پاور تھی لیکن اب سپر پاور شمار نہیں ہوتی ہے۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ کمیونزم کے سقوط سے پہلے تک دنیا تین بڑے بلاکوں میں منقسم تھی۔ دو بلاک یعنی کیپٹلزم اور کمیونزم طاقتور شمار ہوتے تھے لیکن تیسرا یعنی اسلامی بلاک بظاہر ان دونوں کے رحم و کرم پر زندہ تھا۔ یہ حقیقت بھی ہمارے سامنے رہنی چاہئے کہ اول الذکر دونوں بلاک اسلام دشمن ہوتے ہوئے بھی آپس میں منقسم تھے یعنی ان کی قوتیں جہاں اسلامی بلاک کو کمزور کرنے کے لئے صرف ہو رہی تھیں وہیں اپنے دشمن کو زیر کرنے اور اس کی قوتوں اور اثرات کو محدود کرنے کے لئے بھی استعمال ہو رہی تھیں۔ یہ دوسرا پہلو اسلامی دنیا کے لئے ایک اچھا شگون تھا۔

کمیونزم کے زوال کے بعد جو توجہ طلب امر سامنے آیا وہ یہ کہ اب مقابلہ اسلام اور کفر کے دو دھڑوں میں نہیں بلکہ اسلام اور متحدہ کفر کے درمیان ہے اور ان قوتوں کا ایک بڑا حصہ جو اب تک آپسی بیخ کنی میں صرف ہوتا تھا اسلام کے خلاف استعمال ہوگا۔

اس موقع سے اسلامی بلاک کے لئے ایک چیز اور تشویش کا سبب بن سکتی ہے اور وہ یہ کہ وہ ممالک جنہوں نے ماضی میں اپنے آپ کو باقاعدہ کسی بلاک میں شامل نہیں کیا تھا بلکہ اپنے مفادات کے لحاظ سے درمیان میں رہے تھے اب وہ بھی مجبور ہو چکے ہیں کہ عالمی لیڈر شپ کی دعویدار سپر پاور

کی سرپرستی قبول کریں۔ اس کی حالیہ مثال ہندوستان کی خود سپردگی سے دی جا سکتی ہے۔ معاشی اعتبار سے اپنے آپ کو امریکی غلامی میں دے دینا، اسرائیل سے باقاعدہ سفارتی روابط کا قیام نیز اسرائیل کی خاص صلاحیتوں سے استفادہ کا حالیہ اعلان اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔

لیکن ان تمام حادثات سے زیادہ جو چیز اسلامی بلاک کے لئے سب سے بڑے خطرے کا پیش خیمہ بنی ہے وہ ماضی کا خلیجی بحران ہے جس کے بہت سے نتائج بظاہر ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور مستقبل میں مزید بھیانک انداز سے ظاہر ہونے کا اندیشہ ہے۔ ماضی کا یہ واقعہ زیادہ توجہ طلب، غور و فکر کا مستحق اور افسوس کے قابل اس لئے بھی ہے کہ اس کے پس پردہ حماقتوں اور ناعاقبت اندیشیوں کا سہرا ہمارے ہی سر ہے اور مستقبل میں ایسے کئی واقعات کا اندیشہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

ان واقعات کے ردّ عمل کے طور پر اسلامی بلاک کی طرف سے جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے کسی قدر امید افزا ہے لیکن بعض پہلو انتہائی مایوس کن، قابلِ مذمت اور انتشار کی علامت ہیں نیز اسلامی بلاک کی عالمی لیڈر شپ کی دانشمندانہ اور مخلصانہ توجہ کے طالب بھی۔ نیز اس ردّ عمل کے درمیان میں وہ پہلو بھی انتہائی خوش کن ہے جو اسلامی بلاک کی صاحبِ اقتدار شخصیات یا تنظیموں کی طرف سے نہیں بلکہ عوام کی طرف سے آیا ہے اور مستقبل میں ہم اس عوامی ردّ عمل سے اچھے نتائج کی توقع کر سکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۲۳ کا

ہندلیوں سے اپنی مدعو قوم کو ایسا متنفر کر دیا ہے کہ وہ ہمارے قریب آنے سے بدکتی ہے۔

وقت اس بات کا شدت سے متقاضی ہے کہ تمام مسلمان ایمانی رشتہ کی بنیاد پر اپنے اندر ایکا اور اتحاد پیدا کریں اور ہر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ خلوص، ہمدردی اور اخوت و محبت سے پیش آئے۔ اور متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنا قومی، ملی اور سیاسی شعور بے دار کریں۔ اگر اب بھی ایثار و قربانی کی بنیاد پر ہمارا ملی احساس نہ جاگا تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا ملی تشخص اور قومی شعار "ہندو احیاء پرستی" کے طوفانی سیلاب میں بہہ جائے گا اور ہم "ہائیں ہائیں" کرتے رہ جائیں گے۔

توبہ۔ نوجوانوں کی ایک جماعت کا

عبد المعین مدنی۔ ندوۃ السنۃ الٹوا بازار

بلا شبہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بہت سی ایجادات کسی اعتبار سے فائدہ مند ہیں تو کسی اعتبار سے نقصان دہ بھی ہیں۔ ریڈیو، ٹیلیویژن، ویڈیو اس قسم کی اور دوسری نشریات و اطلاعات کی مشینیں، ملکی وغیر ملکی مختلف الانواع مناظر کو۔ لاکھوں اور کروڑوں کوسوں کی دوری کے باوجود۔ مشاہدہ میں لانے والی مشینیں صحیح طریقہ سے برمحل استعمال کی جائیں تو قابل ستائش ہیں لیکن انہیں ایجادات کو موسیقی اور سنگیتی، عریاں اور فحش مناظر کے پھلنے پھولنے کا ذریعہ بنایا جائے تو یہی چیزیں قابل ملامت ہیں۔

خود کوئی بھی انسان اپنی ذات کو کسی ایک متعین رخ پر چھوڑ کر گرد و پیش میں بسنے والے افراد کے اقوال و تاثرات سے اپنی حیثیت اور اپنے مقام کو حقیقت کے آئینہ میں دیکھ سکتا ہے مثلاً اگر کسی نے ملنساری، لقاء باہم، ہمدردی کے پودے کو سینچا ہے تو کرۂ ارضی پر بسنے والا ہر دانشمند اور باہوش آدمی اس کے راستہ میں پھولوں کی سیج بچھائے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی نے تحاسد و تباغض و تنافر و تباعد کے زہریلے ناگوں کو اپنے دامن میں پلنے کی جگہ دیا تو یہ ناگ اس آدمی کی آدمیت کو ختم کر دیں گے، اس کی قیمتی زندگی رائیگاں ہو کر رہ جائے گی معاشرہ کے افراد ایسے شخص کے وجود کو زہر قاتل سمجھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی واضح انداز میں اور کھلے لفظوں میں ان دونوں متضاد اور مختلف نظریوں کو بیان کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا۔ ہم نے انسان کو سچے راستے

کی نشاندہی کردی اب میرا بندہ خواہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔

لہو ولعب میں مشغول، یادالٰہی سے بے زار، خوف خدا سے غافل اسرار رسالت سے ناآشنا، دنیا کی رنگینیوں میں ملوث رہنے والے، مذکورہ (شکر وکفر) کے تباین کو نہ تسلیم کرنے والے نوجوانوں کی ایک جماعت تھی اس کے بالمقابل ایک خدا پرست، عبادت گزار، فرض شناس، نیک خو، سلیم الفطرت تابعی صلہ بن اشیمؒ تھے۔ نوجوانوں کی جماعت کے قریب سے آپ کا روزانہ گزر اس مقصد سے ہوتا تھا کہ آگے صحرا میں جاکر اللہ کی عبادت کرتے تھے حسب عادت عبادتگاہ جاتے ہوئے نوجوانوں کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے ایسی قوم کے متعلق خبر دار کرو جو دن میں اصل راستہ کو چھوڑ کر، رات میں مستی کی نیند سو کر تلاش منزل میں سرگرداں ہو۔ اور ان مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہونچ بھی جاتے۔

نوجوانوں کی جماعت میں سے ایک نے "اِنِّیْ آمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنَ۔" والے مومن کا طریقہ ادا کیا اور اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہا۔ اے لوگو! اس شخص کے مخاطب ہم لوگ ہی ہیں، اس کی مراد ہم ہی سے ہے۔ ایسی قوم کے ہیں وہ افراد ہیں جو دن بھر لغویات میں منہمک رہتے ہیں اور رات میں اللہ سے بے پرواہ ہوکر آرام سے سوتے ہیں۔ اس کی بات دوسرے نوجوانوں کے دل میں گھر کر گئی اور وہ پھر سارے گمراہ افراد "صلہ" تابعیؒ کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ کر ایک پاک اور پرلطف زندگی دنیا میں گزار کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (کتاب التوابین / ۴۴م)

مذکورہ واقعہ میں اس عالم دین کے لئے عبرت ہے جس کے ناتواں کندھے پر دعوت و تبلیغ کا بار گراں ہے، اس داعی اسلام کے لئے ضابطہ دعوت ہے جو اپنی دعوت میں سختی درشتگی ترشروئی اور بدمزاجی کو اپنا تا ہے۔ اس مولوی کے لئے موقع فکر ہے جو شریعت اسلامیہ کا عظیم ذخیرہ ہے میں رکھنے کے باوجود ادا فرض سے کوسوں دور ہے۔ اس قائد کے لئے اصول ہے جو اپنی قوت سے بندوں کو محکوم بنانا چاہتا ہے، اس شخص کے لئے درس نجات ہے جو اپنے کردار کو اس داعی الی اللہ کے مثل کرے۔

نیز اس واقعہ میں کامیابی وکامرانی کی وہ کرنیں ہیں جو تاریک دلوں کو چمکا سکتی ہیں۔ وما علینا

کی وہ چیخ پکار ہے جو نوجوانوں کے خوابیدہ دلوں کو بیدار کرے۔ ایسے نوجوان کے لئے قیمتی جوہر ہے جو اس حیات فانی میں حیات ابدی کے لئے کچھ تیار نہیں کر رہا ہے۔ اس ناسمجھ اور کم عقل آدمی کیلئے دو مختلف راستوں کی نشان دہی ہے جس کا دماغ نجاست و نظافت، طہارت و غلاظت میں تمیز نہیں کر پاتا ہے۔ غور کرو کہ نوجوانوں کی وہ جماعت توبہ کرنے سے پہلے اپنے وجود کو ایک غلط رخ کی طرف موڑے تھی لیکن وہی جماعت تصور خوف الٰہی سے تھرا اٹھتی ہے اور اپنے وجود کو ایک اچھے راستے پر لا چھوڑتی ہے اور کامیاب مومن کی موت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا "وھدینٰہ النجدین" میں سے سچائی کامیابی اور صبر و شکر کا راستہ اپنائیں اور جھوٹ، باطل، بے صبری ظلم و تشدد کا راستہ چھوڑ دیں۔ عبرت سے متعلقہ افراد اپنی کوتاہیوں کی تلافی کے لئے اللہ کے حضور دست بدعا ہو جائیں اور ہمیشہ کی نعمت سے مالا مال ہوں ●●

بقیہ صہ ۱۶ کا:-

اکھاڑ پچھاڑ، خاندانی نظام کے انتشار اور ترکِ سکونت کے روز افزوں رجحانات اور URBANIZATION (دیہات سے شہروں کو نقل مکانی) کی وجہ سے ایسے افراد کی تعداد میں بے بہا اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو صحیح معنوں میں کس مپرس ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی نہیں ہوتا اور نتیجۃً ریاست کی کفالت کا دائرہ اب وسیع سے وسیع ہوتا جا رہا ہے دوسرے الفاظ میں، دور جدید کی ریاست کی ذمہ داری کفالت کے سلسلہ میں اب زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی ہیں۔ اس رجحان کی کچھ اور وجوہ بھی ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے بہر حال ایسے کسمپرس، بے آسرا اور غیر مکفول لوگوں کی کفالت کے انتظام سے کوئی اسلامی ریاست اگر کوتاہی کرے گی تو فی الواقع وہ اپنا ایک شرعی فریضہ پورا کرنے سے کوتاہی کر کے ان لوگوں کو غیر اسلامی معاشی نظاموں کے لئے ایک بنا بنایا چارہ یا Fodder کے طور پر مہیا کرنے کے ناقابل معافی جرم کی مرتکب ہوگی ●●

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف دو واقعات کا انتساب انکے غلط اور من گھڑت ہونیکی بحث و تحقیق

عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری۔ ناظم مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال۔

محترم قارئین کرام! ماہنامہ نوائے اسلام فروری ۱۹۹۲ء جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۲ بذریعہ عزیزی سید معراج ربانی متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نظر سے گزرا۔ اس وقت میں رابطہ عالم اسلامی سعودیہ عربیہ کی میٹنگ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا ہوں وہیں یہ ماہنامہ بھی دستیاب ہوا۔ اس میں صفحہ ۵ پہ میرا ایک بہت پرانا مضمون تقریباً ۲۱ سال قبل کا لکھا ہوا بعنوان "حضرت عبداللہ بن مبارک کے دو بصیرت افروز واقعات" شاملِ اشاعت کیا گیا ہے جو اخبار اہل حدیث، جنوری ۱۹۷۱ء سے ماخوذ ہے۔

میں نے یہ دونوں واقعات کس کتاب سے نقل کیا تھا اس وقت میرے حافظے میں ان کتابوں کے نام نہیں ہیں ہوسکتا ہے "اخبار اہلحدیث" جس سے یہ مضمون اخذ کیا گیا۔ ہے اس میں حوالے مذکور ہوں مگر نوائے اسلام میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

یہ واقعات جس کتاب سے بھی منقول ہوں مجھے ان سے اتفاق نہیں کیونکہ ان کی صحت و درستگی میں مجھے مندرجہ ذیل امور کی بنیاد پہ شک ہے۔

۱۔ پہلے واقعے میں مذکور ہے کہ "رات کو جب غلام آپ کے یہاں سے چلا تو آپ چھپ کر اس کے ساتھ ہو لئے غلام نے قبرستان پہونچ کر ایک قبر کھولی .... اور اس میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا......"

سوال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اتنے بڑے پائے کے محدث عالم، حافظ حدیث، فقیہ جن کے بارے میں ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں "تمام علماء کا عبداللہ بن مبارک

ع مولانا محترم کا مضمون بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک نوائے اسلام میں اشاعت کیلئے آیا تھا جسے مولانا کی علمی فضیلت پہ اعتماد کر کے شائع کیا گیا تھا۔ آئندہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت سے احتیاط کیا جائے گا۔ ادارہ۔

کی بولیت وجلالت علمی اور امامت وعدالت پر اجماع ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ : جزء ۱۸۵/۱۰)

یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کا اپنا غلام سنت رسول کے خلاف کوئی کام کرے جو حرام بھی ہو اور اسے آپ منع نہ کریں چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ "الارض کلہا مسجد الا الحمام والمقبرۃ" یعنی: تمام روئے زمین پر نماز درست ہے علاوہ غسل خانے اور قبرستانوں کے" (

(سنن ابی داؤد: ۱۳۲/۱، تحفۃ الاحوذی فی شرح الترمذی: ۲۰۹/۲)۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا صحیح نہیں بلکہ سلف کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے۔ (تحفۃ الاحوذی فی شرح الترمذی: ۲۵۹/۲)

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ غلام جیسا کہ قصے میں مذکور ہے قبرستان ہی میں نہیں بلکہ قبر میں داخل ہو کر نماز پڑھتا تھا جو سراسر خلاف سنت ہے اور عبداللہ بن مبارک جیسے محدث وفقیہ کی ذات سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنے ہی قریب وحاشیہ نشیں میں ایسے منکرات دیکھیں پھر اسے منع تک نہ کریں۔

۲۔ غلام کا بعد نماز فجر اللہ سے دعا کرنا...... نور کا ظاہر ہونا..... پھر اس نور کا غلام کی ہتھیلی میں درہم کی شکل اختیار کر لینا........ اور پھر روزانہ یہی حالت ہونا...... چہ معنیٰ دارد؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر تو اس غلام کا ایمان ومقام ومرتبہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی عبادتیں ان کی عبادتوں کے برابر ہو سکتی ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ صحابہ کرام محنت ومزدوری کرتے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازاروں میں بیچ کر اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتے کئی کئی دنوں بھوکے رہتے اور اصحاب صفہ کے بارے میں تو یہاں تک آتا ہے کہ وہ گلیوں میں پڑی ہوئی کھجور کی گٹھلیوں کو اٹھا کر چوستے تھے مگر انہیں یہ نسخہ کیمیا کیوں نہیں عطا کیا گیا؟۔

مزید قابل توجہ بات یہ ہے کہ عبادت کا یہ طریقہ جسے غلام نے ایجاد کیا تھا کیا طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے؟ کیا صحابہ کرام سے بڑھ کر اللہ رب العزت سے ڈرنے والا اور

اس کی عبادت وبندگی کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کے بارے میں تو اللہ رب العزت نے گواہی دی ہے۔

۲۔ قصے میں ذکر ہے کہ غلام نے دعا کی اور اسے موت واقع ہوگئی ..... ؟ اور پھر حضرت عبداللہ نے اسی ٹاٹ میں جو وہ زیب تن کئے ہوئے تھا اسے دفن کر دیا ..... خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ اور حضرت ابراہیم علیہما الصلاۃ والتسلیم براق پر تشریف لائے ہیں اور غلام کو ٹاٹ میں دفن کر دینے کا حکم دے رہے ہیں۔

یہ پیراگراف بھی قابل توجہ ہے۔

الف: جب عبداللہ نے غلام کو ٹاٹ میں دفن کر دیا تو پھر خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کا آکر ٹاٹ میں دفنانے کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ حکم بے معنی اور فضول نہیں ہے۔

ب: طریقہ تکفین وتجہیز جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کیا وفات کے بعد اس کے برعکس کرنے کو کسی کو حکم دے سکتے ہیں؟ میرا خیال ہے اہلسنت والجماعت کے نزدیک سلف سے ایسا کوئی واقعہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی بات کا حکم دیا ہو پھر بعد از وفات اس سے منع کر دیا ہو۔

اسی طرح سے دوسرا قصہ بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف منسوب ہے جو حج سے متعلق ہے اس میں بھی ایک خواب کا ذکر ہے جس میں دو فرشتے حضرت عبداللہ کے پاس آتے ہیں اور آپس میں بات کرتے ہیں کہ امسال چھ لاکھ آدمی حج کرنے آئے پر کسی کا حج قبول نہیں ہوا البتہ علی بن موفق نامی ایک شخص جو دمشق میں رہتا ہے اور حج کرنے نہیں آیا صرف اسی کا حج مقبول ہوا ہے اور اسی کے "صدقے وطفیل" میں تمام لوگوں کا حج قبول ہوا اور سب بخش دئے گئے۔

یہ واقعہ کسی تبصرے وتحقیق کا محتاج نہیں بلکہ یہ بذات خود اپنے کذب وجھوٹ اور من گھڑت ہونے کا مظہر ہے۔ کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا مومن انسان اس جیسے واقعات کو قبول نہیں کر سکتا اور نہ ہی تصور کر سکتا ہے کہ چھ لاکھ حجاج جو اسی سال حج کرنے آئے سب کے سب ملل حرام، بدنیت اخلاص وللہیت سے عاری رہے ہوں جس کی وجہ سے حج قبول نہیں ہوا۔ اور وہ

ایک انسان جو حج کرنے نہیں آیا کعبہ شریف کیا صدود کعبہ یا حرم میں پیر تک نہیں رکھا بنا ارکان حج پورا کئے بیٹھے بٹھاتے اس کا حج پورا ہوگیا؟ اور یہی نہیں بلکہ اسی کے صدقے وطفیل میں چھ لاکھ لوگوں کا حج مقبول ہوگیا اور اسی کے طفیل سب کے سب بخش دیئے گئے۔ ذرا بھی عقل وخرد سے کام لیا جائے اور سوچا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ فی نفسہ صداقت وسچائی کا ذرا بھی پہلو نہیں رکھتا ممکن ہے بدعتیانہ وخرافیانہ نظریات کے حاملین اس سے متفق ہوں مگر ایک موحد مومن و متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ قصے میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں بلکہ موضوع اور من گھڑت قصے ہیں عقل و درایت کے بالکل خلاف ہے۔ جنہیں عبد اللہ بن مبارکؒ جیسے محدث کبیر وفقیہ عالم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اس لئے میں اس قسم کے جملہ موضوع قصوں ومنکرات واباطیل سے اپنی برآت ظاہر کرتا ہوں امید ہے کہ اس طرح کے رطب اور واہی تباہی قصص وواقعات سے امت مسلمہ محفوظ رہے اور کتاب وسنت اور تاریخ کے صحیح واقعات سے روشنی حاصل کرتی رہے میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ میرے علم وفہم میں مزید اور روشنی عطا فرمائے اور مجھ کو علم کی گہرائی اور تحقیق حق کا ملکہ عطا فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

میں آخر میں اپنے محترم عزیز مولانا معراج ربانی ساکن نگلہرا ضلع بستی کا صدق دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس موضوع کی طرف میری رہنمائی فرمائی اور اس موضوع پر سیر حاصل بحث سے مجھے مستفید کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً جمیلا۔

اسلام اور خودکشی

انصار زبیر محمدی۔ مبلغ جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

انسان جب اپنی انسانیت کھو بیٹھتا ہے۔ ایمان کی روشن شمع اسکے دل سے ختم ہوجاتی ہے۔ زندگی مایوسیوں کی نذر ہوجاتی ہے۔ غم والم اور مصائب سے دل برداشتہ ہوجاتا ہے۔ دیرپا امراض کے علاج سے گھبرا جاتا ہے۔ رزق کی تنگی۔ معشیت کی تباہی۔ عزت وآبرو کی نیلامی۔ قرضہ جات کی کثرت اور عشق میں جب ناکامی ہوجاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں انسان اپنی جان گنوا کر بدی کی تدبیر سوچنے لگتاہے۔ اور ہر ممکن تدبیر بروئے کار لاکر موت کی آغوش میں چلاجاتا ہے۔ ٹرین اور تیز رفتار سواریوں کے نیچے آجانا۔ دریا میں کود جانا۔ پھانسی۔ پھندا۔ قتل۔ زخم۔ زہر اور نشہ آور دواؤں کا استعمال کرلینا وغیرہ خودکشی کے طریقے ہیں۔

ابھی حال ہی میں امریکہ سے خودکشی کے مختلف طریقوں پر مشتمل ایک کتاب شائع ہوئی ہے جسکے حصول کیلئے طویل قطار لگی رہتی ہے۔ جبکہ خودکشی سے بچنے کیلئے صدیوں قبل آسمان سے کتاب آئی مگر افسوس انسان کی زندگی پر اور یورپ وامریکہ جنسی کی آزادی پر جس نے لوگوں کا حقیقی سکون سلب کرکے ابدی عذاب کے دہانے پر لاکھڑا کیا۔ جبکہ خودکشی ایک نازیبا حرکت ہی نہیں بلکہ حرام اور ناقابل معافی جرم بھی ہے۔

سورہ نساء میں اللہ کا ارشاد ہے۔ کہ اے ایمان والو اپنے مشترک مالوں کو ناجائز وحرام طریقے سے نہ کھاؤ الایہ کہ مال مشترک تمہاری باہمی رضامندانہ تجارت کے مال ہوں۔ اور خودکشی نہ کرو اللہ تعالی تمہارے اوپر مہربان ہے۔ اور جو شخص ظلم وزیادتی کے طور پر یہ کام کریگا ہم اسے جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ اور جہنم کی سزا اللہ تعالے کیلئے بہت آسان ہے۔ اگر تم ان منع کئے گئے کبیرہ گناہ سے باز رہو تو ہم تمہاری دوسری غلطیوں کو معاف کردیں گے۔ اور تمہیں بڑی عزت کی جگہ یعنی جنت میں داخل کریں گے۔ سورہ نساء کی ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ان آیات میں خودکشی کے گناہ کبیرہ ہونے اور اسکے انجام سے باخبر کیا گیا ہے۔

. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث سے اس فعل بد کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ نیز خودکشی کی بعض تدابیر بھی بیان کی گئی ہیں۔ صحیح بخاری شریف کتاب الطب میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی خود کو لوہے کے کسی اوزار سے قتل کرے تو اس کا اوزار اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسی اوزار سے اپنے پیٹ میں کو نچتا رہے گا۔

اور کسی نے ایک گھونٹ بھی زہر پی کر خودکشی کرلیا تو اس کا زہر اسکے ہاتھ میں ہوگا ۔اور جہنم میں ہمیشہ ہمیش پی رہا ہوگا اور جس نے پہاڑی سے چھلانگ لگادی اور خود کو قتل کرلیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش چھلانگ لگاتا رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل یا ذبح کرلیا تو بروز قیامت اسے اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔

احادیث صحیحہ سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ خودکشی کرنے والے پر جنت حرام ہے صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سابقہ امتوں میں سے ایک شخص کو پھوڑا نکل آیا جب اسکی تکلیف حد سے بڑھ گئی تو ترکش سے تیر نکال کر اسے چھید دیا پھر خون بند ہوا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ تو اللہ تعالے نے کہا مرے بندے نے میرے بارے میں عجلت کی اسلئے میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں کتاب القدر باب العمل بالخواتیم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سہیل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں کہ ہم خیبر یا حنین کی جنگ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ایک مسلمان آدمی کے جہنمی ہونے کی اطلاع دی۔ صحابہ کرام کو اس بات پر بے حد تعجب ہوا آخر کار ایک شخص نے اس مسلمان آدمی کے حالات کا جائزہ لینے کا عزم کرلیا۔ چنانچہ جب جنگ چھڑ گئی تو اس نے بڑی جوانمردی اور شجاعت کا اظہار کیا جس پر لوگوں نے خوب داد دی۔ لیکن وہ لڑتے لڑتے جب زخمی ہوگیا تو زخموں کی تاب نہ لاکر موت کی خاطر تلوار زمین پر ٹیک کر نوک کو سینے سے لگا کر اوندھ گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کی رسالت کی

شہادت دی۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تب میں نے پورا واقعہ سنایا اور کہا کہ جس آدمی کے بارے میں آپ نے جہنمی ہونے کی اطلاع دی تھی اور لوگ متعجب ہوئے اس نے ایسا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ بظاہر آدمی جنتیوں کے ایسا عمل کرتا ہے۔ لیکن وہ جہنمی ہوتا ہے اور بظاہر جہنمیوں جیسا عمل کرتا ہے لیکن وہ جنتی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں خالص مومن ہی داخل ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا کہاں یہ شخص شہادت جیسے عظیم مرتبہ سے سرفراز ہوتا کہاں اس کی جلد بازی موجب جہنم بن گئی۔

ان احادیث کے علاوہ قرآن مجید کی بے شمار آیات خود کشی کی حرمت بیان کی گئی ہے سورہ بقرہ میں ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیکُمْ اِلَی التَّہْلُکَہ الاخر۔ خود سے ہلاکت میں مت پڑو۔ وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ اس میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ خود کشی کرنے والے کے جنازہ میں امام ابو حنیفہ اور معززافراد نے شریک ہونے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوں تو بہتر ہے۔ دوسروں کیلئے درس عبرت ہوگا۔ جیسا کہ صحیح مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کتاب الجنائز میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے تیر کی دھار سے خود کشی کر لیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اما انا فلا اصلی۔ میں اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھونگا۔

غرضیکہ اسلام میں خود کشی کی حرمت کو واضح الفاظ بیان کیا ہے مگر افسوس! لوگ اپنے غموں کو بھلانے کیلئے خود کشی کے ذریعے ابدی مصیبت مول لیتے ہیں اور آخرت میں عذاب سے دوچار ہوتے ہیں۔ درحقیقت خود کشی دور جدید میں امریکہ اور برطانیہ کی جنسی آزادی اور اختلاط کا تحفہ ہے۔ جب کہ حقیقی امن اسلام کے سوا کہیں میسر نہیں۔ اللہ تعالے ہم تمام مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ •

بقیہ صلا کا

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ آج قرآن پہ ہمارا ایمان زبانی دعوی تک محدود ہو کے رہ گیا ہے۔ ہم نے اسے گلدستہ طاق نسیاں بنادیا اور اس کی تعلیمات وہدایات کو نظر انداز کر دیا۔ قرآن ہماری زبان پہ ہو تو ہو۔ عملاً ہم اس سے بہت دور ہیں۔ ایمان بالکتاب کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ ہم صرف مان لیں کہ وہ حضرت محمد پہ نازل کردہ آخری ربانی کتاب ہے۔ اور بس۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم قرآن پہ عمل پیرا ہوں۔ اور اس کی تعلیمات وہدایات کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کریں۔

ضمیمہ برائے منصاب تعلیم (سلفی پرائمری اسکول)

(مولانا، ڈاکٹر) ابوالحیات اشرف رضوی

نوٹ:۔ نوائے اسلام کے پچھلے شمارہ میں صفحات کی کمی کی وجہ سے مندرجہ ذیل باتیں پیش کرنے سے رہ گئی تھیں۔

اسکول کے اوقات:۔ اپنے مقامی حالات کے مطابق طے کرلینا چاہئے پھر بھی اس کا ایک خاکہ قارئین اور منتظمین درسگاہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) صبح ۸ بجکر دس منٹ سے ساڑھے بارہ بجے تک۔

(ب) یا صبح دس بجے سے شام چار بجے تک (درمیان میں کھانے اور نماز کا وقفہ)

(ج) یا دوپہر ایک بجے سے شام چھ بجے تک (عصر کی نماز کا وقفہ اور مختصر بریک)

(د) روزانہ ۸ پریڈ ہوں گے۔ ہر پریڈ ۴۰ منٹ کا ہوگا۔

	۱	۲	۳	۴		۵	۶	۷	۸
ایام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنیچر	انگریزی	حساب	جنرل سائنس / معلومات	اسلامیات		عربی	اردو	ہندی	جغرافیہ
اتوار	حساب	انگریزی	انگریزی / سوشل اسٹڈیز	اردو	وقفہ	ہندی / جغرافیہ	عربی	اسلامیات	اسلامیات
سوموار	حساب	حساب	اسلامیات	جنرل سائنس / معلومات عامہ		اردو	اردو	عربی	عربی
منگل	عربی	ہندی / جغرافیہ	انگریزی	حساب		اردو	جنرل سائنس / معلومات	سوشل اسٹڈیز	اسلامیات
بدھ	سوشل اسٹڈیز	سوشل اسٹڈیز	اردو	ہندی		اسلامیات	انگریزی	حساب	جنرل سائنس / معلومات عامہ
جمعرات	انگریزی	انگریزی	عربی	عربی		اسلامیات	جغرافیہ	اردو / ہندی	حساب

امتحانات کی تاریخیں

۱۔ پہلے ٹرم کے اختتام پر : محرم الحرام کے پہلے ہفتہ میں
۲۔ دوسرے ٹرم کے اختتام پر : ربیع الثانی کے پہلے ہفتہ میں
۳۔ تیسرے ٹرم کے اختتام پر : شعبان کے آخری عشرہ میں

منتظمین کی ذمہ داریاں

۱۔ طلباء کی بہتر تعلیم اور صحت کے لئے لازمی ہے کہ درس گاہ کی عمارت ایک پرسکون مقام پر ہو۔ اسکول کے قرب وجوار کا تمام اقسام کے ہنگاموں سے خالی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ تعلیم کھلی جگہ پر نہ دی جائے تاکہ طلباء اِدھر اُدھر تاک جھانک کر کے اپنی تعلیمی یکسوئی کو ختم نہ کریں۔

۳۔ تعلیم کے تمام ضروری سامان، کلاس فرنیچر یا فرش پر بیٹھنے کے لئے مناسب چٹائیاں اساتذہ کے لئے ٹیبل، کرسیاں، بلیک بورڈ، چاک، پنکھے اور پینے کے پانی کا نظم انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ طلباء کے داخلہ کے لئے انتظامیہ کو ایڈمیشن کمیٹی بنانی چاہئے جو ٹسٹ کے بعد ہی مناسب کلاس میں طلباء کے نام کا اندراج کریں۔

۵۔ ہماری تعلیمی اسکیم میں اخلاق وتربیت کو اہم مقام حاصل ہے۔ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اساتذہ و طلباء کے اخلاق پر کڑی نظر رکھیں۔

۶۔ طلباء کی علمی استعداد اور عمر کے اعتبار سے ان کو اسکول میں داخل کیا جائے۔ جہاں یہ ممکن نہ ہو امکانی حد تک کوشش کی جائے کہ ایسے طلباء کی کمزوریاں (اضافی کلاس) کے ذریعہ دور کی جائیں مگر مناسب کلاس میں داخلہ دیا جائے۔

۷۔ آپسی اختلافات یا کسی غلطی کی صورت میں اساتذہ یا طلباء کو سب کے سامنے ہدفِ ملامت نہ بنایا جائے۔

۸۔ انتظامیہ کو چاہئے کہ اسکول میں فرسٹ ایڈ کی دوائیں اور سامان موجود رکھیں۔

طلباء کی ذمہ داریاں :۔

۱۔ اپنے لباس اور بدن کو صاف ستھرا رکھیں۔

۲۔ اسکول اور کلاس کی عمارت، دیوار، فرنیچر، بجلی کے سامان اور دیگر سامانوں کو نقصان نہ پہونچائیں۔

۳۔ درس گاہ کی عمارت اور دیواروں پر نشانات ڈالنے، تصویریں بنانے اور کچھ تحریر کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۴۔ اسکول کے اوقات کی پابندی لازمی طور پر کرنی چاہئے۔

۵۔ طلباء کو اسکول میں اپنے اساتذہ، ساتھیوں، سینئر طلبا اور اسکول کے باہر بھی ہر چھوٹے بڑے کا ادب کرنا چاہئے۔

۶۔ کلاس میں اسکول کے کسی ذمہ دار، استاد یا کسی اجنبی کی آمد پر کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرنا چاہئے۔

۷۔ طلبار کو اپنی گفتگو اور معاملات میں شائستہ، مہذب اور شیریں کلام ہونا چاہئے۔

۸۔ اسکول کے اندر اور باہر ہر جگہ طلبار کو نظم و ضبط (ڈسپلن) قائم رکھنا چاہئے۔

۹۔ اپنے روزانہ کے کلاس ورک اور ہوم ورک پابندی سے پورا کرنا چاہئے۔

۱۰۔ طلبار کو غیر شرعی یا اسکول کے قواعد کے خلاف یا دوسروں کو نقصان پہونچانیوالا کام نہیں کرنا چاہئے۔

۱۱۔ طلبار کو کلاس میں بحث و تکرار، فضول گفتگو اور دوسروں کی نقل کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۱۲۔ طلباء کو ہر قیمت پر سچ بولنا چاہئے۔

۱۳۔ اسکول کی فیس (اگر کوئی ہے تو) وقت پر ادا کرنا ضروری ہے۔

۱۴۔ طلبا کو اپنی قیمتی چیزیں اسکول میں لانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ گم ہو جانے کی صورت

میں اسکول ذمہ دار نہیں ہوگا۔

۱۵۔ کلاس کے اندر استاد کی غیر موجودگی میں مانیٹر کی تابعداری کرنی چاہئے۔

۱۶۔ جہاں اور جس کے اندر بھی اچھی باتیں ہوں انہیں اپنانا چاہیئے۔

۱۷۔ بوڑھوں، جسمانی نقص رکھنے والے افراد اور غرباء کی تحقیر سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۱۸۔ حکم عدولی، اسکول کے سامانوں کو نقصان پہنچانا، اسٹرائک کرنا اور اسکول کے قواعد کی خلاف ورزی کرنا ایک سنگین جرم ہے کسی طالب علم یا کئی طلباء کو ایک ساتھ اسکول سے خارج کیا جا سکتا ہے۔

اساتذہ کی ذمہ داریاں:۔

۱۔ استاد کو چاہیئے کہ روزانہ طلباء کو ہوم ورک ان کی ڈائری یا کاپی میں نوٹ کرائیں اور دوسرے دن اس کو چیک کریں۔

۲۔ طلباء کے نام، کلاس اور سیکشن ہر طالب علم کی کتابوں اور ڈائری پر لکھوانے چاہئیں۔

۳۔ طلباء کے بال، لباس، ناخن اور دانتوں کی صفائی پر دھیان دینا ضروری ہے۔

۴۔ طلباء کی روزانہ حاضری کو چیک کرتے رہنا چاہیئے کسی طالب علم کی مختصر یا لمبی غیر حاضری کی وجہ معلوم کرنی چاہیئے۔

۵۔ استاد کو اسکول اور کلاس کے اندر وقت کی پابندی کر کے ایک عملی نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔

۶۔ طلباء کے سامنے پان کھانے، سگریٹ کا کش لگانے، تمباکو چبانے اور اس طرح کے دوسرے حرکات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۷۔ استاد کو طلباء کے سامنے صاف ستھرا، شائستہ، مہذب، نرم دل، صابر اور متحمل مزاج ہونا چاہیئے۔

۸۔ کسی طالب علم کی طرف سے اس کی تعلیم، اخلاق اور معاملات میں شکایات ہونے کی صورت میں اس کے والد یا گارجین سے رجوع کرنا چاہیئے۔

۹۔ طلبار کے لئے جسمانی سزا کی تجویز سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ کلاس میں کسی خاص طالب علم کو اس کی کسی خاص کمزوری کی بنا پر ہدفِ ملامت نہیں بنانا چاہیئے۔

۱۱۔ اسکول کے طلبار سے ذاتی یا گھر کا کام نہیں لینا چاہیئے۔

۱۲۔ اسکول کے فنڈ کے لئے ہر طرح کے چندہ جمع کرنے سے بچوں کو بچانا چاہیئے۔

۱۳۔ کسی طالب علم کے گارجین سے ملنے کے باوجود شکایت دور نہ ہونے کی صورت میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر کو اپنی تجاویز اور ریمارکس کے ساتھ معاملہ پیش کر دینا چاہیئے۔ خود اپنے طور پر کسی طالب علم کے خلاف کوئی سخت قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔

۱۴۔ تحصیل علم ہر طالبِ علم کا حق ہے، ڈسپلین کی زبردست خلاف ورزی ہی کی صورت میں طالب علم کو اس حق سے محروم کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ افہام و تفہیم سے کام لیا جائے۔

۱۵۔ ہر طالب علم کی خوبیاں اور خرابیاں تحریری شکل میں کہیں محفوظ رکھی جائیں۔

۱۶۔ اپنی گزارشات اور شکایات اسکول کے انتظامیہ کو ہیڈ ماسٹر کے واسطے سے روانہ کرنی چاہئیں۔

والدین کی ذمہ داریاں :۔

۱۔ طلبار کے کلاس ورک اور ہوم ورک کی کاپیاں، اساتذہ اور والدین کے درمیان روابط کا ذریعہ ہے جن سے طلبہ کی تعلیمی سرگرمیوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہیئے کہ :

۱۔ روزانہ اپنے بچوں / بچیوں کے ہوم ورک کو دیکھ لیا کریں اور ان کاپیوں کے ذریعہ اساتذہ کی گزارشات پر عمل کریں۔

۲۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور نظم و ضبط کے لئے اساتذہ کو اپنا بھرپور تعاون دیں۔

۳۔ اگر بچوں کی تعلیمی ترقی خواہش کے مطابق اور مناسب طور سے نہ ہو رہی ہو تو اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور کلاس کے اساتذہ سے رابطہ قائم کریں۔

۴۔ اس غرض کے لئے والدین اور اساتذہ کی ملاقات کا دن ہر مہینہ کے آخری جمعرات کو ایک بہتر قدم رہے گا۔

۵۔ سماجی فنکشن جیسے شادی بیاہ، رشتہ داروں کے یہاں آمد و رفت اور سیر و تفریح کے لئے سفر سے بچوں کو حتی الامکان پرہیز کرانا چاہئے۔ تاکہ اسکول کی حاضری متاثر نہ ہو۔

۶۔ اسکول سے غیرحاضری کی صورت میں والدین کی جانب سے تحریری اطلاع آنی ضروری ہے۔

۷۔ کسی مرض یا ایکسیڈنٹ کی صورت میں ڈاکٹر کی رپورٹ یا والدین کی تحریری سند آنی چاہئے۔

۸۔ کسی خاص طالب علم یا جماعت یا اسکول کے بچوں کی طرف سے، اسکول کے سامان اور فرنیچر کو نقصان پہونچانے کی صورت میں، نگارحین یا والدین معاوضہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔

۹۔ اسٹرائک، حکم عدولی، اسکول کے قواعد کی خلاف ورزی ایک سنگین علمی سماجی اور اخلاقی جرم ہے منتظمین اور اساتذہ اس پر سخت کارروائی کرنے میں حق بجانب ہوں گے ●

بحث ومباحثے اور جھگڑے

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوران گفتگو ہر شخص سے لڑنے اور بحث کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر معاملہ میں الجھتے ہیں اور لوگوں کے لئے دردسر بن جاتے ہیں۔ آج ہماری محفلوں کا کچھ یہی انداز ہے کہ ہر معاملہ میں بڑی بحث کرتے ہیں اور انجام کار کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ وقت کی بربادی بھی ہے اور اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرنا بھی ہے جو کسی بھی طرح مناسب نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اپنے بھائی (مسلمان) سے بیجا بحث اور ہنسی مت کرو۔ اور نہ اس سے وعدہ کرنے کے بعد خلاف ورزی کرو۔ ترمذی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے۔

ہدایت کے بعد جو بھی قوم گمراہ ہوئی وہ امور دین میں بحث ومباحثہ اور جھگڑے و جدال کی وجہ سے گمراہ ہوئی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ●

جدّہ میں
فقہ اکیڈمی کی عالمی کانفرنس

جدّہ میں اسی ماہ دنیا بھر کے علماء، ومفکرین کا ایک اجتماع منعقد ہونے والا ہے جس میں عصر حاضر کے اس اہم سوال پر غور کیا جائے گا کہ کیا اسلام کی رو سے بانڈ اور حصص کی خرید و فروخت مباح یا قابل معافی ہے۔

تاہم مسلم علماء اور دانشوروں کی یہ عالمی کانفرنس جس میں ۱۵۰ سے زیادہ علماء دین، اقتصادی ماہرین، سائنسداں اور ماہرین طبعیات شریک ہوں گے، اس کا فیصلہ صرف رہنما اصول کی حیثیت کا حامل ہوگا اور واجب التعمیل نہیں ہوگا۔

لیکن اس کانفرنس کے فیصلے پر اسلامی ملکوں کی گہری نظر ہوگی کیونکہ اس کے اثرات دنیا بھر کے ایک ارب کے قریب مسلمانوں کی زندگی پر مرتب ہوں گے بانڈ اور حصص کی خرید و فروخت کا مسئلہ سعودی عرب میں ابھر کر سامنے آیا ہے کیونکہ سعودی حکومت نے حال ہی میں ملکی معیشت کو فروغ دینے کے لئے نجی شعبہ کو زیادہ سرگرم حصہ لینے کی ترغیب دینی شروع کر دی ہے جس میں شاہ فہد کی پوری تائید و حمایت حاصل ہے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سعودی عرب میں شیئر مارکیٹ کو فروغ حاصل ہوگا حالانکہ متعدد سعودی علماء دین بار بار خبردار کر چکے ہیں کہ حصص کی خرید و فروخت اسلام کے خلاف ہے۔

گزشتہ سال سعودی عرب کے شاہ فہد نے مکہ اور مدینہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت اپنے بڑے بڑے ترقیاتی پراجیکٹوں کے حصص عوام کو فروخت کرے گی۔ انہوں نے حصص کے منافع کو درست قرار دیا تھا سعودی حکومت شرعی قوانین پر عمل کرتی ہے اور بعض مسائل پر علمائے دین سے فتویٰ حاصل کرتی ہے۔

مجوزہ کانفرنس ۹ مئی سے ۱۴ مئی تک ہوگی اور یہ فقہ اسلامی اکیڈمی کی ساتویں کانفرنس ہوگی۔ یہ اکیڈمی ۴۶ اسلامی ملکوں کی اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی ایک ملحقہ تنظیم ہے۔ دونوں تنظیموں کا

صدر دفتر جدّہ میں ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر محمد الحبیب ابن الخوجہ نے بتایا کہ کانفرنس میں رہن کے معاہدہ اور قسطوں پر خرید و فروخت جیسے مسائل بھی زیر بحث آئیں گے۔ ڈاکٹر الخوجہ تیونس کے مفتی اعظم تھے اور ایک ممتاز عالم دین ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مجوزہ اجتماع میں سیکولرزم ٹیسٹ ٹیوب بچوں، مصنوعی تخم ریزی اور ایسے ہی دوسرے اہم موضوعات زیر بحث آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان تمام مسائل پر اسلامی احکام جاری کریں گے۔ کیونکہ یہ معاملات مسلم دنیا کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

تلولی میں دار العلوم احمدیہ کا قیام

ہمیں یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت محسوس ہو رہی ہے موضع تلولی جو کہ بھیونڈی سے قریب پرسکون و خوشگوار فضا سے پُر ہے وہاں ایک عربی درسگاہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ سردست عربی درجہ حفظ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شوال کی ۱۰ تاریخ سے داخلہ شروع ہوگا۔

دار العلوم احمدیہ موضع تلولی پوسٹ پڈگا تعلقہ بھیونڈی۔ تھانہ

ضرورت معلّمات و متعلّمات

ادارہ دار البنات کے لئے چند باصلاحیت معلّمات کی ضرورت ہو۔ جو جماعت ثالثہ تک کی بچیوں کو تعلیم دے سکیں مطلوبہ صلاحیت کسی دینی درسگاہ سے سند یافتہ ہوں۔ مشاہرہ مع قیام و طعام معقول ہوگا۔

نوٹ:۔ عمر رسیدہ خواتین کو ترجیح دی جائے گی۔

آئندہ سال ۱۱ شوال ۱۴۱۲ھ سے دار البنات میں جماعت ثالثہ تک کی تعلیمات کا انتظام کیا گیا ہے طالبات کے لئے تمام ضروری سہولیات میسر ہیں۔ خواہشمند طالبات فارم داخلہ درج ذیل پتہ پر حاصل کریں۔

ناظم سیٹھ محمد منیب صاحب

دار البنات انتری بازار سدھارتھ نگر۔ یوپی ۲۷۲۲۰۵۔

نوید جانفزا

مرکز العلوم الاسلامیہ مدینۃ السلام جینڈ نبارہ نئے تعلیمی سال کے موقع پر ذہین وفطین جفاکش اور غیور طالبات علوم کا استقبال کرتا ہے۔

ہندوستان کا عظیم سلفی علمی اور دعوتی ادارہ جو سلف صالحین کی وراثت واقدار کا علمبردار، سلفی دعوت کی محافظ، تراث اسلامی کا مخزن، دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج اور اپنے جائے وقوع کے اعتبار سے بھی ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

یہاں منفرد انداز اور پاکیزہ ماحول میں نونہالان اسلام کی نشو ونما اور ان میں اسلامی اسپرٹ پیدا کرنے کے لئے کہنہ مشق، روح اسلامی سے سرشار، میدان دعوت و عمل کے قابل، فخر شہسوار، دانشکدۂ عرب وعجم کے خوشہ چیں ماہر فن اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں۔ طلباء میں صحافت کا ذوق اور تحقیق وتصنیف کا شوق پیدا کرنے کے لئے بیش بہا علمی مراجع، موسوعات، تحقیقات اسلامی اور ادبی ذخائر پر مشتمل جامعہ کا عظیم کتب خانہ موجود ہے اور ان کے روشن مستقبل، اعلیٰ تعلیم کے لئے بانی جامعہ داعی کبیر ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ متعدد سعودی وملکی جامعات سے الحاق کے لئے کوشاں ہیں۔

شائقین طلبہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھائیں اور گوہر علم وادب سے اپنا دامن مراد بھرلیں۔

محمد خورشید سلفی نائب رئیس الجامعہ۔

مواعظ حسنہ جلد چہارم

مفت تقسیم کے لئے شائع ہوگئی ہے۔ ضرورت مند حضرات جوابی کارڈ بھیج کر رابطہ قائم کریں۔

(مولوی) عبدالرب دار السنۃ گینسڑی بازار گونڈہ۔ یوپی۔

اعلان عام

ہمیں باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ مدرسہ دار التوحید بیدولی وجامع مسجد بیدولی

کی تعمیر کے لئے کوئی جعلی رسید چھپوا کر کے چندہ سمیٹ رہا ہے اس رسید پر سکریٹری کی جگہ میرا فرضی دستخط بنایا ہوا ہے، قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تین سال سے میں اس ادارہ میں صرف ایک رکن کی حیثیت سے کام کرتا ہوں بروقت مدرسہ دارالتوحید بیدولی وجامع مسجد بیدولی نیپال کے ناظم ومتولی مولانا محمد ھارون سلفی صاحب ہیں آج تک مدرسہ ومسجد کے لئے کسی کو چندہ کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب مذکورہ مدرسہ ومسجد کا چندہ کرتے ہوئے ملیں تو انہیں جعلی تصور کیا جائے اور ان کے ساتھ کسی طرح کا تعاون نہ کیا جائے بلکہ مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

عبدالسلام مقام وپوسٹ بیدولی ضلع کپلوستو نیپال۔

تمباکو زہر قاتل

اصلاح معاشرہ پر اس مفید کتاب میں عرب وعجم کے علماء کرام اور مفکرین اسلام کے مقالات اور فتاوی لئے اور جدید سائنس کے ماہرین اور محققین خاصکر یورپ اور امریکہ کے تجربہ کار ڈاکٹروں کے کینسر اور دیگر لاعلاج امراض کے اسباب وعلل کے متعلق فراہم کردہ تازہ ترین اعداد وشمار سے اس حقیقت کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے کہ تمباکو بصورت حقہ سگار سگریٹ بیڑی، زردہ اور نسوار ہر شکل میں انسانی صحت کیلئے زہر ہلاہل ہے اس لئے اس سم قاتل کا استعمال خودکشی کا ارتکاب ہے جو متفقہ طور پر فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴۔اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

حافظ مجاہد جوار رحمت میں

حافظ مجاہد خاں استاذ مدرسہ ریاض العلوم السلفیہ ترکلوا ضلع مہراجگنج ۲۵ رمضان کو فالج کے حملہ میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے توحید کی دعوت کو عام کرنے میں بڑی لمبی لڑائی ہے اور اسی مجاہدہ کی وجہ سے حافظ صاحب مجاہد کے نام سے معروف ہوگئے۔ حافظ مجاہد سلفیت کے ایک مخلص رضاکار تھے اور ان کی پوری زندگی اسی مقصد میں صرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

ادارہ نوائے اسلام دہلی

انا للہ وانا الیہ راجعون

فضیلۃ الاستاد حضرت مولانا محمد اقبال سلفی موتی پوری استاذ جامعہ عالیہ عربیہ مئو، ۲ مارچ ۱۹۹۲ء مطابق ۲۱ رمضان ۱۴۱۲ھ بروز جمعہ پہ ررپہ دل کے دورہ کی وجہ سے انتقال فرماگئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا علیہ الرحمۃ کی اچانک وفات حسرت آیات سے پوری جماعت کو صدمہ پہونچا ہے ۔جماعت ایک نوجوان محنتی، باصلاحیت، مشفق اور عظیم استاد اور ایک مصنف ، مولف اور مترجم و قلمکار سے محروم ہوگئی ۔

مولانا میں عربی زبان وادب کی خدمت کا بہت جذبہ تھا ۔ "برصغیر ہند و پاک میں عربی ادب" ان کی ایک شاہکار تصنیف ہے ۔ "پیغمبر اسلام "غیر مسلم اہل انصاف کی نظر میں" قاضی احمد بن حجر کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ عربی زبان اور اسلام کی ایک بڑی خدمت ہے ۔ جامعی اخبارات میں متعدد علمی و اصلاحی مضامین بھی انہیں بے لوث خدمات کی کڑیاں ہیں ۔

مولانا علیہ الرحمہ پرکشش نوجوان تھے خوش اطوار خوش اخلاق اور نہایت درجہ ملنسار تھے بہت خوبصورت اور جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے ٹھوس علمی خدمات اور تدریسی اور تربیتی میدان میں مثالی کارکردگی کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے ۔ اعلیٰ ذوق رکھنے کے علاوہ عدد رجہ ظریف بھی تھے ۔ مولانا کی اچانک رحلت کا ناقابل بیان صدمہ مجھے اور میرے تمام احباب اور ادارہ کو پہونچا ہے ۔ ہم ان کے پسماندگان کے غم میں شریک ہیں اور مولانا علیہ الرحمہ کیلئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں اور قارئین نوائے اسلام سے دعاء مغفرت کی درخواست کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

شریک غم ۔ عبدالعزیز سلفی و ارکان نوائے اسلام دہلی ۔

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ۔یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۸ اساتذۂ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیرِ تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۳ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیرِ تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض :- محمد عمر سلفی. خادم مدرسہ ہٰذا۔



ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد جلد ۹

شمارہ ۶

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا رہنما اور سلفیت کا مبلغ

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جون ۱۹۹۲ء بمطابق ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی　نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی

زر تعاون		پاکستان سے	
سالانہ :	چالیس روپے	سالانہ :	ایک سو روپے
خصوصی :	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :-	دو ہزار روپے
لائف ممبری :-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے :-	۲۰ ڈالر امریکی

منیجر مکتبہ :- عبدالمالک اثری　خوشنویس :- اسرار اثری

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶

فون :- 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے الیس الیس پریس برائے جے کے
آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رھٹ
جامع مسجد دھلی ۶ سے شائع کیا۔

نقشِ آغاز

مدیر

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے. کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ مجھے اپنی اولاد والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محترم اور محبوب سمجھ لے۔

جامعہ ملیہ (جس کے نام کا ایک جزء اسلامیہ بھی ہے) یہاں پر اسلام کا مذاق اڑایا جانا، مسلمانوں کے دینی جذبات کو ٹھیس پہونچانا اور ان کے حقوق کو تلف کرنا عام روایت بن چکی ہے جس کا اندازہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کا شوشہ، جامعہ کے اقلیتی کردار کے سلب کئے جانے کا حادثہ اور رسوائے زمانہ مرتد سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات پر سے پابندی ہٹانے کی بات سے کیا جا سکتا ہے۔

جامعہ ملیہ کے پرو وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحسن نے شیطانی آیات سے پابندی اٹھانے کی بات کر کے جو حماقت کی ہے وہ شرمناک بھی ہے اور فتنہ انگیز بھی۔ یہ بیان ان کی بد اندیشی اور کج فہمی کا پتہ دیتا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایک چیز اور ہے جو ابھر کر سامنے آئی ہے وہ اس سے بھی خطرناک ہے وہ ہے جامعہ کے وائس چانسلر پروفیسر بشیر الدین احمد کی بھرپور پشت پناہی اور اس مجرمانہ کردار پر پردہ ڈالنے کی کوشش جس کے کریڈٹ میں حکومت نے انہیں یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (U.G.C.) کا ممبر نامزد کر دیا۔ واہ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔ یہ عہدہ وی سی صاحب کو مبارک ہو۔

جامعہ ملیہ کے طلباء اور وہاں کے اساتذہ و اسٹاف کا الزام ہے کہ وائس چانسلر اور پرو وائس چانسلر بالترتیب شیعہ اور قادیانی ہیں اور ان دونوں کے ذریعہ حکومت جامعہ ملیہ کے راستے سے مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہونچانا اور ان کے جذبات کو مجروح کر کے ان کی توانائیوں کو جانچنا چاہتی ہے اور اسے اپنے سیاسی مقصد کی برآوری کے لئے استعمال کر رہی ہے۔

بہرحال جامعہ ملیہ میں لفظ اسلامیہ مسلمانوں کے لئے ایسے ہی ہے جیسے چوہے دانی میں چوہے کے شکار کے لئے روٹی یا کسی پھل کا ٹکڑا۔ اس نام نہاد اسلامی ملی یونیورسٹی کو حکومت نے مسلمانوں کے لئے چوہے دانی بنا دیا ہے اور لفظ اسلامیہ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کا شکار کر رہی ہے۔ جبکہ بعض بزرگوں کے بقول یہاں پر سب کچھ ہے اسلام ہی نہیں ہے۔ تین سال قبل حکومت نے جامعہ کے مسلم اقلیتی تشخص کو سلب کر لیا تو مسلمانوں نے صرف اس لئے اس کی شدید مخالفت کی تھی کہ اس کے نام کے ساتھ اسلامیہ لگا ہوا ہے لہٰذا یہ میراث مسلمانوں کی ہے۔ جبکہ حکومت سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ جامعہ ملیہ میں چپکا ہوا لفظ اسلامیہ کا استعمال ترک کر دے۔ تاکہ یہ ایک عام سی یونیورسٹی ہو جائے۔ ایسی صورت میں ہم حکومت کے اس چوہے دان کے خطرہ سے سو فیصد محفوظ ہو جاتے۔

سرزمینِ ہند ہزاروں علماء اور دانشوروں سے بھری پڑی ہے۔ دینی اداروں، تنظیموں، تحریکوں اور جمعیتوں کے علاوہ بڑی بڑی شخصیتوں نے پورے ملک میں ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے تعلیمی و تربیتی ادارے قائم کر رکھے ہیں اس کے باوجود بھی ایک نام نہاد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ضرورت کیوں ہے؟ جو خود انہیں کے خلاف استعمال ہو رہی ہے۔

آج کا مسلمان ہمیشہ ایک طرفہ سوچتا ہے۔ دین کی ضرورت وہ صرف دینی مدارس کا قیام ہی سمجھتا ہے (ایسا سمجھنے پر انہیں مجبور بھی کر دیا گیا ہے) اکثر مدارس کے ذمہ داران بلڈنگوں کی تعمیر اور ہوسٹل میں طلباء کی تعداد بڑھانے اور ان کی پرورش پر جتنا زور صرف کرتے ہیں اس کا معمولی حصہ بھی صحیح تعلیم و تربیت پر نہیں صرف کرتے۔ جس کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کو اپنے بچوں کو غیر اسلامی فکر کے اداروں میں تعلیم کے لئے مجبوراً بھیجنا پڑتا ہے۔ بالفظ دیگر ہم اپنے پاس ہزاروں مدارس رکھ کر بھی کسی ایک کھوکھلی یونیورسٹی کا مقابلہ کر سکنے کی سکت نہیں رکھتے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کا اعتراف ارباب علم و دانش کو بھی ہے۔ اس احساس کے باوجود بھی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے علاوہ مسلمانوں کے پاس ابتک کوئی یونیورسٹی نہیں ہو سکی۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں دینی مدارس کے ذمہ داران کو سنجیدہ ہو کر سوچنا چاہیئے اور موثر قدم اٹھانا چاہیئے تاکہ ملک و ملت کی تعمیر میں نئی نسلیں ٹھوس خدمات انجام دے سکیں۔

قربانی کی روح

سمع وطاعت ــــ تسلیم ورضا ــــ ایثار وقربانی ــــ وفاشعاری

از افادات: مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

عیدِ قرباں آرہی ہے۔ عید کے دن اور اس کے بعد بھی دو تین دن تک مسلمان قربانی دیتے رہیں گے۔ ان دنوں اگر ہم ایک جانور کے ذبح کر دینے سے یہ سمجھتے ہیں کہ سنتِ ابراہیمیؑ کی یادگار منانے میں ہم کامیاب ہوگئے ہیں تو معاف فرمائیں کہ یہ قربانی کا بڑا ہی عامیانہ اور سطحی تصور ہوگا۔ ذرا ابراہیم خلیل اللہ کی قربانیوں پر نظر ڈالو اور دیکھو توحید رب العالمین کے خاطر کیسے کیسے رشتوں کو توڑ کر اور قربانی کی کیسی کیسی نادرہ روزگار مثالیں قائم کر کے مقامِ خلت پر یکہ و تنہا نظر آتے ہیں۔

١۔ رشتہ پدری کی قربانی۔ ٢۔ قوم و برادری کے رشتہ کی قربانی۔

٥۔ وطنیت کی قربانی۔ ٤۔ قومی معبودوں کی قربانی۔

٣۔ جان کی قربانی (اقتلوہ او حرقوہ)۔

ایثار و قربانی کے اس تسلسل پر غور کرو۔ بار بار غور کرو۔ اور دیکھو کہ ان تمام علائق کو جو انسان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ کوئی بھی علاقہ ایسا ہے کہ اس حنیفِ کامل اور موحدِ اعظم نے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نہ توڑ دیا ہو، جب خونی نسل، قومیت اور وطنیت کے تمام رشتے کٹ چکے اور ہجرت کر کے ایسی سرزمین میں آپہنچے، جہاں اسباب و ذرائع مفقود تھے لیکن معیتِ الٰہی کی نعمت سے مالا مال تھے۔ دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور دعا کی ربِّ ھب لی من الصالحین۔ اس دعا میں امتِ مسلمہ کی پیدائش کا سروسامان پوشیدہ تھا۔ قضا وقدر کے نوشتوں میں پہلے سے یہ طے ہو چکا تھا کہ اس موحد کامل کے ذریعہ سے نبی آخر الزماں اور ان کی امت کا ظہور ہو۔ لہٰذا اس خلاقِ علیم نے اپنے بندے ابراہیمؑ اور اپنے خلیل کی دعا کو قبول فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام جیسا حلیم و بردبار بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹا جب جوان ہوا تو خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم پاتے ہیں۔ کیسا بیٹا؟

۱۔ اسماعیل جیسا حسین وجمیل، صالح اور پہلوٹا بیٹا۔
۲۔ بیٹے پر جوانی کی عمر آرہی ہے۔
۳۔ باپ پر بڑھاپا طاری ہے اور اب نعم البدل کی توقع نہیں۔
۴۔ وہ بیٹا جو دعائیں مانگ مانگ کر حاصل کیا ہے۔

ان حالات کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام خیال نہیں کرتے کہ ذبح اسماعیل کا خواب محض خواب و خیال بھی ہوسکتا ہے۔ آپ بڑی بے تکلفی سے یہ دردناک خواب بیٹے کو سنا دیتے ہیں تصور کرو یہ وقت کس قدر دردانگیز ہوگا۔ لیکن ابراہیمؑ کے قلب کی استقامت اور آپ کے مقام عزیمت کو دیکھو کہ درد و رقت کا کوئی اثر نہیں۔ اور بیٹے کی سمع وطاعت کو دیکھو کہ باپ کا خواب سنتا ہے اور قربان ہونے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

اب حضرت ابراہیمؑ اپنی زندگی کے سرمایہ اور محبوب فرزند کو زمین پر ذبح کرنے کے لئے لٹا دیتے ہیں اور ذبح کرنے کے لئے چھری چلاتے ہیں چھری ذبح نہیں کرتی، اسے پھر تیز کرتے ہیں بار بار تیز کرکے چلاتے ہیں لیکن اسماعیلؑ ذبح نہیں ہوتے اور ان کی جگہ یعنی ان کے فدیہ میں ایک دنبہ ذبح کرنے کے لئے جبرئیلؑ پیش کرتے ہیں۔ بس حکم خداوندی کی یہ بامثال اطاعت یہ عدیم النظیر تسلیم و رضا اور ثبات و استقامت کا یہ حیرت انگیز مقام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقدس اور غیر فانی کارنامہ ہے جو خدا کی نظر میں اس درجہ مقبول ہوا کہ اسے آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کا مینار قرار دیا۔

اس جذبۂ اطاعت کا نام اسلام ہے اسی جذبہ کی تازگی اور تجدید کا نام قربانی ہے۔
اپنے حالت پر نظر کرو۔ ابراہیمؑ کی طرح ہماری زندگی بھی ہم سے بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے اسلام کی عزت اور دین کی بے بسی ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ قوموں، برادریوں اور صوبائی عصبیت کی پرستش ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ معاملات میں فریب کاری، سیاسیات میں خودغرضی مسلم سے قربانی کی طالب ہے غرض زندگی کا ہر شعبہ قربانی کی ضرورت کے لئے پکار رہا ہے۔

پس اے برادران اسلام! سنتِ ابراہیمی کے اتباع میں اگر قربانی ہے تو سب سے پہلے نفس کی قربانی کی مشق کیجئے اور ان تمام رشتوں کی قربانی کیجئے جنکے صلہ میں ابراہیمؑ کو امامتِ عالم کا تاج پہنایا گیا۔

صلی اللہ علیہ وعلی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ (بشکریہ الاعتصام لاہور)

نوائے حدیث

حج اسلام کا ایک اہم فریضہ

فضل اللہ انصاری۔ راگھونگر۔ بھوارہ۔ مدھوبنی بہار

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال خطبنا رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا ايها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا۔ (مسلم۔ نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے تو تم حج کرو۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں (شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ) پر قائم ہے۔ ان کو ارکانِ خمسہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام کے یہ وہ پانچ ارکان ہیں، جن میں سے ہر ایک کی اپنی جداگانہ اہمیت وفضیلت ہے۔ کسی کا اسلام تب ہی مکمل ہوسکتا ہے جبکہ وہ ان پانچوں کا پاس ولحاظ رکھے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ ارکانِ خمسہ میں سے کسی ایک کا ترک بلاشبہ نقص کہلائے گا۔

حج لغت میں قصد وارادہ کو کہتے ہیں اور شریعت میں مخصوص اعمال کے ساتھ بیتِ حرام کا قصد کرنے کو (فتح الباری الجزء الثالث/کتاب الحج ص۲۹۵) راجح قول کے مطابق فرضیت حج کا حکم سنہ ۹ھ میں ہوا اور سنہ ۱۰ھ میں اللہ کے رسولؐ صحابۂ کرام کے ساتھ اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے اس فریضۂ حج کو ادا کیا۔ یہ حج حجۃ الوداع کے نام سے بھی مشہور ہے، جس کے بعد حضورؐ اللہ کے پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مذکورہ حج کے ہی موقع سے میدانِ عرفات میں اللہ کے رسولؐ پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا“ یعنی آج میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔ اس تناظر میں دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ حج اسلام کا

ایک آخری اور تکمیلی رکن ہے اور اسے منتہی عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ ہمیں اگر صحیح حج نصیب ہوگیا تو گویا سعادت و خوش بختی کا اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا اور ایک ایسی نعمت مل گئی، جس سے بڑھ کے دنیا میں کوئی اور نعمت نہیں۔ حدیث شریف سے واضح طور پر ہمیں حج کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے مختلف ہے۔ زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کر لینے سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے اور فرض کے طور پہ اس عبادت کا ادا کرنا باقی نہیں رہ جاتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ:

یا ایہا الناس ان اللہ کتب علیکم الحج فقام اقرع بن حابس أفی کل عام؟ یارسول اللہ! قال لو قلتھا نعم لوجبت ولو وجبت لم تعملوا بھا ولم تستطیعوا۔ والحج مرۃ فمن زاد فتطوع۔ (احمد، نسائی، دارمی)

یعنی۔ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اقرع بن حابس کھڑے ہوتے اور کہا یارسول اللہ، کیا ہر سال؟ آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اسے ادا نہ کرسکتے اور نہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتے۔ حج ایک بار ہے جو اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

صاحبِ استطاعت اور مالدار انسان پہ زندگی میں ایک دفعہ اس عبادتِ حج کا ادا کرنا فرض ہے۔ اس فریضہ کو ادا کرنے کے بعد اگر کسی کو وسعت و استطاعت حاصل ہو تو وہ نفلی حج کرے اور کئی ایک بار کرے فرض وہ بہر حال ایک دفعہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسولؐ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا زادِ راہ اور سواری۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ اہل و عیال کے کھانے پینے کا انتظام کرنے کے بعد اگر کوئی جملہ مصارفِ سفر برداشت کرسکتا ہے تو اس پر حج واجب ہے۔ اگر وہ اس عبادتِ حج کو ادا نہیں کرتا تو بلاشبہ وہ گنہ گار ہوگا۔

اس میں عبادت و فضیلت بھی کچھ کم نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا حج مبرور۔ اس طرح کی ایک اور روایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ عرفہ کے دن اللہ سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرشتوں کے درمیان حج کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔ فرماتا ہے میرے بندوں کو دیکھو جو پریشان، بال گرد آلود اور راستوں میں چیختے پکارتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ان میں فلاں شخص بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ برا ہے گنہگار ہے۔ فلاں شخص اور فلاں عورت بھی ہے (جو گنہگار ہے) اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو بھی بخش دیا۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ لوگ کسی دن عرفہ کے دن سے زیادہ آگ سے چھٹکارا نہیں حاصل کرتے۔ کتنی بڑی فضیلت ہے فریضہ حج کو ادا کرنے کی اور کتنا بڑا مقام ہے اسکا۔ اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ نے جن کو مال و دولت سے نوازہ ہے اور وہ استطاعت رکھتے ہیں مگر پھر بھی حج نہیں کرتے تو وہ نہ صرف گنہگار ہوں گے بلکہ اس انعام باری سے بھی محروم ہوں گے جو حج کرنے کی وجہ سے ملیگا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک اور روایت میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ۔ الحاجّ والعمار وفد اللہ ان دعوہ اجابھم وان استغفروہ غفر لھم۔ یعنی حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں اگر وہ اس سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ انکی مغفرت فرمائے (ابن ماجہ) حج اور عمرہ کرنے والے کا کیا رتبہ او رمقام ہوا اس حدیث کی روشنی میں بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔

حج بلا شبہ ایک مہتم بالشان عبادت اور اسلام کا ایک اہم رکن ہے وہ بارگاہ الہی میں حاضری اور اس کی آواز پہ لبیک کہنا ہے۔ اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے توحید کا نقش گہرا ہوتا ہے۔ بندے کے اندر تواضع و انکساری پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے۔ ہر صاحب استطاعت اور مالدار مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی میں ایک دفعہ بیت اللہ کی زیارت کرے اگر اپنی استطاعت اور طاقت و وسعت کے پیش نظر نفلی حج کرنا چاہے تو پہلے فرض ادا کرنے کے بعد وہ نفلی حج ادا کرے۔ وہ مزید اجر و ثواب اور انعام باری کا مستحق قرار پائے گا۔

واذن فی الناس بالحج

افضل ندوی۔

آج سے چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ اے میرے خلیل تم میرے گھر کو شرک و اصنام پرستی اور دیگر غلاظتوں سے پاک کر چکے ہو اب تم کو حکم ہے کہ واذن فی الناس بالحج اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواباً عرض کیا اے میرے اللہ! یہ کیسے ممکن ہے کہ میری آواز ساری دنیا میں سنائی دے۔ حکم ہوا کہ تمہارا کام پکارنا ہے اور میرا کام سنانا۔ حضرت ابراہیمؑ نے حکم کی تعمیل کی اور اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور آواز ابراہیم جنگلوں، پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچ گئی۔ اور یہ اسی آواز کا کرشمہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں فرزندانِ توحید ہر سال خلیل اللہ و ذبیح اللہ کی سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑ پڑتے ہیں اور کروڑوں دیدار کعبۃ اللہ کے لئے تڑپتے رہتے ہیں۔

یہ اذن فی الناس بالحج ہی کا اثر الہامی تھا کہ جب جب بیت اللہ کی رونق ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی گئی یا عازمینِ حج کو چند مفاد پرستوں نے روکنا چاہا پھر بھی اس آواز پر ہمیشہ لبیک کہا گیا چاہے وہ ابرہہ کی شکل میں ہو یا جب باطنیوں نے حجر اسود کو چرا کر اس کی رونق کو ختم کرنے اور اس کی حرمت کو پامال کرنے کی ناپاک کوشش کی یا شریف حسین مکہ کے لٹیروں کے ہاتھوں سے حجاج کرام کو پریشانیوں میں مبتلا کرنے کا واقعہ۔ لیکن اللہ نے اپنے خلیل کی آواز کو زندہ و جاوید رکھا اور دنیا ہی میں کسی کو پرندوں سے ہلاک کیا، کسی کو دنیا ہی میں ذلیل و رسوا کیا۔ کسی کے اقتدار کو چھین لیا اور اہلِ اقتدار کو سونپ دیا۔ اور آج تک مہمانِ حرم وفد کی شکلوں میں ایک خاص لباس میں ملبوس دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر زادِ سفر لے کر بیت اللہ کا رخ کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں نئی امنگیں، نئی خوشیاں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں اور سرور کے عالم میں زبان حال سے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک

لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ کی صدائے دلنواز بلند کرتا ہے صحرا و بیابان کو اپنا گواہ بناتا ہے اور اللہ کے دربار میں حاضر ہوجاتا ہے۔ یہ لبیک کیا ہے یہ اسی کا جواب ہے جو دعوت ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے دی گئی تھی۔ جب عازم حرم اپنے گھر سے دور ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں خوشیوں سے اشکبار ہو جاتی ہیں اور حضرت ابراہیمؑ اور سیدہ ہاجرہؑ کی اداؤں کو ادا کرنے کے لئے اپنے اعزاء و اقربا کی محبتوں کو قربان کر دیتا ہے۔ صحراؤں و پہاڑوں و سمندروں کو رضاء الٰہی کے حصول کے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن مقدس کی زیارت اور ان کے اعمالِ مسنونہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان دشوار گذار راستوں کو طے کر لیتا ہے۔

آج لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام اپنے بابا حضرت ابراہیمؑ کی دعوت پہ اکٹھا ہو رہے ہیں جہاں گورے کالے میں کوئی تمیز نہیں۔ راعی و رعایا میں کوئی فرق نہیں۔ امیر و غریب کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ملک کا نمائندہ اپنی عبرت کی نگاہوں سے درس حاصل کرے کیونکہ آج حالات یکسر بدل چکے ہیں پورے عالم میں اسلامی بیداری پیدا ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے کمیونزم اپنے ہی ملک میں دم توڑ چکا ہے اور تڑپ بھی رہا ہے، مسلمان ظلم و بربریت کے شکنجوں سے آزادی حاصل کر چکا ہے اور کر بھی رہا ہے۔ آج جس دعوت پہ اکٹھا ہوتے ہیں جس کا نام حج ہے۔ آج کے دور میں وہ ہم سے کیا تقاضہ کرتا ہے؟ بیت اللہ کی پرشکوہ اور بلند عمارتیں ہم سے کیا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اے مجاہدینِ **افغان** تم زندہ و سلامت رہو تمہاری مبارکبادیاں قبول کرو لیکن ساتھ ہی ساتھ تم سے ایک التجا بھی ہے کہ تم اپنے سامنے غزوۂ احد کے منظر کو سامنے رکھنا کہیں تمہارے دلوں میں اقتدار کی ہوس اور مال و زر کی محبت تو نہیں پیدا ہو رہی ہے جو باعث انتشار ثابت ہوں تم اپنے اتحاد میں دراڑ نہ پیدا کرنا۔ **الجزائر** کے اسلام پسند لوگوں سے مخاطب ہیں کہ اگر تمہارے پاؤں میں لغزش پیدا ہو تو غزوۂ بدر کے ان ۳۱۳ بے ہتھے اصحاب رسولؐ کی تاریخ پڑھ لینا اور اپنے حوصلوں کو پست نہ کرنا۔ وفد **پاکستان** سے گریہ وزاری کر رہی ہیں کہ تم اپنی طاقتوں کو اپنے ہی بھائیوں پہ کیوں خرچ کر رہے ہو ان کو کیوں ذلیل و رسوا و بے یار و مددگار کر رہے ہو۔ کیا تم نے انصارِ مدینہ کی تاریخ نہیں پڑھی یہ دیکھو تمہارے پہلوؤں میں اہل مکہ بھی ہیں اور مدینہ والے

بقیہ ص۳۶ پر

اسلام کی معاشی تعلیمات کے چند اہم پہلو

(دوسری قسط)

حافظ محمد سلیمان۔ فیصل آباد۔ پاکستان

اہلیت کسب وسعی کسب کیلئے مساوات مواقع :

اگرچہ اسلام مساوات مطلق کا قائل نہیں ہے کہ فطرت میں اس قسم کے مظہر کا کوئی وجود سرے سے ہے ہی نہیں لیکن اسلام میں اخوت کا تصور بہر حال ہے اور جیسا کہ ہر اچھے گھرانے میں ہوتا ہے اسلامی معاشرہ کے خاندان میں بھی اس امر کی لازماً کوشش کی جانی چاہیئے کہ ابتداءً ہر فرد کو کسب کا اہل بننے کے لئے ایک جیسے مواقع مہیا کئے جائیں (اس اصول کا تقاضا تعلیم میں مساوات مواقع ہے اور ایک ہی ملک وملت میں مختلف قسم کے نظام ہائے تعلیم کی نفی ہے) نیز کسب کے لئے ہر فرد کے لئے میدان ایک جیسا کھلا ہو اور اس میں حلال وحرام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے جہاں تک کوئی بڑھنا چاہے بڑھ سکے (اس اصول کا تقاضا اجارہ داریوں کی نفی ہے۔

کسب کے لئے اہل بنانا اور کسب کے لئے مواقع اور Jobs کی بہم رسانی اور ان تک کھلی رسائی اسلام کے اس منشاء کے بالکل عین مطابق ہے جس کا ذکر ما بالا میں ہوا۔ اس سلسلہ میں وہ واقعہ بالخصوص قابل ذکر ہے جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے کچھ دینے کی بجائے ان کے اپنے اثاثہ (کمبل) کو خود نیلام فرما کر اس کے لئے کلہاڑی اپنے دست مبارک سے تیار فرمائی اور اس طرح سے انہیں کسب حلال کے اہل بنا کر انہیں عیالاً علی المسلین اور بیت المال پر بوجھ بننے سے روکا ظاہر ہے کہ اگر ہر فرد کو کسب کے اہل بننے اور پھر کسب کرنے کے لئے مساوات مواقع Equality of opportunity مہیا کرنے کا انتظام کر دیا جائے تو پھر کفالت عمومی کے اداروں پر اس نسبت سے بوجھ کم سے کم تر

ہوجائے گا اور وہ نوبت آجائے گی کہ صدقہ دینے والا تو ہوگا لیکن صدقہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ (جیسے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ مبارک میں ہوا)۔

معاشی عمل کے ہر مرحلہ کیلئے حلال وحرام کی حدود:

اسلام میں معاشی فعالیت (Economic Activity) ایک ایسا کھیل نہیں جس کے کوئی قاعدے یا Rules نہیں ہیں اور جس میں ہر کھلاڑی جس طرح سے چاہے بغیر کسی سزا کے فاؤل کرسکتا ہے نہ ہی یہ ایک ایسا کھیل ہے جس کے میدان کی کوئی باؤنڈری یا لائن نہ ہو، کوئی حد بندی نہ ہو۔ اسلام میں کسب کے مرحلہ پر، پھر صرف (consumption) کے مرحلہ پر اور بچت شدہ مال (savings) کے استعمال کے سلسلہ میں چند واضح اور کھلی کھلی ہدایات ہیں جو یہ طے کرتی ہیں کہ کمائی کی حدود کون کون سی ہیں اور کس قسم کی کمائی ہے جسے چھونے کا ایک مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا، پھر اس کمائی کو خرچ کرنے کے سلسلہ میں کون کون سی حدود ہیں جن کو توڑنا مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ اور آخر میں بچت شدہ رقوم کے سلسلہ میں کچھ واضح ارشادات ہیں بالخصوص الکتناز کی حرمت، سود کی حرمت اور سال گزرنے پر ۲½ ٪ زکوٰۃ۔ گویا معاشی کارکردگی میں مادر پدر آزادی نہیں ہے اور مذکورہ بالا تینوں مرحلوں (کسب صرف اور بچت) میں سے ہر ایک میں اسلام دخل دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ مغربی سرمایہ داری اور اسلام میں ایک بنیادی فرق یہی حلال وحرام کا ہے۔ سرمایہ داری میں کسی مرحلہ پر کوئی پابندی نہیں ہوتی سرمایہ دارانہ معاشرہ دراصل انسانی معاشرہ ہوتا ہی نہیں ہے یہ ایک جنگل ہے جہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول (یا بے اصولی) کا رواج ہوتا ہے اور معاشی طور پر زیادہ طاقتور افراد کو اس بات کی کھلی چھوٹ ہوتی ہے کہ وہ سماجی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے روپے کے زور پر جیسے چاہیں کھل کر کھیلیں۔ اس کے برعکس..... اسلامی معاشرہ ایک انسانی معاشرہ ہوتا ہے، ایک بھائی چارے کا معاشرہ ہوتا ہے، ایک خاندان ہوتا ہے جس میں اپنی اپنی اہلیت صلاحیت، مذوق اور کارکردگی کی بنا پر معاشی تفاوت تو ہوتا ہے مگر یہ تفاوت اس بات کا جواز نہیں ہوتا کہ معاشرہ کے معاشی وسائل کو غیر سماجی انداز میں بڑھایا جائے (مثلاً احتکار کے

ذریعہ یا سود کا ذریعہ) یا غیر سماجی انداز میں صرف کیا جائے۔ (مثلاً اسراف و تبذیر صرف نمائشی، محل اور مقبرے وغیرہ)۔

ایک ایسی ریاست جس میں ذاتی ملکیت کی تو اجازت ہو مگر حلال وحرام کی پابندیاں سختی سے نافذ نہ کی جائیں صریحاً غیر اسلامی اور سرمایہ دارانہ ریاست ہے۔ اسلامی ریاست کا ایک وظیفہ اس سخت گیر اور منصف ریفری کا ہے جو جب بھی کسی کو کھیل میں فاؤل کرتے دیکھتا ہے (اس سیاق وسباق میں جب بھی کوئی فرد یا ادارہ، کسب، صرف یا بچت کے مرحلہ پر حرام مشاغل میں ملوث ہوتا ہے) تو ایسے کھلاڑی کو کان سے پکڑ کر کھیل کے میدان سے باہر نکال دیتا ہے اگر کوئی ریاست ایسا نہیں کرتی تو اسے بہرحال اسلامی ریاست کہلانے کا کوئی حق نہیں اور ایسی ریاست محض سرمایہ داری کے گندے کھیل کو جاری رکھنے کی ایک بے جواز اور غیر اسلامی اور انجام کار ناکام کوشش ہوتی ہے اور موجودہ حالات میں یہ ایک ایسی کشتی ہے جو آج ڈوبی کہ کل ڈوبی۔ اور اپنے ساتھ پتہ نہیں کس کس کو لے ڈوبے (علاوہ امتِ اسلامیہ کے اسلام کے نامِ نیک کو بھی)۔

ارتکاز کی حوصلہ فرسائی:

جیسا کہ سورۂ حشر کی آیت نمبر ۷ میں مذکور ہے اسلام ارتکازِ زر کے سخت خلاف ہے اور وہ تمام پالیسیاں جن سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتے جائیں، ان کے غیر اسلامی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ ایک نہایت ہی بنیادی اصول ہے اور اس سے اسلامی معاشرہ میں دولت کے بہاؤ کا رخ متعین ہوتا ہے اسلامی معاشرہ میں اصول یہ ہے کہ تُؤخَذُ مِن اَغنیائِہِم وتُرَدُّ اِلٰی فُقَرائِہِم۔ ریاست کا کام یہ ہے کہ وہ دولت مالداروں سے لے اور محتاجوں کو واپس کرے (یہاں یہ تُرَدُّ کا لفظ قابلِ غور ہے اور اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ استحصال کا تصور اور اس کی تلافی کے لئے اقدامات تجویز کرنا اور ان پر عمل کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو دورِ جدید کے مفکرین کی اجارہ داری ہے) اگر کسی معاشرہ میں بالفرض یوں ہوتا ہے کہ دولت غریبوں سے لے کر دولت مندوں کے مفاد میں صرف کی جاتی تو اس معاشرہ کے غیر اسلامی ہونے میں کوئی احمق یا جاہل یا بدنیت شخص ہی شبہ کر سکتا ہے۔ دولت کے بہاؤ کے اس غیر اسلامی

رخ کی ایک مثال وہ پبلک سکول ہیں جنہیں سرکاری خزانہ سے امداد ملتی ہے لیکن عملی طور پر وہاں امراء کے بچے ہی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ اسلامی اصولوں کی دوہری خلاف ورزی ہے (دوسرا اصول جس کی خلاف ورزی ہوتی ہے وہ تعلیم میں مساواتِ مواقع کا اصول ہے جس کا ذکر نمبر ۳ بالا میں کیا گیا)۔

مال کے ضیاع کی ممانعت

عام تصور کے خلاف اسلام میں مال و دولت کی بڑی اہمیت ہے اور اسے زندگی کے قیام کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے مال و دولت کی پیداوار بڑھانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسے ضائع کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اس ضیاع کو روکنے کے لئے اسراف و تبذیر اور صرفِ نمائشی (مثلاً بلا ضرورتِ تعمیر جیسا کہ سورۂ شعراء آیت نمبر ۱۲۸) قوم عاد کے سلسلہ میں ذکر ہوا نیز پختہ قبریں اور مقبرے، مردوں کے لئے سونا چاندی اور ریشم) سونے چاندی کے برتن، یہ صرف چند مثالیں ہیں اور ان سے ملتا جلتا صرف ہر عہد اور ہر زمانہ میں حرام قرار دیا گیا ہے)
دراصل اسلام مال کی سماجی نوعیت کا قائل ہے اور کسی فرد کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کہے کہ پیغمبر کون ہوتا ہے ؟ کہ ہمیں اپنے مال میں من مانی کرنے سے روکے۔ أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ۔ (ھود، آیت نمبر ۸۷)۔

یہاں پر ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ حرام خوری اور مال کے ضیاع یا اسراف میں ایک گہرا تعلق ہے جیسا کہا گیا ہے۔ ع

مال حرام بود، بجائے حرام رفت

اگر حلال و حرام کی حد بندیوں کو توڑنے کی اجازت نہ دی جائے تو اسراف و تبذیر بڑی حد تک ختم ہو جائیں۔

مال کے ضیاع کو روکنے کے لئے اسلام کو جو اصرار ہے اس کا ایک پہلو یہ ہدایت بھی ہے کہ . . . . احمق لوگ جن سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مال کا مناسب انتظام کرنے کے نا اہل ہیں تو ان کی اپنی ملکیت کا مال بھی ان کے زیر تصرف نہ دیا جائے۔ (ولا تؤتوا السفهاء اموالكم

(سورۃ النساء : ۵)۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگرچہ مال کی ملکیت ان سفہاء کی ہے لیکن آیتِ مبارکہ میں اموالکم کی ترکیب استعمال کی گئی ہے اموالہم کی ترکیب نہیں۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگرچہ اس ملکیت کا ایک پہلو ذاتی ہے لیکن اس کا ایک سماجی اور اجتماعی پہلو بھی ہے۔ اس پہلو کو زیادہ اہم سمجھتے ہوئے قرآن نے اموالکم فرمایا، اموالہم نہیں فرمایا۔ اس سے فقہاء نے یہ استخراج کیا ہے کہ اگر کوئی صاحب مال اپنے مال کے انتظام اور صرف میں سفاہت کا مظاہرہ کرے تو امام کو (ریاست کو) یہ حق ہے کہ اس کے حقوقِ ملکیت وقتی طور پر معطل کر دے)۔

مادی، مالی اور انسانی وسائل پیداوار میں رفع تعطل:

اسلام اس بات کا انتظام کرتا ہے کہ معاشی وسائل معطل نہ پڑے رہیں مثلاً ایسا نہ ہو کہ ایسی زمین جس میں کاشت ہو سکتی ہے بغیر کاشت کے پڑی رہے۔ اگر کوئی شخص جس کے قبضہ میں زمین ہو اور وہ مسلسل تین سال تک اسے کاشت نہ کرے تو امام کو (ریاست کو) یہ حق ہے کہ وہ اپنی سطح پر اس زمین کے تعطل کے رفع کرنے کا انتظام کرے یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ تین سال کی مدت یا اس حکم کے ضمن میں صرف زمین کا ذکر ہونا۔ دراصل اس خاص اصول کا ایک اطلاق کا ذکر ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں یہ مدّت شوریٰ سے کم و بیش کی جا سکتی ہے اور اس حکم کا اطلاق پیداوار کے دیگر سرچشموں مثلاً کارخانوں وغیرہ پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ اشیائے صرف مثلاً غلہ، کپڑا وغیرہ کو معطل رکھا جائے یا ان کا احتکار کیا جائے یا سرمائے کا احتکار کیا جائے۔ اس مظہر کو اسلام میں اکتناز کی اصطلاح سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں شاید سب سے زیادہ ناپسندیدہ امر انسانی وسائل پیداوار کا تعطل ہے یعنی لوگ کام کرنے پر راضی اور تیار ہوں لیکن انہیں کام نہ ملے اور روزگار یا Job نہ مہیا کی جائیں۔ یا یہ کہ لوگوں کو پیداواری عمل میں شرکت کے لئے کسی خاص زمانہ میں جن تکنیکی اہلیتوں کی ضرورت ہے انہیں اس کی تربیت کے مواقع مہیا نہ کئے جائیں اور وہ غیر پیداواری یا نیم پیداواری زندگیاں گزارنے پر مجبور ہوں اس طرح سے وہ خود اپنے لئے ایک عذاب اور ملک

و ملت کے لئے ایک بوجھ ثابت ہوں۔ نالائقی کی انتہا یہ ہے کہ جو چیز اثاثہ بن سکتا ہو اسے ذمہ داری یا بوجھ بنا لیا جائے۔

العفو کا اتفاق:

العفو کا ذکر جب کیا جاتا ہے تو عام طور پر وہ نقطۂ نظر ملحوظ ہوتا ہے جس کو روایتی طور پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ خود ان کے پاس اتنا اثاثہ ضرور ہوتا ہے جس سے کم از کم ایک مدت تک ان کی اور ان کے اہل وعیال کی گزر بسر ہو سکے۔ العفو کے معانی کا دوسرا پہلو وہ ہے جو قرونِ اولیٰ میں واجبات وصول کرتے وقت ملحوظ رکھا جاتا رہا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ واجبات صرف ان لوگوں کے اور اس حد تک وصول کئے جائیں کہ پھر بھی ان کے پاس ان کے لئے اور اہل وعیال کی گزر اوقات کے لئے باقی رہ جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو ہدایات محصلین کو دیں اور جن پر پھر متعلقہ علاقہ کے قابل اعتبار افراد سے سال کے سال بالالتزام گواہی لی جاتی تھی وہ اس اصول کے نفاذ کے سلسلہ میں بڑی واضح ہیں۔ گویا اسلامی حکومت اس کی پابند ہے کہ ٹیکس لگاتے وقت اور وصول کرتے وقت العفو کے اصول کی پابندی کرے۔ اور جب اسلامی حکومت کے مصارف روایتی طریقہ (یعنی زکوٰۃ وغیرہ) سے پورے نہ ہوں اور ان کے علاوہ واجبات یا ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش آئے تو جس کے پاس العفو جتنا زیادہ ہو اتنا اس سے زیادہ وصول کیا جائے اور بالعکس موجودہ زمانے کے اصطلاح میں یہ اصول Progressive Taxation (متزائد ٹیکس) کے لئے ایک جواز اور بنیاد ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ العفو کی مقدار کا ایک طرف سے تعلق متعلقہ فرد کی ایمانی کیفیت سے ہے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال جنگ تبوک کے موقع پر) اور دوسری طرف یہ تعلق ان مخصوص حالات سے بھی ہے جس میں سے ملک و قوم اس وقت گزر رہے ہوں۔ ہنگامی قسم کے حالات میں جب قومی اور ملکی ضروریات زیادہ شدید ہوں اور ملت کی بقاء خطرے میں ہو۔ العفو کی مقدار کا تعین اور طرح سے کیا جائے گا اور

معمول کے حالات میں اور طرح سے۔

کسب کا سعی کے ساتھ مشروط ہونا:

اگرچہ ہمارے بعض مفسرین نے بڑا زور اس امر پر مارا ہے کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ (النجم: ۳۹) کا اصول معاشی امور میں غیر متعلق ہے لیکن فی الحقیقت یہ کوشش ایک عمومی بیان کو غیر ضروری طور پر اور بے جواز طور پر محدود کرنے کے مترادف ہے اس سلسلہ میں فئے اور غنیمت کے احکام کا تقابل واضح کر دیتا ہے کہ اسلام فی الواقع کسب اور سعی کو بالکل غیر متعلق یا باہمدگر بالکل غیر مشروط نہیں سمجھتا۔ فئے ساری کی ساری بیت المال کا حصہ ہوتی ہے کیونکہ اس کے حصول میں غازیوں کا کوئی زور نہیں لگا ہوتا۔ فما اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (سورۃ الحشر: ۶) اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ جس حد تک کوئی مال بغیر سعی کے حاصل ہو اس حد تک وہ بیت المال کی ملکیت ہے موجودہ دور میں گین ٹیکس اس اصول کا ایک اطلاق ہے شہری کے ساتھ کوئی معاشرہ ان دوائر کا یقین کر سکتا ہے جہاں انفرادی سعی کے بغیر ہی کوئی مال حاصل ہو رہا ہو اور اس طرح سے اس خاص حد تک وہ مال کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں ہوگا بلکہ بیت المال کی ملکیت ہوگا۔ (بارانی زمینوں کی پیداوار میں عشر کی شرح کا دوگنا ہونا نیز دفینہ میں بیت المال کے واجبات کا ½ ۲٪ کے بجائے ۲۰٪ ہونا اسی اصول کے اطلاق کی دو اور مثالیں ہیں)۔

کسب و سعی کو غیر متعلق ثابت کرنے کے لئے بعض اوقات اسلام کے نظام وراثت کا ذکر کیا جاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے دو باتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ایک تو یہ وارث اور مورث دراصل ایک دوسرے کی (خون کے رشتے کے ناطے پر) حیاتیاتی توسیع Biological extension ہی ہوتے ہیں اور ان میں من تو شدم تو من شدی کا رشتہ ہوتا ہے اور ایک کی سعی دوسرے کی بھی سعی ہوتی ہے (بلکہ دوسرے کے لئے ہی ہوتی ہے اور انفرادی کوشش کے لئے ایک مہمیز یہی خونی تعلق اور اپنے ورثاء کو بہتر معاشی حالت میں چھوڑ جانے کی خواہش ہوتی ہے کیونکہ حیاتیاتی طور پر وہ ایک ہی ہوتے ہیں) اور دوسری بات ہے کہ اسلام کا نظام

بقیہ ص ۳۶ پر

بیمہ و لائف انشورنش

ترجمہ و تلخیص: مولانا عزیز الحق عمری (ایم اے علیگ)

لائف انشورنش (بیمہ) کے بارے میں ڈاکٹر احمد فہمی ابو سنہ فرماتے ہیں بیمہ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ تعاون بیمہ۔ تجارت بیمہ اور مرسل بیمہ۔

ان میں تعاون کا معاہدہ جائز ہے کیونکہ انسان کو خود اپنی حیات یا اپنے بعد اپنے ورثاء کے بارے میں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا کہ ان پیش آمدہ خطرات کا ازالہ کرسکتا ہو۔

تعاون باہم کے معاہدے کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ میں یا قسط وار مال فراہم کرلیا جائے جس سے پریشان حال شخص کی مدد کی جائے اور کبھی اس میں تعاون باہم سے حاصل شدہ رقم میں جائز وسائل سے اس رقم سے حاصل شدہ فائدہ شامل کرلیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

یعنی نیکی اور تقویٰ پر باہم تعاون کرو اور گناہ و ظلم پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

تجارت بیمہ جس کی وضاحت مصر کے قانون کی دفعہ "۱۳" میں یہ ہے کہ یہ ایسا سودا ہوتا ہے جو فرد یا کمپنی میں ہوا کرتا ہے جن میں ایک ضامن ہوتا ہے اور ایک وہ شخص جس کے لئے ضمانت لی جائے اور اس میں دونوں میں یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ پہلا دوسرے کو مال کی قسط ہر معین مدت پر ادا کرے گا یا ایک دفعہ میں رقم ادا کردے گا۔ اور پہلا دوسرے کے لئے

کسی حادثے یا خطرے کے وقت مال یا اس کا عوض یا ماہانہ وظائف ادا کرنے کا پابند ہوگا۔
اور الائف انشورنس وحوادث کا بیمہ یا کسی معین سبب پر مال ادا کرنے کی ذمہ داری لینا اور یہ معاہدہ (سودا) ان سودوں میں نہیں ہے جو کتاب وسنت میں آئے ہیں بلکہ یہ معاوضے کا نیا سودا ہے جس میں ایک شخص قسط وار مال ادا کرتا ہے اور دوسرا اس کو واپس دیتا ہے جدید سودوں کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ جب تک اس میں کوئی ناجائز صورت جیسے سود، جوا اور فریب ورشوت نہ ہو یا اس کا مقصود ناجائز نہ ہو تو جائز ہے لیکن بیمہ کمپنی کا مقصد عام طور پر فراہم کردہ مال سے تجارت کرنا ہوتا ہے جس کا فائدہ عموماً ناجائز ہوا کرتا ہے کیونکہ بیمہ کمپنی مال فراہم کر کے اسے سودی قرض پر دیتی ہے اور کبھی اس سے عمارتیں اور کارخانے بھی بناتی ہے۔

تجارتی بیمہ کی تمام صورتیں فاسد ہیں کیونکہ سب کسی ناجائز کو شامل ہوتی ہیں اور اس میں زیادتی یا ادھار کی وجہ سے سود ہوتا ہے کیونکہ بیمہ میں نقد کا تبادلہ نقد سے ہوتا ہے کیونکہ اس میں جو شخص بیمہ کراتا ہے کبھی ساری قسطیں ادا کر دیتا ہے اور کبھی کچھ ادا کرتا ہے۔ اگر پوری قسط ادا نہیں کیا تو اس میں ربا نسیئہ (ادھار کی وجہ سے سود) ہوتا ہے اور اگر پوری قسط ادا نہیں کیا ہے بلکہ کچھ ہی دیا ہے اور حادثہ پیش آگیا تو ربا فضل (زائد رقم لینے کی وجہ سے سود) ہوتا ہے اور ایسے سودی معاملے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ تعاون کا معاہدہ سبھی مشکلات کا حل ہے علاوہ ازیں تجارتی بیمہ کا مقصد ناجائز ہوتا ہے کیونکہ بیمہ کا زیادہ تر مال سودی قرض میں دے دیا جاتا ہے۔

اور تجارتی بیمہ میں دھوکا ہوتا ہے کیونکہ جو بیمہ کراتا ہے وہ بیمہ کے وقت یہ نہیں جانتا کہ اسے پوری قسط ادا کرنی ہوگی یا کچھ ہی قسط ادا کرنے پر ہی انشورڈ حادثہ پیش آجائے گا جیسے موٹر کے بیمہ میں ہوتا ہے اور تجارتی بیمہ کی اکثر صورتیں جوئے میں آتی ہیں کیونکہ دونوں میں سے ایک کا یا تو فائدہ ہوتا ہے یا نقصان۔ کیونکہ جس شخص نے بیمہ کرایا ہے اگر پوری قسط ادا کر دیا اور حادثہ پیش نہیں آیا تو بیمہ کمپنی کچھ نہیں دیتی اور فائدے میں رہتی ہے لیکن کچھ ہی قسط ادا کرنے پر اگر حادثہ پیش آگیا تو اسے پوری فرض کردہ قسطوں کے برابر مال ملتا ہے۔

اور اس صورت میں جو شخص بیمہ کراتا ہے وہ فائدے میں رہتا ہے اور بیمہ کمپنی کو نقصان ہوتا ہے اور یہی درحقیقت وہ جوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز کہا ہے۔

احمد فہمی ابوسنہ فرماتے ہیں کہ بیمہ کے معاملے کو موالات کے معاملے کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا جیساکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کیونکہ موالات کا معاملہ امداد باہم کے لئے ہوتا ہے اس کا محل مال نہیں ہوتا کیونکہ تاوان اور دیت اس کے احکام ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیمہ مصلحت میں داخل ہے اور ضرورت کی وجہ سے جائز ہے لیکن یہ خیال باطل ہے کیونکہ مصلحت پر عمل کی شرط یہ ہے کہ نص کے معارض نہ ہوں اور یہاں سود جوئے اور غرر (فریب) کی نصوص مصلحت کی کھلی مخالف ہیں اور علاوہ ازیں تجارتی بیمہ کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ تعاون باہم کا معاہدہ ان سب سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مکہ کی عالمی اقتصادی کانفرنس منعقدہ ۱۳۹۶ھ تجارتی بیمہ کی تمام صورتوں کے ناجائز ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن شوسل بیمہ جائز ہے اس لئے یہ حکومت یا مالک کی طرف سے ملازمین کے لئے بڑھاپے یا حادثے کے وقت امداد ہوتی ہے۔

شیخ غدیر کا خیال

شیخ الغدیر فرماتے ہیں کہ تجارتی بیمہ عقد معاوضہ ہے اور بیمہ کو اس پر قیاس کرنا کہ شافعیہ کے سوا تمام فقہاء مجہول ضمان کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ کہ عقد موالات ثابت ہے درست نہیں ہے کیونکہ ان سب کا مقصد اور وجہ امداد اور ہمدردی کی بنیاد پر ثابت ہے اور قسط وار بیمہ کا معاملہ معاوضے کا معاملہ ہے اس لئے اسے جائز قرار دینا دشوار ہے رہی یہ بات کہ اس میں غرر نہیں ہوتا تو یہ محل نظر ہے جیساکہ بتاتے ہیں کہ بیمہ میں عقد کا محل امان ہوتا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس لئے کہ امان بیمہ کرانے کا باعث ہوتا ہے محل عقد نہیں ہوتا بلکہ عقد کا محل وہ رقم ہوتی ہے جسے دونوں فریق ایک دوسرے کو ادا کرتے ہیں اور خطرے کا عنصر یہاں موجود اور ثابت رہتا ہے۔

بیمہ کا نظام ہمارے ہاں یورپ کے مادی نظام سے درآمد کیا گیا ہے۔ شیخ غدیر فرماتے ہیں کہ بیمہ کے سودے کا اسلامی شریعت میں کوئی خاص حکم نہیں پایا جاتا اور نہ فقہائے متقدمین نے

اس سے بحث کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بیمہ کا نظام مغربی مادی نظام سے درآمد کیا گیا ہے اور سب سے پہلے بیمہ کے نظام سے متعلق مسلمان فقہاء میں ابن عابدین نے اپنی کتاب "الجہاد و احکام التجار الاجانب" میں لکھا ہے کہ یہ عام دستور ہے کہ جب تجار کسی حربی سے کوئی کشتی کرائے پر لیتے ہیں تو انہیں کشتی کا کرایہ ادا کرتے ہیں اور پھر کچھ متعین مال ان میں سے اس شخص کو بھی دیتے ہیں جو ان کے ملک میں رہتا ہے تا کہ کشتی کو آگ لگ جائے یا اور کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی حفاظت کرنے اور ایسے شخص کو "سوکرہ" بولتے ہیں جسے اس زمانے میں بیمہ کمپنی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ابن عابدین فرماتے ہیں کہ سوداگر کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس سے کسی ہلاک شدہ چیز کا بدل لے کیونکہ صاحب سوکرہ نے زیادتی نہیں کیا اور نہ ان سامانوں کو برباد کیا ہے اور ایسا کرنا اسے ایسی چیز کا پابند بنانا ہے جس کا وہ پابند نہیں ہے اور ابن عابدین نے بیمہ کے معاملے کو لے کر یا عوض یا کرایہ پر رکھنے کا معاملہ قرار دیا ہے اور امانت میں جب چیز قضاء و قدر سے ہلاک ہو جاتے تو امین ذمہ دار نہیں ہوتا ہے اور یہی بات کرائے پر رکھے ہوئے شخص کے بارے میں ہے کہ اگر سامان قضاء و قدر سے ہلاک ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا، اس کا ضامن اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی تعدی سے برباد ہوا ہو اور یہاں بیمہ کا بدل نا جائز ہے کیونکہ وہ امانت اور مستعاض کے مانند ہوتا ہے۔ لہذا یہاں ابن عابدین نے سمندری بیمہ کے بارے میں بحث کی ہے جو اس زمانے میں معروف تھا۔ اور مصر کے سابق مفتی شیخ بخیت المعیطی (متوفی ۱۹۳۵ء) نے فرمایا ہے کہ۔

شریعت سے یہ ثابت ہے کہ مال کا ضمان تین ہی چیزوں کے وجہ سے ہوتا ہے اور بیمہ کا سودا ان میں نہیں ہے جس کے اندر شریعت نے ضمان عائد کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شریعت نے جس ضمان کو ثابت کیا ہے اس کے کچھ اسباب ہیں اور یہ عقد فاسد (بیمہ) اس کے اسباب میں نہیں ہے کیونکہ یہ دھاگے سے لٹک رہی ہوتی ہے کبھی ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی لہذا یہ جوا ہے اس لئے "اس بیمہ کی وجہ سے مسلمان کے لئے ہلاک شدہ مال کا بدل لینا جائز نہیں ہے جو اس احتمال پر موقوف ہے کہ حادثہ پیش آتے یا پیش نہ آئے لہذا یہ ایسے فائدے پر مبنی ہے جو جوتے پر مبنی

ہوتا ہے۔

لہذا اگر گزشتہ زمانے میں شیخ بخیت اور مسلم فقہاء نے تجارتی بیمہ پر بحث کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔

رہا تعاون باہم کا معاہدہ تو اگر تعاون کا معاہدہ غیر معاوضہ کی بنیاد پر چندے کی اساس پر ہو تو جائز ہے۔ اگرچہ کہ غرر تجارتی بیمہ اور تعاون کے معاہدے دونوں ہی میں ہوتا ہے لیکن دونوں میں فارق یہ ہے کہ تجارتی سودوں میں اس عمل میں تجارت پیش نظر ہوتی ہے اور اس میں کبھی جیت ہو جاتی ہے اور کبھی ہار ہو جاتی ہے اور تعاون باہم کے معاہدے میں جس سے معاہدہ کرتا ہے اور جو معاہدہ کرتا ہے دونوں ایک ہوتے ہیں اور اس میں بیمہ جیسی تجارت باہم کی صورت نہیں ہوتی اور اس کے حصہ دار کمپنی کے ممبران ہوتے ہیں اور اس کے فائدوں سے وہی مستفید ہوتے ہیں جب زیادہ فائدہ ہو جاتا ہے یا جب اشتراک کا مال معاوضے سے بڑھ جاتا ہے اور اگر ادا کردہ معاوضے میں کمی ہو تو وہی اس کا نقصان بھی برداشت کرتے ہیں اور جو رقم چندے کے طور پر دیتے ہیں اسے اس کو دے دیتے ہیں جس پر کوئی حادثہ آجائے۔

استاذ احمد محمد جمال فرماتے ہیں کہ ہمیں موجودہ زمانے میں بیمہ کا کوئی ایسا بدل ڈھونڈنا ضروری ہے جو جائز ہو اور عقل و منطق اور فقہ کے اصول کا ساتھ دے۔ اور علماء کو چاہئے کہ مسلمانوں کو تعاون باہم کے بیمہ تکافل کے بیمہ کے لئے لوگوں کو زکوٰۃ و صدقات ادا کرنے پر آمادہ کریں جس کا اسلام نے حکم دیا ہے اور نیکی و تقویٰ پر تعاون کے لئے تیار کریں۔

موجودہ بیمہ اور خصوصیت سے موت کے بعد کے انشورنس کے ناجائز قرار دینے میں علماء کے ساتھ ہوں لیکن جدید بیمہ کا کوئی بدل تلاش کرنا چاہئے جو اس کی ہلاکتوں اور تباہیوں سے ہمیں کفایت کر سکے۔

لائف انشورنس

شیخ الغدیمہ فرماتے ہیں لائف انشورنس ایک فاسد عقد ہے جیسے تجارتی بیمہ ہے کیونکہ لائف انشورنس ایک مجہول سودا ہے جس میں بہت سے احتمالات ہوتے ہیں اور اس میں ایک

دوسرے کو خطرے میں ڈالنا اور جوا ہوتا ہے اور اس میں سود بھی ہوتا ہے کیونکہ انسان جب لائف انشورنس کچھ قسطوں پر کراتا ہے تو کبھی تو اول قسط ادا کرنے کے بعد ہی اس کی موت آجاتی ہے اور وہ ایک قسط اس پر دا جب سب قسطوں کے عوض ہو جاتی ہے اور جب اولین قسط ادا کرنے کے بعد ہی وفات پا جاتا ہے تو بیمہ کمپنی کی رقم بہت بڑی ہوتی ہے پھر کس وجہ سے ایک قسط کے بعد اتنی بڑی رقم لیتا ہے کیا یہ خطرناک کام نہیں ہے اور اگر پوری قسط ادا کر دیا اور اس کی موت نہیں ہوئی تو اس میں سودی فوائد بڑھا کر پاتا ہے لہذا لائف انشورنس یا تو سود ہے یا جوا ہے اور مشکوک و مجہول سودا ہے کہ کب ہوگا کس تاریخ میں ہوگا لہذا یہ ناجائز ہے اور فقہ کے سبھی قواعد کلیہ کتابیں بیمہ جس چیز پر ہوتا ہے اس کے مخالف ہیں کیونکہ ناقدین میں سے کوئی نہیں جانتا کہ بیمہ کا سودا کب پکا ہوگا۔ اور اسے کیا دینا ہے اور کیا ملنا ہے اسکا علم اسے مستقبل ہی میں ہوتا ہے۔

غرر کے سودے سے نہی

لائف انشورنس ایک فاسد سودا ہے جو کتاب و سنت سے ماخوذ فقہی قواعد کی بنیاد پر نہیں ہے۔

اور یہ فریب کا سودا بھی ہے اور زبردست فریب ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر سے روکا ہے پھر بدترین فریب کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے تھوڑے غرر کو تو کچھ علماء نے جائز قرار دیا ہے لیکن بدترین غرر کو کسی نے جائز نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے سودے کے فاسد ہونے کا سبب بتایا ہے اس بنیاد پر کہ بیمہ شریعت کی اساس پر نہیں ہے بلکہ جوا اور سود ہے جس میں ایک شخص کچھ رقم دے کر زیادہ حاصل کرتا ہے اور اگر پوری رقم ادا کر دیتا ہو تو پھر سود حاصل کرتا ہے اور ایسا ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

اور چونکہ اسلامی معاشرہ انسانی خدمات کے لئے دین کے عائد کردہ مالی واجبات ادا کرنے کا اس وقت التزام نہیں کرتا اس لئے سودی بینکوں کے مقابلے میں غیر سودی بینکوں کے محدود پیمانے پر قیام کی ضرورت ہے اور اس کے لئے علماء کرام اور اسلامی تنظیموں کو اہل ثروت سے رابطہ پیدا کر کے انہیں تکافل و تعاون کی بنیاد مالی اداروں کے لئے تیار کرنا چاہئے کیونکہ صرف حکم

لگا دینے اور ناجائز قرار دے دینے سے کام نہیں چلے گا جب تک کہ اس کا بدل نہ پیش کیا جائے جو موجودہ مشکلات کو دین کے دائرے میں حل کر سکتا ہو کیونکہ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ تنگی میں اور ان کے دین سے جاہل رکھا جائے۔

استاذ ابوزہرہ

استاذ ابوزہرہ فرماتے ہیں کہ شوسل بیمہ جو حکومتیں اپنے ملازمین کے لئے کرتی ہیں یا جو کچھ جماعتوں کے درمیان ہوتے ہیں وہ درست ہیں اور یہ شوسل تعاون ہے چاہے اتفاق باہم سے ہو یا حکومت کے قرض سے کیونکہ یہ بھائی چارے کی ایک صورت ہے اس کا جو بھی سبب ہو۔ اور ابوزہرہ ایسی کمپنیوں سے سودا کرنے پر اعتراض کرتے ہیں جن کا طریقہ بیمہ کے ذریعہ استحصال کرنا ہوتا ہے اور انہوں نے بیع وفا سے استدلال کی بھی مذمت کی ہے جسے حنفیہ نے ایجاد کیا ہے۔

ان کا خیال ہے کہ یہ عقد مشکوک ہے اور اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ عقد ہے یا رہن کیونکہ اس کا مقصد اقتراض ہوتا ہے۔

پھر عقد موالات پر بیمہ کو قیاس کرنے پر اعتراض کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عقد موالات غیر عربی کو عربی خاندان کے انتساب میں شامل کرنے کے لئے ہوتی ہے اور وہ شخص اس کے ایک کے درجے میں ہو جاتا ہے اور اس کے لقب اور نام کو اپنا لیتا ہے جیسے ابوحنیفہ فارسی کو ابوحنیفہ تیمی کہا جانے لگتا ہے لیکن جو استحصالی کمپنی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے کیا وہ اس کا ایک فرد اور ممبر ہو جاتا ہے اور اس کے مالیات میں اس کا عمل دخل ہو جاتا ہے۔

اور استاذ ابوزہرہ فرماتے ہیں بیمہ کو عاقد کے دیت کو برداشت کرنے پر قیاس کرنا پہلے قیاس سے بھی بعید تر ہے کیونکہ عاقد ایک خاندان ہوتا ہے جس میں خون اور نسب کا رشتہ ہوتا ہے جسے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نیکی اور تقویٰ پر تعاون کی ہدایت فرمائی ہے لہذا کوئی عقد کسی صورت سے اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

وہ فرماتے ہیں کہ بیمہ میں جوئے کی صورت ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایک شخص بیس دے کر سو کما لیتا ہے اور کمپنی کبھی دو سو کا نقصان اٹھاتی ہے اور کبھی ایک ہی شخص سے ہزار روپیہ کما لیتی ہے۔

ایسے ہی وہ فرماتے ہیں بیمہ کے سودے میں غرر ہوتا ہے اور یہ غلط ہے کہ اس میں عقد کا محل امان ہوتا ہے بلکہ یہ اس سودے کا باعث ہوتا ہے اس لئے اسے عقد کا محل نہیں قرار دیا جاسکتا جیسے کسی نے مکان بنانے کے لئے زمین خریدی ہو تو جس نے زمین بیچا ہے وہ مکان کا ذمہ دار نہیں ہوتا کہ خریداری کے بعد اگر یہ ظاہر ہوا کہ زمین مکان بنانے کے قابل نہیں تو سودا باطل ہو جائے کیونکہ سودے کا محل زمین ہے اور جب کہ اس نے دیکھ کر خریدا ہے۔

الحاصل: بیمہ میں جوا یا کم از کم جوئے کا شبہ ہے اور اس میں غرر بھی ہے جس کے ہوتے ہوئے عقد (سودا) جائز نہیں ہوتا اور اس میں سود بھی ہوتا ہے اگر اصل رقم سے زیادہ دیا جاتا ہو جیسا کہ زیادہ یا کم دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

دع ما یریبك الی مالا یریبك۔ جو مشکوک ہو اسے چھوڑ کر غیر مشکوک کو کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

دعوا الربا والریبۃ۔ یعنی سود اور مشکوک کو ترک کر دو۔ ●●

بقیہ ص ۱۱ کا

بھی نسلی تعصب رکھنے والوں سے ارض مقدس رو رو کے کہہ رہی ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں بلال حبشیؓ تھے، عمارؓ بھی تھے، عمرؓ و صدیقؓ بھی تھے لیکن ان سب میں کوئی فرق نہیں تھا سب ایک صف میں کھڑے تھے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کے حج کو حج مبرور بنائے اور ہم کو عبرت کی نگاہ سے سبق لینے کی توفیق دے۔ آمین۔ ●

بقیہ ص ۱۷ کا

وراثت دراصل اسلام کے نظام کفالت کی ایک خاص صورت حال میں ایک خصوصی شکل ہے۔ ایسے ہی دیگر مستحقین کو جب اسلام کے نظام کفالت کے تحت (اس صورت میں اسلامی اخوت کے ناطے یا غیر مسلموں کی صورت میں انسانی بھائی چارے کے حوالے سے) کچھ مال دیا جاتا ہے تو اس سے یہ استشہاد کرنا کہ اسلام میں سعی و کسب غیر متعلق ہیں اسلام کے معاشی فکر کو اس کے مجموعی تناظر میں دیکھنے سے ناکام رہنے کی ایک افسوسناک مثال ہے۔ ●

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی
کا
طلبارِ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے خطاب

وصی اللہ عبدالحکیم۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث نیپال وخطیب الاسلام جناب مولانا عبدالرؤف رحمانی صاحب رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس میں شرکت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے آپ کی آمد پر ابنائے جامعہ سراج العلوم نے اک پروگرام کا انعقاد کیا جس میں مولانا سے اپیل کی کہ آپ اپنے افکار ومعلومات وپند ونصائح سے مستفید فرمائیں آپ نے ہماری اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے طلبار ہند ونیپال وپاکستان سے خطاب کیا جس کو افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ موصوف نے حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا کہ اہل علم سے یہ امر مخفی نہیں کہ یہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے آپ نے صحابۂ کرام کو تعلیم وتربیت کے ذریعہ زمانے کا رہنما بنا دیا تھا آپ کے خلفار راشدین نے آپ کے طرز عمل کو سیکھا اور اس پر چلے اور دنیا کو رونق وضیا بخشی ان لوگوں کے بہت سے فیوض وبرکات اور فضائل ومناقب ہیں جنہیں اس مختصر سی ملاقات میں بیان نہیں کیا جاسکتا پھر بھی آپ کے دو خلیفہ صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے کچھ کارنامے بیان کروں گا۔

عزیز طلبہ! دین کی جو مرکزی چیزیں ہیں اگر انہیں کسی غیور ومتدین وصالح انسان کے سامنے مٹایا جاتے تو وہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا اس کی ضمیر اسے قبول نہیں کرسکتی عہد صدیقی میں لوگ مرتد ہو رہے ہیں قبائل منتشر ہو رہے ہیں ایسے موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو لوگ عہد نبوی میں زکوٰۃ میں ایک بکری کا بچہ دیا کرتے تھے وہ اب نہ دیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے موقع پر جنگ کرنا اپنی قوت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے جیتے جی دین میں کمی بیشی ہو میں اس کو گوارہ نہیں کرسکتا
آپ کا یہ جملہ بڑا دلفریب و روح افزا ہے اور آپ کی اسلامی غیرت و حمیت پر غماز ہے۔
وہ لوگ صد مبارکبادی کے مستحق ہیں جن کی بابت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نضر اللہ عبداً اسمع مقالتی فحفظها ووعاها وأداها۔ الحدیث[1]

اللہ اس انسان کو شاداں و فرحاں رکھے جو میری بات کو سنے اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا پھر انہیں الفاظ و معانی و مطالب کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیا۔

کتاب الاموال میں علامہ عبید قاسم سلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو کچھ اراضی جاگیر کے طور پر دی تھی کچھ دنوں کے بعد اس پہاڑی و پتھریلی زمین سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا پھر یہ لوگ دستاویز نبوی کو لے کر دربار صدیقی میں حاضر ہوتے کہ ہمیں اس پانی کے استعمال کی اجازت دے دی جائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کو ارکان شوریٰ کے سامنے رکھا۔ ارکان شوریٰ نے غور و خوض کرنے کے بعد انہیں پانی استعمال کرنے کی اجازت دے دی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و مجلس شوریٰ کے تمام ارکان اس فیصلے کو قبول کر لیتے اور اس پر دستخط کر دیتے اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مجلس میں موجود نہ تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ دستاویز تم لے کر حضرت عمر کے پاس جاؤ اور ان سے دستخط کرالو وہ اس وقت مدینہ کی گلیوں میں رعایا پروری کے لئے گشت کر رہے ہیں حکم صدیقی کے مطابق دستاویز لے کر فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھنے

---

[1] یہ حدیث متواتر ہے۔ سنن ترمذی ۵/۳۴-۳۰ رقم (۲۶۵۸) سنن ابی داؤد ۴/۶۸-۶۹ رقم (۳۶۶۰) سنن ابن ماجہ ۱/۸۴ - رقم (۲۳۰) مقدمہ۔ سنن دارمی ۱/۷۵ - مقدمہ۔ مسند احمد ۵/۱۸۳۔ مصابیح السنۃ للبغوی ۱/۱۷۴-۱۷۰ رقم (۱۷۴) وغیرہ میں مختلف طرق و الفاظ کے ساتھ مروی ہے مزید تفصیل کے لئے شیخ عبد المحسن بن حمد العباد کی کتاب "دراسۃ حدیث نضر اللہ امرأ سمع مقالتی" ملاحظہ فرمائیں۔

کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ فرمائش اور فیصلہ قابل قبول نہیں اس فیصلے پر نظر ثانی کی جائے گی۔
"ھذ اللہ کلہ دون الناس" اس چشمے کا پانی تم سب کو مل جاتے عام پبلک کو نہ ملے
شہر میں حضرت ابو بکر کے پاس چل رہا ہوں صحابہ کرام واپس آئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
سے کہنے لگے "أأنت خلیفۃ أم عمر" امیر المومنین آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے بڑی متانت و سنجیدگی سے جواب دیا "سیکون عمر انشاء اللہ" حضرت
عمر کے سر پر بار خلافت ڈالا جائے گا۔ فیصلہ دوبارہ صادر کیا گیا کہ پہلے تم پانی لے لو اور باقی عام
پبلک کو دے دو پھر ان لوگوں نے کہا کہ اب تو عمر چلے گئے ہیں اب فیصلہ بحال کر دیجئے۔ آپ نے
فرمایا "لا اجد لکم شیئا الذی ردہ عمر" جس فیصلہ کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا ہے
میں اس کی تجدید نہیں کر سکتا۔

یہ تھے ہمارے صحابہ کرام جن کے دلوں میں حلم و بردباری و غمگساری و رعایا پروری اس قدر موجزن تھی جس کی مثال آج تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حیف صد حیف! آج ذرا ذرا سی باتوں پر لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں خصوصاً مدارس و جامعات کے مسولین حضرات، کاش کہ ہم لوگ خلفائے راشدین کی سیرت طیبہ کو زیر مطالعہ رکھیں اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں تو ہماری زندگیاں سنور سکتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں معرکہ قادسیہ سعد بن وقاصؓ کی کمانڈری میں لڑی گئی مسلمانوں کی فوج ۳۰ ہزار سے زائد تھی اور کافروں کا سپہ سالار رستم تھا اس کی فوج ایک لاکھ سے زائد تھی جس میں سینکڑوں ہاتھیاں شریک تھیں ایک سفید ہاتھی آگے رہتا تھا باقی ہاتھیوں کو پابہ زنجیر کر دیا گیا تھا تاکہ بھاگنے نہ پائیں جنگ شروع ہونے سے پہلے رستم نے مسلمانوں سے کہا کہ جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ میں تم لوگوں پر مہربانی کروں گا لیکن مسلمانوں کا عزم جوان تھا انہوں نے شدت سے انکار کیا اور فرمایا کہ تم جس طرح زندگی کو لذت آفریں سمجھتے ہو اس طرح سے ہم لوگوں موت کو مرغوب سمجھتے ہیں گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی سفید ہاتھی بڑھ کر حملہ کرنا شروع کیا چند صحابہ کرام اس کے زد میں آگئے مسلمانوں کے سپہ سالار سعد بن وقاص نے مشورہ کیا کہ اگر یہی حالت رہی تو کل تک ہم کیسے لڑیں گے آپ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ آپ نیزہ لا کر سفید ہاتھی کی آنکھوں میں بھونک

دو اور ایک دوسرے صحابی سے کہا کہ آپ تلوار سے کاری ضرب لگائیں جس سے اس کا سونڈ الگ ہو جائے دونوں صحابہ کرام نے اس خطر پر عمل کیا ہاتھی بلبلا کر فوج کی طرف بھاگا۔ فوجِ کفر میں کھلبلی مچ گئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد بکریوں کا نیلام ہونے لگا ۴ ہزار کی بولی بولی گئی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان بکریوں کو خرید لئے اور مدینہ طیبہ کی جانب روانہ کر دئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے ہی سوال کرتے ہیں کہ یہ بکریاں کس کی ہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ کی ہیں، عبداللہ سے جب ملاقات ہوئی آپ نے ایک مثال دی کہ اے میرے نورِ نظر یہاں کچھ لوگ میرے خلاف آگ بھڑکا رہے ہیں اس میں مجھے ڈالنا چاہتے ہیں تم ہم کو بچاؤ گے عبداللہ نے کہا کہ میں اپنے دیکھتے کوئی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بکریاں جن کو تم نے خریدا ہے میں ان کو بیچنا چاہتا ہوں اگر میں اسے قبول کر لیتا ہوں تو خدا کے یہاں میری گرفت ہوگی شرح صدر سے بیٹے نے کہا کہ حکم سر آنکھوں پر آپ اسے بیچ سکتے ہیں۔ بازاروں دمیلوں میں اعلان کیا گیا اور یہ بکریاں چار لاکھ میں بیچ دی گئیں حضرت عبداللہ کا اصل مال واپس کر دیا گیا اور بقیہ رقم حضرت عمرؓ نے فوجی کمانڈر سعد بن وقاص کے پاس بھیج دیا اور یہ حکم دیا کہ اس مال کو جہاد میں شریک لوگوں کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور جو لوگ جام شہادت نوش کر چکے ہیں ان کے ورثا کو ان کا حصہ دے دیا جائے۔

یہ تھا عدل وانصاف حضرت عمرؓ کا، تمام امت مسلمہ کو چاہئے کہ خلفائے راشدین کی سیرت حسنہ سے عدل وانصاف کا درس سیکھیں۔

ہمارے صحابہ کرام امانت ودیانت داری، سخاوت و فیاضی وانفاق فی سبیل اللہ میں اپنی مثال آپ تھے جو چیز اپنے نفس کے لئے پسند کرتے تھے وہی دوسروں کے لئے حتی المقدور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون وخیر خواہی کرتے تھے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو کون نہیں جانتا ہے ایک روز دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور فرمایا "عظنی اوجزنی" مجھے مختصر سی نصیحت کر دیجئے آپ نے فرمایا پہلے تم بیعت کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل کروگے حضرت جریر نے فرمایا ہاں جو آپ ارشاد فرمائیں گے وہی کروں گا۔ کتبِ حدیث میں ان

کے الفاظ یوں مروی ہیں۔

"بایعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی إقام الصلاۃ، وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم"[1]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بہت ہی حسین وجمیل وخوبصورت تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "جریر یوسف ھذہ الامۃ"[2] ساتھ ہی اللہ نے مال ودولت سے بھی نوازا تھا ایک روز اپنے منیجر سے کہا کہ مجھے ایک گھوڑے کی ضرورت ہے جاؤ لے آؤ منیجر بازار گیا ایک گھوڑا اس کو پسند آیا کچھ روپئے کم ہو رہے تھے منیجر نے بائع سے کہا میرے ساتھ چلو جو روپیہ کم ہو رہا ہے اسے میں اپنے مالک سے مانگ کر دے دوں گا وہ راضی ہو گیا حضرت جریر رضی اللہ عنہ گھوڑے کو دیکھ کر منیجر سے پوچھتے ہیں کتنے میں لائے ہو کہا تین سو دینار میں۔ آپ نے کہا اس کے مالک سے اجازت طلب کرو میں اسے دوڑا کر دیکھوں گا اس کے پاس کون چال ہے گھوڑے کی قیمت چال میں لگتی ہے جب ساری چالیں دوڑا کر دیکھ لیتے تو کہا اس کی قیمت تین سو نہیں بلکہ آٹھ سو دینار ہے بہت نفیس گھوڑا ہے جب حضرت جریرؓ نے تین سو کے بجائے آٹھ سو دینار دیا تو منیجر نے کہا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے عرض کیا کہ یہ گھوڑا بہت ہی عمدہ ہے اس کا مالک اس سے واقف نہیں ہے یا اسے علم ہے لیکن کسی غرض سے اونے پونے میں بیچ رہا ہے۔ میں نہ تو اس کی جہالت سے فائدہ اٹھاؤں گا اور نہ اس کی غرض سے تاکہ حدیث رسول "النصح لکل مسلم" پر عمل ہو جائے۔

اس نوع کا دوسرا واقعہ عبد اللہ بن مبارکؒ کا بیان کرتا ہوں ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں سات سو روپیہ کا مقروض ہوں تقاضا روز ہو رہا ہے ان لوگوں سے عاجز ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں آپ مجھے اتنی رقم عنایت کیجئے، آپ نے فرمایا۔ بروقت میرے پاس ایک لال پائی نہیں ہے منیجر کے پاس خط لکھ دیتا ہوں وہاں سے جا کر لے لو خط لے کر منیجر کے پاس پہونچا

---

[1]: اخرجہ البخاري في الایمان ۱/۱۶۶۔ رقم الحدیث ۵۷۔

[2]: دیکھئے: الطبراني: المعجم الکبیر ۲/۳۳۴۔ ۳۳۵ رقم ۱۲۹۵ ۲۲۰۵۔ ابن حجر۔ فتح الباري ۱/۱۳۹۔ دار المعرفۃ۔

خط پڑھنے کے بعد منیجر نے پوچھا ہے کہ تم نے میرے مالک سے کتنی رقم طلب کی تھی کہا سات سو کہا کر اس میں سات ہزار لکھا ہے ہمارے مالک سے غلطی ہوگئی شاید ایک نقطہ زیادہ ہوگیا دوبارہ تفتیش کرکے آؤ پھر آپ نے منیجر کو لکھا اذا اتاک کتابی ھذا وقرأته وفهمت ما ذکرت فیه فادفع الی صاحب الکتاب اربعة عشر الفا۔[1] حامل رقعہ کو چودہ ہزار دے دو منیجر کو بڑا تعجب ہوا کہ استفسار کرنے پر سات ہزار کے بجائے ۱۴ ہزار لکھتے ہیں جب ملاقات ہوئی تو اس نے فلسفہ پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں: من فاجأ من اخیه المسلم فرحة غفر الله له۔[2] فأحببت ان افاجئه فرحة علی فرحة۔

آپ تمام حضرات انخار عالم سے حصول علم کے لئے اس مقدس ومتبرک سرزمین پہ تشریف لاتے ہیں جہاں سے اسلام کی شعاعیں تمام عالم اسلام میں پھیلی ہیں منہج رسول صحابہ کرام سلف صالحین کے طور طریقے کو اپنا مشعل راہ بناتے اور اپنی ضروریات پر مساجد ومدارس کو ترجیح دیجئے اپنی علمی درسگاہوں کو فراموش نہ کیجئے۔ اخروی زندگی کے لئے زاد راہ جمع کرتے رہئے آپ ابھی طالب العلم ہیں اپنے مقام وحیثیت کو قریب سے پہچانئے آپ کا کیا مقام ہے؟ مستقبل میں آپ سے کون سا کام لیا جائیگا؟ سماج ومعاشرہ کی آپ کس طرح اصلاح کریں گے۔ کثرت سے کتابوں کا مطالعہ کیجئے تاکہ دین اسلام کی اچھی طرح سے خدمت کرسکیں اور آپ سے قوم وملت کی جو امیدیں ہیں وہ بار آور ہوسکیں آپ اپنے عزائم ومقاصد کو بلند رکھیں رضائے الٰہی وخلوص وللّٰہیت سے تعلیم حاصل کیجئے ہمیں اور آپ کو جو یہ چند ایام کی مستعار زندگی ملی ہے اس کا واحد مقصد صرف خدا طلبی کے سوا کچھ نہیں ہے جب آپ کو خدا مل جائے گا تو سمجھئے کہ ساری کائنات مل گئی۔ علامہ اقبال رحمہ فرماتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اللہ ہمکو اور سبھی حضرات کو اسلام اور اسکے تقاضے کو سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

---

[1]: دیکھئے۔ ابن الجوزی صفوۃ الصفوۃ ۴/۱۴۲-۱۴۳ رقم الترجمہ ۶۹۵۔ عبداللہ بن مبارک۔ یہ واقعہ درج ذیل کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ الذہبی: سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۹۔ الذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۴۔ ابن حجر۔ تہذیب التہذیب ۵/۳۸۲۔ البغدادی۔ تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۲۔ الاصفہانی۔ حلیۃ الاولیاء ۸/۱۶۳۔ ابن الجوزی۔ صفوۃ الصفوۃ ۴/۱۴۲۔ ابن العماد۔ شذرات الذہب ۱/۲۹۵۔

[2]: ذکر اخبار اصفہان ۲/۵۔

مدارس عربیہ میں بڑھتے ہوئے

باغیانہ رجحانات — اسباب وعلل

اور ان کا حل

سید معراج ربانی محمد اسماعیل۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مدارس اسلامیہ ایک دینی قلعہ ہیں۔ جہاں شب و روز دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے قوم و ملت کے ہونہار بچوں کی زندگی کو شادابی بخشی جاتی ہے۔

مدرسہ ایک صنعتی ادارے کے مانند ہے جہاں نیو جنریشن کو صالح ماحول میں ڈھال کر پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس کی مثال ایک نرسری کی جیسی بھی ہے جہاں شجرکاری ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے پودوں کی نشوونما کی جاتی ہے پھر جب ان کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور اس بات کا خوف نہیں رہتا کہ تیز و تند ہوائیں انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گی تو انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے یا باغوں، گارڈنوں یا سڑکوں کے کنارے زینت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی مثال مدرسہ یا جامعہ کی ہے جہاں قوم و ملت کے ننھے ننھے بچے مستقبل کا خواب آنکھوں میں سجائے استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں اور دینی و عصری علوم سے اپنے افکار و خیالات کو جلا بخشتے ہیں۔

اسی طرح مدرسہ یا جامعہ ایک خاندان اور سوسائٹی کے اندر درمیانی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے جو خاندان اور سوسائٹی کو آپس میں جوڑتا ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں سب سے پہلے میں علماء کی مختصر فضیلت پھر مدارس میں بڑھتے ہوئے باغیانہ رجحانات کے عوامل و اسباب اور ان کا حل پھر کچھ ایسے صفات کا ذکر کروں گا جن کا التزام استاذ و شاگرد دونوں پر واجب ہے۔

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر قدیم زمانے ہی سے علماء اسلام نے طبع آزمائی کی ہے اور بیشمار کتابیں اس موضوع پر معرض وجود میں آئیں جس میں بالخصوص ان صفات سے آراستگی کی دعوت دی گئی ہے جن کا عالم اور متعلم میں ہونا جزو لاینفک قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب ہم اسلاف کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں "النمری القرطبی" کی "جامع بیان العلم وفضلہ" نظر آتی ہے جس میں انہوں نے "آداب العالم والمتعلم" کے نام سے مستقل ایک باب ہی باندھا ہے۔ اور اسی طرح امام غزالی نے بھی اپنی دو کتابوں "فاتحۃ العلوم" اور "احیاء علوم الدین" میں استاذ و شاگرد کے صفات کے بارے میں بہت ہی مفید باتیں بیان کی ہیں اور معلم کی بہت ہی فضیلت بیان کی ہے۔ چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "العلماء ورثۃ الانبیاء" یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور حدیث رسول "عالم باعمل اس عبادت گزار سے افضل ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہو اور شب کو عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہو۔" ان احادیث کریمہ کے پیش نظر امام غزالی یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "عالم باعمل اس سورج کی مانند ہے جو خود روشن رہتا ہے اور غیروں کو بھی اپنی ضیاء پاش کرنوں سے فیضیاب کرتا ہے۔

شاعر احمد شوقی جو دنیائے عرب کے عظیم اور نامور شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ ؎

قم للمعلم وفہ التبجیلا ۔۔۔ کاد المعلم ان یکون رسولاً

یعنی استاذ کی تعظیم و توقیر کرو کیونکہ معلم کا مقام رسول کے بعد ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ استاذ طالب علم کا روحانی باپ اور مربی ہوتا ہے اور اس کی روح کے لئے علمی غذا استاذ ہی مہیا کرتا ہے۔ طالب علم کے اخلاق کو سنوارنا اس کی اصلاح کرنا ایک اچھے استاذ کی علامت ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "استاذ اور شاگرد دونوں خیر میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔

عصور وسطیٰ میں مغربی اساتذہ طلباء کے ساتھ بہت ہی ناروا سلوک کرتے تھے ان میں قساوت قلبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی یہاں تک کہ مدارس یا جامعات کے سربراہان اپنی اطاعت

دفرمانبرداری کروانے کے لئے طلباء سے حلف لیا کرتے تھے اور اپنے نافذ کردہ ہر نظام غلط یا صحیح پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتے تھے۔

اس وقت اسلامی مدارس میں اساتذہ کو بہت زیادہ مراعات حاصل تھیں ان کا مقام بہت عظیم تھا انہیں مطلق طور پر تدریسی حریت حاصل تھی مثلاً اختیاری مضامین (سبجیکٹ) اختیاری اوقات (پیریڈ) ایک دن میں محاضرات (لیکچرز) کی تعداد وغیرہ وغیرہ یہ سب استاذ ہی کے ذمہ ہوا کرتا تھا۔

مگر وقت وحالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان قوانین میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اب مدرسوں یا اداروں کو چلانے کے لئے جدید قوانین وضع کئے گئے اساتذہ کے حدود مقرر کئے گئے اور طلباء میں ادارتی نظم وضبط کے احترام کے لئے کچھ اصول مرتب کئے گئے۔ مجھے یہاں ان اصول وقوانین کے صحیح یا غلط ہونے سے قطعاً کوئی غرض نہیں بلکہ ہر ادارہ اپنی سہولت کے کے لئے کچھ اصول وضابطہ رکھتا ہے پھر اس کی روشنی میں ادارے کو چلاتا ہے اور اسے حق بھی حاصل ہے کہ وہ جیسے چاہے ادارے کو چلائے۔

مگر سب سے بڑی افسوس کن بات ان تمام نظم ونسق کے باوجود ان مدارس عربیہ میں روز بروز طلباء میں بڑھتے ہوئے متمردانہ رجحانات وباغیانہ افکار ہیں۔ ادھر چند سالوں سے مدارس اسلامیہ میں کچھ اس طرح کے حادثات ہوئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ان حادثات کے شکار اکثر بڑے بڑے جامعات بنے یا وہ چھوٹے چھوٹے معاہد تھے جو ابھی ایام طفولیت میں سانسیں لے رہے تھے۔ ایک سوال جو فوری طور پر ان حادثات کے سننے والوں کے ذہن پر ابھرتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ آخر اس کے عوامل واسباب کیا ہیں؟ کیوں طلبہ میں یہ متمردانہ رجحان پیدا ہوا؟ آخر یہ جرثومات باغیہ اس پاکیزہ ماحول کو مکدر کرنے کے لئے کہاں سے آگئے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس طرح کے حادثات جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں تو اس ادارے کے مسؤلین یا سربراہان بجائے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کے دوسروں پر الزام تراشیاں شروع کردیتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے سفلی جذبات کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ بنظر عمیق ان عوامل واسباب کو پہلے اپنے اندر تلاش کی جائے اور ان خامیوں وکمیوں کو جو اس بغاوت

کے داعیہ بنے پہلی فرصت میں دور کی جاتے۔

اب آئیے ذرا ان عوامل واسباب کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جو باغیانہ جرثومے پیدا کرتے ہیں یا جو اس قسم کے حادثات رونما ہونے کے داعیہ بن سکتے ہیں۔ میں اپنی ناقص تجربے کی روشنی میں مختصراً ان عوامل کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مستقبل میں ادارے ان کی مراعات کرتے ہوئے طلبہ کی اصلاح کرسکیں۔

ایسے عوامل واسباب کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جو نظم وضبط اور اداراتی اصول وقوانین سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم سربراہان مدرسہ اور جامعہ یا ادارے کے کسی بھی فرد واحد سے متعلق ہے۔

آئیے سب سے پہلے اداراتی اصول وضوابط کا مختصر جائزہ لیں۔

۱۔ اولاً۔ کسی بھی ادارے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو بھی قانون اصلاح وتربیت کے لئے وضع کرے یا جو بھی منہج اختیار کرے وہ کتاب وسنت سے کشید ہو اور اس کی روشنی میں وہ نظم ونسق کو ترتیب دے۔

۲۔ ثانیاً۔ نفاذ قوانین بلا تفریق بین الطلاب کیا جائے یعنی طلبہ کے درمیان مساوات وبرابری کا دھیان رکھا جائے بشکل دیگر وہی فتنے کا داعیہ بن سکتا ہے۔

۳۔ ثالثاً۔ کوئی بھی اس طرح کا حکم صادر نہ کیا جائے جو طلبا کے عزت نفس، یا ان کی خودداری کو ٹھیس پہونچائے۔

۴۔ رابعاً۔ وضع کردہ قوانین میں اتنی لچک ہو جس سے عمداً وقصداً کسی جرم کے مرتکب کو اس کی تربیت واصلاح کے لئے گنجائش ہو اور مدارس یا جامعات کے وجود وبنا کا مقصد بھی فوت نہ ہو۔

۵۔ خامساً۔ ان اصول وضوابط میں اتنا لوچ پن نہ ہو کہ قصداً جرم کے مرتکب کو تو آزادی۔ اور سہواً ونسیاناً وجود پذیر ہونے والے افعال قبیحہ کے مرتکبین کی گرفت ہو بلکہ نہایت ہی گیرائی وگہرائی ہونا ضروری ہے۔

۶۔ جامعات ومدارس کے سربراہان یا منتظمین کا مجموعہ خالص دینی واسلامی فکر اور

عقیدۂ سلف پر مبنی ہو کیونکہ باطل افکار و نظریات اور دہریانہ خیالات و تصورات رکھنے والے افراد کا تسلط دینی مزاج و خیال رکھنے والا مجموعہ قطعاً متحمل نہیں ہو سکتا۔

۷۔ اصلاحی و تربیتی نظام و قانون کی وضع ایسے لوگوں کے ہاتھ ہو جو علوم نفسیات کے ماہر یا تجربے کار ہوں۔ مادیانہ نظریات رکھنے والے جہلاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی اندھے کے ہاتھ میں چراغ یا بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔

ع چار پائے بر و کتاب چند

یہ چند نکات و خطوط ہیں جن کے خلاف کرنے سے کبھی کبھی حادثات کا وقوع امر یقینی ہو جاتا ہے اور اداروں میں شورش و ہنگامہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی عوامل و اسباب ہیں جو کبھی کبھی ہنگامے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس قسم کے امور اہل علم و دانش پر مخفی نہیں۔

اب آئیے ذرا مربیانِ جامعہ یا مدرسہ کا مختصر طور پر جائزہ لیں۔

عام طور پر لفظ مربی کا اطلاق ان اصحاب علم و دانش پر ہوتا ہے جو تعلیم و تربیت کا بارِ عظیم اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہوتے ہیں جنہیں ہم استاذ یا مدرس کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ان مربین یا مدرسین کے ناقص تجربات یا ان کی فکری کج دناری بھی طلبا کے اندر متمردانہ جذبات پیدا کرتے ہیں۔ ان میں بھی دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں

پہلی قسم کے لوگ تو وہ ہیں جن کا مقصد صرف رواتب شہریہ (ماہانہ تنخواہ) کا حصول ہوتا ہے انہیں اس سے غرض نہیں کہ طلبا کا کردار کیا ہے ان کا سلوک اسلامی طرز کا ہے یا نہیں ایسے لوگ خاص طور پر اپنی انا کی تشنگی بجھانے کے لئے طلبہ پر زیادتی کرتے ہیں یا گفتگو اور بات چیت میں وہ اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ طلبہ کی خودی کو ٹھیس پہونچتی ہے، ان میں اخلاص وللٰہیت کا عنصر عنقا کے برابر ہوتا ہے وہ نہ تو اپنے اس پیشۂ تعلیم و تربیت میں مخلص ہوتے ہیں اور نہ ہی مدرسہ یا جامعہ کے سلسلے میں۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہمارے مدرسوں میں ہے۔ ان کے اندر یہ اخلاقی انحطاط دو وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کا علمی سرمایہ ناقص ہوتا ہے اور وہ بے چارے اسی قلتِ علمی کی وجہ سے

احساس کمتری میں مبتلا ہو کر انسانیت و اخلاق کے تمام حدود د فلانگ جاتے ہیں یا علمی سرمایہ تو ہوتا ہے مگر خود نمائی و خود پرستی اور انانیت کی دبیز تہہ ان پر جمی رہتی ہے جو انہیں ہمیشہ خوش فہمی میں مبتلا رکھتی ہے اور ذرا ذرا سی بات پر ان کے صبر و ضبط کا پیمانہ چھلک پڑتا ہے اور غیض و غضب میں بیچارے مسکین طلبہ ان کے ناحق ظلم و تعدی کا شکار ہو جاتے ہیں اس وقت وہ بھی انسانیت کے تمام قدروں اور اصولوں کو پس پشت ڈال کر بھیڑیئے اور درندے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ایسے لوگ قطعاً کسی اسلامی پیشہ تعلیم و تربیت کے مستحق نہیں ہوتے اور نہ ہی "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے عظیم لقب سے ملقب ہونے کا حق رکھتے ہیں۔

کیونکہ یہ سراسر اسلامی نظام تعلیم و تربیت اور اصول دعوت و تبلیغ کے منافی ہے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔

معلوم ہوا کہ شقاوتِ قلبی اور فظاظت ذہنی دونوں اسلامی دعوت و تبلیغ میں سخت ممنوع ہے اور جہاں تک میں اپنے ناقص تجربات کی روشنی میں پہونچا ہوں کہ ایسے لوگ بھی مدارس و جامعات میں بغاوت و تمردیت کے اسباب و عوامل بنتے ہیں۔

ان مدرسین و اساتذہ میں دوسرے قسم کے وہ ذی ہوش اور روشن ضمیر لوگ بھی ہیں جو پدرانہ شفقت و محبت کے پیکر اور جامع ہوتے ہیں۔ (اور ایسے لوگوں کی تعداد ہمارے مدارس میں قلیل ہے)۔ اور انہیں لوگوں کے وجود سے ہی آج بھی مدارس عربیہ میں طلبا کی تھوڑی بھیڑ بھاڑ نظر بھی آتی ہے ورنہ بقول علامہ اقبال ؒ۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

دوسرا سبب مدرسین و اساتذہ کے اندر تعلیم و تربیت کے پیش کرنے کا ناقص طریقہ یا تعلیمی منہج کے واضعین کا ناقص تجربہ ہے۔ آج بھی بیشتر ایسے ادارے ہمارے معاشرہ میں پلتے جاتے ہیں جہاں وہی منطق و فلسفہ کا بازار گرم ہے اور وہی علم کلام کی روشنی میں مٹی کو سونا ثابت کرنے کا زعم باطل عام ہے جبکہ حالات و ظروف کے پیشِ نظر اس منہج تعلیمی میں ترمیم و تنسیخ امر لابدی

ہے اور بالخصوص دینی علوم کے طلبہ کے لئے کیونکہ مستقبل میں وہی اس امت کے قائد و رہنما ہونگے اور امامت وقائدین میں لسان وزبان کا توافق امرطبیعی ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ورنہ کیا ہوگا اس وقت کہ " زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم " کا مقولہ ثابت آئے گا ۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ موجودہ عربی مدارس اب اس خطہ پر بہت سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں بلکہ بعض ادارے سبقت بھی کرچکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حالات وظروف سے منہج تعلیمی کا تطابق اور تعلیم و تربیت دینے کے احسن طریقے ادارے کی کامیابی اور سوسائٹی کو صالح افراد دینے کے ضامن ہوتے ہیں ۔ اس کے برعکس جب طلبہ کی فکری کاز کو موجودہ حالات کے مطابق غذا نہیں ملےگی اور اسے قدم قدم پر ندامت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا تو واضح ہے کہ وہ اس ماحول سے بغاوت کا اعلان کرے گا اور کسی طرح سے جان چھڑانے کی کوشش کرے گا ۔ اس لئے ضروری ہے کہ نصاب تعلیم کی تربیت و تنسیق اس طرح سے کی جائے جو طالب علم کے دینی و دنیوی دونوں مفاد کو محیط ہو۔

تیسرا سبب جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اداروں میں الحمدللہ تعلیم تو ہوتی ہے مگر تربیت کے معاملے میں غفلت برتی جاتی ہے ۔ تربیت سے میری مراد صرف صلاۃ کی پابندی یا وضع وقطع میں اسلامی مظہر ہی نہیں ہے بلکہ وہ تربیت مراد ہے جس سے طلبا کی تمام زندگی عبادات سے لیکر معاملات تک کے تمام امور کا محور صرف کتاب وسنت اور سلف صالحین کا طریقہ ہو۔ ان کی وضع وقطع یا ان کا مظہر ہی اسلامی نہ ہو بلکہ ان کی فکر و نظر، ان کی چال ڈھال سب مکمل طور پر اسلامی ہو اس طرح کی تربیت صرف مدارس یا جامعات ہی کے متولین پر نہیں عائد ہوتی بلکہ اہل خانہ بالخصوص والدین اس کے زیادہ ذمہ دار ہیں اور پھر مجتمع وسوسائٹی کا بھی بچے کی اصلاح و تربیت میں بہت زیادہ دخل ہوتا ہے ۔ اس لئے ان تمام کا ایک دوسرے سے تعاون ایک صالح فرد کا ضامن ہوتا ہے گویا گھر، سوسائٹی، مدرسہ، صالح فرد اس کے یہ تین اجزاء ہیں ان تینوں کا تعامل وتعاون جب تک ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ہوگا بچے کی اصلاح تقریباً غیر ممکن چیز نظر آتی ہے ۔ اس لئے ایک مومن پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رہائش کے مکان کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں صالح لوگ بستے ہوں تاکہ آنے والی نسل صالح ہو۔ (جاری)۔

میراث سے عورتیں محروم کیوں؟

علم و سمجھ کے باوجود علماء کا جہنم کی طرف پیش قدمی کیوں؟

لماذا حرمان النساء من الارث؟ واللّٰہ یقول: ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً۔ یا معشر العلماء اتقوا اللّٰہ فی توریث النساء وحقوقھن ولا تاکلوا اموالھن بالباطل واعلموا أن الذین یاکلون اموالھن ظلماً۔ انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً۔ (سورۃ النساء) فالی متی تتعدون حدود اللّٰہ والنار مثواکم (العیاذ باللّٰہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مردوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے جو والدین نے اور اقرباء نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے جو والدین اور اقرباء نے چھوڑا ہے" (نساء) اور آگے اللہ کا فرمان ہے:" اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے (حکم دے رہا ہے) دو لڑکیوں کے برابر ایک لڑکے کا حق ہے۔ (نساء) اور آگے اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے حقوق بیان کیا ہے جس کو اللہ و رسول پر ایمان ہو وہ سورۃ نساء کھول کر پڑھ لے۔ ورثاء کے حقوق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ اللہ کے حدود ہیں جو ان پر عمل کرے گا اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا اور جو نہیں عمل کرے گا اس کو اللہ جہنم میں داخل کرے گا۔ (مفہوم سورۃ نساء) جو لوگ ترکہ ورثاء میں شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کھا جاتے ہیں جیسا کہ آج کل عام طور پر رواج ہے وہ جہنم کے حقدار ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں والدین کی جائداد صرف بیٹے ہڑپ کر لیتے ہیں اور بیٹیاں محروم کر دی جاتی ہیں۔ یہ صریح ظلم ہے۔ اسی سے فسادِ دم، فسادِ قلب و فسادِ عقل ہے اور یہ ملّتِ اسلامیہ ہند کا اجتماعی جرم ہے۔

اس لئے علماء سے اپیل ہے کہ پہلی فرصت میں وہ اس فریضہ پر عمل کریں اور اس کو عوام میں بیان کریں ورنہ یہ ڈبل مجرم ہوں گے اور کوئی طاقت جہنم سے ان کو بچا نہیں سکتی۔

الداعی: شہاب الدین مجاہد (صدر مسلم سلامتی کونسل)
مسلم جونیر ہائی اسکول مہدئیا اسدھارتھ نگر۔ یوپی۔

اخبار عالم — ترتیب و پیشکش :- افضل ندوی۔

اسپین میں ایک عظیم الشان اسلامی مرکز کا افتتاح

میڈرڈ۔ اسپین کی راجدھانی میڈرڈ میں شوال ۱۴۱۲ھ میں ایک اسلامی مرکز کا افتتاح ہوا جو یورپ میں اسلامی طرز کا سب سے بڑا مرکز ہوگا۔ جس جگہ پر یہ مرکز قائم ہوا ہے اسے اسپینی حکومت نے شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کو، جس وقت وہ ولی عہد تھے ان کی اسپین آمد پر ہدیہ پیش کیا تھا۔ مرکز تین منزلہ عمارت پر مشتمل ہوگا۔ جس میں کار پارکنگ کے علاوہ دینی اجتماعات منعقد کرنے کے لئے ایک بڑا سا ہال، ایک جامع لائبریری اور مرکز سے متصل ایک مسجد بھی ہوگی جس میں بیک وقت ایک ہزار نمازی نماز ادا کرسکتے ہیں۔ ۶۵۰ مربع میٹر جگہ پر تین بڑے کلاس روم عربی زبان اور دینی تعلیم سیکھنے والے طلبار کے لئے ہے۔

اسلامی تاریخ کے متعلق لائٹ اینڈ ساؤنڈ

قاہرہ۔ مصر میں مجلس ادارۃ مشروعات الصوت والضوء کے صدر سید حبیب اللہ نے کہا ہے کہ مصر کی وزارۃ الثقافۃ الاسلامی تاریخ کے متعلق لائٹ اینڈ ساؤنڈ تیار کر رہی ہے۔ جو دنیا کے سات زبانوں میں سنا اور دیکھا جاسکے گا۔ اس میں فاتح مصر حضرت عمرؓو بن العاص سے لے کر صدیوں اور قلعہ صلاح الدین ایوبیؒ جو قاہرہ میں واقع ہے اور اسلامی بہادروں اور فتوحاتِ اسلامی کا بھرپور تعارف ہوگا۔

رابطہ عالم اسلامی کی سرگرمیاں

مکہ۔ رابطہ نے اپنی سلسلہ وار اشاعت دعوۃ الحق میں ایک کتاب المسلمون فی بورما التاریخ والتحدیات شائع کی۔ کتاب کے مولف نور الاسلام جعفر علی آل فائز ہیں۔ سات ابواب پر مشتمل ۱۶۲ صفحات کی اس کتاب میں برما کی جغرافیائی حالات، وہاں کی اقتصادی سرگرمیاں، بدھ مذہب اور مسلمانوں کے حقیقی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ممتاز عالم دین مولانا صہیب حسن

جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے امیر منتخب ہو گئے

برطانیہ کی ایک اہم دینی تنظیم "مرکزی جمعیۃ اہلحدیث" کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس ۱ مئی کی دو پہر برمنگھم میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے اراکین جمعیت نے شرکت کی اور مختلف امور پر غور وخوض کے بعد برطانیہ کے ممتاز عالم دین مولانا ڈاکٹر صہیب حسن کو مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کا امیر منتخب کر لیا گیا۔

مولانا صہیب حسن پاکستان کے مشہور عالم دین مولانا عبد الغفار حسن رکن وفاقی نظریاتی کونسل کے فرزند ہیں۔ آپ اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے ابتدائی فارغین میں شمار ہوتے ہیں پھر آپ نے برمنگھم یونیورسٹی سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں اور عرصہ سے لندن "القرآن سوسائٹی" کے چیرمین بھی ہیں۔

ناظم اعلیٰ حسب سابق دینی رہنما مولانا عبد الہادی العمری فاضل مدینہ یونیورسٹی کو برقرار رکھا گیا۔ اور ناظم مالیات کیلئے مولانا خرم بشیر ایم اے اسلامیات ایل ایل بی کو منتخب کیا گیا۔

یاد رہے جمعیۃ اہلحدیث جو برطانیہ کی اہم ترین اور فعال ترین تنظیم سمجھی جاتی ہے، کے انتخاب انتہائی خفیہ رائے دہی کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔

نیز مجلس شوریٰ میں افغانستان میں رونما ہونے والے حالات پر بھی غور کیا گیا اور مجاہدین کے نام پیغام بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں ان کی عظیم کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے یہ اپیل کی گئی کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد واتفاق برقرار رکھتے ہوئے کسی کے آلۂ کار بننے کے بجائے بہتر اور مثالی نظام حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں، تاکہ جہاد افغانستان کے اسلامی نتائج صحیح شکل میں سامنے آسکیں اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا گیا کہ حکومتی اتحاد میں وہاں کی ایک اہم سلفی جماعت جس نے جہاد افغانستان میں نمایاں رول ادا کیا تھا لیکن دانستہ طور پر اسے نظر انداز کرنے اور اس کے ساتھ حق تلفی کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ اب اس اہم جماعت "دعوت الی القرآن والسنۃ" کو بھی نمائندگی دینے کی پیشکش کی گئی ہے۔

انسانی زندگی پر توحید کے اثرات

کے موضوع پر

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں

جلسہ مذاکرہ علمیہ اور سیمنار

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں مذاکرہ علمیہ کا ۲۷ واں اجلاس انشاء اللہ ۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۲، ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ بروز ہفتہ و اتوار "انسانی زندگی پر توحید کے اثرات" کے موضوع پر منعقد ہوگا۔ جسمیں مشاہیر علماء کرام اور دانشوران ملت کے مقالے اور خطابات ہونگے۔ اس مناسبت سے نادی الاصلاح کا ایک خصوصی علمی پروگرام ہوگا اور فارغین طلباء کی دستاربندی بھی ہوگی۔ انشاء اللہ۔

عام شرکت کی پرخلوص دعوت دی جارہی ہے۔

الداعی :- ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی
ناظم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ۔ بہار

جوارِ رحمت میں

نوائے اسلام کے ایک مخلص ہمدرد اور قاری جناب محترم عقیل احمد صاحب کے والد جناب عبدالجلیل صاحب بھارت پرنٹرس۔ چاتی باسہ سنگھ بھوم بہار) ۲۹ ر اپریل کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت اہلحدیث امرڈوبھا ضلع بستی یوپی کے ایک مخلص فرد جناب عبدالحکیم ادبی (مولانا ذکاءاللہ فیضی کے والد) یکم مئی کو طلوعِ فجر سے قبل انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نیپال کی جماعت اہلحدیث کے ایک فرد مرحوم مولانا عبدالسلام فیضی کے والد جناب محمد یونس صاحب ۹ اپریل کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر کے بانی ورکن جناب منشی محمد صدیق ۹ مئی ۱۹۹۲ء کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے جمعیۃ میں ۲۰ سال سے زائد عرصہ تک خازن کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ مسجد اہلحدیث گاؤکدل کے بھی عرصۂ دراز تک خازن رہے ہیں۔ مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت میں گزارا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

محی الدین احمد
جوائنٹ سکریٹری جمعیت اہلحدیث جموں وکشمیر

ادارہ مرحومین کے لئے دعا گو ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے۔ آمین۔

(ادارہ نوائے اسلام)

مکتبہ نوائے اسلام کی دعوتی و اصلاحی کتابیں

تحریک اہلحدیث کا مدّوجزر

تالیف :- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ۔

مذکورہ کتاب شیخ موصوف کی ایک ضخیم تالیف "تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تجدیدی مساعی" کا ایک باب ہے۔ اس باب میں تحریک اہلحدیث کے تاریخی موقف اور اس کی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ عمدہ کاغذ، خوشنما ٹائٹل مغیر اعلان اور اشتہار کے اس کے چار ہزار نسخے قارئین تک پہونچ چکے ہیں۔ قیمت : دس روپے

ایک نادر تحفہ احادیث ہدایہ

ہند وپاک کے شہرت یافتہ ونوجوان محقق ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد پاکستان کے اہم رکن مولانا ارشاد الحق اثری کا تحقیقی شاہکار ہے۔ جس میں مولانا نے ثابت کیا ہے کہ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب "ھدایہ" میں ضعیف وموضوع روایات موجود ہیں اس لئے کہ صاحب ہدایہ محدث نہیں تھے اور اس بات کی دلیل حنفی علماء کے اقوال میں دی گئی ہے اور موصوف نے مجلہ بینات کے ہفوات کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور اس کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے مذکورہ کتاب تحقیق کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔ نیز عوام الناس کے لئے بے حد مفید و معلوماتی ہے۔ آپ پہلی فرصت میں اس کتاب کو حاصل کریں۔ قیمت : ۱۰ روپے

ماہ محرم اور موجودہ مسلمان ایڈیشن سالواں

کتاب کے فاضل مصنف حافظ صلاح الدین یوسف مدیر "الاعتصام" ہند وپاک میں محتاج تعارف نہیں ان کی تصنیفات علمی حلقوں میں دادِ تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ مذکورہ کتاب بھی مولانا ہی کی

تصنیف ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ محرم کے متعلق تمام من گھڑت روایات جھوٹی اور بے سروپا ہیں۔ اور یوم عاشورہ، غم و ماتم کے بجائے عبادت کا خاص تاریخی دن ہے اور شہادتِ حسین سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ قارئین اپنے آرڈر ارسال فرماکر جلد از جلد حاصل کریں۔

قیمت : ۷ روپے صرف

مردود اقوام

مولانا (ڈاکٹر) ابوالحیات اشرف دہلوی کی مشہور تصنیف جو قومِ نوح و عاد، قوم ثمود و لوط، کی جائے سکونت زمانہ، تہذیب و تمدن، عروج ان کی فہرستِ جرائم، نبی کی بعثت، ان کی دعوت کے اجزاء، نوعیتِ عذاب اس کی سائنسی تحقیق، جدید انکشافات، چار نقشہ جات اور آٹھ تصاویر پر مشتمل اردو زبان میں اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔

صفحات، ۱۸۰ قیمت : ۲۵ روپے

استقامت

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

کتاب کے پیشِ لفظ میں قاضی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ یہ رسالہ دراصل ایک خط ہے جو ایک دوست کے نام بھیجا گیا تھا۔ میں دفتر جارہا تھا کہ راستہ میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا جس میں صاحبِ مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی بن جاؤں گا۔ یہ جملہ پڑھ کر معاً گھر کی طرف لوٹا کہ مبادہ دیر ہو جائے اور وہ اسلام چھوڑ دے۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ میں یہ خط لکھا۔ ڈاک میں ڈالا اور پھر دفتر روانہ ہوا جب یہ خط ان کے پاس پہونچا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینانِ قلب اور سکینہ عطا فرمایا اور وہ پوری استقامت سے اسلام کے مناد اور واعظ بن گئے۔ (مصنفؒ)

تبلیغِ دین کی خاطر اس انقلابی کتاب کو مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے نہایت سستی قیمت پر فراہم کی ہے۔ قیمت : ۲ روپیہ ۵۰ پیسہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کی

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۸ اساتذۂ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹
شمارہ ۷

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا رہنما اور سلفیت کا مبلغ

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جولائی ۱۹۹۲ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی   نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی

زر تعاون		پاکستان سے	
سالانہ :-	چالیس روپے	سالانہ :-	ایک سو روپے
خصوصی :-	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :-	دو ہزار روپے
لائف ممبری :-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے :-	۲۰ ڈالر امریکی

منیجر مکتبہ :- عبدالمالک اثری   خوشنویس :- اسرار اثری

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶
فون :- 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے الیس الیس پریس برائے جے کے

آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر بنواتے اسد م ۱١٦۴ - اے چاہ رہٹ

جامع مسجد دھلی سے شائع کیا۔

نقش آغاز

کشمیر میں انتخاب کی تیاری

(ادارہ)

مرکزی حکومت نے ایک بار پھر کشمیر میں انتخابات کرائے جانے کا شوشہ چھوڑ دیا ہے۔ وزیر داخلہ ایس بی چوہان کے حالیہ دورہ کشمیر کو اس تناظر میں بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ گزشتہ ۳۰ جون کو اپنی روانگی سے قبل وزارت داخلہ سے متعلق مشاورتی کمیٹی کے اجلاس میں انہوں نے حکومت کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت جموں وکشمیر میں آزادانہ ومنصفانہ انتخابات کے لئے سازگار فضا پیدا کرنے کے موقف پر قائم ہے اور یہ کہ وہاں جلد از جلد انتخابات کرا دئے جائیں گے۔ جب کہ اسی اجلاس میں مشاورتی کمیٹی کے ممبران کی اکثریت نے اختلاف رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ ابھی وہاں انتخابات کرائے جانے کا وقت نہیں آیا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت کشمیر کو پنجاب کی نظر سے دیکھتی ہے جب کہ پنجاب سے کشمیر کا معاملہ یکسر مختلف اور جداگانہ نوعیت کا ہے۔ اب سے کوئی تین چار ماہ پہلے بھی مرکزی حکومت نے وادی میں سیاسی عمل کے آغاز کا اعلان کیا تھا۔ فضا کو سازگار بنانے کے لئے اس نے اپنے کچھ مشیر بھی وہاں بھیجے تھے جن کی پھر کوئی خبر نہ آئی۔ اسی طرح اس نے جیلوں میں بند پانچ بزرگ لیڈروں کو بھی رہا کیا تھا مگر وادی کی بھیانک صورت حال کے پیش نظر وہ بھی گوشہ نشین ہو گئے۔ اس کے باوجود حکومت اور جموں کشمیر انتظامیہ یہ دعوی کر رہی ہے کہ وہاں حالات

میں بہتری آرہی ہے اور یہ کہ جنگجو اب روز بروز کے خون خرابے اور تخریبی کارروائیوں سے تنگ آچکے ہیں۔ جنگجوؤں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جن لوگوں کی کشمیر کی صورت حال پر گہری نگاہ ہے وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ دعوے کس قدر کھوکھلے ہیں۔

وادی کی صورت حال میں یقیناً اب تک بہتری آگئی ہوتی اگر وہاں کی انتظامیہ اور فوج کشمیری عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کرتی ان کے دکھ درد میں شریک ہوتی۔ کشمیر کے تعلق سے خفیہ ایجنسیوں کی جو رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی تھی اسے کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جس میں واقعی طور پر کہا گیا تھا کہ کشمیر کے حالات بدلنے کے لئے انتظامیہ کو بدلنے کی سخت ضرورت ہے۔ رپورٹ میں یہ بات بھی درج تھی کہ عوام اور انتظامیہ کے درمیان عدم اعتماد کی ایک ایسی فضا قائم ہو چکی ہے جس کے دور ہونے کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے اور وہاں کے عوام ریاستی گورنر گریش چندر سکسینہ کو شیوسینا اور بی جے پی کا آدمی سمجھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری حکومت نے جگموہن کی ریشہ دوانیوں اور شرانگیزیوں سے کوئی سبق نہیں حاصل کیا جس نے اپنے دور میں کشمیر میں منافرت کی ایک ایسی آگ لگا دی جس کے شعلے اب تک بھڑک رہے ہیں۔

گزرتے وقت کے ساتھ جنگجوؤں کے رویہ میں اب خاصی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں جے کے ایل ایف کے سربراہ امان اللہ خاں نے واضح طور پر کہا ہے کہ مسئلے جنگ سے حل نہیں ہوتے اور یہ کہ ہم کشمیر کے کسی بھی حصے کے رہنے والے ہوں پہلے ہم کشمیری ہیں بعد میں کچھ اور۔ یکم جون کو جے کے ایل ایف کی جو کشمیر کانفرنس (جو اب ملتوی ہو گئی ہے) راولا کوٹ میں ہونے والی تھی اس میں جن لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا اس میں دوسرے فرقے کے نمائندہ بھی شامل تھے۔ امان اللہ خاں نے وزیراعظم نرسمہا راؤ کو جو کھلا خط ارسال کیا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس کانفرنس کا جو نتیجہ نکلے گا اسے دونوں ممالک کو ماننا ہوگا۔ اس طرح فرقہ پرستوں کی ان شرانگیزیوں

کا ازالہ بھی ہو گیا جو وہ کشمیر کے تعلق سے اب تک ملک گیر پیمانہ پر پھیلا رہے تھے اور یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ وادی میں فرقہ وارانہ کشیدگی ہرگز نہیں ہے۔ حال ہی میں جن ۸۵ پنڈت مہاجرین خاندانوں کو جموں کے کیمپوں سے لے جا کر سری نگر میں آباد کیا گیا ہے ان کو جے کے ایل ایف نے ۵۰۰ روپے ماہانہ امداد اس وقت تک دینے کا اعلان کیا ہے جب تک کہ وہ لوگ اپنے اپنے کاروبار سے نہیں لگ جاتے۔ یہ جذبہ خیرسگالی شاہد ہے کہ فرقہ پرستوں اور ان کے پٹھوؤں جگموہن کی ہندوؤں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستانیں من گھڑت ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جن قوموں کو دبایا کچلا گیا ہے یا جن کے حقوق کو سلب کیا گیا ہے وہ جب اٹھ کھڑی ہوتی ہیں تو انہوں نے ایک نئی تاریخ مرتب کی ہے۔ افغانستان کی زندہ مثال سامنے ہے۔ آج کشمیری عوام کے لہولہان زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت ہے اور محض انتخاب ان کے لئے مرہم کا کام نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام نظر بند لوگوں کو عام معافی کا اعلان کیا جائے۔ وادی میں روزگار کے نئے مواقع فراہم کئے جائیں۔ انتظامیہ اور سرکاری اداروں میں زیادہ سے زیادہ مقامی لوگوں کو فوقیت دی جائے اور وہاں آزادانہ و منصفانہ انتخابات کرائے جائیں۔ تب ہی وہاں کسی منتخبہ اور قابل قبول حکومت کی تشکیل ممکن ہے۔ بصورت دیگر وادی میں بحالی امن کی کوششیں سراب ثابت ہوں گی اور کشمیر اسی طرح جلتا سلگتا رہے گا۔ ساتھ ہی کشمیر میں فوج جو غیر انسانی سلوک کر رہی ہے اسے فوری طور پر بند کیا جانا چاہئے۔ تلاشی کے نام پر گھروں میں گھس کر بے قصور افراد کی گرفتاری اور اذیت دئے جانے کے سلسلے کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ صورت حال یہ ہے کہ فوج جسے چاہتی ہے، جنگجو قرار دیتی ہے۔ یہ حرکتیں زخموں پر نمک پاشی کا کام کر رہی ہیں۔ اس لئے حکومت کو چاہئے کہ ان کے خلاف فوری اقدامات کرے تاکہ کشمیر کے حالات کو پرسکون بنایا جا سکے۔ ●●

فیضانِ حدیث

بدعت: مردود و غیر مقبول

فضل اللہ انصاری سلفی

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ (رواہ البخاری ومسلم)۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے اس (دین کے) کام میں ایسی بات پیدا کی، جو اس میں نہیں ہے تو وہ رد (غیر مقبول) ہے۔ امام مسلمؒ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ۔ من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد۔ یعنی جس نے ہمارے امر (دین کے کام) کے خلاف عمل کیا تو وہ رد ہے۔

دین اسلام ایک سیدھا سادہ اور آسان دین ہے۔ اس کی جملہ تعلیمات و ہدایات اور اصول و ضابطے، سہل و آسان اور انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ کہیں کوئی جھول اور نہ ہی پیچیدگی آئینے کی طرح صاف و شفاف اور بالکل واضح۔ ہم اگر ان تعلیمات و ہدایات اور سیدھے سادے اصول و ضابطے کے دائرہ میں رہ کر ہی ان پہ عمل پیرا ہوں تو ہم یقیناً کامیاب و کامراں ہوں گے اور دونوں جہان میں سرخرو ہوں گے۔ ہماری اصلاح و فلاح کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم صرف کتاب و سنت اور ان کی واضح و روشن تعلیمات و ہدایات پر عمل پیرا ہوں اور بس۔ ان دو کے علاوہ اگر ہم نے کسی تیسرے طریقے کو اختیار کیا اور اسی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نہ کہ صرف گمراہ و ناکام ہوں گے، بلکہ ہلاک و برباد بھی ہوں گے۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔ یعنی میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے، تم قطعاً گمراہ نہیں ہو گے (وہ دونوں چیزیں) قرآن اور رسول اللہ کی سنت ہیں۔

مطلب واضح ہے کہ جب تک ہم امرین (کتاب وسنت) کو مضبوطی سے تھامے رہیں گے تب تک ہم گمراہ ہوں گے اور نہ ہی ناکام ونامراد ہوں گے، لیکن جیسے ہی ہم ان کو چھوڑ کر کسی اور طریقے کو اپنائیں گے اور تیسرے راستے پر چلیں گے تو ہم گمراہ بھی ہوں گے اور ہلاک وبرباد بھی۔ کیونکہ۔ وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ محدثات (نئی چیزیں، جو قرآن وحدیث میں موجود نہیں) سب سے زیادہ خراب ہوتے ہیں اور ہر محدثہ بدعت ہے، ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے اور ہر ضلالت جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔

وہ چیز جس کا ثبوت قرآن سے ہو اور نہ ہی حدیث سے، پھر بھی اس کو دین کا جزو سمجھ لیا جائے اور دین کے نام پر وہ رواج پا جائے تو وہی بدعت ہے، جس کا انجام ضلالت وگمراہی اور ہلاکت وبربادی ہے۔ گویا بدعت کو اپنانے والا، اس پر چلنے والا اور اس کے مطابق عمل کرنے والا بدعتی نتیجتاً گمراہ اور حقیقت میں ہلاک وبرباد ہے۔ دین کے نام پہ جاری کوئی بھی نیا کام اور نئی چیز خواہ کتنی ہی بھلی اور ظاہر میں اچھی کیوں نہ ہو، شریعت میں اس کا کوئی مقام ہے اور نہ ہی اس پر عمل کا کوئی اجر وثواب۔ اللہ کے رسول ؐ نے واضح طور پہ فرما دیا ہے کہ: من احدث فی امرنا ھذا فھو ردّ۔ آپ ؐ نے جو فرما دیا وہ حرفِ آخر ہو گیا۔ ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہم اسے بے چون وچرا تسلیم کریں۔ تو جیہہ وتاویل سے "بدعت" "شریعت" کہلاتی ہے اور نہ ہی "ضلالت" "ہدایت" خواہ آپ بظاہر دین کے سب سے بڑے علمبردار کیوں نہ ہوں اور "دینی پرچم کے تلے آپ کے ساتھ ایک قافلہ کیوں نہ چلے۔ شب برات کی شام چراغاں، حلوے مانڈے، قبروں پہ چڑھاتے جانے والے انڈے، مرغیاں اور پراٹھے، عید میلاد النبی، اس کے عنوان سے منعقد ہونے والی محفلیں، جلسے وجلوس، دسویں محرم "کی روایت اس تاریخ کو "یا علی یا حسین" کے نام پہ سینہ کوبی، آہ وبکا، گریہ وزاری اور ماتم وفریاد۔ سب کے

سب شریعت کی نظر میں بدعت ہیں۔ اصل میں جن کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں لیکن واے حسرت اور ہائے افسوس! ہر سال ایک متعینہ تاریخ پہ مذکورہ بدعتوں میں سے ہر ایک بدعت پہ عمل ہوتا ہے اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس میں شریک ہوتی ہے۔ کیا خوب! ؎ یہ انداز مسلمانی ہے۔

دین کے نام پہ یوں تو اب تک بہت ساری بدعتیں رواج پا گئی ہیں اور لوگ دھڑلے سے ان پہ عمل پیرا ہو گئے ہیں لیکن تو بہ ہے دسویں محرم کی اس بدعت سے، جس نے ہمیشہ ترقی کی راہیں لے لی ہیں اور بدعتیوں نے اسے خوب فروغ بخشا ہے "یا علی یا حسین" کا نعرہ و مرثیہ، آہ و بکا اور ماتم و فریاد کے ساتھ "مظلوموں" نے مرد و زن کا مخلوط جلوس نکالا۔ رقص و سرود کی محفل جمی اور بسا اوقات شراب و کباب کا بھی دور چلا۔ پھر وہ "غیر مظلوم" جو ان چیزوں سے دور تھے، اب دوڑ چلے اور شریک عمل ہو گئے۔ دسویں محرم کے موقع سے جو تماشے لگتے ہیں اور نام نہاد مسلمان دین کے نام پہ جو دکان لگاتے ہیں۔ وہاں تماشائیوں اور خریداروں کی ایک بھیڑ ہوتی ہے۔ جی ہاں!

ع یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود۔ اور اپنے وطن کے ہنود۔

مسلمانوں کے ان غیر شرعی اعمال نے برادرانِ وطن کی نظر میں "اسلام اور مسلمان" سب کو مشکوک بنا دیا ہے۔ وہ آج کے مسلمان کو ہی اسلام سمجھتے ہیں اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ حکومت اور اس کے ذمہ داران بھی "بدعت" کو دین کا جزء سمجھتے ہیں اور بدعت کے مواقع سے کم از کم صوبائی سطح پہ چھٹیاں دی جاتی ہیں اور مسلمان ہیں کہ جانتے ہیں ہمیں اہمیت دی گئی اور یہ خیال نہیں آیا کہ بدعت کو فروغ ملا اور اسے باضابطہ منانے کی فرصت ملی۔ اللہ خیر کرے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہونا ہی چاہئے کہ جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت نہیں، شریعت کی نظر میں وہ بدعت ہے اور بدعت ضلالت ہے پھر ضلالت کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ خواہ وہ چیز ظاہر میں کتنی بھلی اور اچھی کیوں نہ ہو۔ بدعت پہ مبنی کوئی عمل مشروع ہے اور نہ مقبول پھر اس پر عمل سے کیا فائدہ۔

اللہ ہر طرح کی بدعت سے بچائے۔ (آمین)۔

محرم کا مہینہ

عبد المعین سلفی۔ ندوۃ السنۃ الوٹا بازار بستی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (توبہ: ۳۶)۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سال بھر کے مہینوں کی تعداد ۱۲ ہے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی لکھت میں اسی دن سے ہے جس دن اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا ان بارہ میں سے ۴ مہینہ حرام کے ہیں یہی طریق شریعت میں مستحکم چلا آیا ہے۔ بس تم ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو اور مشرک جیسے تم سے لڑتے ہیں ان سب سے لڑو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ بتاکر اپنے بندوں کے لئے ایک ابدی نظام ثابت کیا ہے۔ یہی نظام از آدم تا ابن آدم متداول ہے۔ یہ ایسا محکم نظام ہے جس سے کسی بھی عاقل بالغ، انصاف پسند کو انکار کی مجال نہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سارے احکام کسی نہ کسی اسرار و رموز کے متحمل ہیں۔ وہیں یہ محکم نظام بھی اپنے اندر کوئی مقصد رکھتا ہے دنیا کے سارے امور اسی نظام کی روشنی میں انجام پاتے ہیں اگر یہ نظام موجود نہ ہوتا تو دنیا کی

رنگت ختم ہو جاتی۔ یہاں وہ رونق نظر نہ آتی جو رات اور دن کی تعین پر دیکھنے میں آتی ہے اور لم وظل، حوادث و واقعات اور نتائج کی تاریخ متعین نہ ہوتی۔ رات اور دن کی افادیت بمشکل سمجھ میں آتی۔ عبادات و معاملات مختلط ہو کر رہ جاتے، اس نظام کی افادیت کو اللہ تعالیٰ ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے۔

وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب وكل شئ فصلناه تفصيلاً۔ (اسراء/۱۲)

ہم نے رات اور دن کو قدرت کی نشانیاں بنایا۔ رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو منور دکھانے والی بنایا ہے تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس لئے کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہر ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اس نظام میں توحید کی کرنیں بھی پائی جاتی ہیں کہ زمین اور آسمان کی تخلیق کے وقت ہی مہینوں کی تعداد بارہ تھی اور آج بھی بارہ ہی ہے۔ یہی بارہ مہینے ساری قوموں اور ملتوں کا محور ہیں، کاہنوں کی کہانت اور سائنسدانوں کی سائنس دانی، فلکیات کے ماہرین ان تمام لوگوں کے ترفع و ترقی پر اس نظام کی کرنیں ضیاء بار ہوتی ہیں۔ اور ایسے لوگ ان کرنوں میں توحید کے اسرار و رموز کو دیکھتے ہیں لیکن ان پر شیطانی نظام غالب ہے مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی ساری قوموں نے ان مہینوں اور دنوں کے نام میں تغیر پیدا کر لیا لیکن سال کی تکمیل ۱۲ کے بجائے ۱۴ یا ۱۶ مہینوں پر نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا قول نہ تو غلط ہوتا ہے اور نہ تو اس میں کسی قسم کی تغیر و تبدیلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کے بارے میں فرمایا۔ ذلك الدين القيم۔ یہ نظام محکم نظام ہے۔

سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کا مہینہ (صحیحین) جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے۔ ان مہینوں میں جدال و قتال بند رکھتے تھے۔ انہوں نے مہینوں میں نسی کر لیا لیکن ان مہینوں کی حرمت کو زائل نہ کیا۔ محرم کا مہینہ ان حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب

شعب الایمان میں کعبؓ سے ایک روایت نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلدان واماکن میں سے مکہ اور مدینہ (بلد حرام) کو پسند کیا ہے اور ایام و زمانہ میں سے حرمت والے مہینوں کو پسند کیا ہے۔ (بحوالہ الدر المنثور للسیوطی)۔

محرم کا مہینہ اس اعتبار سے اہمیت کا حامل نہیں کہ اس میں امام حسینؓ کی شہادت ہوئی ہے بلکہ اس مہینہ کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ یہ مہینہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اور اس مہینہ کی ۱۰ یا ۱۱ یا ۹ اور ۱۰ تاریخ کو روزہ رکھنا مسنون قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ مہینہ اس اعتبار سے قابل احترام ہے کہ یہ اس ہجرت کو یاد دلاتا ہے جس کے اندر ایثار و قربانی، ابتلاء و محن کے راز میں جو ہجرت حقانیت اور صداقت کی ایک للکار ہے، صبر و شکر کا ایک درس ہے۔ اس اعتبار سے اس مہینہ کی عظمت کو بلند بھی ہونا چاہیئے کیونکہ اسلاف امت نے اس عظیم یادگار کو تازہ رکھنے کے لئے اسی مہینہ سے سن ہجری کا آغاز کیا۔ یہ مہینہ اس اعتبار سے بھی محترم ہے کہ اس مہینہ میں ظلم کی سزا دوگنا کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اکثر فقہاء خصوصاً امام شافعیؒ کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی بڑھا دی جاتی ہے اس مہینہ کی حرمت کا لحاظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں میں اپنے بندوں کو اپنے اوپر ظلم کرنے سے روکا ہے۔ مفسر قرآن علامہ قرطبیؒ "فلا تظلموا فیھن انفسکم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم کرنا منع ہے۔ اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ حرمت والے ان چار مہینوں میں ظلم کی ممانعت ہے۔ پھر اکثر مفسرین کا حوالہ دیتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے چار مہینوں میں خاص کر ان کی شرف و عظمت کی وجہ سے ظلم سے روکا ہے اور یوں تو ظلم ہر مہینہ میں منع ہے۔ اور اللہ کے نزدیک یہ ایک بری چیز ہے۔

ظلم کی نوعیت میں بھی علماء کے دو مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ان مہینوں میں مشرکین سے جدال و قتال کر کے اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو۔

۲۔ ان مہینوں میں گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

جب کسی چیز کو کسی ایک اعتبار سے معظم اور مشرف قرار دیتا ہے تو اس کی صرف ایک حرمت ہوتی ہے اور جب کسی چیز کو مختلف اعتبار سے معظم قرار دیا جائے تو باعتبار عظمت حرمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ۸/۱۳۵)۔

بہر حال ان حرمت والے مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم کرنا حرام ہے کسی بھی نوعیت کا ظلم ہو۔ حرمت والے چار مہینوں میں سے محرم کے مہینہ میں شیعوں سے قطع نظر اپنے کو سنی کہنے والے مسلمان اپنے نفوس پر مختلف طریقے سے ظلم کرتے ہیں۔ واقعہ کربلا کو بڑی ہی خوش الحانی سے بیان کرتے ہیں۔ شہادت حسین کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ پانی کی سبیلیں نکالتے ہیں، یزید کو برا کہتے ہیں، اس پر طعن وتشنیع کا تانتا باندھ دیتے ہیں۔ حالانکہ اسی مہینہ میں خلیفہ رسول حضرت عمر فاروق رضی کی شہادت ہوئی لیکن ان پر غم کے آنسو بہانیوالا کوئی نہیں۔ عم رسول حضرت حمزہ رضی کے کلیجہ کو چبانے کی کوشش کی گئی پر اس سے نصیحت پکڑنے والا کوئی نہیں غزوۂ نبیؐ میں سینکڑوں صحابہ نے پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دی لیکن ان اجلہ نفوس کے لئے پانی کی سبیلیں نکالنے والا کوئی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی ان ناجائز امور کو انجام دے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

ماتم حسین رضی میں شیعہ حضرات کی طرح بعض سنی طبقہ کے مسلمان بھی سینہ کوبی کرتے ہیں اپنے چہروں کو نوچتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ (مسلم)۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں جس نے چہروں کو نوچا، گریبان کو چاک کیا اور جاہلیت کی پکار پکاری عورتوں کے متعلق فرمایا۔

ان رسول اللہ بری من الصالقۃ والحالقۃ والشاقۃ (مسلم) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عورتوں سے بری ہیں جو مصیبت کے وقت چلانے والی یا اپنے سر کو غم میں چھلانے والی، یا کپڑے کو نوچنے اور پھاڑنے والی ہے۔

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے دار اس طرح بھی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی کی وفات پر صدیاں گزر جانے کے باوجود آج تک سوگ مناتے ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یحل لامرأۃ تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلث ایام الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا۔ (ترمذی)

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں بیوی اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دنوں تک سوگ منا سکتی ہے۔

اس مہینہ میں اس طرح بھی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جس طرح مشرکین مٹی کا بے جان بت بنا کر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح ذو الجناحین گھوڑا بناتے ہیں اس کا چہرہ انسانی ہوتا ہے اور دھڑ جانور کا مشرکین رام لیلا اور دسہرہ کے موقع پر دس دنوں کی عزت و احترام کرتے ہیں یہ بھی دس دنوں سے غم حسین کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ مشرکین ان دس دنوں میں رام رام کہہ کر پکارتے ہیں اور یہ یا حسین یا حسین کا نعرہ لگاتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم (ابو داؤد) جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں سے ہے۔

اس مہینہ میں تعزیہ کے نام بانس کی کھپچیوں اور چمکدار کاغذوں سے بنا ہوا ایک گنبد کھڑا کرتے ہیں۔ اس کی سجاوٹ میں اسراف سے کام لیتے ہیں۔ ان کا یہ کام ہمارے دادا ابراہیمؑ کی بگڑی ہوئی قوم کے مثل ہے جو اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتی تھی حضرت ابراہیمؑ نے ان کو ان الفاظ میں روکا تھا۔ اتعبدون ما تنحتون کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو۔ (شعراء)۔

اس مشرکانہ رسم میں اپنے نفسوں پر اس طرح بھی ظلم کرتے ہیں کہ شکم پرور مجاوروں اور مکار سجادہ نشینوں کی طرح تعزیہ کے اندر دو جھوٹی قبریں بناتے ہیں اس کی زیارت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من زار قبرا بلا مقبور فکانما عبد الصنم۔ یعنی جس نے ایسی خالی

قبر کی زیارت کی جس میں کوئی میت نہیں تو اس نے گویا بت کی پوجا کی۔

(الطبرانی والبیہقی بحوالہ ماہ محرم اور مسلمان)

سنی مسلمان اپنے نفسوں پر اس طرح بھی ظلم کرتے ہیں کہ اپنے علماء و مشائخ کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ احمد رضا بریلوی "رسالہ تعزیہ داری" میں لکھتے ہیں۔ کچھ اتارا باقی چھوڑا اور دفن کر دیتے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم میں دو وبال جداگانہ ہیں، اب تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے۔ قطعاً بدعت و ناجائز اور حرام ہے۔

تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہئے۔

(عرفان شریعت ۱۰)

اس دور کے سنی بریلوی علماء اپنے نفسوں پر اس طرح ظلم کرتے ہیں کہ عوام کے سامنے حق بات کو بیان نہیں کرتے، جاننے کے باوجود علم کو چھپاتے ہیں۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے۔

من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام من نار یوم القیامۃ۔

(مسند احمد) جس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے، جاننے کے باوجود وہ شخص اس علم کو چھپائے تو بروز قیامت اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

اس بیماری میں مبتلا مسلمانوں کو چاہئے کہ خلاف شریعت ایک عمل کرنے پر کتنی برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ سنی مسلمانوں کو اس اعتبار سے بھی غور کرنا چاہئے کہ ہمارا یہ کام کہیں شیعوں کے حق میں تعاون تو نہیں اگر تعاون نظر آئے تو اس سے باز آئیں۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (فرقان)۔

نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اثم اور عدوان کے مسئلہ میں نہیں۔

ماتم حسین اور تعزیہ داری کا رواج ۳۵۲ھ میں احمد بن بویہ (شیعہ) کے حکم سے ہوا۔ جس نے حکم دیا تھا کہ ۱۰ محرم کو ماتم حسین میں دوکانیں مقفل رکھی جائیں۔ شہر دیہات اور قصبہ کے لوگ ماتمی لباس پہنیں، عورتیں اپنا بال کھولے ہوئے، کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں

پر مرثیہ پڑھتی ہوئی آؤ اور چہرہ اور چھاتیاں پیٹتی نکلیں ۔ یہ معزالدولہ ابن بویہ اپنے وقت کا شیعہ حاکم تھا اور اس نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵۱ھ کو بغداد میں "عید خم غدیر" کے نام سے عید منانے کا حکم دیا جو عید شیعوں کے نزدیک عید الاضحیٰ سے افضل ہے۔

مسلمانوں تمہاری عقل کہاں ماری جا رہی ہے ۔ ہر غلیظ اور ناپاک چیز پر تم گرے پڑتے ہو ماتم حسین میں تم آنسوؤں کا دریا بہاتے ہو لیکن اپنے دل کی دنیا میں سیر نہیں کرتے ۔ اس کی ظلمت اور تاریکیٔ ماحول پر تم آنسو نہیں بہاتے ۔ تم نے اپنے ہی ہاتھوں سے انسانیت اور انسانی قدروں کا جنازہ نکال لیا ہے اس پر آنسو کیوں نہیں بہاتے ۔ شہادتِ حسین کے غم میں تم اپنے وجود کو کھو بیٹھتے ہو، فکر و احساس ماند پڑ جاتی ہے اور تمہارے اس ناجائز ماتم کے ضمن میں ہر سال تمہارے اس جمہوری ملک میں سینکڑوں جانیں ناحق بندوق کی گولیوں کی نذر ہو جاتی ہیں ۔ اس کا تمہیں احساس نہیں تم اس سے بچو اور قرآن و سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ ●●

بقیہ ص۱۷ کا

جس نے کسی مسلمان کی تنگی و پریشانی کو دور کیا تو اللہ بھی اس کے بدلے قیامت کی پریشانی و تنگی (جو اس کے ساتھ ہوگی) کو ختم کرے گا ۔ (ترمذی)

یہ ایک مومن و مسلم بندہ کی پہچان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کے خلاف اپنے سینہ میں کینہ اور بغض و عناد کا جذبۂ شر نہیں رکھتا ۔ بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتا، مصیبت میں اس کے کام آتا، اس کے غم کم اور رحم کرتا اور ہر حال میں اس کے ساتھ رہتا ۔ بلاشبہ ایسے لوگ کمیاب ہیں، مگر حقیقت میں عزت مآب ہیں اور ان کا بلند مقام ہے ۔ خوش نصیب ہوتے ایسے لوگ، جن کا کردار عالی، جن کا سینہ کینہ اور بغض و عناد کے جذبۂ شر سے خالی ہوتا اور جن کے دل منفی جذبات سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ ●●

سینہ جس میں کینہ نہ ہو

فضل اللہ انصاری ۔ رگھونگر بھوارہ ۔ مدھوبنی ۔ بہار

انسان کے اندر پائی جانے والی صفات و خصائل اچھے اور برے دونوں ہوتے ہیں۔ تمام صفات اچھی ہوتی ہیں اور نہ ہی تمام خصائل اچھے ہوتے ہیں۔ یہ بات ضرور ہے کہ صفات و خصائل اگر نیک اور اچھے ہوں تو انسان بھی نیک اور اچھا سمجھا جاتا ہے، اس کی عزت و قدر ہوتی ہے، لوگ اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور سب اس سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن جب کوئی صفاتِ بد سے متصف اور برے خصائل کا حامل ہوتا ہے تو اس کی عزت و قدر نہیں رہ جاتی، لوگوں کی نظر سے وہ گر جاتا ہے اور سب اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ جس کے نصیب میں جو لکھا ہوتا ہے وہ اسے ضرور پاتا ہے، لیکن یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اگر چاہے تو خود کو نیک خصائل اور صفاتِ حسنہ سے متصف کرے، اپنا مقام بنائے اور اپنا سکہ لوگوں کے دل میں بیٹھا لے۔ ورنہ تو صفاتِ بد اور بری خصلتوں کو اپنا کر لوگوں کی نظر سے دور ہو جائے، عزتِ نفس کو ختم کر دے اور اپنا مقام کھو دے۔ دونوں راستے واضح ہیں۔ اب جو جس پہ چاہے چلے اور اپنی منزل پالے۔ ہوشمند اور نصیب والے لوگ اس راہ پہ چلتے ہیں، جس کی منزل بہتر اور بہترین ہوتی۔ پر وائے حسرت اور ہائے افسوس کہ بے وقوف اور حرمان نصیب اس راہ کو اپناتے ہیں جس کی منزل بہتر ہوتی اور نہ ہی بہترین۔ صدق و صفا، خلوص و وفا، ہمدردی و بدخواہی، جذبۂ ایثار و قربانی اور بھلی باتیں و بھلے کام کسی کے نام جڑیں تو چہ خوب! یہی تو ہیں نیک صفات اور

ان سے ہی تو مقام بلند ہوتا ہے اور لوگ اپنی نظروں میں کسی کو بیٹھاتے ہیں۔ مگر توبہ ہے! کذب بیانی، بہتان طرازی، الزام تراشی، غیبت و چغلخوری، خود غرضی و مطلب پرستی، عداوت و دشمنی، بغض و عناد اور کینہ کپٹ سے کہ جو کسی کے نام جڑیں۔ افسوس! یہی تو ہیں صفاتِ بد اور برے خصائل جن سے مقام پست ہوتا ہے اور لوگوں کی نظر سے کوئی دور ہوتا ہے۔ قابلِ غور ہے کہ اگر کوئی نیک صفات سے متصف اور خصائل حسنہ کا حامل ہو تو لوگ اسے نظروں میں سما لیتے ہیں اور سر پہ بیٹھا لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی صفاتِ بد سے متصف اور بری خصلتوں کا مالک ہو تو پھر لوگ اپنی نظروں سے گرا دیتے ہیں اور اپنے دل و دماغ سے نکال دیتے ہیں۔

یہاں کسی کے اندر پائی جانے والی صفاتِ حسنہ سے بحث مقصود ہے اور نہ ہی تمام صفاتِ بد سے بلکہ مقصود وہ سینہ ہے، جو کینہ سے آلودہ ہو یا پھر اس سے پاک، وہ نیک صفت انسان، جس کے دل میں یہ غلاظت نہ ہو اور وہ بد نصیب انسان، جس کا سینہ ہمیشہ کسی کے خلاف کینہ سے بھرا ہو، دونوں میں بُعد المشرقین ہے اور دونوں کا نصیبہ جدا جدا۔ وہ سینہ جو بغض و عناد، آپسی عداوت و دشمنی اور کینہ سے بھرا ہوا اسے دنیا میں قرار و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں سرور و شادمانی۔ اضطراب و بے چینی اور پریشانی و بے قراری اس دل کا حصہ ہیں جس میں کینہ ہی کینہ ہو۔ وہ جو اپنے سینہ میں کینہ رکھے ہوتے اور بغض و عناد کے جذبۂ شر سے مخمور ہوتے، ان کے لئے جنت کے دروازے بند ہوتے اور اس کی مغفرت بھی نہیں ہوتی، پیارے نبیؐ فرماتے ہیں کہ:

جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو بخش دیا جاتا ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا سوائے اس آدمی کے جس کو اپنے (دینی) بھائی سے بغض و عناد ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ دونوں کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ آپس میں دونوں صلح کرلیں۔ دونوں کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ آپس میں دونوں صلح کرلیں (مسلم)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے

پیٹھ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کے رہو اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دنوں سے زائد کے لئے چھوڑ دے۔ (متفق علیہ)۔

اس طرح کی ایک اور روایت حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دنوں سے زائد کے لئے چھوڑ دے۔ دونوں ملیں تو ایک دوسرے سے اعراض کرے اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

ترمذی شریف کی اس روایت میں کتنی سخت وعید ہے کہ حضرت ابو خراش سلمی نے اللہ کے رسولؐ سے فرماتے ہوئے سنا کہ۔

جس نے اپنے بھائی (سے کلام و تعلق) کو ایک سال تک چھوڑ دیا تو گویا اس نے اس کا خون بہایا۔ بغض و عناد اور سینہ میں کینہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرلے، اس سے کلام و گفتگو بند کردے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیرے تو یہ حرام ہے اور اگر ایک سال تک کسی نے اپنے دینی بھائی سے قطع تعلق کئے رکھا تو گویا اس نے اپنے بھائی کا خون بہایا۔ جو بجائے خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔ جس کے دل میں کسی کے خلاف کینہ بھرا ہوا اور وہ بغض و عناد کے جذبۂ شر سے معمور ہو تو اس کے دل میں پیار و محبت اور ہمدردی و بدخواہی کا کچھ شائبہ نہیں رہ جاتا اور دشمنی کی آگ میں اس کا سینہ پکتا رہتا ہے۔ یہ ایک خصلت اور بری عادت ضرور ہو سکتی ہے، مگر مومنانہ شیوہ نہیں۔ جو مومن ہوگا وہ اپنے دوسرے بھائی سے ضرور محبت کرے گا، اس کا دل اس سے ہمیشہ شاد رہے گا اور اس کے لئے وہ ہمدردی و بہی خواہی کا قولی و عملی ثبوت دے گا۔

دیکھئے اللہ کے رسولؐ کیا فرما گئے کہ:

مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، جو اس پہ ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی (مصیبت میں) اس کو چھوڑتا ہے۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت میں لگا رہتا اللہ اس کی ضرورت میں لگا رہتا۔

بقیہ صـ۱۴ پر

ماڈرنزم

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری۔ راگھونگر۔ بھوارہ۔ بہار

جس قوم، ملک یا ملّت کا اپنا کوئی نشانِ امتیاز، اپنی کوئی تہذیب یا ذاتی کوئی تشخص نہ ہو ایسوں کو تاریخ میں کوئی جگہ ملتی ہے نہ اس کا کوئی مستقبل ہوتا ہے اور نہ ہی اقوام وملل میں اس کی اپنی کوئی انفرادی یا معمولی اہمیت ہوتی ہے، دراصل ایک زندہ وپائندہ اور تابندہ قوم تو وہی ہے جو زمانہ کے ہزاروں انقلابات کے باوجود اپنی تہذیب وثقافت اور تشخص کو گلے سے لگائے ہوتے رہے۔ زمانہ ہر گھڑی منقلب اور روبہ انقلاب ہے۔ ماضی قریب میں "ماڈرنزم" یا "جدیدیت" کا انقلاب زمانہ کی اسی روایت کی ایک اہم کڑی ہے جس نے اپنی بلاخیز طوفانی ہواؤں میں بے شمار "خس وخاشاک" کو عدم کے گھاٹ اتار دیا اور بہت ایسے ہیں جن پر اس ماڈرنزم کا جادو آہستہ آہستہ شدہ شدہ سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ عصر حاضر کی ہلاکت خیز وباؤں میں ماڈرنزم کی وبا بہت ہی مہلک ہے جو اپنا اثر اندر ہی اندر دکھا رہی ہے۔ آج ماڈرنزم کے مرض سے دنیا کا کوئی بھی خطہ شاید ہی کم و بیش محفوظ ہو۔ جدیدیت کے نشے میں لوگ اتنے مدہوش سے ہو گئے ہیں کہ انہیں اپنی تہذیب وثقافت، آبائی رسم ورواج اور سب سے بڑھ کر حتی کہ مذہبی تشخص سے بھی نفرت آتی ہے۔ ذہنی انقلاب کی اس بھیڑ میں اگر انسانوں میں کوئی ایک انسان بھی ایسا ہو جو اپنی تہذیب وثقافت کو اپنانا چاہتا ہو، جدیدیت سے الگ رہنا چاہتا ہو تو ایسا سب کچھ چاہ کر کے بھی وہ ایسا نہیں کر پاتا کیونکہ آج کے جدید معاشرہ اور ماڈرن سماج میں وہ خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے۔ ہر کوئی اسے اپ ٹو ڈیٹ یا بنیاد پرست وغیرہ کے طنزیہ کوڑے مارتا ہے، جدیدیت کی اس مہلک وبا سے نہ تو مسلم قوم محفوظ ہے اور نہ ہی دنیا کی دوسری کوئی قوم یا ملت، جدیدیت

آج ان کے بیچ زندگی کے ہر شعبے میں بڑا جان اور اپنا غلبہ و تسلّط جمائے دکھائی پڑتا ہے، کھانے، پینے، رہنے سہنے، اٹھنے، بیٹھنے، پہننے، اوڑھنے، چلنے، پھرنے حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بھی جدیدیت نے اپنا زہر گھول دیا ہے۔ اور نتیجہ سامنے ہے اپنی ثقافتی موت، جدیدیت کی اس مسابقت میں مسلم قوم اور خاص کر من حیث العموم ہندوستانی قوم بلا امتیاز مذہب وملت ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ہر ممکن سعی کناں ہے، وہ ہر چیز میں مغرب کی نقالی کو سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں اور اپنی تہذیب وثقافت اور ملی روایت کو اپنانے میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ ہندو مذہب اس دوڑ میں سب سے آگے اور اس مہلک مرض کا گرفتہ کہا جائے تو کوئی غلط نہ ہوگا۔ ہندو سماج میں گھوم جائیں اور ان کی مذہبی کتابوں یا ان کے آباء واجداد کے بیچ معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے جو طور طریقے پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں وہ اگر نابود نہیں کم از کم کمیاب ضرور ہے بلکہ ناپید ہی ہے۔ اور یہیں ہمیں اس واہمہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم مسلم قوم جدیدیت کی اس اچھوت اور مہلک بیماری سے محفوظ ہیں۔ عرب ملکوں میں گنتی کے چند ملک کے علاوہ دنیا کے دیگر تمام مسلم عرب یا غیر عرب ممالک کے رہن سہن، انداز گفتار اور طریقۂ زندگی کم وبیش ہماری اور آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے، ان میں بعض ممالک تو جدیدیت کے رنگ میں خود کو اس قدر رنگ چکے ہیں کہ یہ فرق کرنا یا معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا یہ کوئی مسلم ملک ہے یا یورپ کا کوئی بزعم خویش ترقی یافتہ ملک ہے۔ سوال یہ ہے کہ جدیدیت بنفس نفیس ایک متوازن دائرے میں کوئی بُرا تو نہیں ہے؟ انسان کی یہ فطرت ہی ہے کہ نئے پن کی طرف دوڑتا اور اس کی طرف میلان جلد اور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مستقل ایک طرز زندگی خواہ وہ سماجی زندگی کے جس شعبے سے متعلق ہو اس پر ہمیشہ کاربند اور پابند رہنا انسانی فطرت سے باہر کی چیز ہے۔ کوئی اگر آج یہ کہے کہ ہمارے آباء واجداد پہلے پھوس کے مکانوں میں رہا کرتے تھے، مٹی کے برتنوں میں کھایا کرتے تھے اور معمولی قسم کے کپڑے پہنا کرتے تھے وغیرہ اس لئے ہمیں انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہئے اور نئے دور کی نئی تبدیلیوں کا ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ ظاہر ہے ایسی ذہنیت بیمار ذہنیت کہلائے گی۔ مختصر یہ کہ جدیدیت یا ماڈرنزم بس اور بس اسی اعتدال وتوازن کے ساتھ درست ہے، جبتک اور جہاں تک اپنی تہذیب، ثقافت اور ملی تشخص اور روایت پر کہیں سے کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

مدارس عربیہ میں بڑھتے ہوئے (دوسری و آخری قسط)

باغیانہ رجحانات — اسباب و علل اور ان کا حل

سید معراج ربانی محمد اسمٰعیل۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

بچے کی بہترین تربیت پر ایک مثال میں آپ کے سامنے اسلاف کے واقعے سے دیتا ہوں جس سے اچھی طرح سے یہ بات واضح ہوجاتے گی کہ اسلاف کس طرح اپنے بچوں کی تربیت کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ جن کے رعب و سطوت سے باطل لرزاں رہا کرتا تھا اور لوگ ان کے جلال سے خوف کھاتے تھے مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کچھ بچے سڑک پر کھیل کود میں مشغول تھے جب امیر المومنین پر ان لوگوں کی نظر پڑی تو سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے مگر ایک بچہ نہایت ہی بے باکی سے وہیں کھڑا رہا۔ حضرت عمرؓ قریب پہونچے اور دریافت فرمایا کہ سب تو بھاگ گئے مگر تمہارے نہ بھاگنے کا کیا سبب ہے؟ ننھے سے بچے نے نہایت ہی جرآت سے کہا کہ امیر المومنین! راستہ کشادہ ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ مجنوں و پاگل نہیں ہیں کہ مارنے لگیں گے اور نہ ہی میں نے کوئی خطا کی ہے کہ مجھے سزا ملے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بچے کے جواب سے بیحد خوش ہوئے۔

بظاہر یہ ایک واقعہ ہے مگر اس میں غور و خوض کیا جائے تو بیشمار تربیت کے لالہ و گہر ہمیں ملیں گے۔ ہمیں جہاں اس بچے کی فہم و فراست جرآت و بیباکی پر حیرت کرنی چاہئے وہیں اس سے کہیں زیادہ بچے کے والدین کی تربیتی جد و جہد پر حیرانگی ہونی چاہئے کہ کیسے تھے وہ والدین جنہوں نے اس ننھے بچے کی تربیت اس انداز سے کی کہ اس کے اندر جرآت و بیباکی اور صاف گوئی کی

ہمت پیدا ہوئی۔

یہ ایک واقعہ ہے اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں تاریخ کے صفحات میں ملیں گے۔ جس میں اسلاف کی طرز زندگی اور طریقہ تربیت و تعلیم کا ذکر ملے گا جو آج تک بلکہ صبح قیامت تک کے لئے ہمارے لئے مشعل راہ اور نشان منزل ہیں۔

مدارس عربیہ کے مدرسین یا مربیین اگر آج ان سے ان طرق کو اپنا کر طلباء کی اصلاح یا ان کی تربیت کریں تو میں یقین کامل سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آج ہی سے اداروں کے اندر امن وسکون کا راج ہوگا اور تمردیت و باغیانہ رجحانات کا خاتمہ ہوگا۔ مگر اخلاص و للّٰہیت اخلاق کریمانہ اور پدرانہ شفقت و محبت اور طلبہ کے مابین عدل وانصاف شرط ہے۔

ذیل کے سطور میں ہم کچھ اصول وضابطے بیان کر رہے ہیں جسے اپنا کر ایک مدرس کامیاب اور اچھا مدرس و مربی ہو سکتا ہے اور ایک طالب علم صالح اور نیک طالب علم بن سکتا ہے۔

دینی واسلامی تربیت کے لئے جو صفات ارباب علم و دانش اور علماء تعلیم و تربیت نے بیان فرماتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور تعلیم سے اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ استاذ کا مقام ایک اعلیٰ مقام ہے مگر اس پر کچھ واجبات عائد ہوتے ہیں جو اس کے علمی وقار کے محافظ ہوتے ہیں۔

استاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی ہموم وغموم سے بے پروا ہو تقویٰ و پرہیز کا مجموعہ ہو اور طلباء کو تعلیم دینے کا ہدف صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو نہ کہ حصولِ زر کیونکہ اس کے سوا اگر دیگر مقاصد اس کے اندر ہوں گے تو پھر ایسی تعلیم کا کوئی بھی فائدہ نہ تو طالب علم کو ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے مقام اصلی کو پا سکتا ہے۔

اسلاف کی تاریخ کا جائزہ لینے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ استاذ بھی تھے اور اپنی معیشت کا مسئلہ خود اپنے ہاتھوں حل کرتے تھے وہ خود کتابیں لکھتے تھے اور اسے بیچ کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے کئی صدیوں تک علماء مسلمین نے اپنی تدریسی خدمات کا معاوضہ نہیں

قبول کیا لیکن زمانے بیت گئے مدارس کا قیام باضابطہ طور پر عمل میں آیا نئے نئے مسائل سامنے آئے ضروریاتِ زندگی میں اضافہ ہوگیا اور اساتذہ کے لئے مشاہرہ کا انتظام ہوا مگر اس وقت بھی بہت سے اللہ کے پرہیزگار بندے ایسے تھے جنہوں نے کھل کر اس کی مخالفت کی اور لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے تعلیم کا جو مقصد ہے (رضاءِ الٰہی) وہ فوت ہوجائے گا۔

لیکن تھوڑا سا اگر غور کیا جائے تو یہ بات واشگاف ہوجائے گی کہ تنخواہ یا مشاہرہ کا حصول رضاءِ الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے متعارض نہیں ہے کیونکہ عالم ہو یا زاہد، متقی ہو یا پرہیزگار ہر ایک کو ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے مال کی ضرورت پڑتی ہے جس سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کرے اور ذہن و دماغ کو مطمئن کرے۔ حاصل کلام اینکہ ان تمام لوازم کے باوجود ایک استاذ پر ضروری ہے کہ وہ اپنے اس پیشۂ تعلیم و تربیت کو حصولِ زر کے لئے نہ اپنائے بلکہ مقصود اور مطلوب رضاءِ الٰہی اور قوم و ملت کے امانتوں کی حفاظت ہو۔

۲۔ استاذ کا جسمانی و روحانی طور پر نظیف و پاک وصاف ہونا۔

ایک استاذ یا مربی کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ جسمانی طور پر تمام امراض و عاہات سے پاک وصاف ہو اور صفائی و ستھرائی کا دھیان رکھتا ہو۔ جاذب نظر اور حسن منظر کا مظہر ہو۔ وہیں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ باطنی جوارح ہر قسم کی آلائشوں اور غلاظتوں سے پاک وصاف ہوں مثلاً کبائر و شرک و بدعات واوہام و خرافات، ذنوب و معاصی سے دور ہو۔ غرور و گھمنڈ، خودنمائی و خودپرستی، عجب و ریاکاری، بغض و حسد، عداوت و دشمنی جیسے اوصافِ ذمیمہ سے بری ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ھلاک امتی رجلان۔ عالم فاجر، وعابد جاھل، وخیر الخیار خیر العلماء وشر الاشرار شر الجھلاء

یعنی میری امت کے دو آدمی ہلاک و برباد ہوگئے عالم جو فاجر و بے عمل ہو اور عابد جو جاہل ہو۔ اچھوں میں سب سے اچھا صالح علماء ہیں اور بروں میں سب سے برے جہلاء ہیں۔

۳۔ ادائیگی فرائض میں اخلاص وللٰہیت کا ہونا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدرس یا استاذ جب اپنے فرائض کی ادائیگی میں مخلص ہوتا اس کا یہ اخلاص خود اس کی کامیابی و کامرانی کا جہاں سب سے عظیم زینہ ہوتا ہے وہیں طالب علم کی کامیابی کا بھی بہت بڑا وسیلہ و ذریعہ ہوتا ہے۔

یہاں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کی تعلیم طالب علم کو دے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو۔ اس کے قول و فعل میں تضاد و اختلاف نہ پایا جائے مثلاً اگر وہ طالب علم کو تملق و چاپلوسی یا خودنمائی وریاکاری جیسے اوصافِ ذمیمہ سے اجتناب و پرہیز کی تعلیم دیتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر سے سب سے پہلے اس فعل قبیح کو زائل کرے۔ اور اگر کسی بات کا اسے علم نہیں ہے تو اظہار عدم علم میں کوشاں رہے اور حقائق کی تلاش وجستجو میں اپنے آپ کو طالب علم ہی محسوس کرے۔

اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کے لئے بھی مخلص ہو ان کے اوقات کی حفاظت کرے ان سے حصول علم میں دریغ نہ کرے کیونکہ دینی و اسلامی مربی تواضع وانکساری کا مرقع ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل میں حکیمانہ و مدبرانہ صفات کا حامل ہوتا ہے۔

۴۔ حلیم و بردبار ہونا۔

استاذ پر ضروری ہے کہ وہ اپنے تلامذہ پر نہایت ہی شفیق و مہربان ہو۔ غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھنے کی قوت کا مالک ہو۔ صبر و ضبط، حلم و بردباری کا پیکر اور وسیع القلب ہو، فوری طور پر کسی بات پر غیض و غضب میں نہ آئے۔ طلبا کا احترام اور ان کی عزت نفس کا خیال کرے، انہیں قبیح یا غیر مہذب القاب سے نہ پکارے اور نہ ہی ایسی باتوں کے طعنے دے جس سے ان کی خودی کو ٹھیس پہونچے۔ مثلاً یہ کہے کہ "حرام کا کھاتے ہو۔ یا زکوٰۃ و صدقات واوساخ الناس کھاتے ہو" وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہایت ہی ذلیل اور قبیح عادتیں ہیں استاذ یا مربی کو ایسی عادتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۵۔ ہیبت و وقار۔

ایک استاذ کے لئے واجب ہے کہ وہ رعب و دبدبہ کا مالک ہو، عزت و وقار متانت و سنجیدگی اس کی شخصیت سے ہویدا ہو۔ اپنے نفس کو دنائت و رذالت اور ہر غیر مہذب

عادتوں اور افعال قبیحہ سے دور رکھے۔ اور مقام عزت و وقار میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہو۔

۶۔ مدرس پر واجب ہے کہ مدرس ہونے سے پہلے باپ ہو۔

استاذ کے لئے لازم ہے کہ وہ تلامذہ سے اس طرح محبت کرے جیسے وہ اپنے حقیقی بچوں سے پیار کرتا ہے۔ ان کے مستقبل کی تعمیر و ترقی میں اسی طرح فکر کرے جیسے اولاد کے لئے کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے حقیقی بیٹے سے بھی زیادہ متعلم سے پیار کرے اس لئے کہ جو باپ اپنے حقیقی بیٹے سے پیار کرتا ہے وہ ایک عادی اور عامی باپ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ ہر باپ اپنے بیٹے سے پیار کرتا ہے۔ مگر وہ انسان جو غیروں کے بچوں کو اپنے دل میں جگہ دے وہ ایک مثالی باپ ہوتا ہے۔

طلبار سے شفقت و محبت اور لطف و کرم کا ایک اور بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ وہ بے چارے اپنے پورے اعزہ و اقارب سے دور بہت دور حصول علم کے لئے دیار غیر اور اجنبی مقام و ماحول میں جاکر اپنے علم کی تشنگی بجھاتے ہیں ان میں کچھ تلامذہ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن پر غربت و افلاس کا سایہ ہو اور وہ اپنی مسکینیت ہی کی وجہ سے مجتمع و سوسائٹی میں رہنے والے لوگوں کی محبت و پیار سے محروم رہے ہوں اب یہاں استاذ کا کام ہے کہ وہ اپنے اخلاق حسنہ اور اپنی خاص شفقتوں سے ان مسکین طلبہ کے دلوں کو مہکائیں اور انہیں اپنے حقیقی پیار سے زندگی کی تاریک راہوں اور افلاس کی ظلمتوں سے نکال کر حیات نو کا پیغام دیں۔ ان کی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے خوبصورت طرز گفتگو اپنائے اور بہترین اسلوب سے انہیں سمجھائے جیسے کہ وہ اپنا ہی بیٹا ہو۔

۷۔ ایک استاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے میلانِ طبع ان کے عادات و اطوار اور پسند و ناپسند ان کے نظریات و خیالات سے واقف ہو تاکہ ان کی تعلیم و تربیت میں غلطی نہ کر سکے۔ کیونکہ اسلامی تربیت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ مدرس بچوں کے استعدادات اور ان کے طبائع سے اچھی طرح واقف ہو اس لئے کہ ان کے بارے میں وہی مسئول ہے۔ اشعار۔

تدریس طلبہ کی طبیعتوں اور صلاحیتوں کی رعایت کرنا بیحد ضروری ہے۔ استاذ کو چاہئے کہ ایسے موضوعات ومباحث ان کے لئے اختیار کرے جو ان کی عقلی سطح کے مطابق ہو اور بتدریج مراحل کو طے کیا جائے دفعتاً کسی دقیق مسئلہ کو پیش کرنا یا ظاہری امور سے پوشیدہ امور کی طرف ان کے ذہن کو لے جانا نقصان دہ ہے بلکہ علی قدر الاستعداد درجہ بدرجہ آگے بڑھانا مفید ہوتا ہے۔

۸۔ معلم کو چاہیئے کہ وہ جس مادۂ علمیہ کو پڑھائے اس مادے میں وہ متمکن اور ٹھوس ہو اور ہمیشہ بحث وتحقیق کو جاری رکھے تاکہ اس کی تعلیم سطحی اور غیر متمکن نہ ہو۔

یہ چند صفات کسی بھی استاذ یا مدرس میں ہونا بیحد ضروری ہیں اس کے علاوہ بھی بہت سارے صفات ہیں جو ایک مدرس کی کامیابی کی ضامن ہو سکتی ہے۔ انشاء اللہ پھر کبھی دوسری تحریر میں عرض کروں گا۔ ویسے کتبِ اسلامیہ میں یہ صفات اچھی طرح سے مذکور ہیں جن کا مطالعہ ایک استاذ کے لئے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا مقام ایک اعلیٰ وارفع مقام ہے جو حقیقی ماں اور باپ سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

واجبات طلباء :۔

جس طرح استاذ کے اوپر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح طالب علم پر بھی کچھ واجبات ہیں جن کا اہتمام کرنا بیحد ضروری ہے تاکہ اثناء دراسۃ وہ استاذ کے تمام شفقتوں اور محبتوں کا مرکز بن سکے اور اس کے علمی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کر سکے۔ مندرجہ ذیل کچھ صفات کا ذکر ہے جسے ہمیشہ طالب علم کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ طالب علم پر سب سے پہلے جو ضروری ہے وہ یہ کہ وہ اپنے قلب کی تطہیر تمام قسم کے رذائل وقبائح سے کرے اس لئے کہ تعلیم وتعلم یہ دونوں عبادت ہیں اور عبادت بغیر تطہیر قلب کے صحیح نہیں ہوتی۔ اس کے بعد اس پر واجب ہے کہ اخلاقِ کریمہ کے زیوروں سے آراستہ وپیراستہ ہو مثلاً صدق وامانتداری، اخلاص وتقویٰ، تواضع وانکساری اور تمام قسم کی بری عادتوں سے دور ہو مثلاً بغض وحسد، غرور وتکبر چغلی وچغلخوری وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ اس پر ضروری ہے کہ اس کی نیت تعلیم سے اپنی روح کو تمام قسم کی دنائت ورذالت سے پاک کر کے اسے شرف و فضیلت بخشنا ہو اور اللہ کا قرب مطلوب ہو نہ کہ لوگوں کے درمیان فخر و مباہات اور جاہ و حسب مقصود ہو۔

۳۔ استاذ کا ادب و احترام ان کی تعظیم و توقیر للہ و فی اللہ کرے تملق و چاپلوسی سے دور رہے۔ کوئی بھی کام جو اساتذہ کی مرضی کے خلاف ہو ان سے بچے اور کوشش کرے کہ اخلاق و محبت تو اضع و انکساری سے ان کی نظر میں اونچا ہو جائے یہاں تک کہ استاذ بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور رہو۔ یہاں پر ایک نمونہ میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ سے ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس میں انہیں جیسی باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں لیٹے ہوئے تھے ام المومنین کا زانو آپ کا سرہانہ تھا آپ اس طرح لیٹے تھے کہ آپ کا ران مبارک کھلا ہوا تھا یا پنڈلی کھلی ہوئی تھی۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دخول ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی اور داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر صحیح کی اور ران کو ڈھنکا اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ چلے گئے تو عائشہ صدیقہؓ نے دریافت فرمایا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ابوبکر داخل ہوئے آپؐ اسی حالت میں لیٹے رہے، عمر داخل ہوئے آپ اسی حالت میں رہے مگر جب عثمان داخل ہوئے تو آپ نے چادر درست فرمائی ران مبارک کو ڈھانپا اور اٹھ کر بیٹھ گئے آخر اس کا سبب کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس سے ملائکہ شرماتے ہیں اس سے میں کیوں نہ شرم کروں!!"

اس واقعے سے یہ درس ملتا ہے کہ طالب علم اگر اپنے اندر اخلاقِ حسنہ جیسے صفات پیدا کرے تو استاذ بھی اس کی طرف خصوصی توجہ دے گا اور اس کا احترام کرنے پر مجبور ہو گا۔

۴۔ تحصیل علم کے لئے پیہم جد و جہد کرتا رہے اور کوشش کرے کہ اعزہ و اقارب سے دور رہے بار بار گھر کا سفر کرنا اس کی تعلیم کے لئے مضر ثابت ہوتا ہے۔ حصولِ علم کے لئے اگر

اسے لمبی مسافت بھی قطع کرنا پڑے تو بلا کسی تردد کے کوچ کر جائے۔

۵۔ جامعات یا مدارس کو زیادہ تبدیل نہ کرے یہ بھی اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ کثرتِ سوال سے استاذ کو تنگ نہ کرے اور نہ ہی جواب دینے میں سخت کلامی کرے۔ ان کے آگے آگے چلنا ان کی جگہوں پر بیٹھنا اور بغیر اذن کے کلام شروع کر دینا یہ سب صفات قبیحہ ہیں ایک طالب علم کا ان سے پرہیز ضروری ہے۔

۷۔ استاذ کے کسی راز کو فاش کرنا اس سے کسی کی غیبت یا اس کی غیبت کسی سے کرنا اس کی ہر خامیوں پر نظر رکھنا یہ سب بری عادتیں ہیں جسے اپنا کر طالب علم اپنا مقام اصلی کھو دیتا ہے۔

اگر استاذ سے کوئی غلطی ہو گئی اور اس نے معذرت چاہ لی تو ایک صالح طالب علم پر فرض ہے کہ اس کی معذرت قبول کرلے۔

۸۔ دروس و اسباق کی تیاری میں جہد متواصل اور حصول معرفت و دانائی میں لیل و نہار ایک کر دینا اچھے طالب علم کا طرۂ امتیاز ہے۔

۹۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن خلق کے ساتھ پیش آتے بری صحبتوں سے دور رہے جامعہ یا مدرسہ میں الفت و محبت کی فضا اور اس کی روح کو اس طرح اجاگر کرے کہ ایسا معلوم ہو جیسے سب ایک باپ کے بیٹے ہیں۔ آپس میں چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کی عزت کرنا اچھے طالب علم کی علامت ہے۔

۱۰۔ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلاس میں داخل ہوتے وقت استاذ کو سلام کرے اس کے سامنے زیادہ کلام سے حذر کرے اس کے کسی جلیس (یعنی جو اس وقت وہاں بیٹھا ہو) سے اسی مجلس میں سوال نہ کرے۔

۱۱۔ درس پر مواظبت اور اول لیل یا آخر لیل تکرار کرنا بیحد ضروری ہے اس کے لئے عشاء اور مغرب کے مابین کا جو وقت ہوتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے۔ یا پھر علی الصبح اس کے لئے مفید ہے۔

۱۲- ایک متعلم پر ضروری ہے کہ استاذ کے خلاف مو آمرت یا دسیسہ کاریوں سے پرہیز کرے اور اس کی نصیحتوں کو کان لگا کر سنے اور عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرے جیسے ایک مریض مشفق ڈاکٹروں کے مشوروں کو غور سے سنتا ہے اور پھر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے ضروری ہے کہ استاذ سے تواضع انکساری کے ساتھ پیش آئے اور اس کی خدمت کرنے کو باعث ثواب سمجھے۔

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابی رسول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی اور اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے سواری کے رکاب کو پکڑ لیا تو زید بن ثابت نے کہا کہ اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکاب چھوڑ دیئے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا اپنے علماء و کبار سے اسی طرح کا سلوک کرنے کو ہمیں حکم دیا گیا ہے؟ تو زید بن ثابتؓ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا اور فرمایا کہ نہیں بلکہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں اس طرح کے سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس واقعے سے ہمیں استاذ کی تعظیم و توقیر کا عظیم درس ملتا ہے چاہیئے کہ طالب علم اسلاف کے ان طریقوں کو اپنائے تاکہ اپنے دراسات اور زندگی میں کامیاب ہو سکے۔

یہ چند صفات ہیں جن کا التزام کرکے ایک استاذ اچھا اور کامیاب استاذ اور ایک طالب علم صالح طالب علم بن سکتا ہے اور مدارس وجامعات میں جو متمردانہ جذبات و باغیانہ رجحانات پیدا ہو چکے ہیں ان کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم تمام لوگوں کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ●●

بقیہ ص ۳۷ کا

حیرانی ہے۔

س:۔ آخر میں کوئی نصیحت کردیں تو بہتر ہوگا؟

ج:۔ اب میں تھک چکی ہوں آئندہ ملاقات میں مزید گفتگو کروں گی ویسے اتنا جان لو کہ میرے حصول کے لیئے ہمیشہ چاق و چوبند رہنا ذرا بھی غفلت برتے تو.....

علامہ محمد اسد مرحوم

جنہیں اسلام نے چرالیا تھا

ثروت صولت۔ لاہور۔ پاکستان

علامہ محمد اسد انتقال کر گئے۔ وہ ایک عظیم عالم اور دانشور ہی نہیں تھے بلکہ اسلامی دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں سے بھی ان کا ۱۵،۱۶ سال سے زیادہ تعلق رہا تھا اور پاکستان میں آئین سازی کے کام میں بھی انہوں نے رہنمائی کی تھی۔ مولانا مودودیؒ نے ان کو یورپ سے اسلامی دنیا کو ملنے والا سب سے قیمتی ہیرا کہا تھا۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جن کو اس ہیرے کے کھو جانے کا علم ہوا اور کتنے سیاسی رہنما اور دانشور ہیں جنہوں نے اس حادثہ پر کما حقہ غم کا اظہار کیا۔ مجھے یہ اطلاع ۲ راپریل ۱۹۹۲ء کو تکبیر میں شائع ہونے والی ایک دوسطری خبر سے ملی۔ جب مضمون لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا کچھ اور اخباروں نے بھی ان کی وفات کی خبر شائع کی تھی لیکن اس انداز سے کہ کسی کو خبر نہ ہو سکے۔ یہ خبریں بھی ان کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد شائع ہوئیں۔ اسلامی دنیا میں ان کی وفات کو کتنی اہمیت دی گئی ہے یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن ہمارے اخبارات نے اور خاص طور پر ہماری اس صحافت نے جو خود کو اسلام کا علمبردار کہتی ہے، اسلام کے اس جاں نثار کی وفات کو جس طرح نظر انداز کیا وہ نہ صرف قابلِ افسوس ہے۔ بلکہ اسلام سے متعلق ہماری بے حسی کا ثبوت بھی ہے۔ یہ واقعہ ہمارے ذرائع ابلاغ کی بھی نشاندہی کرتا ہے جن کا سارا انحصار مغربی خبر رساں ایجنسیوں پر ہے۔

محمد اسدؒ، جن کا پیدائشی نام لیوپولڈ وائس (Leopold Weiss) تھا، یوکرین کے شہر لووو (Lwow) میں ۱۹۰۰ء میں ایک یہودی نژاد جرمن گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت یہ شہر جس کو اب (Lvov) لکھا جاتا ہے۔ آسٹریا ہنگری کی سلطنت میں داخل تھا۔ پہلی جنگِ عظیم

کے بعد پولینڈ کا حصہ بنا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد سوویت یونین کا حصہ بنا۔ اور اب جمہوریہ یوکرین کی حدود میں داخل ہے۔

محمد اسدؒ نے اپنی کتاب "روڈ ٹو مکہ" میں جس کا "شاہراہ مکہ" کے نام سے ترجمہ موجود ہے لکھا ہے کہ ان کے دادا ایک ربی یعنی یہودی مذہبی پیشوا تھے۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی ربی بنانا چاہتے تھے مگر ایسا نہ ہو سکا اور وہ وکیل بن گئے۔ علامہ اسد کے قانون داں والد ان کو سائنس داں بنانا چاہتے تھے لیکن یہ بھی نہ ہو سکا۔ ان کو سائنسی مضامین کی بجائے عمرانیات سے دلچسپی تھی اور ان کا یہ رجحان ان کو حقیقی دینِ ابراہیم یعنی اسلام کی طرف لے گیا۔

محمد اسدؒ کی ابتدائی تربیت اور نشو ونما سخت مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ وہ بچپن ہی سے انتہائی ذہین تھے اور ۱۳ سال کی عمر میں عبرانی بولنے اور پڑھنے لگے تھے۔ وہ آرامی زبان سے بھی واقف ہو گئے تھے اور تالمود اور بائبل کا عہد نامہ عتیق پڑھ سکتے تھے۔ وہ تاریخی ناولیں، سرخ ہندی باشندوں سے متعلق داستانیں اور سائنسی ناولیں ہی دلچسپی سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ مشہور جرمن فلسفی نطشے کی کتاب "بقول زرتشت" کا بھی مطالعہ کر لیا تھا جس میں نطشے نے "مافوق البشر" کا فلسفہ پیش کیا۔

محمد اسدؒ ابھی ابتدائی مدرسے ہی میں تھے کہ ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ ان کو چونکہ مدرسے کی تعلیم سے دلچسپی نہیں تھی اس لئے وہ گھر سے بھاگ گئے اور آسٹریا کی فوج میں جعلی نام سے بھرتی ہو گئے۔ لیکن والد کی شکایت پر کم عمری کی وجہ سے واپس کر دئے گئے۔ ان کے والد جواب ویانا میں منتقل ہو گئے تھے ان کو بھی ویانا لے آئے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد اسدؒ نے دو سال تک ویانا یونیورسٹی میں تاریخ، آرٹ اور فلسفے کا مطالعہ کیا۔ نوجوانی کا زمانہ تھا اس لئے فرائڈ کے نظریات سے بہت متاثر ہوتے لیکن یہی زمانہ ان میں انقلابی تبدیلیوں کے آغاز کا سبب بنا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سارا یورپ روحانی بے قراری میں مبتلا ہے وہ سوچنے لگے کہ انسان کی ضرورت محض روٹی ہے اور کیا زندگی کا مقصد صرف مادی خواہشات کی تکمیل ہے۔ وہ یہودی مذہب سے اس لئے مطمئن نہیں تھے کہ وہ صرف ایک نسل کی نجات کا قائل ہے اور مسیحیت میں ان کو اس لئے کشش معلوم نہیں ہوتی کہ اس میں مادی اور روحانی زندگی کے درمیان

قانون نہیں اور ساراتذ ور ترکِ دنیا پر دیا گیا ہے۔ اسد نوجوانی ہی کے زمانے میں "تلاشِ حق" کی مہم پر چل پڑے تھے۔ چنانچہ ان کی ذہنی اور قلبی بے قراری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تعلیم سے دل اکتا گیا اور انہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم کو خیرآباد کہہ دیا۔ اب وہ صحافت کے میدان میں طبع آزمائی کرنا چاہتے تھے۔

۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں اسد نے ویانا چھوڑ دیا اور چیکوسلواکیہ کے شہر "پراگ" چلے گئے۔ ان کی ماں نے جن کا ایک سال پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ ان کو ہیرے کی ایک انگوٹھی دی تھی انہوں نے یہ انگوٹھی فروخت کر دی اور پراگ سے برلن چلے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں اخبار یونائٹیڈ ٹیلیگراف نے ان کو آزمائشی طور پر مشہور روسی ناول نگار میکسم گورکی کی بیوی مادام گورکی کا انٹرویو لینے کا کام سپرد کیا۔ وہ اس آزمائش میں کامیاب اترے اور ان کو اخبار کا رپورٹر مقرر کر دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں محمد اسد اپنے ماموں کی دعوت پر جو فلسطین میں تھے۔ اسکندریہ ہوتے ہوئے یروشلم پہونچے۔ اس دوران ان کو جرمنی کے مشہور اخبار فرینکفرٹر زئٹنگ نے جو یورپ کے ممتاز ترین اخباروں میں شمار ہوتا تھا ــــ مشرق قریب میں اپنا خصوصی نامہ نگار مقرر کر دیا۔ وہ اپنے فرائض منصبی کو انجام دینے کے لئے ڈیڑھ سال تک مشرق قریب کے ملکوں میں رہے۔ دمشق میں قیام کے زمانے میں انہوں نے اسلام سے متعلق کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کیا۔ لیکن یہ مطالعہ زیادہ تر جرمن اور فرانسیسی زبان کی کتابوں پر مبنی تھا کیونکہ محمد اسد عربی بول تو سکتے تھے لیکن عربی کتابیں اطمینان بخش طریقے سے نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن بقول ان کے "یہ مطالعہ اگرچہ ناقص تھا لیکن اس سے یہ فائدہ ہوا کہ میں نے ان بیشمار تصوّرات اور نظریات کے درمیان امتیاز کرنا شروع کر دیا جن کے بارے میں اب تک ناواقف تھا۔

محمد اسد مشرق قریب میں اٹھارہ ماہ گزارنے کے بعد ۱۹۲۳ء کے موسم خزاں میں براہ استنبول، صوفیہ، بلغراد اور ٹریسٹ ویانا واپس آگئے۔ یہاں انہوں نے چند ہفتے والد کے ساتھ گزارے اور پھر وہاں سے فرینکفرٹر کے دفتر پہونچے۔ ان کو اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں متعدد بار برلن بھی جانا پڑا۔ جہاں ان کی ملاقات الیسا (Elsa) نامی ایک خاتون سے ہوئی جو بعد میں ان کی بیوی بنیں۔ الیسا عمر میں محمد اسد سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔ ان کے

سفر مشرق قریب کے تاثرات بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے۔

مشرق وسطیٰ کا دوسرا سفر

۱۹۲۴ء کے موسم بہار میں فرینکفرٹر زیٹنگ نے ان کو دوسری بار مشرق وسطیٰ کے سفر پر بھیجا۔ یہ سفر پہلے سفر سے زیادہ بھرپور اور نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ وہ دو سال تک مشرق وسطیٰ کی سیر کرتے رہے۔ وہ پورٹ سعید کے راستے قاہرہ پہونچے اور مصر، فلسطین، شام، عراق، ایران اور افغانستان کے تفصیلی سفر کے بعد وہ ۱۹۲۶ء کے موسم سرما کے اختتام پر ہرات سے مَرو (ترکانستان) پہونچے اور وہاں سے بذریعہ ریل سمرقند، بخارا، تاشقند اور یورال ہوتے ہوتے ماسکو پہنچے اور وہاں سے اپنے وطن آگئے۔

محمد اسد پہلے سفر میں شاہ اردن امیر عبداللہ سے ملے تھے۔ اب اس سفر کے دوران ان کی ایران میں رضا شاہ پہلوی اور کابل میں شاہ امان اللہ خاں سے ملاقات ہوئی۔ وہ امان اللہ خاں کے کئی ہفتے تک مہمان بھی رہے۔ مصر میں ان کی مشہور شیخ الازہر مصطفےٰ مراغی سے ملاقات ہوئی اور طویل بحث ومباحثے ہوئے۔ اس سفر نے محمد اسد کو اسلام سے بہت قریب کردیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان ملاقاتوں کے بعد مجھے اسلام کی اخلاقی نقطۂ نظر کو سمجھنے میں مدد ملی۔ اب تک میں نے جو مشاہدہ کیا تھا اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ ایک عام مغربی کے ذہن میں اسلام کا جو تصور ہے وہ قطعی مسخ شدہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ قرآن کا نقطۂ نظر مادہ پرستانہ نہیں۔ اس میں اللہ کا شدید شعور پایا جاتا ہے اور اس کا اظہار عقلی طور پر اس طرح کیا گیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز صرف اللہ کی پیدا کردہ ہے اور یہ کہ قرآن میں ذہنی، جذباتی اور روحانی تقاضوں اور سماجی مطالبات کے درمیان توازن اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سفر کے دوران وہ صرف کتابوں اور علماء کی گفتگو سے ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ مسلمانوں کی دینی زندگی، رمضان کے روزوں، اذان کی آواز اور بعض ان پڑھ اور معمولی افراد کی باتوں نے بھی ان کو اسلام سے قریب کرنے میں مدد کی۔ مثلاً اس موضوع پر کہ ایک مسلمان عورت کسی غیر مسلم سے شادی کیوں نہیں کرسکتی۔ ایک گفتگو کے دوران وہ ایک معمولی پڑھے

مجھے مسلمان کے دلائل سے متاثر ہوئے۔ اسی طرح جب وہ ماموں سے ملنے (پہلے سفر کے دوران) اسکندریہ سے بیت المقدس جا رہے تھے۔ تو ایک اسٹیشن پر ریل رکی۔ ایک بدو نے اس موقع پر خوانچہ فروش سے ایک روٹی خریدی۔ اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا محمد اسد کو دینے لگا۔ جب انہوں نے لینے میں تردد کا اظہار کیا تو وہ مسکرایا اور کہا کہ آپ بھی مسافر ہیں اور میں بھی۔ ہم دونوں کا راستہ ایک ہے اسد نے روٹی کا ٹکڑا لے لیا اور بدو کے اس طرز عمل سے بہت متاثر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب میں اس معمولی واقعہ پر غور کرتا ہوں تو میرا دل کہتا ہے کہ عربی اخلاق سے میری وابستگی اور محبت کی بنیاد یہیں پڑی تھی۔ اس بدو کے رویئے میں جس نے اجنبیت کی تمام دیواروں کے باوجود اپنے رفیق سفر کو اپنی آدھی روٹی دے دی تھی۔ انسانیت کی ایک ایسی تصویر اور جھلک تھی جو ہر تصنع اور تکلف سے پاک تھی۔

اس سفر کے اختتام پر جب وہ ہرات سے کابل جا رہا تھا تو وہ ظاہری طور پر نہ سہی باطنی طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کی شہادت ایک معمولی آدمی نے دی۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ میرے گھوڑے کا ایک نعل نکل گیا۔ مجھے نعل لگوانے کے لئے ایک لوہار کو تلاش کرنا پڑا۔ وہاں ایک آدمی نے گفتگو کے دوران کہا کہ تم مسلمان ہو، لیکن یہ بات خود تم کو نہیں معلوم۔ اپنی اس کیفیت کا اظہار ایک اور موقع پر محمد اسد نے ایک ملاقات میں اس طرح کیا کہ "اسلام میرے اندر ایک ڈاکو کی طرح آیا جو رات کو گھر میں چوری چھپے بغیر آواز کے داخل ہوتا ہے۔ بس فرق یہ تھا کہ یہ ڈاکو چوری کے لئے نہیں بلکہ نیکی کے لئے داخل ہوا تھا۔ لیکن یہ بات سمجھنے میں کہ مجھے اسلام قبول کر لینا چاہیئے کئی سال گزر گئے۔ محمد اسد میں یہ تبدیلی دراصل پہلے سفر کے دوران ہی آنا شروع ہو گئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۹۲۳ء کے موسم خزاں میں جب وہ شام سے یورپ جا رہے تھے تو یورپ کے مناظر ان کو اجنبی لگ رہے تھے اور یورپ کے لوگ بہت مکروہ اور حقیر دکھائی دے رہے تھے۔

قبولِ اسلام اور حج

۱۹۲۶ء میں اسد نے ایلسا سے شادی کر لی۔ وہ لکھتے ہیں کہ شادی کے بعد ہم دونوں مل کر قرآن پڑھتے اور اس پر بحث کرتے اس بحث کے نتیجے میں میرے سامنے اسلام کی ایک ایسی مکمل

تصویر آگئی جو مجھے مدہوش رکھتی۔ اسلام سے میرا استغراق بڑھتا گیا۔ قرآن کے اندر اخلاقی تعلیمات اور عملی زندگی کے درمیان جو گہرا تعلق ہے اس سے میری طرح ایلسا بھی متاثر ہوتی چلی گئی۔ قرآن کے مطابق اللہ انسان سے اندھی اطاعت کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ عقل اور دماغ سے اپیل کرتا ہے۔

چنانچہ اب محمد اسد نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ستمبر ۱۹۲۶ء میں وہ برلن میں مسلمانوں کی انجمن کے صدر کے پاس گئے اور قبولِ اسلام کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے اسد کو کلمہ پڑھایا اور کہا کہ آپ کا نام لیوپولڈ ہے اور یونانی میں لیو شیر کو کہتے ہیں اس لئے ہم آج سے آپ کو محمد اسد کہیں گے۔ چند ہفتے بعد ان کی اہلیہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

اس کے بعد محمد اسد نے فرینکفرٹ سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے زیوریخ، ایمسٹرڈم اور کولون کے تین اخباروں سے معاہدے کئے۔ چنانچہ اگلے سال ، جب تک وہ سعودی عرب میں رہے، وہ اخباروں کو رپورٹیں بھیجتے رہے جو ان کے لئے مالی سہارا بنے۔

۱۹۲۶ء میں محمد اسد صرف حج ہی کے ارادے سے روانہ نہیں ہوئے بلکہ اب انہوں نے مسلمانوں کے درمیان مستقل رہائش کا ارادہ بھی کرلیا تھا۔ وہ سمندر کے راستے حج کے لئے روانہ ہوتے اور سیدھے جدہ میں اترے۔ کعبہ کی زیارت کے نو دن بعد ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا خانہ کعبہ نے ان کے ذہن پر جو اثر کیا اس کا اندازہ محمد اسد کی اس تحریر سے کیا جاسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ۔ ؎

میں مختلف ملکوں میں ایسی مسجدیں دیکھ چکا ہوں، جن میں بڑے بڑے فنکاروں نے کمالِ فن کے اعلیٰ نمونے تخلیق کئے تھے۔ میں شمالی افریقہ کی مسجدیں، یروشلم کا قبۃ الصخرہ، استنبول، ایران اور سمرقند کی حسین اور عالی شان مسجدیں دیکھ چکا ہوں۔ لیکن کہیں بھی میں اتنا متاثر نہیں ہوا جیسا اب کعبہ کو دیکھ کر ہوا۔ یہاں بنانے والے کا ہاتھ اپنے دینی تخیل سے انتہائی قریب نظر آیا۔ یہ مکعب نما سادہ سی عمارت تھی جو جلی خطوط اور ہیئت سے الگ ہوکر اپنے تخیل کا مظہر تھی۔ انسان اپنے ہاتھ سے چاہے کیسی ہی حسین چیز تخلیق کرے۔ لیکن یہ کہنا ایک فریب ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

عالی شان ہے۔ جب ایسا نہیں تو پھر وہ سب سے سادہ چیز جو انسان کے تخیل میں آسکتی ہے وہی اللہ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے عظیم ترین ہے۔

حجاز میں قیام کے دوران محمد اسد کی ملاقات انڈونیشیا کے ممتاز عالم اور سیاسی رہنما حاجی آگوس سلیم سے ہوئی۔ انہوں نے محمد اسد کا تعارف عظیم سنوسی رہنما اور مجاہد سید احمد شریف سے کرایا۔ یہ وہی سید احمد شریف ہیں جنہوں نے ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت پر شاہ فیصل پر تنقید کی تھی اور جس کا ذکر اقبال نے اپنے شعر میں کیا۔ ؎

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا   تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

جب سید احمد شریف سنوسی کو معلوم ہوا کہ انہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے۔ تو انہوں نے اسد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا، میرے نوجوان بھائی! مسلمانوں کے درمیان آنے پر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد ان کے سید احمد شریف سے گہرے تعلقات قائم ہو گئے۔

اس زمانے میں یعنی ۱۹۲۷ء کے آغاز میں محمد اسد کی ملاقات مکہ میں سلطان ابن سعود سے ہوئی۔ یہ ملاقات ابن سعود کے لائق فرزند شہزادہ فیصل مرحوم کے توسط سے ہوئی۔ یہ ملاقات حرم کعبہ کے کتبخانہ میں ہوئی اور کتبخانہ کے مہتمم کے توسط سے ہوئی۔ اسکا حال محمد اسد ہی کے قلم سے سنئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"تعارف کے بعد فیصل نے مجھ سے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے ہاتھ ملاتے ہوئے جب احتراماً اپنا سر جھکایا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے میرا سر ہلکے سے سیدھا کر دیا۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور گرمجوشی کا اظہار۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نجدی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کے آگے سر نہیں جھکانا چاہیئے"۔ اس کے بعد شہزادہ فیصل نے اسد کی ملاقات سلطان ابن سعود سے کرائی۔

سلطان ابن سعود سے جلد ہی محمد اسد کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے اور ان میں اکثر و بیشتر ملاقات ہونے لگی۔ سلطان نے ان کو سارے نجد کی سیر کی اجازت دے دی اور ضروری سہولتیں فراہم کر دیں۔ سلطان نے کہہ دیا تھا کہ محمد اسد ہمارے دوست اور مجاہد ہیں اور ہم کو بہت عزیز ہیں، جو کوئی ان سے دوستی کی طرح ملے گا اس کو ہم اپنا دوست تصور کریں گے اور جو کوئی ان سے عناد رکھے گا اس کو ہم اپنا مخالف تصور کریں گے۔ (جاری ہے)

دولت سے ایک انٹرویو

انصار زبیر محمدی۔ جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

سوال:۔ محترمہ کیا آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گی ؟

جواب:۔ عجیب حال ہے ایں اندھی ہوں تو کیا لوگ بھی اندھے ہو گئے ہیں جو کہ مجھے نہیں پہچانتے اور شب و روز میری طلب میں سرگرداں رہتے ہیں، اجی مجھے دولت کہتے ہیں۔

س:۔ میڈم دولت صاحبہ کیا واقعی آپ اندھی ہیں ؟

ج:۔ ارے واہ ! تم نے تو کمال کر دیا، کیا میرا انٹرویو لینے آئے ہو جو اس طرح پے در پے سوالات کئے جا رہے ہو۔

س:۔ میڈم اگر نظر کرم کریں تو عین کرم ہوگا۔

ج:۔ اچھا تو سنو میں حقیقت میں اندھی ہوں۔

س:۔ محترمہ! ذرا آپ اپنے اس دعوے کی دلیل تو دیجئے ؟

ج:۔ اگر میں اندھی نہ ہوتی تو بیوقوفوں، جاہلوں، ارذیلوں، حریصوں اور بے غیرتوں کے گھر کیوں جاتی، دانشوروں کا گھرانہ تلاش نہ کرتی تاکہ وہاں سکونت اختیار کروں۔

س:۔ محترمہ! کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ کا کوئی دوست عقلمند اور باعزت نہیں ہے ؟

ج:۔ جی ہاں۔

س:۔ لیکن ہم نے تو دیکھا ہے کہ بڑے بڑے علماء، امراء اور دانشوروں سے آپ کی شناسائی ہے۔

ج [illegible] آپ کا مشاہدہ برحق ہے لیکن مجھے بتلائیے کہ کیا علماء اور امراء بے وقوف نہیں ہو سکتے اور کیا [illegible]مندی کو پرکھنے کا صرف ایک ہی معیار ہے؟ جب کہ آج کل کے بیشتر علماء تو زمین سے دو فٹ اوپر اور آسمان کے نیچے رہتے ہیں، نہ انہیں زمین کی خبر نہ آسمان کی خبر

س:۔ آخر ایسا کیوں ہے ؟

ج:۔ اس لئے کہ ان میں اکثر عصری تعلیم سے نابلد ہیں، انگریزی، حساب اور سائنس کی ابجد سے بھی نا واقف ہیں۔ آج جب کہ حال یہ ہے کہ ؎

دنیا تو گئی چاند ستاروں سے بھی آگے
ہم بیٹھے مزاروں پہ حلوا مانگ رہے ہیں

س:۔ محترمہ دولت صاحبہ! عقل سے آپ کی کون سی دشمنی ہے جس کی وجہ سے آپ کو وہاں اہمیت نہیں ملتی ؟

ج:۔ دراصل عقل اور عقلمندوں کا توکل اپنے رب پر ہوتا ہے اور وہ اپنے عقائد کی پختگی کی بدولت دنیاوی زندگی کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اور شب و روز آخرت کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں، اس لئے وہاں تک میری رسائی نہیں ہو پاتی اور اگر ہو بھی تو خاطر خواہ پذیرائی نہیں ہوتی۔

س:۔ محترمہ! کیا واقعی اہل خرد دنیا کی فکر نہیں کرتے ؟

ج:۔ جی ہاں! اسلامی تاریخ کے زرّیں صفحات اس قسم کی مثالوں سے پُر ہیں جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عیش و عشرت کو چھوڑ کر فاقہ مستی ہی کو ترجیح دیا ہے۔ آپ کے بعد صحابہؓ و محدثین کرامؒ بھی اسی نسخہ پر عمل پیرا رہے، بھلا ان مقامات پر مجھے کون پوچھتا ہے، ویسے آج کل بازار اچھا ہے۔

س:۔ مسز دولت صاحبہ کیا علماء بھی آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں ؟

ج:۔ جناب علماء و جہلاء سب کے سب میرے عشق میں گرفتار ہیں، اور یہی نہیں میری طلب میں ملک اور جزیرہ بھی بدل دیتے ہیں۔

س:۔ میڈم یہ حقیقت اپنی جگہ کہ

ے
طنز کرتی ہے بہت گھر کی غریبی مجھ پر
عشق کیا خاک کریں آج کی مہنگائی میں

مگر پھر بھی میں آپ کے دیوانوں کی فہرست میں آنا چاہتا ہوں؟

ج:۔ جناب! میں تو ایک بدکار، عیار، مکار اور فاحشہ عورت ہوں مجھ سے شرفاء اور عقلاء عشق نہیں کرتے لیکن میرا اصول یہ ہے کہ میں کسی کی دل آزاری نہیں کرتی اس لئے آپ کی دعوت قبول کرتی ہوں مگر عشق کی ناکامی پہ یہ مت کہنا کہ

آپ نے وعدہ وفا کرنے کی کھائی تھی قسم — بے وفا آپ نکل جائیں گی معلوم نہ تھا
چوم کر شمع کا منہ دل میں پتنگے نے کہا — عشق کی آگ میں جل جائیں گے معلوم نہ تھا

س:۔ محترمہ! کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟

ج:۔ دراصل معاملہ ایسا ہے کہ میں ہوں دولت ۔ درد وفا سے عاری، لت خور، تکبر سے بھرپور، اور میرا عشق اتنا اہم ہے کہ لوگ مجھ میں کھو کر اپنے ماضی کو فراموش کر دیتے ہیں اور مجھے پاکر مغرور ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص عہدہ اور منصب والے اور نئے دولتمندوں کا یہی معاملہ ہے، ہمدردی و وفاشعاری ان سے روٹھ جاتی ہے۔

س:۔ مسز! اپنے ان جوابات کی روشنی میں آپ ایک تجربہ کار دانشورہ معلوم ہوتی ہیں؟

ج:۔ درحقیقت یہ سب میرے استاد محترم شیخ ابلیس کا کرم ہے۔

س:۔ اچھا محترمہ آپکے عشق میں کامیابی کی شرائط اور آپ کے حصول کی تدابیر کیا ہیں؟

ج:۔ اگر آپ جھولا چھاپ عالم اور بے غیرت انسان ہیں تو ے

فکرِ معاش چھوڑیئے ایک کام کیجئے — چھپوا کے کچھ رسید مدارس کے نام پر
چندہ وصولئے اور آرام کیجئے — صبح و شام آ کے مجھے سلام کیجئے

س:۔ اگر ان اوصاف سے متصف نہیں ہیں تب کیا کریں؟

ج:۔ بوفورس کا معاملہ، سرکاری محکمات میں وزراء سے لے کر چپراسیوں تک کا رشوت لینا، کمیشن کے معاملات، شر بازار وغیرہ میرے ہی حصول کی تدابیر ہیں۔ ویسے اتنا جان لیجئے کہ مجھے جائز طریقے سے حاصل کرنا ایک عظیم کامیابی ہے اور ناجائز طریقہ پر حاصل کرنے میں ہمیشہ

بقیہ ص پر

تبصرہ

مولانا عبد الوھاب خلجی

نام کتاب : فضائل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف : مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری۔ مدیر جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر۔ نیپال

صفحات : ۱۸۴

سائز : ۲۰ x ۳۰

قیمت : ۱۵ روپے

جناب مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری سے مجھے ڈومریاگنج وارڈا کے دوران سفر ان کی تصنیفات کا ایک سیٹ تحفہ ملا جس میں ایک کتاب فضائل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھی۔ دہلی پہونچنے کے بعد جب میں نے مذکورہ کتاب کے بعض صفحات کا مطالعہ کیا تو سیرت رسول ؐ کے کئی نئے پہلو سامنے آئے جس سے آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ مولانا نے اپنے خوبصورت منفرد انداز میں کتب سیر و سوانح اور تاریخ کے حوالجات پیش کئے تو ایسا لگتا تھا گویا یکے بعد دیگرے کمپیوٹر اسکرین پر معلومات کا خزانہ امڈ رہا ہو۔ مولانا نے خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد اور سیر اعلام النبلاء کے حوالجات اس قدر بیان کئے جیسا کہ مولانا کو یہ کتابیں ازبر ہوں۔ پوچھنے پر موصوف نے بتایا کہ میں تاریخ بغداد کا کم از کم تین مرتبہ مطالعہ کر چکا ہوں۔ زیر نظر کتاب کے بارے میں معلومات کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ فضائل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم موصوف کی تازہ مولفات میں سے ایک ہے جو انہیں دنوں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے شروع میں مولف موصوف نے سیرت قدسی کے حسن اخلاق و کردار اور حکمت تبلیغ کے بارے میں تاریخی شواہد

ائمہ ہدی اور معتبر محققین کے اقوال کے استدلال کے ذریعہ بڑے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی ہے اور مختلف مثالیں قلمبند کر کے انہیں محققانہ انداز میں بیان کیا ہے۔

رسول کریم بحیثیت مجاہد، اس عنوان کے ذیل میں رسول اکرمؐ کی سرفروشانہ اور مجاہدانہ زندگی کی متعدد بہ مثالوں کے ساتھ اسلامی جہاد اور اس کے تعلق سے مغربیت زدہ لوگوں کی الزام تراشیوں کا بھی موصوف نے حکیمانہ انداز سے دفاع کیا ہے اور دور جدید کے علمبرداروں سے مخاطب ہوتے ہوئے اسلامی جہاد اور موجودہ زندگی کے واقعات میں تقابل بھی کیا ہے۔

اس سلسلہ میں مختلف غزوات رسول اسلامی جنگوں کے مقابل دیگر اقوام کی لڑائیوں کا تناسب بیان کرتے ہوئے اسلامی جہاد کا ضابطہ اور فوائد بھی تحریر کئے ہیں۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "ان اتم الشرائع هو الشرع الذی یؤمر فیه بالجهاد" بلاشبہ جہاد کا حکم کمالِ شریعت کی دلیل ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے صحیح کہا ہے۔

نہ ہو مذہب میں جب زور حکومت ؎

وہ دیں کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے

مقدمات اور آنحضورؐ کے فیصلے، تعزیرات اسلام، تعداد ازدواج، کثرت تناسل رسول اور حفظان صحت، رسول اللہ کا ذوق تعمیرات، اشعار و قصائد اور رسول کریمؐ کی سنت، رسول کریم اور ذوق جمال، رسول اکرم اور شورائی نظام اس کتاب کے چند اہم اور خاص موضوعات ہیں۔ زہد و قناعت، شفقت، غمخواری، انکساری، ایثار، عبادت اور عدل و تقویٰ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

وہ اہم مسائل و احکام جن کے بارے میں عموماً مغربیت زدہ اشتراکی ذہن کے حامل نام نہاد روشن ضمیر لوگ شریعت اسلامیہ کو ہدفِ ملامت بناتے رہتے ہیں۔ خصوصاً اسلامی جہاد، تعدد ازدواج، حقوق نسواں، اسلامی پردہ، اسلامی تعزیرات، کثرت اولاد، برتھ کنٹرول۔ اس سلسلہ میں مؤلف موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت اور ان الزامات کے بارے میں اسلامی دفاع کرتے ہوئے امریکہ، جاپان، جرمنی، اٹلی، برطانیہ اور فرانس کے مختلف غیر مسلم اسکالروں، دانشوروں اور حالات کے شواہد کے ذریعہ اسلامی احکام کی

حقانیت کے بارے میں استدلال پیش کرکے ان نام نہاد لوگوں کو مسکت جواب دیا ہے۔

کتاب حوالہ جات سے بھری پڑی ہے انداز محققانہ اور اسلوب عام فہم ہے جو مؤلف کی پیرانہ سالہ زندگی میں ہر خاص و عام کے لئے بہترین تحفہ ہے جس کے محذومنا جھنڈا نگری صاحب دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں اگر کتاب کی سائز اور ٹائیٹل عصری ذوق کے مطابق اور اس کے شایان شان شائع ہوتی تو عصری تعلیم یافتہ اساتذہ اور مسلم غیر مسلم اسکالر و لکچرر حضرات کے لئے بہترین علمی تحفہ ہوگی۔ اللہ کرے اس نقص کو آئندہ اشاعت میں ختم کیا جاسکے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کتاب اپنی معنوی خوبیوں کا حسین مرقع ہے خطباء و مقررین کے لئے علمی تحفہ طلباء کے لئے مفید مرجع علماء کے لئے قابلِ مطالعہ ہر خاص و عام کے لئے معلوماتی دستاویز جسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔ رب العالمین توفیق عطا کرے کہ اس کے ہندی و انگریزی تراجم بھی شائع ہوسکیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

حمد باری

عبدالرؤف حیرت سدھارتھی

زیبا اسی کی حمد اے روشن خیال ہے — خالق جو کائنات کا ہے، لازوال ہے
بخشا ہے کس نے پارۂ لحم کو سخن — شیریں مقال اپنی زباں کا سوال ہے
کرتی ہے رقص کس کے اشارے پہ چاندنی — گاہے وہ چاند بدر ہے گاہے ہلال ہے
دانش ہے رنگ قوس قزح ہفت رنگ سے — کیا خوب اُس جمیل کی شانِ جمال ہے
پی کر بطونِ نحل سے شروب ناب کو — سوچو یہ کس حکیم کا آب زُلال ہے
بے رنگ رنگ کس نے نکھارا ہے اس طرح — پتی ہری گلاب کی ہے پھول لال ہے
قطرے کو بولتا ہوا انساں بنا دیا — کتنا کمال آفریں وہ باکمال ہے
کافر بھی اس کے حکم کے پابند ہو گئے — ایک پل ہٹا دے موت کو کس کی مجال ہے

آئینۂ تصور حیرت نہ پا سکا
جو بے مثال ہے کہاں اس کی مثال ہے

اخبار عالم

ترتیب و پیشکش
افضل ندوی

روس میں دو سو مسجدوں کا قیام

هيئة الإغاثة الإسلامية العالمية

نے روس سے آزادی حاصل کرنے والی اسلامی جمہوریتوں کے درمیان اصلاحی و دعوتی کام کرنا شروع کر دیا ہے، جس کی پہلی کڑی دو سو مساجد کا قیام ہے جس پر ایک کروڑ اسی لاکھ ریال صرف ہوگا اور ادارہ نے وہاں کے مسلمانوں کے لئے مزید ۵۰ لاکھ مصحف ہدیہ پیش کیا ہے۔

مذکورہ ادارہ نے دنیا میں تمام بسنے والے مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی ہے تاکہ روسی مسلمان شعائر اسلام کو زندہ کر سکیں اور اپنی مسجدوں کو آباد کر سکیں۔

خادم الحرمین شریفین کے حکم سے صومال کو دس ملین ڈالر کا تعاون

ریاض: ملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ نے اپنے ملک کے جانب سے صومال کو خوراک سامان و ادویہ دینے کو کہا ہے جس کی قیمت دس ملین ڈالر (ایک کروڑ ڈالر) ہے کیونکہ وہاں کے باشندے قسم قسم کے خطروں سے دوچار ہیں اس لئے وہ ہر قسم کے تعاون کے مستحق ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی کھانے پینے کی اشیاء اور دوائیں ارسال کی جائیں گی۔

افغان مجاہدین کو سات سو ملین ریال کا عطیہ

الهيئة العامة لاستقبال التبرعات للمجاهدين الأفغان نے ۱۳ سال کے دوران افغانی مجاہدین کو سات سو ملین ریال پیش کیا جس کی نگرانی ریاض شہر کے امیر سلمان بن عبدالعزیز کر رہے تھے۔ یہ بات ادارہ کے مدیر علی بن ابراہیم النملہ نے بتلائی اور مزید کہا کہ اس ادارہ کو قائم ہوئے بھی ۱۳ سال ہوئے۔ ان شاء اللہ یہ تعاون جاری رہے گا گرچہ مجاہدین نے کابل کو فتح کر لیا ہے لیکن وہ ہزاروں لوگ جو اپنے وطن عزیز سے دور رہ کر جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں ان کو مزید مالی امداد کی ضرورت ہے اور ابھی سینکڑوں پروگرام باقی ہیں جس میں نوجوانوں کو تعلیم و تربیت دینا، یتیموں اور بیواؤں کی مسلسل کئی سالوں تک سرپرستی کرنا از حد ضروری ہے۔ دکتور نملہ نے دوران گفتگو کہا کہ افغانستان باہری و اندرونی چیلنجوں سے دوچار ہے۔ اس لئے اس پر کئی سالوں تک

دست تعاون رکھنے کی ضرورت ہے۔

ایشیا وسطی کے ۱۳ ہزار مسلمانوں نے خادم الحرمین شریفین کے خرچ پر حج کیا۔

سعودی عرب کے وزیر الحج والاوقاف مسٹر عبدالوہاب بن عبدالواسع حفظہ اللہ نے سعودی نیوز ایجنسی کو بتلایا کہ امسال خادم الحرمین شریفین کے خرچ پر ۱۳ ہزار ایشیائی مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا اور اسی طرح ۱۵۰ البانی مسلمانوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ وزیر موصوف نے مزید بتلایا کہ جب میں نے یہ خبر روس میں حج کمیٹی کو دی تو وہاں کے مفتی محمد صادق محمد یوسف نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس خبر سے اسلامی جمہوریتوں کے مسلمانوں کے دل خوشی سے اڈ گئے۔ مفتی صاحب نے یہ بھی کہا کہ یہ خبر اس بات پر دال ہے کہ خادم الحرمین شریفین کا دل بہت بڑا ہے اور اپنی خدمات جلیلہ سے دنیا کے مسلمانوں کو ڈھک لیا ہے۔

یوگوسلاویہ کے مسلمان

یوگوسلاویہ سے آزادی حاصل کرنے والی اسلامی جمہوریتوں کو امریکہ اور تمام یورپی ممالک نے تسلیم کر لیا ہے۔ یوگوسلاویہ کی عیسائی مشنریاں وہاں کے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور آزادی حاصل کرنے والے نہتے مسلمان اپنی دفاع میں برسرپیکار ہیں۔ عیسائی مشنریاں اس حرکت سے مسلمانوں کو ہراساں کرنا چاہتی ہیں تاکہ وہ لوگ اپنے ملک کو خیرباد کہہ دیں اور اس کے نتیجے میں ان کے ظلم سے پریشان ہو کر بوسنیا سمیت کئی ہزار مسلمان ہجرت کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے شہر کے کئی مسجدوں کو تھیٹروں اور رقص گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

الجزائر میں خانہ جنگی کے آثار

الجزائر میں ایک بار پھر خانہ جنگی کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں۔ صدر محمد بوضیاف کو جنہیں ۶ ماہ قبل حکمران کونسل نے یہ عہدہ سونپا تھا گزشتہ دنوں ایک ثقافتی مرکز میں گولی مار دی گئی۔ اس سال کے ابتداء میں یہاں انتخابات ہوئے تھے اور پہلے ہی دن پتہ چل گیا تھا کہ اسلامک سالویشن فرنٹ ہی کامیاب ہو گی لیکن الجزائر کے فوجی حکام ایک ۵ رکنی کمیٹی تشکیل کر کے اقتدار کی باگ ڈور اسے سونپ دی تھی۔ بعد میں اس کمیٹی نے محمد بوضیاف کو جلاوطنی سے واپس بلا کر صدر بنا دیا تھا۔ ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے الجزائر میں اسلامی انقلاب کو روک دیا تھا۔

●●

تشکیل جدید

آج بروز جمعہ مورخہ ۱۲ اپریل ۹۱ء مطابق ۲۷ ویں شب کو بعد نماز تراویح ایک اہم میٹنگ زیر صدارت جناب حکیم مولانا عبدالجبار صاحب بیگودی منعقد ہوئی جس میں جمعیت کی سابقہ کارگزاری پیش کی گئی اور آئندہ امور و مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت کی نئی تشکیل لاکر مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

سرپرست : جناب عبدالجبار صاحب کمپاؤنڈر امیر : جناب قاضی محمد حفیظ صاحب
نائب امیر : " عبداللہ صاحب مالپوری ناظم اعلیٰ : " محمد رفیق صاحب شیخ
ناظم : " محمد فرید ناگوری خازن مدرسہ : " قمرالدین صاحب
خازن مسجد : " محمد فاروق فتح محمد خازن بیت المال : " محمد اسماعیل "
محاسب : " محمد فاروق ماسٹر
اراکین عاملہ: عبدالغفار، عبدالرشید، محمد کلیم، معین الدین، محمد سلیم کھنڈیلوی۔

عبدالسلام ہیڈ ٹی۔ٹی۔ای

جمعیۃ اہل حدیث گلمنڈی بھیلواڑہ۔ راجستھان۔

دارالبنات کا دعوتی و تبلیغی اجلاس عام

بتاریخ ۳۰/۳۱ مئی بروز سنیچر و اتوار ادارہ دارالبنات کا پہلا دو روزہ اجلاس عام منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولینا عبدالحمید صاحب شفیقی نے فرمائی خطبۂ صدارت کے بعد علماء کرام نے مختلف موضوعات بالخصوص نکاح کے اندر غیر شرعی رسم ورواج کی اہمیت، تعلیم نسواں کی افادیت و اہمیت وغیرہ۔ اخیر میں جناب صدر کے دعائیہ و اختتامیہ کلمات کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

عبدالسمیع سلفی۔

ضرورت سپرنٹنڈنٹ مدرسہ

مدرسہ دارالتکمیل ڈبان روڈ چندوارہ مظفرپور بہار کے لئے ایک کل وقتی سپرنٹنڈنٹ

کی ضرورت ہے جو عالم دین، دیندار، تجربہ کار اور اخلاق مند سلفی المسلک ہوں۔ مناسب تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ جولائی ۹۲ء مقرر ہے اور انٹرویو کے لئے ۲۱ جولائی ۹۲ء کو ۱۰ بجے دن میں اپنے خرچ پر مدرسہ میں حاضر ہوں۔

محمد مشتاق

سکریٹری مدرسہ دارالتکمیل قرباں روڈ چندولرہ مظفر پور بہار

جمعیۃ الشبان یوسف پور کا انتخاب

بحمداللہ ۷ مئی ۹۲ء بعد نماز عصر جمعیۃ الشبان جامعہ دارالہدیٰ یوسف پور کا انتخاب نو ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر حسب ذیل عہدیداران چنے گئے۔

صدر: عبدالعزیز نیپالی فضیلت سال آخر ناظم: محمد ایوب نیپالی فضیلت سال آخر

ناظم مالیات: شکیل احمد 〃 〃 محاسب: عتیق الرحمن 〃 〃

رکن: ارشاد احمد عالم سال آخر محمد طارق عالم سال آخر۔ شجرالدین فضیلت سال آخر

المعہد الاسلامی بحرالعلوم انتری بازار کا انتخاب

مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۹۲ء کو اراکین کی موجودگی میں بحرالعلوم انتری بازار کا انتخاب جدید عمل پذیر ہوا اتفاق رائے سے حسب ذیل عہدیداران منتخب ہوئے۔

صدر: جناب مولانا محمد عمر صاحب سلفی

نائب صدر: 〃 ملا عزیب اللہ انصاری

ناظم اعلیٰ: 〃 سیٹھ محمد منیب صاحب

ناظم تعلیمات: 〃 عبدالرؤف حیرت بستوی ایم اے

ناظم تعمیرات: 〃 حاجی واجد علی صاحب۔ خازن: حاجی قصاص الحق صاحب

محاسب: 〃 ماسٹر محمد مصطفیٰ صاحب۔

اراکین مدرسہ بحرالعلوم انتری بازار، شہرت گڑھ۔ سدھارتھ نگر۔ ۲۷۲۲۰۵۔

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ۔ یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجات پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی درس نظامیہ جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۸ اساتذۂ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا۔ اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں درامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:۔ محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

ماہنامہ مجلہ نوائے اسلام دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۹

شمارہ ۸

ماہنامہ

نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا رہنما اور سلفیت کا مبلغ

سرپرست :۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اگست ۱۹۹۲ء بمطابق صفر ۱۴۱۳ھ

مدیر :۔ عزیز عمر سلفی نائب مدیر :۔ عبدالواجد فیضی

زر تعاون		پاکستان سے	
سالانہ :۔	چالیس روپے	سالانہ :۔	ایک سو روپے
خصوصی :۔	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :۔	دو ہزار روپے
لائف ممبری :۔	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے :۔	۲۰ ڈالر امریکی

منیجر مکتبہ :۔ عبدالمالک اثری خوشنویس :۔ اسرار اثری

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴۔اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶

فون :۔ 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواجد فیضی نے الیں الیں پریس براتے بجے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴۔ ۱ے چاہ رہٹ جامع مسجد دھلی سے شائع کیا۔

سیکولر ملک میں دعوت کی ضرورت ہے

مدیر

ھندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے جہاں تمام مذاہب کو پھلنے پھولنے کا برابر کا حق حاصل ہے۔ یعنی ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب اس کے نظریات و اعتقادات اس کی تعلیم و ثقافت کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کا حق ہے۔ چاہے وہ اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو یا اقلیتی فرقہ سے۔ کسی بھی مذہب کی دل آزاری اور کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر مذہب و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوئی بھی طریقہ اپنایا جا سکتا ہے چنانچہ ہندوستان میں پائے جانے والے مذاہب اور مختلف نظریات کے حامین اپنے اس حق کو برابر استعمال کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائی مذہب ہندوستان کی یہ بہت ہی چھوٹی اقلیت ہے۔ اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہزاروں تعلیمی اداروں (اسکولوں و کالجوں) اور ہوسپٹلوں کو ذریعۂ تبلیغ بنایا ہے جس کی وجہ سے پورے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کا جال پھیل گیا ہے۔ اسی طرح اور دیگر مذاہب کے ماننے والے بھی رفاہی اداروں اور کلچرل پروگراموں کو چلا کر اپنے نظریات و اعتقادات اور اقدار کی پرچار کر رہے ہیں۔

بدقسمتی سے اس ملک کا اکثریتی فرقہ جو ہندو ہے۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کنونسنگ مار دھاڑ اور قتل و خونریزی تخریب و تہدیم کے ذریعہ کرتا ہے اور اسی راہ سے مذہب کو اس جمہوری ملک میں بالادستی دلانا چاہتا ہے جس کے لئے سیکڑوں ہندو تنظیمیں الگ الگ ناموں اور جماعتوں کی شکل میں کام کر رہی ہیں جو خون آشام طریقوں کو اپنا کر اقلیتوں اور بالخصوص مسلمانوں کو کمزور اور ہراساں کرنا چاہتی ہیں۔ پورے ملک کو فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جھونکنے والی ہندو فرقہ پرست تنظیمیں اگر اپنے مذہب کی تعلیمات اور اعتقادات کی تبلیغ کے لئے خون آشام طریقہ نہ اپنائیں تو قیامت تک یہاں کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان میں جس قدر تمام مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذہب کی خصوصیات اور اپنے پیشواؤں اور پیروکاروں کی تعلیمات اور ان کی نجی زندگی کے واقعات ان کی انسانی

رواداری اور صلح و آشتی اور ان کی خدمات کا تعارف عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اسی طرح ہندو مذہب کے ماننے والوں کو بھی اپنے پیشواؤں اور بزرگوں کی زندگی اور ان کے کارنامے ان کے عقائد اور ان کے کردار کو ہندو مذہب کی کتابوں کی روشنی میں پیش کرنا چاہیئے ۔ اور فیصلہ عوام پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ اپنی عقل و دانش سے حق و باطل کو پرکھیں اور جس کو چاہیں اختیار کریں اور جس کو چاہیں نظر انداز کریں ۔

جس مذہب کی کشش اس کی حقانیت اس کی آفاقیت اس کی ہمہ گیریت کو لوگ محسوس کریں گے اس کو اپنائیں گے اور جس مذہب کو توہمات کا مجموعہ اور خرافات کا ڈھیر اور بے شرمی و بے حیائی کا مظہر سمجھیں گے اس کو چھوڑ دیں گے ۔

ہندو مذہب کے ماننے والے برادرانِ وطن سے ہم کہیں گے کہ آپ اپنے مذہب کی بالادستی کو قائم کرنے کے لیئے تخریب و تہدیم اور قتل و خونریزی اور فسادات و خرافات کی راہ نہ اپنا کر دیگر مذاہب والوں کی طرح اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کی نجی زندگی ، ان کے کرتوت کو اور ہندو مذہب کی خصوصیات و ترجیحات کو اپنے مذہبی کتابوں کی روشنی میں بیان کرنے سے نہ شرمائیں اور نہ انہیں چھپائیں ۔

پھر دیکھیئے ہندوستان کی سیکولرزم کس قدر خوشگوار ماحول میں پھلتی پھولتی ہے

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے ضلع مہراجگنج یوپی کے چند پسماندہ علاقوں میں ۵ بلاک دعوت وتبلیغ کے لئے بنایا ہے ہر بلاک پانچ سے دس گاؤں پر مشتمل ہے اور ہر ایک بلاک میں ایک ایک داعی مقرر کئے گئے ہیں جو وہاں کے مسلمانوں کے اندر اصلاح عقیدہ اور اصلاح معاشرہ پر کام کر رہے ہیں ۔ پانچوں داعین کا ایک اجتماعی پروگرام ہر ہفتہ ہوتا ہے کچھ گاؤں میں جہاں مسجدیں نہیں ہیں ان میں چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے ۔ جس میں بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے ۔ اس طرح کی پانچ ابتدائی دینی درسگاہوں کے علاوہ ایک معیاری اسکول "اقراء نرسری و پرائمری اسکول" کے نام سے بھی قائم کیا گیا ہے ۔

مذکورہ طریقہ کار کو اپنانے سے دعوت وتبلیغ کی راہ میں ہمیں زبردست کامیابی ملی ہے فللہ الحمد علی ذالک ●

حیا سراپا خیر

فضل اللہ انصاری

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. الحیاء لایاتی الابخیر. متفق علیہ رفی روایۃ لمسلم الحیاء خیر کلہ، اوقال. الحیاء کلہ خیر۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا حیا خیر و بھلائی ہی لاتی ہے مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) حیاء خیر سراپا ہے. یا (آپؐ نے فرمایا کہ) حیا سراپا خیر ہے۔

حیاء انسان کے اندر پائی جانے والی ایک ایسی عظیم الشان صفت ہے جس سے وہ نہ کہ صرف بے شمار غلطیوں سے بچتا ہے، گناہ و جرائم سے باز رہتا ہے اور خود کو محتاط بنائے رکھتا ہے، بلکہ اس کو بہت سارے ایسے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، جن کا حصول بغیر اس کے بہت مشکل ہے. وہ ایک ایسی جامع ومانع صفت ہے، جس سے انسان اگر ایک طرف "غلط" سے بچتا ہے تو دوسری طرف "صحیح" کرتا اور پاتا ہے. اگر کوئی شخص حیا دار ہے اور اس کے اندر حیا کی صفت پائی جاتی ہے تو وہ بلاشبہ خود کو ایسی حرکات وافعال سے بچاتا ہوگا، جن سے اس کے کردار، شخصیت اور معیار زندگی پر حرف آسکتا ہے. جن کی وجہ سے وہ اپنے اور غیر کی نظر سے گرسکتا ہے، پھر کسی کا دل وہ جیت نہ سکے۔ بات ایسی بھی ہے. علماء نے حیا کی حقیقت اور اس کی خاصیت واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ: وہ ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو غلط اور ارتکاب بد کے ترک نیز حقدار (خواہ کوئی بھی ہو) کے حق کی ادائیگی پہ آمادہ کرتی ہے۔

(ریاض الصالحین، حاشیہ ص۳۶۳) بہت بڑی بات ہے کہ کوئی کارِ بد اور غلط کام سے بذریعہ حیا بچ جائے اور دوسروں کے حق کی ادائیگی میں وہ کوتاہی سے کام نہ لے، بلکہ ہمہ دم اس کے لئے آمادہ و تیار رہے ایسی صفت سے متصف انسان حیاء دار ہوگا اور نتیجتاً کامیابی و کامرانی سے ہمکنار۔ یہاں ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہوگا کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "صاحبِ حیاء" جس سے شرمائے، وہ اس کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا، اس سے کچھ کہہ نہیں سکتا اور نہ ہی اس کے سامنے حق کا اظہار کرسکتا ہے۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے ابن صلاح نے فرمایا ہیکہ:

بات اگر ایسی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ حقیقی حیا نہیں، بلکہ ظاہری حیا ہے، جس کو پست ہمتی، عاجزی اور بزدلی کہا جاتے گا۔ (ریاض الصالحین۔ حاشیہ ص ۳۶۳)۔

ہم حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں یہ جانتے ہیں کہ حیا ایک شاخ ایمان ہے۔ پھر جہاں ایمان ہوگا، وہاں بزدلی جمع نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

الایمان بضع وسبعون او بضع وستون شعبة . فافضلها قول لا الٰه الا اللّٰه وادناها اماطة الاذیٰ عن الطریق . والحیاء شعبة من الایمان۔

یعنی ایمان کی ۷۳، یا ۶۳ سے زائد شاخیں ہیں، جن میں سے سب سے افضل کلمہ لاالٰہ الا اللہ اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔ اور حیا ایمان کی ہی ایک شاخ اور اس کا حصہ ہے۔ مومن کا تو یہ کام بتایا گیا ہے کہ منکر اور غلط کام کو اگر وہ دیکھے تو اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور اس کے سدِّباب کے لئے حتیٰ المقدور طریقہ اپنائے۔ بلکہ کم از کم دل سے ہی برا جانے اور یہ مانے کہ وہ ایمان کا کمتر درجہ ہے۔ اب اگر کوئی اس فریضہ کی ادائیگی سے روگردانی کرتا ہے تو حیا ہی کیا وہ مومنانہ صفت اور ایمان کی شان سے محروم انسان ہے۔ مومن منکر و معروف دونوں معاملے میں حیاء دار و حساس ہوتا ہے۔ جس کے پاس ایمان اور شرعی حیا ہی نہیں تو اس کا منکر سے ناراض اور معروف سے

خوش ہونا تو دور کی بات ہے، خود کو وہ منکر سے بچا نہیں سکتا اور معروف وہ کر نہیں سکتا۔ وہ آزاد و بے لگام اور شتر بے مہار ہوگا پھر جو چاہیگا کرے گا۔ سچ ہے کہ۔

ع اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

جب تم کو حیا نہیں تو پھر جو چاہو کرو۔

حیادار انسان کوئی غلط کام کرے، یہ تو دور کی بات ہے وہ اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ دوسرے کو بھی اس سے باز رکھا جائے۔ جب حیا سراپا خیر ہے تو پھر حیادار انسان سے ایسی امید کی بھی نہیں جا سکتی ہے کہ وہ غلط برداشت کرے اور وہ اس سے سرزد ہو۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ کا بیان ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در پردہ باکرہ لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپؐ ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم لوگ (اس کا اثر) آپؐ کے رخ روئے مبارک میں دیکھ لیتے۔ (متفق علیہ)

ناپسندیدہ چیز کو دیکھ کر آپ کا ناراض ہونا اور اس کا اثر چہرہ پر نمایاں ہونا حدیث کی روشنی میں گویا دلیل ہے اس بات کی کہ آپؐ حیادار بہت حیادار تھے۔ ایک حیادار انسان اگر غلط و منکر سے ناراض و خفا ہو اور وہ اس سے باز رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے مزید وہ صحیح اور حق پہ آمادہ ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ حیا ایک عظیم الشان صفت ہے۔ جس سے انسان کو اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے اپنی قدر آپ کا سلیقہ آتا ہے، دوسرے کی عزت و احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، گناہ اور کارِ بد سے بچتا ہے اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر ایمان کی شان ہے۔ پھر جس کے پاس ایمان کی شان ہو اسے اور کیا چاہیئے۔

اللہ ہمیں بھی حیادار بنائے۔ آمین۔ ●

بقیہ ص ۱۴ کا

(ہم اللہ سے عذاب قبر سے پناہ چاہتے ہیں) آپ نے فرمایا۔ اللہ سے ظاہر و پوشیدہ فتنوں سے پناہ مانگو تو سب نے کہا۔ نعوذ باللہ من الفتن ما ظهر منها وما بطن۔ ہم اللہ سے ظاہر و پوشیدہ فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دجال کے فتنے سے پناہ مانگو، تو سب نے کہا نعوذ باللہ من فتنة الدجال (صحیح مسلم) ●

موت وحیات اور عذاب قبر

مولانا عزیز الحق عمری۔ (ایم اے علیگ)

انسان کے وجود کی ابتدار

اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ۔ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ، مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ، ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ، ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ، ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ، كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ۔ (سورہ عبس: ۱۷-۲۳)

انسان پر مار پڑے وہ کتنا ناشکرا ہے اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ منی سے اس کو پیدا کیا اور اس کا اندازہ کیا پھر راستہ آسان کیا، پھر اس کو موت دیا اور قبر میں داخل کر دیا۔ پھر جب چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔ یقیناً اس نے اللہ کے حکم کو پورا نہیں کیا۔

یعنی انسان کے وجود کی ابتدار منی سے ہوتی ہے جسے اللہ سبحانہٗ ایک انسان کی صورت دیتا ہے اور اس کے اعضار کو ایک انداز اور تناسب سے بناتا اور پھر اس کی پیدائش کا راستہ آسان کر کے ماں کے شکم سے دنیا میں لاتا ہے اور پھر موت کے بعد اسے قبر میں پہنچا دیتا ہے اور پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ پھر انسان اپنے اس رب کی نافرمانی اور ناشکری کرتا ہے جس کا وجود اور موت وحیات سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس سے بڑھ کر کیا ناشکری ہو سکتی ہے؟

اب ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے انسان منی کی ایک حقیر بوند سے پیدا ہونے کے بعد موت اور قبر کی منزل کی طرف سفر کرنے لگتا ہے اور اس کا وجود اس کے فنار کا آغاز بن جاتا ہے

اور وہ ہر سانس کے ساتھ اپنی قبر کی منزل کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔

حیات و موت کا فاصلہ

ایک انسان کی حیات اور موت میں کتنا فاصلہ ہے اور وہ کب موت کی آغوش میں جائے گا اسے یقین کے ساتھ کوئی انسان نہیں بتا سکتا؟

وما تدری نفس بای ارض تموت۔

اور کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ اس کی موت کس زمین میں آئے گی۔ اور نہ کوئی انسان یا اس کا کوئی ہمدرد یا کوئی اور شخص کسی کی موت میں ایک لمحہ دیر یا سویر کر سکتا ہے۔

اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

اور جب ان کا وقت آجاتا ہے نہ کچھ دیر ہو سکتی ہے اور نہ سویر۔

موت کے سامنے دنیا کا ہر انسان بے بس ہے انسان اپنی طاقت اور تدبیر سے کسی کو ایک آن بھی زندہ نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا انسان کا وجود ہی اس کی موت کے امکانات پیدا کر دیتا ہے گویا اس کا وجود خود اس کی موت کا پیغام ہوتا ہے۔

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

انسان کیوں پیدا ہوتا ہے اور پھر اسے موت کیوں آتی ہے؟

کوئی شخص دنیا میں نہ اپنے ارادے اور خواہش سے پیدا ہوتا ہے نہ اپنے ارادے سے دنیا سے جاتا ہے۔ انسان اپنی حیات اور موت دونوں میں بے بس ہے اس لئے وہ خود اپنی عقل سے یہ بتا نہیں سکتا کہ جس ذات نے اسے پیدا کیا ہے کیوں پیدا کیا؟ انسان کی حیات و موت کا مقصد کیا ہے؟ اس چیز کا علم ہمیں اللہ کے انبیاء اور اس کی کتابوں ہی سے ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ (ملک: ۱)

بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور

حیوٰۃ کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ موت وحیات انسان کے عمل اور فرماں برداری کی آزمائش کے لئے ہے اور انسانی وجود کا مقصد اللہ کی فرمانبرداری ہے اور موت سے اس کے اچھے اور برے اعمال کے عذاب و ثواب کی ابتدا ہوتی ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون۔

میں نے جن اور انسان کو اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

یعنی انسان کے پیدا کئے جانے کا مقصد توحید عبادت ہے بلفظِ دیگر انسان کے پیدا کئے جانے کا مقصد عبادت و فرمانبرداری ہے اور اسی مقصد کو پورا کرنا اور اللہ کی فرمانبرداری کرنا شکر یہ ہے اور اللہ کی نافرمانی اور شرک ناشکری ہے۔

ایک وہم کا ازالہ

اس آیت سے عموماً یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دنیا میں جن وانس کے وجود کا مقصد عبادت محض نہیں بلکہ توحیدِ عبادت ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا کیونکہ جس فعل کے ساتھ مفعول آتا ہے اس میں اصل مقصود مفعول ہوتا ہے لہذا آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ میری ہی عبادت کریں نہ تو غیر کی عبادت کریں اور نہ میری عبادت میں غیر کو شریک کریں۔ لہذا آیت کا نفاذ توحید اور شرک کا ابطال ہے۔

موت کے لمحات

موت کے لمحات اور اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس کا نقشہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ان آیتوں میں پیش کیا ہے۔

کلّا اذا بلغت التراقی وقیل من راق، وظن انه الفراق. والتفت الساق بالساق الی ربّک یومئذٍ المساق۔

ہرگز نہیں جب جان ہنسلی تک آجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کوئی ہے جو منتر کر دے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ جدائی کا وقت ہے اور پنڈلی پنڈلی سے سٹ جاتی ہے۔ اسی دن

تمہارے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔

یعنی موت اس وقت کا نام ہے جب سانس ہنسلی کی ہڈی تک آجاتی ہے اور حسرت دیاس میں انسان یہ چاہتا ہے کہ کوئی اسے جھوڑ منتر کر کے اس کیفیت سے نکال دے اور اسی کے ساتھ اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور سکرات موت کی شدت سے اس کی دونوں پنڈلیاں بے حس ہو کر سٹ جاتی ہیں اور وہ بے بس اور لاچار ہو کر رہ جاتا ہے یہی موت کا لمحہ اور وقت ہوتا ہے۔

موت کے لمحات احادیث کی روشنی میں

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں گئے اور قبر تک پہنچے اور قبر ابھی تیار نہیں تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو بیٹھ گئے اور آپ کے آس پاس ہم بھی بیٹھ گئے۔ جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے زمین کرید رہے تھے۔ پھر آپ آسمان اور زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اپنی نگاہ بلند وپست کرنے لگے اور فرمایا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگو۔ آپ نے دو یا تین بار فرمایا اور پھر تین بار فرمایا کہ۔

اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر۔

اے اللہ میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

جب مومن بندے کے دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف جانے کا وقت ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے آفتاب جیسے روشن ہوتے ہیں ان کے ساتھ جنت کی کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور اس کی نظر کی حد تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے پاکیزہ نفس نکل کر اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف آجا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے نکل آتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ۔ پھر اسے لیتے ہیں۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ جب باہر نکل آتی ہے تو آسمان وزمین کے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے کے فرشتے اللہ سے

دعا کرتے ہیں کہ اس کی جان ان کی طرف سے اوپر جائے۔) اور جب ملک الموت لیتے ہیں اسے ایک لمحہ بھی نہیں چھوڑتے اور اس کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے۔

توفته رسلنا وهم لا يفرطون۔

کہ ہمارے فرستادے اسے وفات دیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

اور اس سے بہترین خوشبو آتی ہے جو روئے زمین ہو سکتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور جو فرشتہ ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ پاک نفس کس کی ہے اور وہ اس کے بہترین نام کے ساتھ بتاتے ہیں کہ فلاں کے بیٹے فلاں کی۔ یہاں تک آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں اور جب دروازہ کھلتا ہے تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اپنے نزدیک آسمان تک اس کے پیچھے جاتا ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہونچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی میں لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ اور اسے زمین کی طرف واپس لا دیا جاتا ہے اور اس کی جان ڈال دی جاتی ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا رہتا ہے کہ دو سخت آواز فرشتے آتے ہیں اور اسے ڈانٹتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ وہ شخص جو تم میں بھیجا گیا کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آسمان سے ایک شخص اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔ اس کے لئے جنت کا فرش لگا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کے دروازے کھول دو۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے اور حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

اور جب کافر (اور ایک روایت میں ہے کہ نا فرمان) بندے کے دنیا چھوٹنے اور آخرت کی طرف جانے کا وقت ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ چہروں کے فرشتے

اترتے ہیں جن کے ساتھ جہنم کے ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کی حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سر کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث نفس! اللہ کے غصے اور غضب کی طرف نکل آ تو وہ اس کے بدن میں سکڑ جاتی ہے تو اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سلاخوں سے کھینچتے ہیں جس سے رگیں اور پٹھے کٹ جاتے ہیں اور ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے کے فرشتے یہی دعا کرتے ہیں اسے ان کی طرف سے۔ اسے اوپر نہ لایا جائے اور جیسے ہی ملک الموت جان نکالتے ہیں اسے فوراً ٹاٹ میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس سے روئے زمین کی بدترین بدبو آتی ہے اور جب اسے اوپر لے جاتے ہیں فرشتوں کی ہر جماعت سوال کرتی ہے کہ یہ خبیث نفس کس کی ہے اور وہ اس کے بدترین نام کے ساتھ بتاتے ہیں کہ فلاں کے بیٹے فلاں کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط۔

ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا نامہ اعمال سجین میں لکھ دو اور اس کے نفس کو زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے اور وہ اس کے بدن میں آجاتی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير اوتهوى به الريح فى مكان سحيق۔

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر رہا ہوتا ہے جیسے پرندے اچک رہے ہوں یا اسے ہوا دور دراز جگہ میں گرا رہی ہو۔

اور اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا رہتا ہے کہ دو سخت آواز فرشتے آتے ہیں اور اسے ڈانٹ کر بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے

ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر دونوں اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ جو شخص تمہارے اندر بھیجا گیا اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو وہ آپ کا نام نہیں بتا پاتا۔ تو اسے بتایا جاتا ہے کہ محمد ہیں۔ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ لوگوں سے جو سنا وہی کہا۔ اور پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے آگ کا فرش لگاؤ اور جہنم کا ایک دروازہ کھول دو جس سے اس کے شعلے اور تپش آتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے اور اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے سامنے ایک بدصورت شخص آتا ہے اور کہتا ہے تم اس چیز سے خوش ہو جاؤ جو تمہیں تکلیف دے تم سے اسی دن کا وعدہ کیا جا رہا تھا وہ پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ تمہارا برا عمل ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری میں سست اور نافرمانی میں جلد باز تھے اس لئے اللہ نے تمہیں برا بدلہ دیا پھر اس کے لئے ایک اندھا، گونگا، بہرا فرشتہ پیدا کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے جس سے پہاڑ کو ایک بار مار دیا جائے تو دھول ہو جائے اور اس کو اسی سے مارتا ہے اور وہ دھول ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ جیسا تھا بنا دیتا ہے، اور اسے دوبارہ مارتا ہے اور وہ ایسے چیختا ہے کہ جن و انس کو چھوڑ کر ہر چیز سن لیتی ہے۔

قبر کا عذاب جن و انسان کے سوا سب سنتے ہیں

زیدؓ بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے باغیچے میں اپنے خچر پر سوار ہو کر آئے کہ یکایک آپ کا خچر بھڑک گیا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور وہاں چھ یا پانچ قبریں تھیں آپ نے دریافت کیا کہ کوئی ان اصحاب قبر کو جانتا ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ میں، آپ نے سوال کیا کہ کب انتقال کئے؟ اس نے کہا کہ شرک کے زمانے میں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی قبروں میں انہیں آزمائش میں ڈالا جا رہا ہے اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا عذاب سنا دے۔ پھر آپ نے اللہ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگو تو ہم نے کہا کہ نعوذ باللہ من عذاب النار۔ (ہم اللہ سے جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو تو ہم نے کہا۔ نعوذ باللہ من عذاب القبر۔

بقیہ صفحہ پر

(آخری قسط)

علامہ محمد اسد مرحوم

جنہیں اسلام نے چرالیا تھا

ثروت صولت۔ پاکستان

عمر مختار سے ملاقات

سعودی عرب میں قیام کے زمانے کا ایک اہم واقعہ لیبیا کے عظیم مجاہد عمر مختار سے ان کی ملاقات ہے۔ یہ ملاقات بڑے مہم جو یانہ انداز میں ہوئی محمد اسد سنوسی تحریک سے بہت متاثر تھے۔ اور اس وقت ان کے خیال میں صرف یہی ایک تحریک تھی جو اسلامی معاشرے کے نصب العین کی تکمیل کے لئے جدوجہد کر رہی تھی، محمد اسد کے قیام سعودی عرب کے زمانے میں یہ تحریک بڑے نازک دور سے گزر رہی تھی، بلکہ بقول اسد اپنی بقاء کی آخری جنگ لڑ رہی تھی۔ تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے سید احمد شریف کا عمر مختار سے جن کے تحت مجاہدین اطالویوں سے جنگ کر رہے تھے۔ مسلسل رابطہ قائم تھا۔ ۱۹۳۰ء کے موسم خزاں میں محمد اسد نے مدینہ میں سید احمد شریف اور انکے رفیق محمد الزوی سے ملاقات کی اور ایک ہفتے کے صلاح ومشورے کے بعد یہ طے پایا کہ عمر مختار برقہ کے علاقے کو چھوڑ کر کفرہ کو مرکز بنالیں، جو ساحل سے بہت دور صحرائے اعظم میں واقع ہے اور وہاں سے اٹلی کے خلاف مزاحمت جاری رکھیں۔ محمد اسد نے سنوسی شیخ کا کتنا زبردست اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ عمر مختار

تک پیغام پہنچانے کا یہ نازک اور خطرناک کام انھوں نے محمد اسد کے سپرد کیا ان کو روانہ کرنے سے پہلے سید احمد شریف نے ان سے حلف لیا کہ وہ مجاہدین کے وفادار رہیں گے، محمد اسد لکھتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے جس یقین اور اعتماد سے حلف اٹھایا اور اس سے زیادہ یقین سے زندگی میں کبھی حلف نہیں اٹھایا۔

اس کے بعد محمد اسد ایک رہنما کے ساتھ بندرگاہ ینبوع کے پاس سے خفیہ طور پر ایک کشتی میں روانہ ہوتے اور چار دن بعد مصر کے ساحل پر قصیر کے شمال میں اترے۔ وہاں سے وہ بس کے ذریعے اسیوط پہنچے۔ اسیوط سے ریل میں بیٹھ کر بنی سویف پہنچے۔ یہاں ان کو ایک سنوسی رہبر ملا جس نے اونٹ پر بٹھا کر نخلستان سیوا کے راستے لیبیا۔۔کی سرحد تک پہنچا دیا۔ یہاں سے اسد اطالوی نگہبانوں کی نظر سے بچتے ہوتے دو مجاہدین کے بے آب و گیاہ صحرا میں ایک ہفتہ تک سفر کرنے کے بعد طلوع فجر سے پہلے اس جگہ پہنچے جہاں عمر مختار پڑاؤ ڈالے ہوتے تھے۔ جب محمد اسد نے سید احمد شریف کا پیغام عمر مختار کو پہنچا دیا۔ تو انہوں نے نہایت افسردہ انداز میں بتایا کہ کفرہ پر پندرہ دن پہلے ہی اطالوی قبضہ کر چکے ہیں۔

محمد اسد کا مشن ختم ہو چکا تھا ان کی واپسی کا سفر اور بھی زیادہ پر خطر تھا۔ وہ کس طرح اطالوی فوجیوں کی نظروں سے اور خار دار تاروں کے حصار سے بچ کر نکلے، ایک ہیجان انگیز اور دلچسپ داستان ہے جس کی تفصیل شاہراہ مکہ میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ آٹھ ماہ بعد عمر مختار گرفتار ہو گئے اور ان کو پھانسی دیدی گئی۔

برصغیر میں آمد

محمد اسد چھ سال تک سعودی عرب میں رہے، یہی زمانہ ہے جب انھوں نے

عربی زبان میں مکمل مہارت حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں ابن سعود سے اختلاف کیوجہ سے انھوں نے سعودی عرب چھوڑ دیا۔ اب انھوں نے برصغیر کا رخ کیا اور سیدھے کشمیر پہنچے، یہاں ان کی ملاقات کتاب "اقبال کے حضور میں" کے مصنف اور "خطبات اقبال" کے مترجم پروفیسر سید نذیر نیازی مرحوم سے ہوئی پھر وہ دہلی چلے گئے، جہاں ڈیڑھ تین سال قرول باغ میں ان کا قیام رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب راقم الحروف جامعہ ملیہ اسلامیہ میں طالب علم تھا اور رہائش قرول باغ کے دارالاقامہ میں تھی، دھلی سے اسد ڈیرہ دون چلے گئے۔

اس کے بعد محمد اسد حیدرآباد دکن کے مشہور تحقیقی رسالے "اسلامک کلچر" کے مدیر مقرر ہوئے، اور حیدرآباد میں ان کی مولانا مودودیؒ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ مدت حیدرآباد نہیں رہے دارالاسلام پٹھانکوٹ کے بانی چودھری نیاز علی خاں اپنے خط مؤرخہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء میں مولانا مودودیؒ کو لکھتے ہیں کہ مولانا اسد" جرمن نومسلم جو حیدرآباد میں رسالہ مسلم کلچر (صحیح اسلامک کلچر) کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں، انہوں نے میرا شریک کار بننا منظور کرلیا ہے۔ میں نے ان سے آپ کا ذکر کیا تھا۔ ان کو بھی جناب والا سے بہت عقیدت ہے۔

اس خط کے تین ماہ بعد چودہری نیاز علی خاں ایک اور خط مورخہ ۸ مارچ ۱۹۳۷ء میں مولانا مودودیؒ کو اطلاع دیتے ہیں کہ "مولانا اسد جمال پور (پٹھانکوٹ) میں آکر کئی روز قیام کر گئے ہیں وہ یہاں اپنا گھر بنانے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔ اور اس ادارے کو اپنی تالیف و تصنیف سے جو وقت بچے دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ مگر ابھی تک وہ اپنے مالی معاملات کے متعلق پریشان ہیں۔ اس کے بعد ۷ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں مولانا کو اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا محمد اسد چند روز سے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں

ان کا خط آپ کے نام اس خط میں ہے۔

اسعد گیلانی مرحوم نے "اقبال دارالاسلام اور مودودی" نامی کتاب میں لکھا ہے کہ فقہ اسلامی کی تدوین جدید کا جو خیال اقبال نے پیش کیا تھا اس کی سربراہی کے سلسلے میں علامہ محمد اسد کا نام بھی شامل تھا۔ جو اس وقت ماہنامہ "عرفات" (انگریزی) نکال رہے تھے لیکن یہ روایت غیر واضح ہے۔ اقبال کا انتقال ۱۹۳۸ء میں ہو چکا تھا اور "عرفات" ۱۹۴۸ء میں نکلنا شروع ہوا تھا۔

لاھور میں محمد اسد کی ملاقات اقبال سے بھی ہوتی رہتی تھی، جس کا ذکر سید نذیر نیازی نے اپنی کتاب "اقبال کے حضور" میں کیا ہے۔ اقبال اس زمانے میں بیمار تھے۔ اور محمد اسد نے صرف لاہور میں مقیم دو جرمن ڈاکٹروں سے علاج کرنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء کو ان دونوں ڈاکٹروں کو اقبال کے پاس لائے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں محمد اسد مشرقی ترکستان، چین اور انڈونیشیا کے سفر کا منصوبہ بنا رہے تھے لیکن اقبال نے اس ارادے کو ترک کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہ یہیں رہکر مستقبل کی اسلامی ریاست کی علمی انداز میں وضاحت کریں جو ان کے دماغ میں محض ایک خواب کی شکل میں تھی۔ اسد لکھتے ہیں کہ "اقبال کے خیال میں اور میرے خیال میں یہ خواب اسلام کی خوابیدہ امیدوں کے احیاء کا واحد طریقہ تھا اقبال کا یہ مشورہ یا تو محمد اسد نے قبول کر لیا یا پھر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے عملی جامہ نہیں پہن سکا۔ جرمن ہونیکی وجہ حکومت ہند نے ان کو نظر بند کر دیا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ رہا ہوئے اور کچھ وقت ڈلہوزی کے پہاڑی مقام پر گزارا۔

پاکستان اور اسلامی دستور

پاکستان بننے کے بعد محمد اسد نے اپنی تحریروں کے ذریعہ اسلامی دستور اور اسلامی نظام حکومت کی وضاحت کی۔ حکومت پنجاب نے ۱۹۴۸ء میں جب اسلامی تعمیر نو کا محکمہ قائم کیا تو محمد اسد کو اس کا ڈائریکٹر بنا دیا۔ اور رادارے کی طرف سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونیوالے مجلہ "عرفات" کے وہ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کی پہلی اشاعت میں جو غالباً مارچ ۱۹۴۸ء کی تھی۔ محمد اسد نے "اصول دستور اسلامی" کے نام سے ایک معرکہ آرا مقالہ لکھا جو رسالے کے صفحہ ۲۵ سے ۴۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ مقالہ اسلامی دستور کی تدوین میں مددگار ثابت ہوا۔ محمد اسد نے اپنی کتاب "اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول" کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "خاص سیاسی حالات کے باعث جن پر یہاں بحث کی ضرورت نہیں، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے سلسلے میں میری بہت کم تجاویز سے فائدہ اٹھایا گیا۔ لیکن قرارداد مقاصد میں جسے دستور ساز اسمبلی نے ۱۹۴۹ء میں منظور کیا تھا۔ میری تجاویز کی صدا سنی جا سکتی ہے"۔

دو سال بعد محمد اسد کو پاکستان کے محکمہ خارجہ میں منتقل کر دیا گیا، جہاں وہ وزارت خارجہ مشرق وسطیٰ کے ڈویژن کے سربراہ مقرر کر دیئے گئے۔ اس عہدہ کے دوران انھوں نے پاکستان کے اسلامی دنیا سے رشتوں کو مستحکم کرنیکی کوشش کی۔ اس کے بعد ۱۹۵۲ء کے اوائل میں ان کو نیویارک میں اقوام متحدہ کے پاکستانی مشن میں وزیر مطلق (Minister of Plenipotentiary) بنا کر بھیجا گیا۔

ان کی خود نوشت سوانح "روڈ ٹو مکہ" جسکا اردو میں "شاہ راہ مکہ" کے نام سے ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ کتاب Islam at the cross Road اور صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ برصغیر میں ان کے قیام سے تعلق رکھتا ہے

دیگر تصانیف

جب محمد اسدؒ کا اقوام متحدہ کے پاکستانی مشن سے تعلق ختم ہوگیا تو ان کی باقی زندگی امریکہ، یورپ اور مراکش میں علمی مشاغل میں گزری۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مراکش میں مستقل رہائش اختیار کرلی تھی۔ اور شاید انکی دوسری بیوی مراکش سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ امریکہ میں قیام کے دوران انہوں نے اسلامی مملکت کے موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی جو یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس برکلے سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی اور ۱۹۶۳ء میں اس کا اردو ترجمہ "اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول" کے نام سے شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا یہ ترجمہ مولانا غلام رسول مہر کا ہے اس میں انہوں نے ایک ایسی اسلامی مملکت کے خدوخال واضح کرنیکی کوشش کی ہے جو قدامت پسندی اور جدیدیت کے درمیان ہو۔

لیکن امریکہ میں قیام کا سب سے اہم کام قرآن کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر ہے جو *The massage of the Quraan* کے نام سے شائع ہوا اور محمد اسد کی سو سالہ محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ مع متن ۹۹۹ صفحات پر مشتمل ہے بعض علماء کے نزدیک یہ انگریزی کا سب سے اچھا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ کام رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام کیا تھا۔ لیکن علماء کی طرف سے بعض مقامات پر اعتراض کی وجہ سے رابطہ نے اس کو عام کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کے سارے مطبوعہ نسخے ضائع کر دیئے بعد میں یہ ترجمہ امریکہ سے شائع ہوا۔

حال ہی میں محمد اسدؒ کی تمام کتابوں کے دارالاندلس جبرالٹر سے نئے ایڈیشن شائع کئے گئے ہیں جن میں "اسلام ایٹ دی کراس روڈ" کا چودھواں ایڈیشن بھی شامل ہے۔ ایک سو چار صفحہ کی یہ مختصر مگر فکر انگیز کتاب بے شمار مسلمان

دانشوروں کو متاثر کر چکی ہے ۱۹۸۶ میں راقم الحروف نے ان کی زیر طباعت ایک نئی کتاب کا اشتہار بھی دیکھا تھا جس کا نام This Law of Ours and the Essays
معلوم نہیں یہ کتاب شائع ہوئی یا نہیں۔ اس میں انھوں نے شریعت اور فقہ کے فرق کی وضاحت کی ہے اور غالباً ان کے متفرق مقالات کا مجموعہ ہے،

محمد اسد مراکش سے اکثر اسپین اور پرتگال جاتے رہتے تھے۔ طویل عمر کے باوجود ان کی صحت چار پانچ سال پہلے تک اتنی اچھی تھی کہ وہ میڈرڈ اور لزبن کی پر ہجوم سڑکوں پر بغیر کسی دقت کار چلا لیتے تھے۔ وفات کے وقت وہ ۹۲ سال کے تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان کے ایک اور ہم وطن دانشور اور محقق عبد الکریم جرمانوس نے ایسی ہی طویل عمر پائی اور ۹۵ سال کی عمر میں ۱۹۷۹ء بوداپسٹ میں انتقال کیا

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ محمد اسدؒ کے بارے میں مولانا مودودیؒ کی رائے بھی پیش کر دی جائے جس کا اظہار انھوں نے چودھری نیاز علی خاں کے نام اپنے خط مورخہ ۱۹ رمضان (نومبر) ۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں کیا تھا مولانا لکھتے ہیں۔

"جناب محمد اسد صاحب سے حیدر آباد میں ایک مرتبہ مل چکا ہوں۔ ان کی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈ اور ترجمہ صحیح بخاری دونوں میری نظر سے گزری ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دور جدید میں اسلام کو جتنے غنائم یورپ سے ملے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیرا ہے۔ اسلام کی اسپرٹ اس میں پوری طرح حلول کر گئی ہے۔ اور اسلام کو اس نے علماء سے زیادہ اچھی طرح سمجھا ہے، جو پچاس پچاس برس سے درس و تدریس میں مشغول ہیں اگر یہ شخص آپکے ادارے کے لئے مل گیا تو میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور نہایت خوش قسمت سمجھتا ہوں۔ (بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

ہندوستان کے تین بڑے مدارس

میرے احساسات وتاثرات کے آئینہ میں

مولانا عبدالرؤف رحمانی۔ ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال۔

ہندوستان کے اندر مختلف النوع اور مختلف المقاصد علماء کا جال بچھا ہوا ہے اور ان کے مختلف مسلک کے تحت ملک میں بے شمار مدارس ومکاتب اور کچھ جامعات ومعاہد بھی موجود ہیں، ہندوستان میں ہمارے گردوپیش جو چھوٹے چھوٹے مدارس ومکاتب ہیں ان کا ذکر چھوڑ دیا جائے تو مئو کے تین عربی مدارس فیض عام، دارالحدیث، مدرسہ عالیہ اور دہلی کے مدارس، ریاض العلوم، مدرسہ میاں صاحب مرحوم مدرسہ المعہد الاسلامی جوگا بائی نئی دہلی اور بمبئی میں ضیاء العلوم محلہ مومن پورہ اور تحفیظ القرآن کاندیولی اور مالیگاؤں کے جامعہ محمدیہ منصورہ قابلِ ذکر ہیں اور سب اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں لیکن تین مدارس ان میں بڑے نامی گرامی اور معروف ومشہور ہیں جو جامعہ ودارالعلوم کہے جانے کے مستحق ہیں اور انہیں بجا طور پر جامعہ یا مرکزی دارالعلوم کا لقب دیا جاسکتا ہے۔ ہم ذیل میں ان تین مدارس کا نام پیش کر رہے ہیں جن کی ایک شاندار تاریخ اور شاندار ماضی ہے۔

ابھی حال ہی میں مرکزی دارالعلوم بنارس ۲۷، ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء کے جلسہ میں گیا تھا وہاں مختلف مکتبات والے کتابوں کا ذخیرہ لے کر آئے تھے۔ ایک کتاب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادیؒ کی "حیات وخدمات" ہے میں نے بھی خریدیا اس کے مطالعہ سے بہت مستفیض ومتاثر ہوا، اس میں مولانا عبدالعزیز صاحب آزادیؒ کے اوصافِ جمیلہ، ان کے ورع وتقویٰ، کمال درجہ پرہیزگاری اور کمال علم وفضل کے دلچسپ ودلنواز ودلگداز واقعات بھی مرقوم تھے۔

میں نے محسوس کیا کہ جتنے مشہور عربی مدارس ہیں ان کے لئے کوئی نہ کوئی صاحب فضل، اہل علم

بزرگ محرک ہوتے ہیں میں نے اس کتاب میں پڑھا کہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری نے اپنا فیض وافر مئو و بنارس پر ڈالا مئو و بنارس کی حنفی بستیاں ان کے فیض صحبت سے اتنا زیادہ متاثر ہوئیں کہ انہوں نے کتاب و سنت کے پیروکار رہنے کی دعوت کو شرح صدر سے قبول کرلی اور کھلے طور پر حنفیت سے اہل حدیث جماعت میں شامل ہونے کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھا۔

اسی طرح مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادیؒ کا علم وفضل پورے ہندوستان کی علمی دنیا میں مشہور تھا آپ نے بہت سی مسجدوں کو جماعت اہل حدیث کے حوالہ کیا۔ بہت سے مقدمات میں دلچسپی سے حصہ لیا۔ بہت سے مناظرات میں کامیاب و سرفراز رہے۔ علامہ شبلی مرحوم کی مایۂ ناز کتاب "سیرۃ النعمان" کے ابطال و تردید میں ایک بہترین و مدلل کتاب "حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان" نامی تصنیف فرمائی جس کے بیان کی خوبیوں اور قوت دلائل کو علامہ شبلی نے بھی تسلیم کیا۔ بنگال کے مناظرۂ مرشد آباد مشہور زمانہ ہے اسی طرح مولانا رحیم آبادیؒ کا ذکر خیر، شہرہ و چرچا بہار، بنگال سے نکلتا ہوا دہلی کی راجدھانی تک پہنچا اور دہلی کے خواص بلکہ اخص الخواص نے آپ کی وہ پذیرائی کی جو حدِ قیاس سے باہر ہے، ان کا اثر بھی دہلی کے شیخ عطاء الرحمٰن اور عبدالرحمٰن پر پڑا اور مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے طفیل مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا آغاز ہوا۔ اور انہیں کے مشوروں کی برکت سے دارالحدیث رحمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا بس دراصل یہ سارے مدارس انہیں صاحب تقویٰ، ائمہ ھدیٰ کی یادگار اور مرہونِ منت ہیں۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

مدرسہ احمدیہ آرہ سے مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ تک

غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان میں درسگاہ ولی اللہی ہی ایک ایسی درسگاہ تھی جہاں سے پوری دنیا میں علم حدیث کی روشنی پھیل رہی تھی، اگر اس وقت اس کے بعد کوئی درسگاہ تھی تو سوائے فقہ اور علم کلام کے کسی دوسرے فن پر کوئی توجہ نہ تھی۔ جب غدر کے بعد مکمل

طور پر ہندوستان پر انگریزوں کا غلبہ و تسلط ہو گیا اور دین خطرہ میں محسوس ہونے لگا تو جناب میاں سید نذیر حسین صاحب کے تلامذہ نے مختلف مقامات پر ایسی درسگاہیں جاری کرنے کی سوچی جہاں سے اس کی روشنی کو عام کیا جا سکے چنانچہ ۱۲۹۸ء میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مہاجر مکی آرہ شہر میں ایک مدرسہ بنام "مدرسہ احمدیہ" کی بنیاد ڈالی۔ دیگر جید علماء کے علاوہ استاذ الاساتذہ جناب حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری کو صدر المدرسین کی حیثیت سے مقرر فرمایا۔ قوم و جماعت دین کے لئے مائل اور قرآن و حدیث کے علم کی پیاسی تھی۔ پورے ہندوستان سے اس درسگاہ میں علم کی پیاس بجھانے کے لئے شائقین کا تانتا بندھ گیا اور حقیقت یہ ہے اس دور میں اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا مدرسہ موجود بھی نہ تھا۔

چند سال کے بعد حضرت مولانا ابراہیم صاحب آرویؒ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو ایک ایسے آدمی کی تلاش شروع ہوئی جو مدرسہ کو بحسن وخوبی چلا سکے چونکہ سرداری کے سلسلہ میں آپ کی نظر مولانا رحیم آبادی ہی پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ مدرسہ کی باگ ڈور مولانا رحیم آبادی کے حوالہ کر کے آپ عازم مکہ مکرمہ ہو گئے۔

مولانا مرحوم نے جب بار اہتمام اٹھایا تو سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اسی شان کے ساتھ مدرسہ کو چلاتے رہے آخر عمر میں جب ضعف غالب ہو گیا اور مدرسہ میں زیادہ وقت دینا دشوار ہو گیا نیز مولانا آروی صاحب کے ورثاء کی طرف سے بھی کچھ گڑبڑ شروع ہونے لگی تو مولانا نے سوچا کہ اب اس عمر میں آرہ میں اس مدرسہ کو رکھ کر انتظام کرنا مشکل ہے۔ دوسرے اخراجات کا اکثر حصہ علاقہ ترہت سے وصول ہوتا تھا جس میں آپ کی پیرانہ سالی کی وجہ سے کمی واقع ہونے لگی تو خیال پیدا ہوا کہ اس مدرسہ کو یہاں سے منتقل کر کے دربھنگہ ہی لے جایا جائے جہاں انتظام کرنا آسان ہو گا۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت دربھنگہ شہر کے بلوا گنج محلہ میں تھوڑی سی زمین حاصل کی اور ایک جھونپڑی کھڑی کر دی جس میں وقتاً فوقتاً قیام فرماتے اور پھر ایک مدرس جناب حافظ عبداللہ صاحب بھوار دی کو رکھ کر بچوں کی تعلیم کا نظم ونسق فرمایا اب وہی جھونپڑی علاقہ ترہت کا مرکز تھی جہاں سے مولانا کے مشن کی کامیابی کی تدبیریں ہوتی تھیں اور اسی ہیڈ کوارٹر سے پروگرام طے ہو کر عمل درآمد ہوا کرتا تھا۔

یہی جھونپڑی مدرسہ کی بحالی اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا مرکز اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے سنگِ بنیاد کا باعث بنی۔ (حیات و خدمات۔ص ۶۲، ۶۳)

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار

محلہ بلواگنج میں مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادیؒ مدرسہ کے لئے زمین حاصل کر چکے تھے۔ جیسا کہ ذکر آچکا ہے کہ مولانا موصوف اپنی کبرسنی اور علالت کی وجہ سے مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ میں زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے اس لئے خیال تھا کہ مدرسہ کو وہاں سے منتقل کر کے دربھنگہ لے آؤں، چنانچہ اس مکان میں جو اپنی زمین میں تیار کیا تھا اہل چک زہرہ کی معاونت سے منشی اصغر حسین صاحب پیغمبر پوری اور پھر حافظ عبداللہ صاحب بھواروی کو رکھ کر بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا اور اس کے چند مہینوں کے بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

بابو عبداللہ صاحب مرحوم آپ کی جگہ جماعت کے امیر مقرر ہوئے اس لئے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم کی اسکیموں کو عملی جامہ پہنانا اپنا فرض سمجھ کر اس مکتب کو مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ کا بدل بنانا اپنی ذمہ داری بنائی۔ چونکہ خود تو مستقل طور پر دربھنگہ میں سکونت نہیں اختیار کر سکتے تھے اور اس وقت شہر میں جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب علیہ الرحمہ موجود تھے جو اپنے کاموں میں پیش پیش تھے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم کی علالت کے زمانہ میں روزانہ حاضری دیتے تھے بابو عبداللہ مرحوم نے اپنی نائب کی حیثیت سے سید فرید صاحب کا انتخاب فرمایا۔

۱۳۳۶ھ سے ۱۳۴۷ھ تک تقریباً ۱۱ سال بابو عبداللہؒ مرحوم کے بعد جناب ڈاکٹر سید فرید صاحب مرحوم اندرونی و بیرونی معاملات کو خود ہی دیکھتے رہے اور انتظام کرتے رہے، باضابطہ کمیٹی بھی بنی جس میں شہر و بیرونِ شہر کے ہمدردان جماعت بحیثیت اراکین مجلس شریک رہے اور بہت جلد وہ وقت آیا کہ مکتب کی جھونپڑی محل میں تبدیل ہو گئی اور مکتب احمدیہ پھر مدرسہ احمدیہ سلفیہ دارالعلوم بن گیا جس سے ہزاروں علماء اور تشنگانِ علوم سیراب ہو کر نکلے اور ملک و بیرون ملک میں بانی و ناظمین اور اساتذہ کا نام روشن کر رہے ہیں فی الحال جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بعد جماعت نے یہ ذمہ داری سید عبدالحفیظ صاحب سلفی کے سر ڈال دی جو اپنی پیش روؤں

سے بھی زیادہ انہماک و ترقی کے ساتھ دار العلوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی اس دینی خدمت کو قبول فرماکر زاد آخرت بنا دے اور موجودہ منتظمین کو مدرسہ کے مقاصد کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔ آمین۔

(حیات وخدمات ص ۹۱)۔

مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ کی علمی خدمات اور اچھے مدرسین کا بہت زمانے سے شہرہ ہے جس زمانہ میں مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر میں مدرس تھا ڈاکٹر سید فرید صاحب نے بحیثیت مہتمم مجھے خط لکھا تھا کہ آپ بحیثیت مدرس میرے یہاں آنا منظور کریں، میرے یہاں سے آپ کو ۵۰ روپے ماہانہ مشاہرہ ملے گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کا کوئی بھانجہ، بھتیجہ یا رشتہ کا کوئی لڑکا آپ کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ رشتہ داروں کے لڑکوں کے ساتھ ہونے سے مدرسہ کے نظام میں بڑا خلل ہوتا ہے۔

چونکہ اس وقت ہم مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر سے وابستہ ہوچکے تھے اس لئے محترم والد صاحب مرحوم نے جانے کی اجازت نہیں دی لیکن اس واقعہ سے ڈاکٹر سید فرید صاحب کے فہم و تدبر اور دور اندیشی اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد کے ساتھ کسی رشتہ دار کا ہونا واقعی مدرسہ کے نظام میں خلل کا باعث ہوتا ہے۔

مولانا سید احمد فرید صاحب سے ایک دو بار جلسوں میں ملاقات ہوئی لیکن جب ڈاکٹر سید عبد الحفیظ کا زمانہ آیا تو اس وقت میری تقریروں کے شباب کا زمانہ تھا انہوں نے بارہا مجھے اپنے مذاکرۂ علمیہ کے جلسوں میں مدعو کیا اور وہاں میرا بارہا جانا ہوا اور ڈاکٹر سید عبد الحفیظ صاحب برابر کہتے رہے کہ آپ کا ہمارے جلسے میں آجانا ہی کافی ہے یہ ہمارے جلسے کی کامیابی کی دلیل ہے چاہے آپ کی تقریر ہو یا نہ ہو۔ ہمیشہ بہت فرحت کے ساتھ پرتپاک استقبال کرتے رہے اور بڑے ہی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کرتے رہے، ہمارے ان کے درمیان بہت اچھے تعلقات رہے جو اس وقت سے اب تک قائم ہیں اور ڈاکٹر صاحب موصوف جب تک سفر کے قابل رہے سعودیہ، کویت، قطر وغیرہ کا دورہ مدرسہ کے لئے خود کرتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی خاص یادگار یہ ہے کہ اس کو مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادیؒ نے قائم کیا تھا اور اس بزرگ

وحید عالم نے اس کی آبیاری کی تھی ان کے بعد کے جانشین حضرات نے بڑی کافی جدوجہد اور محنت کیا اور تعلیمی و تعمیری خدمات میں احمدیہ سلفیہ کو ایک جامعہ کی شکل میں تبدیل کردیا۔ اس سے بہت اچھے سلفی علماء و فضلاء پیدا ہوئے انہیں سلفی علماء میں سے گل سرسبد قابل فخر مولانا سید لقمان صاحب سلفی ہیں جو اپنے مشہور ادارہ احمدیہ سلفیہ کو ہمیشہ ترقی یافتہ اور ممتاز دیکھنا چاہتے ہیں۔

آج کل مولانا خوبیٔ قسمت سے ریاض میں محترم ومکرم شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کے دفتر کے ترجمان ہیں ان کی وجہ سے احمدیہ سلفیہ کو بڑا وقار حاصل ہے اور ہمیشہ وہ اپنے مادر علمی کو اپنے سینہ بے کینہ میں یاد رکھتے ہیں۔

اگرچہ مولانا لقمان سلفی نے اپنے خصوصی تعلقات واثرات کی بنا پر اپنے گاؤں "چندنبارہ" میں ایک بڑا پرشکوہ وعالیشان مدرسہ ایک مستحکم نظام کے ساتھ کھول دیا ہے اس میں سلفی حضرات اور کچھ مندوبین ومبعوثین بھی تعلیمی وتدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن اس کی وجہ سے احمدیہ سلفیہ کا وقار ومقام کچھ فروتر نہ ہوگا انشاء اللہ۔ ہمارے محترم شیخ لقمان صاحب سلفی اس حقیقی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھیں گے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔ السابقون السابقون اولئك المقربون۔ سابق لوگ سابق ہوں گے وہی لوگ درا صل خدا کے مقرب ہوں گے کسی عربی شاعر نے کہا ہے۔

الفضل للمتقدم یعنی جنہوں نے پہل وپیش رفت کی ہے فضیلت کے وہی مستحق ہیں یہ میری پرخلوص دعا ہے کہ احمدیہ سلفیہ اپنی تعمیری وتعلیمی، دعوتی وتبلیغی، تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں میں ترقی کرے اور اس کا پریس بھی روز افزوں ترقی پذیر رہے بالخصوص مدرسہ نسواں اور طبیہ کالج اور نرسری اسکول کو اللہ تعالیٰ عروج وترقی عطا فرمائے اور میرے محترم ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب کے ابناء کرام وجانشین حضرات کو ان خاکوں میں مزید رنگ بھرنے اور جملہ مشروعات ومدارس کو بام عروج پر پہنچانے کی بہترین توفیق عطا فرمائے۔ ●

بقیہ ص۳۱ کا

نہیں ہے۔ ہم اسلام کے زیرسایہ چل کر زندگی بسر کرتے ہیں اور باہمی مشورہ سے وطن کے لئے کام کرتے ہیں۔ ●

حرمین شریفین کی ترقی اور جدید کاری کے لئے مزید منصوبے زیرِ غور

نصاب تعلیم میں تبدیلی کا اشارہ . نو آزاد جمہوریاؤں کی امداد پر زور

خادم حرمین شریفین کا ابنائے وطن سے خطاب

ادارہ

خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے حرمین شریفین اور مکہ و مدینہ کی تعمیر و ترقی اور حجاج و زائرین کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلہ میں حکومت سعودی عرب کی کوششوں کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا ہے۔

گزشتہ ۱۶ اپریل کو جدہ میں ابنائے وطن سے ملاقات کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی جدید کاری کے سلسلہ میں مستقبل کے منصوبوں اور زیرِ غور تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرے ذہن میں بہت سے ایسے منصوبے ہیں جن سے حرمین شریفین اور دونوں مقدس شہروں کی روحانیت اور شوکت و رونق میں اضافہ ہوگا۔

خادم حرمین شریفین نے اعلان کیا کہ حرم کی کے آس پاس اژدحام کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے گہرائی کے ساتھ غور و خوض کیا جارہا ہے۔ اس ذیل میں متعدد تجاویز زیرِ غور ہیں، جن میں ایک تجویز یہ ہے کہ حرم شریف کے اطراف میں الیکٹرک ٹرین کا نظم کیا جائے. جو حجاج و زائرین اور نمازیوں کو بس اسٹینڈ تک جانے کی سہولت فراہم کرے گی. دوسری تجویز یہ ہے کہ حرم کی مرکزی سمتوں میں سرنگیں اور بس اسٹینڈ تعمیر کئے جائیں، تاکہ حجاج و زائرین سرنگ کے نیچے سے بجلی کے زینوں کے ذریعہ آسانی کے ساتھ حرم تک پہنچ سکیں انہوں نے کہا کہ ان کے علاوہ بھی دوسری زیادہ مفید تجاویز پر غور کیا جائے گا اور منظوری کے بعد ان کو روبہ عمل لایا جائے گا۔

انہوں نے مزید کہا کہ حرمین شریفین کی توسیع کا کام ہماری اولین ترجیحات میں

شامل تھا، اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم کام کو تکمیل تک پہونچانے کی توفیق بخشی۔

شاہ فہد نے "خادم حرمین شریفین" کے لقب پر اپنے ناز وافتخار کا اظہار کرتے ہوئے وضاحت کی کہ انہوں نے اپنے لئے "جلالۃ الملک" کے بجائے خادم حرمین شریفین کا لقب کیوں پسند کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت عرصہ سے یہ سوچا کرتا تھا کہ "جلال" اللہ کی صفت ہے اور بندوں کے لئے اس کا استعمال مناسب نہیں ہے۔ خدا کا فضل ہے کہ اس نے مجھے خادم حرمین شریفین بننے کی توفیق دی۔ انہوں نے کہا کہ خادم حرمین کا خطاب میرے لئے باعث اعزاز وسعادت ہے۔

خادم حرمین شریفین نے زور دے کر کہا کہ دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں کی تائید وحمایت اور امداد و تعاون کرنا سعودی عرب کی اسلامی ذمہ داری کا ایک حصہ ہے۔ حرمین شریفین کی خدمت کا شرف رکھنے والے ایک ملک کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی خبرگیری کریں اور ان کے معاملات میں مداخلت کے بغیر جہاں تک ہو سکے، امن واستحکام اور خوش حالی کی فراہمی میں ان کی غیر مشروط مدد کریں۔

شاہ فہد نے وسط ایشیا کی حال میں آزاد ہونے والی اسلامی جمہوریاؤں کی امداد کرنے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں ۷۰ سال سے زیادہ عرصہ تک کمیونزم کے ظلم واستبداد کا شکار رہنے کے باوجود اب بھی اپنے اسلامی عقائد پر قائم ہیں۔ کمیونسٹ سامراج سے آزادی حاصل کرنے کے بعد سخت ضرورت ہے کہ ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ ماضی کے رنگ کو صاف کر کے مستقبل کے تقاضوں کا سامنا کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب نے ان اسلامی جمہوریاؤں کے تعاون کے لئے ایک منظم منصوبہ تیار کیا ہے جس میں سرفہرست یہ ہے کہ وہاں عربی زبان کی تعلیم کے لئے سعودی اساتذہ بھیجے جائیں تاکہ وہاں کے مسلمان قرآن کی زبان میں دین کے اصول وعقائد کو سمجھ سکیں۔

شاہ فہد نے کہا کہ غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے میں بعض خطرات اور اندیشے ہیں، کیونکہ کوئی بھی زبان اس زبان کے معیار کو نہیں پہنچ سکتی جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب نے غیر عربی داں لوگوں کے لئے قرآن کے جو تراجم

تقسیم کئے ہیں وہ عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے سے قبل کے مرحلہ کے لئے ہے۔

خادم حرمین شریفین نے بتایا کہ نو آزاد اسلامی جمہوریاؤں کی مدد کے لئے متعدد ایسے منصوبے زیر غور ہیں جو ان کے لئے ترقی کی راہیں کھولنے اور موجودہ اقتصادی بحران سے نکلنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

گزشتہ دنوں متعدد نو آزاد جمہوریاؤں کے سربراہوں کے دورۂ سعودی عرب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں سعودی عرب کو احترام واعتبار کی نظر سے دیکھتی ہیں، کیونکہ سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جو اپنے تمام معاملات میں اسلامی طریقہ کار نافذ کرتا ہے اور جو دوسروں کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں سعودی عرب پر اعتماد کرتی ہیں اور اس کے ساتھ معاملہ اور لین دین کو اولیت دیتی ہیں۔

شاہ فہد نے کہا کہ باصلاحیت سعودی شہری پیدا کرنا حکومت کا اہم ترین مقصد ہے اور اس مقصد کے حصول کا بنیادی ذریعہ تعلیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مملکت کے مختلف شہروں اور علاقوں میں اسکولوں، تعلیم گاہوں اور یونیورسٹیوں کے قیام پر ہزاروں ملین خرچ کئے ہیں، جس کے نتیجہ میں موجودہ قابل فخر تعلیمی صورتحال وجود میں آئی ہے۔

خادم حرمین شریفین نے کہا کہ تعلیمی نصاب پر نظر ثانی اور اس کو موجودہ مرحلہ سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظر ثانی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ موجودہ نصاب میں کوئی کمی یا خامی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نصاب کے نفاذ کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور کامیابیوں اور ناکامیوں کا حساب کیا جائے۔

انہوں نے کہا کہ اس نصاب نے طلبہ اور طالبات کو بہتر ثقافتی اور علمی صلاحیت فراہم کی ہے لیکن اس میں مملکت کی تاریخ و جغرافیہ، اس کی موجودہ صورت حال اور مستقبل کے منصوبوں پر بہت زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ضرورت ہے کہ تعلیم کے تمام مرحلوں میں کچھ ایسا علمی اور تاریخی مواد شامل نصاب کیا جائے جو وطنی انتساب کے تصور کو پختہ اور راسخ کرے اور ابنائے وطن کو ملک کی زیادہ سے زیادہ خدمت پر آمادہ کرنے کا محرک بنے۔ انہوں نے مزید

کہا کہ انگریزی زبان کو تعلیم کے تمام مراحل میں بنیادی موضوع کی حیثیت سے شامل نصاب کیا جائے گا۔ کیونکہ زندگی کے تمام میدانوں میں دنیا کا کاروبار اسی زبان کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ شاہ نے کہا کہ تعلیمی نصاب میں عنقریب تبدیلی کی جائے گی لیکن ہم اس میں عجلت سے کام نہیں لیں گے۔ ممکن ہے یہ کام آئندہ سال یا اس کے بعد والے سال میں انجام پائے۔

مختلف میدانوں میں سعودی عرب کی ترقی پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے خادم حرمین شریفین نے کہا کہ بحمداللہ آج ہمارے پاس سائنسداں، ڈاکٹر، انجینئر اور اقتصادیات اور تعلیم و تربیت کے ماہرین موجود ہیں انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے ملک کے باشندوں پر ناز ہے جنہوں نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ پاکیزہ بیج کی پاکیزہ پیداوار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات اور زیادہ باعث مسرت ہے کہ سعودی عرب ان تمام ترقیات کے ساتھ اپنے اسلامی اصولوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کو نافذ کرتا ہے۔ بحمداللہ سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جو اپنے تمام معاملات میں اسلامی شریعت پر عمل کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی لئے اللہ رب العزت نے ہمیں اپنی نعمتوں سے مالامال فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا ملک خوش حال ہے اور ہماری اقتصادیات مضبوط ہے۔ ہر چند کہ ہمیں مصائب اور بحران کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن اسلامی اصولوں پر ثابت قدم رہنے کی بدولت ہم ہر بحران سے سرخ رو ہو کر نکلے ہیں۔"

خادم حرمین شریفین نے محبت و شفقت سے لبریز اپنی گفتگو میں ابنائے وطن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ سب میرے بھائی اور میرے بچے ہیں۔ میں آپ ہی میں کا ایک فرد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذمہ داری کا بار اٹھانے کا شرف بخشا ہے۔ فی الحقیقت یہ بڑی عظیم ذمہ داری ہے جس پر خدائے رب العزت میرا محاسبہ اور میری باز پرس کرے گا۔ اس بار گراں کو میں نے اپنے کاندھوں پر صرف اس لئے اٹھا کر رکھا ہے تاکہ اپنے ملک اور اس کے فرزندوں کی خدمت کرسکوں اور اس وقت میری مسرت کی انتہا نہیں رہتی جب مجھ سے کوئی ایسا کام بن پڑتا ہے جو سعودی شہری کے لئے باعث مسرت اور راحت ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایک خاندان کے مانند بنایا ہے جس کے افراد میں کوئی نفرت اور لڑائی

بقیہ ص ۲۷ پر

بوسنیا میں مسلمانوں کی حالتِ زار

ابو الکلام احمد گورکھپوری

ہم ہمیشہ سے یہ روایت دیکھتے آرہے ہیں کہ جب جب مسلمانوں نے اسلام کی بقاء کے لئے جدو جہد کی ہے تو مارے کاٹے گئے ہیں اپنے ہی حقوق طلب کرنے پر دھتکارے گئے ہیں۔ اپنی آزادی کے لئے لڑتے ہیں تو باغی دغدار کہلاتے ہیں غرضیکہ طرح طرح کے مصائب ان کے ساتھ ہیں اور یہ سلسلہ مستقل طور سے جاری ہے اور ہم آئے دن ان خبروں کو دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

الجزائر اور یوگوسلادیہ کے نہ بھلائے جانے والے مظالم ابھی ہرے ہی تھے کہ بوسنیا کے مسلمانوں کے قتل عام نے عالم اسلام کے ذہن و دماغ کو ایک بار پھر بری طرح جھنجھوڑ دیا ہے۔

بوسنیا یورپی ممالک میں مسلم اکثریت کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ جہاں کے مسلم عوام نے اسلام کی بقا، آزادی نفس اور عزت و آبرو کے تحفظ اور طریقۂ اسلام پر عمل کرنے کے لئے آواز اٹھائی تو کروشیائی اور سربیائی فوجیں جو پہلے باہم پیکارِ جنگ تھیں۔ بوسنیائی مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے متحد ہو گئی ہیں اور ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کر چکی ہیں۔ ہجرت کی راہیں مسدود کر دی گئی ہیں۔ بے گھر کئے جارہے ہیں۔ غذا اور ضروری اشیاء بند کر دی گئی ہیں۔ طبی امداد مفقود ہے جہاں بچوں سے ان کے ماں باپ بھائی بہن، خالہ اور ماموں کا سایہ ختم کیا جارہا ہے وہیں معصوم بچوں کو بھی بے دریغ قتل کیا جارہا ہے۔ ان بچوں کے لئے تعلیم اور اسکول کا تصور تو دور کی بات ہے لاکھوں بچے باہر کیمپوں میں پناہ گزیں ہیں اور بھوک وافلاس سے تڑپ تڑپ کر اپنی کربناک زندگی کے ایک ایک لمحے گزار رہے ہیں۔ ان کے لئے کھیتوں کی ہریالیاں

اور کھیل کے حسین لمحات تک خواب بن چکے ہیں مسلمان خوف و ہراس کی حالت میں گھروں کے تہہ خانوں میں انتہائی سختی کی حالت میں وقت کاٹ رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں دیکھتے ہی گولی مار دیا جاتا ہے اوران کے بچے بوں اور بارودی گولوں سے اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو اور اپنے جیسے ننھے منے معصوم بچوں کو اپنے سامنے چیتھڑے ہوتے دیکھتے ہیں جسے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو چکے ہیں۔ یہاں کے مظلوم مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے مردوں کو دفنانے کے لئے مسلم قبرستان تنگ ہو گئے ہیں اور لاشوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔

راجدھانی سارا جیو میں اسپتال کے ایک ڈاکٹر کے اطلاع کے مطابق مریضوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ دواؤں کی عدم فراہمی کی وجہ سے لاتعداد افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور انسان تو کجا جانور بھی ان وحشی سربیوں کے ظلم کا شکار ہیں۔ چڑیا گھروں میں بیشمار حیوانات چرند و پرند بھوک و پیاس سے مر چکے ہیں۔ شیر، چیتا، ہاتھی وغیرہ نیم مردہ حالت میں اپنی آخری وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور یہ ظلم و زیادتی صرف اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ مسلمان اس افتاد سے تنگ آ کر اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں وہ آزادی کی پکار بند کر دیں۔ لیکن شاید ان عزیمت پسندوں کو یہ نہیں معلوم کہ۔ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

ایک سور لکھتا ہے کہ سارا جیو میں جب ایک کا بلیونا می یہودی نازی کے ظلم کا شکار تھا تو مصطفےٰ نامی مسلمان نے اسے اپنے پاس اپنی امان میں رکھا، اسے دوائیں فراہم کی اور ہر طرح کی سہولیتیں پہنچائی اور اسی سرزمین پر آج وہی مسلمان ظلم کے شکار ہیں۔

آج حالت یہ ہے کہ بوسینا ہرزیگونیا عملی طور پر اب تک آزاد جمہوریہ نہ بن سکا وہاں ایک تہائی کروشیائی عیسائی اپنی جابرانہ حکومت چلا رہے ہیں۔ کروشیائی کرنسی رائج ہے۔

جگہ جگہ کروشیائی جھنڈے نظر آتے ہیں۔ پوری ریاست خصوصًا راجدھانی بوسینا میں گولہ باری عام ہے مسلمان ڈرے سہمے ہیں۔ انہیں کوئی بیرونی امداد نہیں مل رہی ہے مسلم ممالک خاموش ہیں۔ پاکستان کے وزیراعظم کو ازبکستان میں امام بخاری ؒ کے قبر پر غیر شرعی تعمیر کے لئے لاکھوں ڈالر دینے کے لئے ہیں مگر مظلوموں کی ہمدردی کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اقوام متحدہ برائے نام دوائیں بھیجتا ہے تو اسے راستے میں ہی روک دیا جاتا ہے اور اگر کچھ پہنچتا بھی ہے تو اسے کروشیائی ہڑپ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مظلوموں کو ظلم سے دور رکھے۔ آمین۔

فرعونی مزاج برادر فرعون جارج بش کا یہ کہنا کہ بوسنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کا اندرونی مسئلہ ہے۔ اس میں ہم مداخلت نہیں کر سکتے۔ مسلم دشمنی اور انسانیت کی کردار کشی ہی ہو سکتی ہے اور بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ ان کے حواریین ان سے دو قدم آگے ہیں۔ ●

بقیہ ص ۳۹ کا

اور سمجھتے ہیں۔ یہاں مسجد اہل حدیث کے لئے زمین بھی خریدی گئی ہے

مسجد اہلحدیث و مدرسہ صراط مستقیم شیرور

ضلع بنگلور ہی کا ایک مقام ہے "شیرور" یہاں کی شافعی جامع مسجد کے امام حافظ عبدالرحمان اکرمی جو مذکورہ تعلیمات کے اجتماعات میں شریک ہو کر کتاب و سنت سے وابستہ ہو گئے تھے، نہایت حکمت و مصلحت سے سلفی مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی، جس مدرسہ میں آج کئی اساتذہ خدمت پر مامور ہیں۔ اسکی اپنی دو منزلہ عالی شان عمارت بھی ہے۔ اور اس مسجد بھی مصلیوں سے بھری ہوئی پاکی صفائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان مقامات کے علاوہ اور کئی جگہیں ہیں جہاں جماعتی افراد منتشر ہیں۔ ابھی ان کی تنظیم سازی نہیں ہوئی ہے۔ عنقریب میں علماء کرام کے دعوتی و تنظیمی دورے ضلع بنگلور میں ہونے والے ہیں انشاءاللہ۔

اس وقت جو حرکت و برکت ضلع بنگلور میں دیکھی جا رہی ہے وہ سب حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ کے فیض یافتہ محمد عثمان صاحب کی مخلصانہ و مجاہدانہ محنت کا ثمرہ ہے۔ ●

حجازی نغمے پر ایک تاثر

مولانا عارف سراجی

عرصہ ہوا "حجازی نغمے" کے دو نسخے ڈاک سے ملے تھے آپ جیسے غیر منقسم ہند و پاک کے شہرۂ آفاق اہل قلم ادیب اور کہنہ مشق شاعر کے نغمات کے سلسلے میں میرے تبصرے کی کیا حیثیت ہوگی اس کا مجھے علم ہے آپ نے مجھے تبصرہ کی فرمائش کر کے درحقیقت مجھے شرمندہ کیا ہے۔ "حجازی نغمے" درحقیقت "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی تصویر حسین ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شعر و سخن میں لوگ بہک جاتے ہیں اور راہ حق و اعتدال سے ہٹ جاتے اس لئے شریعت کی نظر میں شعر و شاعری کا شغل کچھ زیادہ محمود نہیں ہے۔ الشعراء یتبعھم الغاوٗن الم تر انھم فی کل وادٍ یھیمون۔ (سورۂ شعراء)

شاعروں کی پیروی راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں کیا تم اس حقیقت کو اپنی نظروں سے نہیں دیکھتے ہو کہ شاعر حضرات افکار و خیالات کی تمام وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں ایسے ہی خیالات کی وادیوں میں گردش کرنے والے اور رگِ گل سے بلبل کا پَر باندھنے والے آوارہ مزاج شاعروں کے بارے میں حالی مرحوم نے فرمایا۔

گنہ گار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

مگر خیالات و اوہام کی وادیوں میں گھومنے والے اسی جم غفیر میں کچھ دین پسند اور ملت کا درد رکھنے والے شعراء کرام ہیں قرآن کریم نے الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء) فرما کر ان کا استثناء کر دیا ہے انہیں ایمان و عمل صالح کے علم بردار اور توحید و سنت کے ترجمان شاعروں میں داماد رسول کریم خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، شاعر رسول حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر دور آخر کے ملی درد رکھنے والے اقبالؔ، حالیؔ، اکبرؔ الہ آبادی وغیرہم کو شمار کیا جا سکتا ہے گل و بلبل کی داستانوں اور محبوب کی زلف گرہ گیر کے جھوٹے افسانوں سے دامن بچا کر خالص توحید و

سنت کی ترجمانی کرتے والے حضرت علامہ شاکر گیاوی کی زیرِ نظر تصنیف "حجازی نغمے" اسی حقیقتِ واقعہ کی آئینہ دار ہے جس کا مختصر اشارہ سطورِ بالا میں ہوا ہے موصوف کی ساری زندگی توحید وسنت کی اشاعت اور دینِ حق کے لئے جہادِ مسلسل میں گزری ہے موصوف بہ یک وقت عالم، فاضل حکیم وطبیب، ادیب وقلمکار اور شاعرِ خوش کلام ہیں اور سب سے بڑی خوبی جو آپ کو اپنے معاصرین سے صرف ممتاز کرتی ہے بلکہ ان کو صفِ انسانیت میں مرتبہ عطا کرتی اور فرشتوں کی صف میں کھڑا کرتی ہے وہ موصوف کا عجز وانکسار خاکسارانہ مزاج اور نام ونمود سے یکسر بے زاری ہے میں نے موصوف کو بہت قریب سے دیکھا ہے موصوف کے حق میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

کم فرشتوں نے نہیں ہوتے خصائص جن کے
ایسے انسان بھی مل جاتے ہیں انسانوں میں

میرے خیال میں اس قدر لکھنا بھی غالباً موصوف کو ناگوارِ خاطر ہوگا۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ (آمین)۔

الغرض "حجازی نغمے" رسولِ حجازی کے نغمے ہیں روحِ توحید ہیں سنت کے ترجمان ہیں۔ حقائقِ شریعت کا آئینہ ہیں۔ اللہ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

عارف سراجی

●

تاریخ اہلحدیث ضلع منگلور کا ایک سنہری باب

اور اس میں

امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کا حصّہ

مرتبہ:۔ عبدالوہاب عبدالعزیز جامعی۔ نائب ناظم مرکزی جمعیۃ اہل حدیث برائے جنوبی ہند

۳۰ رجون ۱۹۹۲ء بروز منگل حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی .... حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کیرالہ کی سرحد سے متصل شہر بنگلور تشریف لائے، یہاں امیر محترم کی آمد سے پورے ضلع کے سلفی حضرات میں کتاب وسنت کی ترویج اوہام و خرافات کے خاتمہ، تحریک اہل حدیث کے احیاء کا جذبہ بڑھ گیا۔

ضلع بنگلور کی تاریخ اہل حدیث کا تعلق تحریک شہیدین سے جا ملتا ہے۔ ۱۲۳۶ھ میں جب سید احمد شہیدؒ و شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنے رفقاء کے ساتھ سفر حج پر نکلے تو یہ کاروانِ حج بمبئی سے ہوتا ہوا براہ بنگلور جدہ روانہ ہوا۔ دوران سفر شہیدین کا قیام چند ایام کے لئے سواحل بنگلور پر بھی ہوا تھا۔ جیسا کہ سیرت شہیدین سے معلوم ہوتا ہے۔ جس سرزمین پر بھی ان اللہ والوں کے قدم پڑے وہاں کی آبادی کو انھوں نے کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک وصاف کر کے نور اسلام سے معمور کر دیا۔ شہیدین ہی کی بدولت یہاں کے چند افراد تقلید جامد سے ہٹ کر متبع کتاب وسنت بن گئے تھے۔

استاذی مولانا سید احمد اسماعیل صاحب رائیدرگی کے بقول یہاں اہل حدیث حضرات کی منظم جماعت تھی۔ استاذ محترم کے یہاں اکثر دعوتی دورے بھی ہوا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ جماعت علماء کرام کی غفلت، ترکِ دعوت و تبلیغ

سے گھٹ گئی اور اس کی تاریخ ایک قصۂ پارینہ بن گئی۔

جماعت کی نشاط ثانیہ

بنگلور ہوائی اڈے سے قریب "پرمودے" ایک مقام ہے، جہاں کے لوگ بڑے کاروباری ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ ملک و بیرون ملک کے بڑے شہروں میں آباد ہیں۔ اس گاؤں کے ایک نیک مزاج فرد محمد عثمان صاحب نامی تجارت ہی کے لئے مومن پورہ بمبئی میں مقیم ہو گئے تھے۔ پرمودے کے احباب کی زبانی معلوم ہوا کہ محمد عثمان صاحب کو یہاں مسجد اہل حدیث مومن پورہ بمبئی میں حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی کے درس قرآن و درس حدیث و خطبات جمعہ میں شرکت نصیب ہوئی۔ انہوں نے مولانا کی تقاریر، وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر مسلک اہلحدیث اختیار کرلیا، اور اپنے وطن "پرمودے" آکر ایک سلفی مسجد، مسجد محمدی عثمانیہ اہل حدیث کے نام سے قائم کی۔ جس کی تکمیل و توسیع میں امیر محترم حفظ اللہ کا بھی کافی تعاون رہا۔ یہی مسجد اس ضلع اولین اہلحدیث مسجد ہے۔ اور یہیں سے پورے ضلع میں رفتہ رفتہ توحید و رسالت کی حمایت، اندھی تقلید کی مخالفت میں آواز بلند ہوئی۔

پھر اللہ رب العالمین نے اس ضلع میں سلفی تحریک کی اشاعت ایک صالح انقلابی نوجوان، داماد محمد عثمان صاحب بی محمد علی صاحب موڈ بدری کے ذریعہ فرمائی۔ آپ ایک خوشحال گھرانے کے بڑے تاجر، اچھا خاصہ حلقہ اثر رکھتے ہیں انہوں نے مختصر سی مدت میں بڑی جد و جہد سے فعال و متحرک ذی علم روساء کی ایک جماعت تیار کرلی۔ آپ نے اپنے مقام النگار "موڈ بدری" میں۔ مسجد محمدی اہلحدیث و مدرسہ بھی تعمیر کرلیا۔ اور یہاں سالانہ دعوتی اجتماعات منعقد کر کے مسلک اہل حدیث کا خوب تعارف کرایا۔ ان اجلاسوں میں حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی مولانا ظہیر الدین صاحب اثری۔ مولانا ابوالبیان صاحب عمری۔ مولانا حافظ عبد المتین

صاحب جوناگڈھی۔ مولانا عبدالجبار خاں صاحب ہری ہروی مولانا خلیل الرحمان صاحب مدنی بنگلوری۔ مولانا ثناء اللہ صاحب خان نظامی شرکت فرماتے ہے۔

مسجد اہلحدیث بنام سلفی کلچرل سینٹر منگلور

امیر محترم حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی نے شہر بنگلور کی جماعتی ضروریات کے پیش نظر ادارۃ اصلاح المساجد بمبئی کے جانب سے کئی لاکھ کے صرف کثیر سے تین منزلہ عمارت مردانہ وزنانہ مسجد، کتب خانہ، مہمان خانہ، پر مشتمل تعمیر فرمائی ہے۔ اس مسجد میں مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۲ء کی امیر محترم کا خطاب رہا، جس میں آپ نے یہاں کے سلفی حضرات کو جن پر مغربی تہذیب و تمدن کا زیادہ اثر ہے، اسوۂ رسول کے اختیار کرنے، ہر چھوٹی بڑی سنت کو اپنانے، تقویٰ کی زندگی گذارنے کی نصیحت فرمائی۔ آپکے خطاب میں شہر بنگلور و اطراف، موڈبدری "پرمودے" الآل، کارکل کے احباب جمع تھے۔

اس وقت شہر بنگلور میں کنڑی زبان میں جماعتی لٹریچر اشاعت کا مرکز "مجلس الدعوۃ والارشاد" کے نام سے قائم ہے۔ جہاں سے ۴ کتابیں اور کئی ورقی پمفلٹ شائع کئے جا چکے ہیں۔ اور پانچ سے ماہ رمضان میں یہاں دیگر مسالک کی مساجد میں علماء اہلحدیث کے پندرہ روزہ دعوتی پروگرام بزبان اردو وملیالم منائے جا رہے ہیں۔ الحمدللہ ہر سال راقم الحروف کو یہاں کی مساجد میں "اتحاد امت" رد تقلید، بدعت اور اس کے برے نتائج سے عناوین پر کہنے کا موقع ملا۔

اصلاحی ایجوکیشن ٹرسٹ الال

شہر بنگلور سے ۱۲ کلومیٹر پر "الآل" نامی آبادی ہے، جو اپنے عرس سے کافی مشہور ہے، یہاں محی الدین کٹی صاحب کی صدارت میں سلفی مدرسہ "روضۃ الاطفال" کے نام سے اسلامی ایجوکیشن ٹرسٹ کے تحت چلایا جارہا ہے، جس کی درس عربی زبان ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ اس کے طلباء وطالبات روانی سے عربی بولتے

بقیہ ص ۴۲ پر

اخبار عالم

ترتیب پیشکش:۔ افضل ندوی

حجاج کرام کے لئے رہائش کا انتظام

شہر مکہ کے نائب امیر اور مرکزی حج کمیٹی کے نائب صدر جناب سعود بن عبدالمحسن نے بتایا ہے کہ ان شاء اللہ اگلے چند سالوں میں حجاج کرام کے لئے رہائش کا انتظام خیموں کے بجائے بلڈنگوں میں کر دیا جائے گا تاکہ زائرین بیت اللہ خیموں کے مشکلات سے بچ سکیں کیونکہ وہاں پہ آتش زنی جیسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

امیر محترم نے بتایا کہ یہ پروگرام خادم الحرمین شریفین کے نیک مشوروں سے انجام پائے گا۔ جو مہمان حرم کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

ڈاکٹر عمر نصیف حفظہ اللہ کا خط لطرس غالی کے نام

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عمر نصیف حفظہ اللہ اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں کہ کشمیری مسلمانوں کو ہندوستان نے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے اور اقوام متحدہ کے جانب سے ۴۸ء میں جو قرارداد پاس ہوئی تھی اس کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے جبکہ قرارداد کی روشنی میں آزادانہ استصواب رائے کی بات کہی گئی ہے۔

عرب امارات میں دو عربیوں کو سزائے موت

ابوظبی۔ متحدہ عرب امارات کی خبر رساں ایجنسی نے خبر دی ہے کہ دو مجرموں کو اسلامی قانون کے مطابق سزائے موت دیجائیگی ۲۳ سالہ ابراہیم عبداللہ احمد اور ۲۵ سالہ عبداللہ محمد علی تمیم نے ابھی حال ہی میں ایک عجمی کے خاندان کی عزت لوٹی تھی۔ دونوں متحدہ عرب امارات کے شہری ہیں ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے سے پہلے مسٹر جسٹس شیخ ابوالحسن نے کہا تھا کہ ۳ رکنی بنچ کی طرف سے یہ انتہائی سزا پانے والے دو اپنے ملک کے پہلے شہری ہیں۔ اس قسم کے دو مرتکبین کو ۱۹۸۱ء میں گولیوں سے اڑا دیا گیا تھا جس میں ایک ہندوستانی تھا اور دوسرا عمان کا باشندہ۔ ویسے متحدہ عرب امارات اس قسم کے جرائم سے پاک ہے۔

انشاء اللہ یہ پیش قدمی باعث عبرت ثابت ہوگی۔

●

کمیونزم علاقوں کی ۱۱ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم

متحدہ روس کے خاتمہ کے بعد آزادی پانے والی ان سلطنتوں میں جہاں مسلمانوں کی مناسب تعداد ہے وہاں رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے تبلیغ دین کی مؤثر کوششیں کی جارہی ہیں جن میں قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت بھی شامل ہے ابھی تک متعدد زبانوں میں رابطہ کی جانب سے شاہ فہد قرآنی طباعت خانہ کے تعاون سے کئی ترجمے شائع ہوچکے ہیں اور مزید قرآنی تراجم انگریزی، ترکی، روسی، البانی، یوگوسلو اکی قوازقی اور جرمنی زبانوں میں تیار ہیں جن کی اشاعت کا کام جاری ہے نیز رابطہ درج ذیل زبانوں میں ترجمے کے لئے ماہرین کی خدمات حاصل کر رہا ہے تشکی، مجری، رومن، پولینڈی، بلغاری، کوریائی، سوڈین اور رومی اور جنوبی افریقہ کی زبان زولو۔ توقع ہے کہ ان مذکورہ زبانوں میں بھی قابل اعتماد اور بہترین ترجمہ کا کام جلد مکمل ہو جائے گا۔ اسطرح امید ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ دنیا کی ہر پڑھی لکھی جانیوالی زبان میں میسر ہوگا اور دنیا کے کسی بھی علاقہ میں رہنے والا ہر شخص قرآنی پیغام کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکے گا۔

البانیہ میں جامع مسجد کی تعمیر!

عالمی اسلامی ریلیف اور سعودی عرب کے تعاون سے البانیہ میں تقریباً گیارہ لاکھ ڈالر کے خرچ سے ایک عظیم مسجد بنائی جارہی ہے۔ جس میں دینی مدرسہ، کمیونٹی ہال اور کلینک بھی شامل ہیں۔

اسی طرح امید ہے کہ یہ مشرقی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہوگی اللہ کرے کہ یہ مسجد تبلیغ دین کا ذریعہ ثابت ہو۔

تحریک آزادئ فلسطین کیلئے تعاون

الشرق الاوسط مورخہ ۲۳ جون کے مطابق تنظیم تحریک آزادئ فلسطین کے لئے سعودی عرب نے اپنے تعاون کی چھٹی قسط ۴۸ لاکھ ریال پیش کئے ہیں اس تنظیم کو سعودی عرب کی جانب سے صرف ایک سال کے اندر تعاون کی یہ چھٹی قسط دی گئی ہے۔

سعودی حکومت نے یہ اعلان کرکے یاسر عرفات کی عراق کی حمایت کرنے سے جو خدشات پیدا ہو گئے تھے اس کا خاتمہ کر دیا کہ ہم جس مقصد کے لئے تعاون کر رہے تھے کہ جہاد فلسطین کامیابی سے ہمکنار ہو وہ کسی کی حمایت یا مخالفت سے مشروط نہیں اس لئے کوئی ہماری تائید کرے یا مخالفت۔ ہم اپنے اصولوں پر قائم ہیں۔

جوار رحمت میں :-

الحاج محمد صدیق کرنائی کو صدمہ

کشمیر کی جماعت اہل حدیث کی ایک نہایت معزز شخصیت حاجی عبدالخالق کرنائی (حاجی محمد صدیق کرنائی کے والد) ۷۰ سال کی عمر میں نویں ذی الحجہ کو انتقال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے نہایت متشرع زندگی گزاری ان کی خاموش طبیعت اسلامی جذبات سے معمور تھی انہوں نے گھر میں اسلامی ماحول کو برابر قائم رکھا۔ حاجی محمد صدیق کرنائی اور ان کی پوری اولاد ان کی تربیت کے سچے نمونہ ہیں صرف حاجی محمد صدیق کرنائی کی دینی وجماعتی خدمات کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے جب کہ اہل خانہ ہمہ آفتاب است ۔مرحوم نے اپنے پیچھے خوب بڑا ساکنبہ چھوڑا ہے ۔بیٹے ، پوتوں اور پوتیوں سے گھر من اسلام بنا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو مرحوم کا سچا جانشین بنائے اور ان سب کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے ۔ آمین ۔ (ادارہ نوائے اسلام)

پروفیسر محمد یامین محمدی ۔کراچی ۔جوار رحمت میں

پاکستان سے ایک المناک اطلاع ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور ہفت روزہ اہل حدیث کے ذریعہ ملی ہے کہ پروفیسر یامین محمدی جولائی کے پہلے ہفتہ میں انتقال فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر مرحوم کلیہ قانون وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی کے صدر تھے کسی دینی درس گاہ سے فارغ التحصیل نہیں تھے مگر توحید وسنت کی خدمت کا جو گرانقدر حصہ ان کو ملا وہ بہت کم لوگوں کو ملا۔ پروفیسر مرحوم پاکستان کے ایک زبردست اور نامور خطیب تھے ان کے خطابات کی گرمی اہل دہلی برابر محسوس کرتے رہے ہیں ۔مرحوم انتھک محنت کرتے کالج سے بچے اوقات کو دعوت دین میں صرف کرتے ماہنامہ ارشاد جدید کراچی کو ترتیب بھی دیتے تھے اور خطاب عام بھی کرتے تھے ان کی تقریریں پاکستانی ریڈیو سے بھی نشر ہوتی تھیں۔

علم دوست شخصیت تھی تجارت علمی کتابوں کی کرتے تھے مرحوم کی اچانک وفات کا صدمہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تمام ارکان کو پہونچا ہے ۔ ہم مرحوم کے بچوں ان کی اہلیہ اور جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پسماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم

کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ نوائے اسلام)

مولانا محمد داؤد سلفی کا انتقال پرملال

نہایت حزن وملال کے ساتھ یہ روح فرسا خبر دی جاتی ہے کہ ناظم مدرسہ احمدیہ سلفیہ بیراگنیا ضلع سیتامڑھی بہار، جناب مولانا محمد داؤد صاحب سلفی امواوی بروز جمعہ ۸ محرم ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۹۲ء دن کے ۱۲ بجکر ۲۵ منٹ پر خفیف علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا رحمہ اللہ نے ۱۳۹۲ھ میں مدرسہ کی نظامت سنبھالی تھی۔ اپنے حسن تدبر ومخلصانہ جدو جہد سے مدرسہ کو حیرت انگیز ترقی بخشی۔ مولانا رحمۃ اللہ بڑے مخلص، علم دوست اور نہایت خلیق و مہمان نواز انسان تھے حق تعالی نے عزم واستقلال کے ساتھ صبر وتحمل کے جوہر سے مالامال فرمایا تھا۔ اللہ تعالی ان کی طویل دینی علمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

اللہ تعالی مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اوران کی وفات حسرت آیات کے بعد کسی قسم کے فتنہ میں ہم لوگوں کو مبتلا نہ کرے۔ آمین

سوگوار: محمد اشفاق سلفی۔ استاذ مدرسہ احمدیہ سلفیہ بیراگنیا۔

ہر شخص کو اس رہ گزر سے جانا ہے کچھ لوگ اپنے ساتھ متاع آخرت زیادہ لے جاتے ہیں کچھ لوگ کم، اور کچھ بالکل نہیں اللہ تعالی زیادہ متاع آخرت لے جانے والوں میں مرحومین کو شامل کرے اوران کی بشری کمزوریوں اور فروگزاشتوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا ایک ایک فرد مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے قارئین کرام سے اپیل ہے کہ وہ ہمارے تینوں مرحوم بزرگوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

اپیل کنندہ: ادارہ نوائے اسلام۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی چند علمی و دعوتی مطبوعات

الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

کتاب الجمال والکمال جو اسم با مسمیٰ ہے۔ قاضی صاحب نے حج کے دوران لکھا ہے ان گنت خصوصیات کی حامل کتاب، آپ نے بہت سی تحریریں پڑھی ہیں مگر ایسی نہیں ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کے دو ہزار نسخے دو ماہ میں فروخت ہوئے تھے۔ قیمت: ۴۰ روپے

الجواب الباہر فی زوار المقابر شیخ الاسلام امام احمد ابن تیمیہؒ

کتاب کی وزن کے لئے امام ابن تیمیہؒ کا نام ہی کافی ہے جسے انہوں نے زیارت قبور کے ہر ہر نقطہ پر ایسی معرکۃ الآراء بحث کی ہے کہ وہاں تک بڑے بڑے محقق کی پہونچ نہیں ہو پاتی۔ قیمت: ۲۵ روپے

شان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبد الرزاق جانگڑا

روزمرہ کی زندگی میں برابر کام آنے والی اور بہتر رہنمائی کرنے والی کتاب ہے مختلف موضوعات پر صرف حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ نہایت مفید اور کارآمد کتاب۔ قیمت ۲۰ روپے

احادیث ہدایہ فنی و تحقیقی حیثیت مولانا ارشاد الحق اثری

یہ کتاب ہند و پاک کی شہرت یافتہ نوجوان محقق مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد پاکستان کا تحقیقی شاہکار ہے اس کتاب میں حقیقت کو علماء کی تحقیق کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰ روپے

استقامت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

ایک مسلمان کو ارتداد کے دروازے سے واپس لوٹانے والا انقلابی خط جس کو پڑھ کر صاحب مکتوب کو استقامت ملی اور وہ اسلام کے ایک مناد ہو گئے۔ قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

تحیۃ المسجد

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز
مہتمم جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ

کتاب مذکور شیخ الحدیث محترم کی ایک علمی تحقیقی تصنیف ہے جس میں دوران خطبۂ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد صحیح حدیثوں سے ثابت کیا ہے اور عمل بالحدیث پر زوردار بحث کی ہے۔ مواد اور کتابت وطباعت کے اعتبار سے کتاب نہایت عمدہ ہے۔ قیمت ۱۰ روپے

معرکۂ بدر

مولانا محمد اسماعیل اثری

اسلامی تاریخ کا سب سے صبر آزما جنگ جس میں مٹھی بھر مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوتی۔

قیمت : ۴ روپے

بابری مسجد (ہندی)

عبدالمبین

بابری مسجد کا قضیہ اور بھارت کے مسلمانوں کا مسئلہ علم وتحقیق کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

قیمت ۷ روپے

دعوت و اصلاح کے چند اہم اصول قرآن وسنت کی روشنی میں

حافظ نعیم الحق نعیم

دعوت وتبلیغ ، اصلاح عقیدہ اور اصلاح معاشرہ کے موضوع پر براہ راست اردو زبان میں آچکی ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے دعوتی زندگی میں کتنی چیزوں کی ضرورت ہے اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہونگی۔ داعیان اسلام کیلئے ایک نہایت قیمتی تحفہ۔ قیمت: ۱۵ روپے

مقدس رسول (ھندی)

مولانا ثناء اللہ امرتسری

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ پر اعتراضات اور ناپاک حملوں کا بھرپور دفاع اس کتاب میں رسوائے زمانہ مرتد سلمان رشدی کی شیطانی آیات کا بھی جواب موجود ہے۔

قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ :- مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴۔ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی۶

انسانی زندگی پر توحید کے اثرات

کے موضوع پر

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں

جلسۂ مذاکرہ علمیہ اور سیمنار

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں مذاکرہ علمیہ کا ۲۷واں اجلاس ان شاء اللہ ۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۲، ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ بروز ہفتہ و اتوار "انسانی زندگی پر توحید کے اثرات" کے موضوع پر منعقد ہوگا۔ جسمیں مشاہیر علماء کرام اور دانشوران ملت کے مقالے اور خطابات ہونگے۔ اس مناسبت سے نادی الاصلاح کا ایک خصوصی علمی پروگرام ہوگا اور فارغین طلباء کی دستار بندی بھی ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

عام شرکت کی پرخلوص دعوت دی جارہی ہے۔

الداعی :- ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی
ناظم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ۔ بہار

المدرسة العربية قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجات پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۸ اساتذۂ کرام کے قیام وطعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں درمے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن تعاون فرماکر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا ترجمان اور سلفیت کا مبلغ

آپ خود اس رسالہ کا ممبر بنیں اور دوسروں کو بھی آمادہ کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹
شمارہ ۹

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

سلفی دعوت کے علمی اصول کا رہنما اور سلفیت کا مبلغ

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

ستمبر ۱۹۹۲ء بمطابق ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی   نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی

زر تعاون		پاکستان سے	
سالانہ :-	چالیس روپے	سالانہ :-	ایک سو روپے
خصوصی :-	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :-	دو ہزار روپے
لائف ممبری :-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے :-	۲۰ ڈالر امریکی

منیجر مکتبہ :- عبدالمالک اثری   خوشنویس :- اسرار اثری

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

فون :- 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواجد فیضی نے ایس ایس پرنٹرس براۓ جے کے
آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے۔ چاہ رہٹ
جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

نقش آغاز

مدیر

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بیسویں صدی کے افق پر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے نام سے طلوع ہوئی۔ یہ تنظیم بر صغیر کی سب سے اہم دینی و اصلاحی تنظیم تھی۔ مسلمانوں میں دعوت دین اور اصلاح عقیدہ کی خدمت اور اسلام کے خلاف متحد ہو کر ایک ساتھ اٹھنے والے بیشمار فتنوں کی سرکوبی اسی جماعت حقہ کے حصہ میں آئی۔ اس وقت مسلمانوں کے درجنوں تنظیمیں جمعیتیں اور ادارے تھے مگر اسلام دشمن قوتوں سے نبرد آزما ہونے کی صد فی صد صلاحیت صرف جمعیۃ اہل حدیث ہی کے پاس تھی جس کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھوں کو ہے اور چاہے وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ بہر حال ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں کوئی دہائی کیا کوئی سال کوئی مہینہ بلکہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا ہے جس میں جماعت اہل حدیث کا خون جگر نہ لگا ہو۔ جماعت کئی امتیازی خصوصیات کی حامل تھی جس کی شناخت اس کی تعلیمی پالیسیوں اور سرگرمیوں سے بھی ہوتی ہے۔ اس جماعت نے پورے ملک میں تعلیم کا جال بچھا دیا اور آج الحمدللہ جماعت اہل حدیث کے پاس جتنے ادارے ہیں وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اداروں میں سب سے بھاری ہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ موجودہ تعلیمی دور میں ہم اپنی ناعاقبت اندیشی بلکہ مجرمانہ غفلت کی وجہ سے بہت پیچھے ہو گئے ہیں۔ اور ہماری درس گاہیں دنیاوی اعتبار سے حباب بن کر رہ گئی ہیں۔ مگر یہ حادثہ صرف ہماری درسگاہوں تک ہی نہیں ہے بلکہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی دوسری درسگاہیں بھی سراب سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ طلبہ بھی تشنہ لب ہیں اور عوام بھی اس کی افادیت سے محروم۔ گو یہ تجزیہ بہت تلخ اور مدارس کے ذمہ داران حضرات

کیلئے ناقابل برداشت ہے مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کے اظہار سے ہم کبھی خوفزدہ نہیں ہوتے۔

آج سے ۸۵ سال قبل جبکہ جمعیت اہلحدیث کے پاس ذرائع و وسائل مفقود تھے اس کے پاس صرف مخلصین علماء کی ایک ٹیم تھی جن کی شبانہ روز کی جدوجہد کے نتیجہ میں ملک کا گوشہ گوشہ توحید و سنت کی صداؤں سے گونج اٹھا تھا۔ متحدہ ہندوستان کی سرزمین پر کئی بڑی اور عظیم الشان کانفرنسیں منعقد کرکے دعوت و اصلاح کی بہت بڑی خدمت انجام دی تھی۔ اس دور میں یہ طریقہ دعوت و تبلیغ کے لئے بہت موثر ذریعہ تھا۔ اسی طرح جمعیت نے تعلیم و تربیت کے میدان میں معیاری درسگاہوں کو قائم کرکے جن بڑی بڑی ضرورتوں کی تکمیل کی ہے۔ آج وہ ہمارے لئے عزم و حوصلہ کا سامان فراہم کرتی ہیں اور ہماری غیرت و حمیت کو تازیانہ بھی لگاتی ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد دو دہائی تک بیشک جمعیت اہل حدیث کی کشتی ڈانواں ڈول رہی اس کا ستارہ گردش میں تھا اور اس کا مستقبل تاریک تر ہوتا جارہا تھا۔ اس کے افراد اپنے حوصلے توڑ چکے تھے کہ اچانک ان کی مایوسیوں میں امید کی کرن پھوٹ پڑی اور جماعت کی مردہ رگ و پے میں خون دوڑنے لگا مگر اس کے اعصاب اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ بآسانی اس میں توانائی نہیں آسکتی تھی۔ لہذا اس میں خاطر خواہ استحکام نہیں آسکا پوری جماعت چند لوگوں کی ٹھوکروں میں تھی جماعت میں تنظیمی شعور کا فقدان شروع ہی سے تھا اس لئے جماعتی سطح پر اس کے خلاف کوئی ردعمل بھی نہیں ہوا۔

ایک دہائی قبل دسمبر ۱۹۷۹ء کو جماعت ایک خطرناک موڑ سے دوچار ہوگئی جماعت میں دراڑ پیدا ہوگیا اور جماعت دو دھڑوں میں بٹ گئی اور دونوں کے درمیان خلیج بڑھتی گئی۔ نفرت کی دیواریں بلند ہونے لگیں اور بدقسمتی سے ہماری جماعت کو یہ منحوس دن بھی دیکھنے پڑے۔

جمعیت کی صدارت امارت میں تبدیل ہوگئی مگر امیر کے تئیں اطاعت کا جذبہ کتنے سینوں میں تھا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ صدارت کا جام امارت کے گلاس میں انڈیل دیا گیا۔ امیر کے مقدس لفظ کا احترام نہیں ہوسکا اس طرح امارت کا ایک دور پورا ہوا۔

دوسرا دور نہایت جوش و خروش اور جذبہ سوز دروں کے ساتھ مئی ۱۹۹۰ء سے شروع ہوا۔ جماعت کو جس چیز کا انتظار تھا اب اسے ملنے کی امید پیدا ہوگئی۔ دیرینہ تمنائیں پوری ہوتی نظر آنے لگیں۔ کچھ چیزوں میں تعجیل ہوئی اور کچھ میں تاخیر۔

جماعت میں اتحاد کی بات تو خواب بن چکی تھی مگر ذمہ داران جماعت اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء کی اڈہاک کمیٹی کے دوران جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں وہ بڑھتی گئیں مسلسل بڑھتی گئیں مگر ہر کمال را زوال کے فارمولے پر نفرت کی دیواروں کو بھی منہدم ہونا ہے اور غلط فہمیوں کو بھی ختم ہونا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ایک دوسرے پر اعتماد کرکے ہی حاصل ہوسکتا ہے اس میں انا اور ذاتیات کا ذرہ بھر دخل نہیں ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک خوشگوار موقع فراہم کیا ہے۔ جماعت کے ارباب فکر و دانش کو چاہیئے کہ اس خوشگوار ماحول کو جماعت و جمعیۃ کے حق میں کارآمد اور مفید بنائیں۔

جماعت میں چالاکی کی نہیں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اور یہ ہوشیاری بھی نیک جذبہ کے ساتھ رضائے الٰہی کے لئے ہونی چاہیئے۔ جماعتی کاز میں ذاتی کریڈٹ کے حصول کی کوشش جماعت و جمعیۃ کی تباہی کا ایک کامیاب نسخہ ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے۔

اکابرین جماعت سے ایک ضروری گزارش

اسلامی عقیدہ کا تعارف اور اس کو ذہن نشین کرانے اور توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لئے کچھ ضروری عناصر ہیں جن کو اپنا کر ہی دعوت دین کا کام کیا جاسکتا ہے اور اسلام کی دعوت کو عام کیا جاسکتا ہے۔ جماعتی تنظیم کا شعور۔ امیر اور امارت کے قیام کے مقاصد۔ امیر کے فرائض۔ اجتماعی تنظیم کے بارے میں اس کی رہنمائی اور امیر کی اطاعت وغیرہ ان عناصر کے قابل ذکر پہلو ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر کار دعوت کے لئے دعاۃ کی تربیت اور دعوت کے ذرائع کی فراہمی اور طریقہ کار بھی انہیں عناصر میں شامل ہیں۔

ہماری جماعت میں یہ عناصر کس حد تک کارفرما ہیں اور کس حد تک مفقود ہیں۔ اکابرین جماعت اس کا جائزہ لیں۔

نوائے حدیث

راز کی حفاظت

ایک اخلاقی ذمّہ داری

فضل اللہ انصاری

عن ثابت بن انس رضی اللہ عنہ قال: أتی علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا العب مع الغلمان فسلّم علینا فبعثنی فی حاجۃ فابطأت علی امی. فلما جئت قالت: ما حبسک؟ قلت بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحاجۃ. قالت ما حاجتہ؟ قلت انّھا سرٌّ، قالت: لا تخبرنّ بسرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم أحداً، قال انس: واللہ لو حدّثت بہ احدا لحدّثتک بہ یا ثابت! رواہ مسلم.

ترجمہ: حضرت ثابتؒ (تابعی) روایت کرتے ہیں حضرت انسؓ سے کہ انہوں نے کہا کہ: اللہ کے رسولؐ میرے پاس آئے اس حال میں کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو آپؐ نے ہم سب سے سلام کیا اور مجھے ایک ضرورت کے تحت بھیج دیا تو میں اپنی ماں کے پاس تاخیر سے پہنچا۔ (میری ماں نے) کہا کہ تمہیں کس چیز نے روک رکھا تھا کہ تم تاخیر سے پہنچے؟) میں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے مجھے ایک ضرورت کے تحت بھیج دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہا کہ: وہ ایک راز ہے۔ تو (میری ماں نے) کہا کہ اللہ کے رسولؐ کا راز تم کسی کو ہرگز نہیں بتاؤ گے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ راز اگر میں کسی کو بتاتا تو اے ثابت! میں تم کو بتاتا۔

حفظانِ سرّ اور رازداری بہت بڑی خصوصیت ہے۔ اس کے لئے ایک

قوتِ برداشت اور جذبۂ خلوص چاہیئے۔ ہر کسی کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ راز کو راز رہنے دے اور اس کی کماحقہٗ حفاظت کرے۔ یہاں تک کہ اسے کبھی راز دار اور راز کا محافظ نہیں کہا جاتے گا، جو کسی کے راز کسی کو یہ کہہ کر بتادے کہ تم کسی کو نہیں کہو گے کہ یہ راز کی بات ہے۔ یہ حفظانِ سرّ اور راز داری نہیں بلکہ افشائے راز کی سب سے آسان اور ابتدائی ترکیب ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "اگر تم کسی کے راز کی حفاظت کرنا چاہتے ہو تو اسے سن کر فوراً بھلا دو۔ ایسے میں ہی راز، راز رہ پاتا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہو پاتی۔ یہ کسی انسان کی بہت بڑی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ کسی کا راز دار ہو اور وہ اس کی حفاظت ہر ممکن طریقے سے کرتا ہو۔ بڑی سے بڑی شخصیت اس کے سامنے آتے اور اس سے راز افشاں کرانا چاہے تو بھی وہ منہ نہ کھولے اور دل کی بات دل ہی میں رکھے، خواہ اس کے لئے جو بھی ہو جائے۔ یہ حضرت انسؓ کی خصوصیت اور اللہ کے رسول کی ان پہ نظرِ خاص کی دلیل ہے کہ آپ نے ان کو راز کی بات بتائی اور کسی خاص ضرورت کے تحت ان کو بھیجا۔ حضرت انس اتنے ہی راز دار اور راز کے محافظ نکلے۔ بلکہ ان کی ماں محترم نے جب جاننا چاہا کہ وہ کون سی ضرورت تھی جس کے تحت اللہ کے رسولؐ نے تم کو کہیں بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک راز ہے۔ سمجھ دار ماں نے بھی ان کو تاکید کی وہ اللہ کے رسولؐ کے راز کسی کو ہرگز نہ بتائے۔ ویسے راز کوئی بھی ہو اور کسی کا بھی ہو، راز داری یہی ہے کہ کسی اور کو نہ بتایا جائے خود حضرت انسؓ نے حضرت ثابتؓ سے کہا کہ خدا کی قسم! راز کی وہ بات اگر میں کسی کو بتاتا تو تم کو بتاتا۔ لیکن انہوں نے نہیں بتائی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے کمتر وہ شخص ہو گا جو "شوہر و بیوی" کی راز دارانہ باتیں کسی اور کو بتائے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہراتؓ آپؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں (حضرت) فاطمہؓ کچھ آپؐ کے انداز میں چلتی ہوئی آئیں۔ اللہ کے رسولؐ نے جب دیکھا تو مرحبا (خوش آمدید) کہا پھر اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ اس کے بعد آپؐ نے فاطمہؓ سے راز دارانہ بات کی تو وہ بہت رونے لگیں۔ جب آپؐ نے گھبراہٹ اور ان کی

پریشانی دیکھی تو چپکے سے پھر کچھ کہا، تب وہ ہنسنے لگیں۔ (حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ) میں نے کہا، ہم سب کے درمیان اللہ کے رسولؐ نے تم کو ہی راز کی بات بتانے کے لئے خاص کیا پھر بھی تم رونے لگی؟ جب وہ کھڑی ہوئیں تو میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسولؐ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ فاطمہ رضؓ نے جواب دیا کہ میں اللہ کے رسولؐ کے راز کا افشا کرنا نہیں چاہتی۔ (متفق علیہ)

حدیث کے دوسرے حصہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کے اصرار پہ حضرت فاطمہ رضؓ نے راز کی وہ بات حضورؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد بتادی۔ کیونکہ ایک بات خود حضورؐ کی موت سے متعلق تھی، جس کا ذکر قبل از وفات مناسب نہیں تھا اور دوسری بات خود حضرت فاطمہ رضؓ سے متعلق تھی، جس کا ذکر ان کی مرضی پہ منحصر تھا کہ وہ جب بتائیں۔ راز کی وہ بات جو کسی کی اپنی ذات سے متعلق ہو، اس کا اظہار اس کی اپنی مرضی پہ ہے، وہ چاہے تو بتائے اور اگر نہ چاہے تو کسی کو نہ بتائے۔ لیکن دوسرے کی راز دارانہ بات تو اس کی حفاظت از بس ضروری ہے۔ راز ایک امانت ہے اور اس امانت کی حفاظت ایمان کا تقاضہ ہے اور ایک ایسی خصوصیت بھی، جو لوگوں کو اعتماد میں لاتی ہے۔ ایسی خصوصیت کے حامل انسان پہ ہر کوئی اعتماد کئے اسے بڑی سی بڑی رازدارانہ بات بتانے سے نہیں کتراتا۔ عربی کا ایک شاعر راز داری کی اپنی خصوصیت وکمان کا ذکر کرتے ہوئے فخریہ کہتا ہے کہ ؎

وفتیان صدق لست مطلع بعضهم
علی سرّ بعض غیر أنّی جماعها

یظلّون شتّی فی البلاد وسرّهم
إلی صخرة اعیا الرجال انصداعها

یعنی بہت سے سچے جوان ایسے ہیں، جن میں سے کسی کا راز میں کسی کو بتانے والا نہیں سوائے اس کے میں رازدار ہوں۔ وہ تو شہروں میں پراگندہ ہوتے اور ان کا راز اس چٹان پر (دل میں) ہوتا، جس کا پھٹنا لوگوں کو تھکا دے۔ میرے دل سے راز کوئی نکلوا نہیں سکتا۔

بلاشبہ راز داری اور راز کی حفاظت بہت بڑی خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت پہ کوئی بھی بجا طور پہ ناز کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ وہ راز دار اور رازوں کا محافظ ہے۔ راز

بقیہ ص ۴۵ پر

موت و حیات اور عذاب قبر

(آخری قسط)

مولانا عبدالعزیز الحق عمری ایم اے علیگ

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے :-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب قبر کے پاس جاتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ کسی نے ان سے سوال کیا کہ جنت و جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ نہیں روتے اور اس سے روتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے لہذا اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد آسانی ہے اور اگر اس سے نجات نہیں پایا تو اس کے بعد کی منزل بڑی دشوار ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ قبر سے زیادہ بھیانک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

دفن کے بعد میت کیلئے دعاء :-

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں ٹھہر جاتے تھے اور فرماتے کہ " اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت رہنے کی دعا کرو اس لئے کہ اس سے اس وقت سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابوداؤد)

قبر کا فتنہ :-

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور قبر کے اس فتنے کا ذکر کیا جس میں انسان ڈالا جاتا ہے اور جب آپؐ نے اس کا ذکر کیا تو لوگ رونے چیخنے لگے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور نسائیؒ کی روایت

میں ہے کہ مسلمانوں کے رونے چیخنے کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سمجھ سکی اور جب ان کا رونا چیخنا بند ہوا تو میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر بات کیا فرمائی تو اس نے بتایا کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے یہ اللہ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ تم قبروں میں تقریباً ایسے ہی آزمائے جاؤ گے جیسے دجال کا فتنہ ہوگا۔

قبر کی پکار:-

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر آئے تو لوگوں کو ہنستے ہوتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا، کاش تم لذت شکن چیز یعنی موت کو یاد کرتے تو تم اس سے بے پرواہ رہتے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ موت کو بکثرت یاد کرو کیونکہ قبر ہر روز پکارتی ہے کہ میں پردیس ہوں، میں تنہائی کی جگہ ہوں، میں مٹی کا مکان ہوں، میں کیڑوں اور مکوڑوں کی جگہ ہوں اور جب مومن (فرمانبردار) بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال کرتی اور اسے خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے جو میرے اوپر چل رہا ہے ان میں تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو، اور آج جب تم میرے سپرد کر دیئے گئے ہو اور میرے پاس آگئے ہو میرا اچھا سلوک دیکھو گے اور اس کی حدِ نظر تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب بدکار بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تمہیں مبارکباد اور خوش آمدید نہ ہو تم میرے اوپر سب سے بدترین تھے اور آج جب تمہیں میرے سپرد کر دیا گیا اور میرے پاس آگئے تو اپنے ساتھ میرا سلوک دیکھو گے اور اس پر مل جاتی ہے اور اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں اور راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس کے لئے ۷۰ سانپ پیدا کر دیئے جاتے ہیں جن میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک دے تو جب تک دنیا رہے گی کوئی پودا نہیں اگے گا اور وہ اسے کاٹتے اور نوچتے رہیں گے یہاں تک کہ حساب کا دن آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کا چمن ہے یا جہنم کا گڑھا۔ (ترمذی)

جنازہ اٹھاتے وقت میت کی حالت:-

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اٹھاتے ہیں تو میت نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے بڑھاؤ اور اگر نیک نہیں ہے تو کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت مجھے کہاں لئے جا رہے ہو اور اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (رواہ البخاری)

قبر میں مومن کا ثبات اور اس کی حالت:۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہے اور اللہ کا یہ ارشاد اسی کے بارے میں ہے۔

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ۔

"اللہ تعالیٰ مومنوں کو قولِ ثابت کی وجہ سے حیاتِ دنیا اور آخرت میں ثابت رکھتا ہے"۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اور میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ آفتاب غروب ہو رہا ہے اس لئے وہ بیٹھ کر اپنی آنکھیں ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ نماز پڑھ لوں۔ (ابن ماجہ، بروایت جابرؓ)

یعنی وہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھ سے سوال مت کرو، پہلے نماز ادا کر لینے دو تاکہ میری نمازِ عصر فوت نہ ہو جائے گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ابھی دنیا ہی میں ہے، اسی سے یہ ظاہر ہوتا ہے جو شخص وقت سے نماز ادا کرتا ہے وہ قبر میں بے خوف رہتا ہے۔

عذابِ قبر کے اسباب:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلخور تھا پھر آپ نے

کھجور کی ایک ہری شاخ لیا اور اسے دو حصے میں چیر دیا اور ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا صحابۂ کرامؓ نے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ جب تک یہ دو سوکھیں ان سے عذاب ہلکا کر دیا جائے۔ (متفق علیہ)

حدیث کی وضاحت۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ کا گزر دونئی قبروں پر ہوا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں اور اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے عذاب ہلکا کرنے کے لئے تر شاخیں گاڑ دیں کیونکہ کافر کیلئے استغفار جائز نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے اور چغلخوری کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ انہیں بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے جب کہ عذاب گناہ کبیرہ پر ہوتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی نظر میں ان دونوں گناہوں کی اہمیت نہیں ہے. یا یہ کہ ان دونوں گناہوں سے پرہیز کرنا کوئی مشکل اور بڑی بات نہیں ہے ورنہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور استنجاء پر دھیان نہ دینا اور ایسے ہی چغلخوری گناہ کبیرہ اور عذاب قبر کا سبب ہیں۔ دونوں قبروں پر تر شاخوں کا گاڑنا آپؐ کی خصوصیت ہے۔

صحابی رسول حضرت سعد بن معاذ کو قبر نے دبایا :-

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ جب سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے پاس گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھ لیا اور قبر میں رکھے گئے اور اسے برابر کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ کہا اور اور ہم دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے بھی تکبیر کی. پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کیوں فرمایا آپ نے جواب دیا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوئی یہاں تک کہ اللہ نے اسے کشادہ کر دیا۔ (مسند احمد)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان (سعد بن معاذؓ) کے لئے عرش جھوم گیا اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور ان کے پاس ۷۰ ہزار فرشتے

حاضر ہوئے انہیں قبر میں دبایا گیا پھر اس کو کشادہ کر دیا گیا۔ (سنن نسائی)

تنبیہ:-

اس بلند پایہ صحابیِ رسول کو قبر کا دبانا ہم جیسے گناہگاروں کے لئے بڑا عبرت آموز ہے۔ ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اپنے اعمال پر توجہ دینی چاہئے۔

مجاہد فی سبیل اللہ قبر کے فتنے سے بے خوف ہوتا ہے:-

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دن اور رات اللہ کے لئے سرحد کی پاسبانی کرنا ایک مہینے کے روزے اور تہجد سے بہتر ہے اور اگر اس کی موت ہو جائے تو جو عمل کرتا رہا ہے اس کا ثواب اسے برابر ملتا ہے اور برابر اسے روزی دی جاتی ہے اور قبر کے فتنے سے بے خوف کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

اور ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر میت کے عمل پر مہر کر دی جاتی ہے لیکن جس کی وفات اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے ہو تو اس کو اس کے عمل کا ثواب برابر قیامت تک دیا جاتا ہے اور قبر کے عذاب سے بے خوف ہوتا ہے۔ (ترمذی ابوداؤد بروایت فضالہ بن عبید)

میت کے اعمال کا ثواب:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی انسان کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بھی بند ہو جاتا ہے لیکن تین چیزوں کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کا، یا ایسے علم کا جس سے فائدہ حاصل کیا جا رہا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔

صدقہ جاریہ میں رفاہ عام کے تمام کام شامل ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں جیسے مسجد و مدرسہ یا سرائے بنانا یا پانی کے لئے ہینڈ پائپ اور کنویں وغیرہ۔ علم میں تعلیم و تصنیف شامل ہے۔ نیک اولاد کی ہر دعا اور استغفار کا ثواب اس کے والدین کو ملتا ہے جس میں نوافل اور صدقات شامل ہیں۔

میت کیلئے دعا و استغفار:-

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبر میں میت کی مثال اس شخص کے مانند ہوتی ہے

جو ڈوب رہا ہو اور فریاد کر رہا ہو وہ کسی دعا کا انتظار کرتا ہے جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست سے ملے اور جب اسے مل جاتی ہے تو اس کے نزدیک وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اہلِ زمین کی دعا اہلِ قبور پر پہاڑ جیسی بنا کر پیش کرتا ہے اور زندوں کا ہدیہ میت کے لئے ان کے لئے استغفار کرنا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

اور ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کا رتبہ جنت میں بڑھا دیتا ہے تو وہ سوال کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ مجھے کیسے مل گیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لئے تمہاری اولاد کے استغفار کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے میت کے لئے دعا و استغفار سے انہیں بڑی مدد ملتی ہے اور یہ کہ اپنی اولاد کو دیندار بنانا چاہیئے اور دوست بنانے میں دینداری ہی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے تاکہ اس کی موت کے بعد دعا و استغفار کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔

قبروں کی زیارت :-

عبرت حاصل کرنے اور یادِ آخرت کے لئے قبروں کی زیارت جائز ہے لیکن وہاں ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو جیسے اہلِ قبر سے دعا و فریاد کرنا اس کا تزکیہ کرنا اور اس کے لئے جنت کا یقین رکھنا وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا اب ان کی زیارت اس لئے ہے کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔ (نسائی بروایت بریدہ بن حصیب)

ابو سعید خدری کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا تو اب ان کی زیارت کرو کیونکہ اس میں عبرت ہے (احمد و حاکم) اور بزار کی روایت میں ہے کہ ایسی بات نہ کرو جس سے پروردگار ناخوش ہو۔

اور بروایت حاکم انس بن مالک کی روایت میں ہے کہ قبروں کی زیارت دل کو نرم کرتی اور آنکھوں کو نم کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور وہاں بیہودہ بات نہ کرو۔

زیارت قبر کی دعا :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ

کے رسول ہمیں اہل قبر کیلئے کیا دعا کریں؟ تو آپ نے فرمایا۔

السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون۔

اہل وطن مومنوں اور مسلمانوں پر سلام بولو اور اللہ اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور انشاء اللہ ہم تم سے ملیں گے۔

بریدہ کی روایت میں یہ زیادہ ہے۔

انتم لنا فرط ونحن لکم تبع اسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت چاہتا ہوں۔

لہذا قبر کی زیارت عبرت اور اپنے اور عام مسلمانوں اور اہل قبور کے لئے دعا کے واسطے ہونی چاہئے کسی تبرک یا حاجت روائی کے مقصد سے قبر کی زیارت شرک ہے۔

اللہ ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

بقیہ صـ ۲۸ کا

ہمارے زمانہ میں جامعہ سلفیہ بنارس کا سنگ بنیاد رکھا گیا جو اللہ تعالیٰ کے حسب وعدہ انعام ورحمت کے طور پر دار الحدیث رحمانیہ کا نعم البدل مرکزی دار العلوم بنارس کی شکل میں ہمیں عطا کیا گیا۔

ہم اس فضل واکرام پر خدائے پاک کے بے پایاں شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں ایک قیمتی موتی ملا ہوا تھا وہ کھو گیا لیکن اب در شہوار مل گیا۔ ہمیں پہلے ایک نفیس پھول ملا تھا جس کی رعنائی وزیبائی سے ہم سب مسرور وسرشار تھے لیکن اب ہمیں مرکزی دار العلوم کی شکل میں ایک گلستاں مل گیا جو گلفشاں بھی ہے اور گل بداماں بھی ــــ اب ہم فخر کے ساتھ یہ شعر برمحل عرض کر رہے ہیں۔

آفتاب تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ٹوٹے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک؟

●●

بلاعنوان

ایک اصلاحی مکالمہ

افضل ندوی

عامر: عاطف بھائی السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عاطف: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عامر: کیا تم خیریت سے ہو؟

عاطف: الحمد للہ میں خیریت سے ہوں۔

عامر: بھائی عاطف آج تم کس فکر میں ڈوبے ہوئے ہو جبکہ پورا شہر بلکہ پورے ہندوستان میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت پہ جشن منایا جارہا ہے؟

عاطف: عامر آپ نے اچھا سوال کیا میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ آج پورے شہر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر محفلیں منعقد ہو رہی ہیں اور میرے گھر میں بھی اچھے اچھے قسم کے کھانے نذر و نیاز کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور بھی قسم قسم کے خرافات کئے جارہے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا اس میں نبیؐ کی بعثت کا مقصد قرآن کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس نبیؐ امت کے وجود کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے نبی کا کلمہ گو ہوتے ہوئے اس قسم کے خرافات اور بدعات میں ملوث ہو اور عملی میدان میں جو دین کے اساس ہیں اس میں وہ صفر ہو اور صرف زبانی دعویٰ خرچ کرتی ہو کہ ہم ہی حقیقی عاشق رسول ہیں اور رسول کی یوم پیدائش پر غیروں کی طرح محفل میلاد قائم کرے۔ جلوس، جھنڈوں اور ڈھول تاشوں سے نبی کی روح کو گزند پہونچائے۔

عامر: بھائی عاطف گستاخی معاف! لگتا ہے تم کو کسی وہابی کی کتاب ہاتھ لگ گئی تھی۔

عاطف: بھائی عامر! یہ وہابی کس مذہب کے پیرو ہیں، کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔
عامر: سنو! بارہویں صدی میں ایک شخص نجد میں پیدا ہوا اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا اس نے ایک فرقہ قائم کیا اور صحابۂ کرام اور اہل بیت کی قبروں کو مسمار کرنے کا فتویٰ دیا اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام پڑھنے کو ممنوع قرار دیا۔ یہ ہے اس فرقے کے بانی کا مختصر تعارف۔

عاطف: عامر! اس شخصیت کا نام تو محمد تھا اور ان کے والد کا نام عبدالوہاب۔ تو آپ لوگ ان کو وہابی کے بجائے محمدی کیوں نہیں کہتے؟ اور جہاں تک قبروں کے ڈھانے کا معاملہ ہے تو اللہ کے رسولؐ نے خود اپنے داماد ہی کو حکم دیا تھا کہ ایک بالشت سے اونچی قبروں کو ڈھا دو! درود و سلام کے متعلق آپ نے جو طریقہ سکھلایا وہ یہ ہے کہ کہیں سے بھی اگر تم درود و سلام بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ مجھ تک پہونچا دے گا۔ اور تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے زمانے میں خود غرض ملاؤں نے سادہ لوح عوام کو اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور رکھ کر قبر رسول کو مساجد کا درجہ دے دیا تھا لوگ وہاں پہ جا جا کر اللہ کے علاوہ، رسول سے استغاثہ کرتے ان کو حاجت روا سمجھتے جبکہ یہ ساری چیزیں مشرکانہ ہیں۔

عامر: سر کھجلا کر! بھائی عاطف، لیکن ہمارے بڑے بڑے علمائے علماء کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

عاطف: سنو! میں نے کہا نہ کہ یہ ساری چیزیں غیر اسلامی اور مشرکانہ عمل ہیں اور یہ شکم پرور علماء جو ہم کو بتلاتے ہیں وہ صرف موضوع احادیث اور اپنے ہی جیسے علماء کے اقوال کی روشنی میں۔
عامر: بھائی عاطف اچھا بتاؤ اس کتاب میں اور کیا بیان کیا گیا ہے؟
عاطف: میں اسی کو بتلا رہا تھا کہ نئی امت کے بعثت کا مقصد کیا ہے لیکن تم نے دوسری بحث چھیڑ دی۔ اچھا سنو! مصنف نے لکھا ہے کہ اس نئی امت کے وجود کا مقصد ایک بہت بڑے مقصد کے لئے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے اس نئی امت کا انتخاب اسی وقت کر لیا تھا جب اپنے پیارے بندہ ابراہیمؑ کو یہ حکم دے رہا تھا کہ اے ابراہیم تم اپنے نور نظر کو بے آب و گیاہ وچٹیل میدان میں آباد کرو۔ اور اللہ نے بنی اسماعیل سے اس نئی امت کی امامت

و قیادت کے لئے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کر کے مبعوث فرمایا۔

عامر: اگر اس نئی امت سے اللہ کو بہت بڑا کام لینا تھا تو کیوں نہیں سرسبز و شاداب علاقہ میں مبعوث کیا جہاں نہریں رواں ہوتیں، تجارت کی منڈیاں ہوتیں، آبادیاں ہوتیں؟

عاطف: دیکھو اللہ کو اس نئی امت سے اپنے دین کا کام لینا، اسلامی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کرنا اور لوگوں کو اللہ کی وحدانیت سے متعارف کرانا تھا تاکہ لوگ گمراہیوں سے نکل کر صراط مستقیم پہ لگ جائیں اور جو بات آپ نے کہی کہ نہریں ہوتیں، آبادیاں ہوتیں، تجارت کی منڈیاں ہوتیں وغیرہ یہی سوال غیر مذاہب کے لوگ بھی ہماری موجودہ حالتِ زار اور اسلامی تعلیمات سے ہم کو کوسوں دور دیکھ کر کرتے ہیں کہ اس نئی امت کے وجود کا مقصد یہ تھا کہ بھلائی کا حکم دے برائی سے روکے، تو کیوں یہ امت قسم قسم کے خرافات و بدعات میں لگی ہوئی ہے اور جن چیزوں کی تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی آج ان کی امت کی کثیر تعداد اپنی جانب سے اسلام میں کر رہی ہے۔

عامر: عاطف یہ جو تم نے کہا کہ غیر مذاہب کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد نے جو نہیں کیا اور نہ کہا آج ان کی امت کر رہی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

عاطف: عامر بھائی دیکھئے آج اس پورے شہر کو قمقموں اور پھولوں سے دلہن بنا دیا گیا ہے جھنڈیوں اور ڈھولوں کی آوازوں سے مساجد کی حرمت کو اپنے ہی لوگ پامال کر رہے ہیں۔ جب کہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ملتا اور غالباً یہ چھٹی صدی ہجری کے مصلحت پسند حکمرانوں اور علماء سوء کی دین ہے، میں نہیں سمجھ پایا کہ آخر یہ نئی امت انہیں پیسوں کو دینی علوم کی اشاعت میں کیوں نہیں خرچ کرتی کسی لاچار صد سالہ بیوہ کی مدد کیوں نہیں کرتی؟ ان فضولیات سے بچ کر تالیف قلب جیسے اچھے مصرف میں دل کھول کر کیوں نہیں حصہ لیتی، جب کہ نیک اور ضروری کام میں اسلام نے خرچ کا ایک معیار متعین کیا ہے اور جو لوگ اسراف کرتے ہیں ان کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے۔

عامر: عاطف تمہاری گفتگو سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ محفل میلاد اور موجودہ رسم و رواج درست نہیں۔

عاطف: عامر یہ عمل درست ہی نہیں بلکہ غیر شرعی اور مشرکانہ عمل ہے اور اس نبیؑ امت کے پروگرام سے کوئی تعلق نہیں رسولؐ نے اور صحابہ کرامؓ نے اپنی بعثت کا مقصد صرف ۲۳ سال کے اندر پوری دنیا پہ ظاہر کر دیا تھا۔ کیا تم نے سیرت رسولؐ نہیں پڑھی کہ کفار کا ایک گروہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنا چودھری تسلیم کریں تو اس کے لئے پورا قبیلہ تیار ہے اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ قبیلہ کی سب سے خوبصورت دوشیزہ سے شادی کرادی جائے تو بھی قبیلہ راضی ہے، اور اگر آپ کو جنون ہے تو قبیلہ دنیا کے سب سے بڑے ماہر حکیم سے علاج کرانے کے لئے تیار ہے، لیکن عامر تم تعجب کروگے کہ پیش کش اس وقت کی جارہی ہے جس وقت پورا قبیلہ آپؐ کا دشمن اور آپؐ کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا لیکن ہمارے نبی نے ان تمام پیشکشوں کو بغیر سوچے سمجھے ٹھکرا دیا، بھائی عامر اگر کوئی غیر مسلم ہم سے یہ سوال کرے کہ اے امتِ محمدیہ جن چیزوں کو تمہارے نبیؐ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ٹھکرا دیا تھا اور تم آج انہی چیزوں کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہو تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

عامر: بھائی عاطف! اس واقعہ کو ہم نے بچپن میں پڑھا تھا اور آج ہی ایک پیر صاحب محفل میلاد میں اس واقعہ کو سنا رہے تھے لیکن مقصد اصلی کو انہوں نے واضح نہیں کیا بلکہ ہر بات پر سامعین نعرہ لگاتے اور حضرت جوش میں الفاظوں کا انبار لگا دیتے۔ واقعی میں اس نبیؑ امت کا مشن دعوت و ارشاد تھا نہ کہ صرف دنیاوی کاموں میں مشغول ہوجانا اور نبی کی تعلیمات سے بے زار رہنا، اور اپنی جانب سے دین میں ایسی رسم ایجاد کرنا جو اس میں نہیں ہے۔

عاطف: بھائی عامر دیکھو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم دعوت و ارشاد میں مشغول رہیں گے تو دنیاوی کام کیسے چلے گا؟ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی دعوت و ارشاد کے فریضہ کو مکمل طور پہ ادا کرتے تھے اور تجارت بھی کرتے تھے، اور آپ نے بھی یہ پڑھا ہوگا کہ ایشیا کی ممالک انڈونیشیا و ملیشیا میں صحابہ نے دین سے لوگوں کو اپنی تجارت ہی کے ذریعہ متعارف کرایا کیونکہ ان کا لین دین، چال چلن گویا کہ پوری زندگی پہ اسلام ظاہر تھا۔ وہ لوگ تجارت و سیاست وغیرہ میں ہر چیز سے سمجھوتہ کر لیتے لیکن اللہ کی وحدانیت اور رسول کی تعلیمات سے کسی بھی حالت

میں سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اسنو۔ حضرت عامر بن ربعیؓ جو صحابیِ رسول ہیں ایک غیر مسلم بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے بادشاہ نے سوال کیا۔ اس نئی امت کے وجود کا مقصد کیا ہے۔ حضرت عامرؓ نے بے خوف وخطر جواب دیا کہ اس کا مقصد اللہ کے بندوں کو لوگوں کی بندگی سے نکالے تاکہ وہ لوگ اللہ کی وحدانیت اور کتاب مقدس پر ایمان لائیں اور غلامی سے نجات حاصل کریں۔ دیکھا آپ نے انہوں نے بھرے مجلس میں بادشاہ کے سامنے اپنی ذمہ داری کو کس طرح ادا کیا۔

عامر: بھائی عاطف اچھا ہوا تم سے ملاقات ہوگئی اور تم نے مجھ کو کتاب وسنت کی روشنی دکھلائی حقیقت میں میں تمہاری گفتگو سے بے حد متاثر ہوا۔ چلتا ہوں توبہ کروں گا اور قرآن حدیث ہی کو اپنا رہبر مانوں گا، اللہ تو میری توبہ قبول کرلے میں گنہ گار ہوں مجھکو معاف فرما اور تمام مسلمانوں کو قرآن وحدیث اور دور اول کے مسلمانوں کے مسلک پہ چلنے کی اور دعوت وتبلیغ جیسے اہم ذمہ ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا کر۔ آمین۔

عاطف: عامر بھائی میں بھی جاتا ہوں اور گھر والوں کو ان تمام فضولیات اور مشرکانہ عمل سے روکوں گا اور تبلیغ کی ذمہ داری سے آگاہ کروں گا شاید کہ وہ لوگ قرآن وحدیث کی صحیح باتوں کو تسلیم کریں۔

عامر: اچھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عاطف: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فی امان اللہ۔

---

(۲)

ہندوستان کے تین بڑے مدارس

میرے احساسات و تاثرات کے آئینہ میں

مولانا عبدالرؤف رحمانی۔ ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال۔

مدرسہ رحمانیہ دہلی سے متعلق چند تعارفی کلمات

"دارالحدیث رحمانیہ دہلی یوں تو سارے علمی دنیا میں معروف و مشہور ہے لیکن اس کی حقیقی وجہ آغاز اور واقعی سبب سے ہماری آج کی علمی دنیا بھی ناواقف اور بے خبر ہے حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کی حیات و خدمات پر جو کتاب لکھی گئی ہے اور جسے میں مرکزی دارالعلوم بنارس کی کانفرنس سے خرید کر لایا ہوں اب اس کو پڑھ چکا ہوں، یہ کتاب کیا ہے؟ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے حالات و مجاہدات پر اور ان کی تبلیغی و تعلیمی کوششوں کا ایک گنجینۂ معلومات ہے اس کو پڑھ کر امام المناظرین حسن البیان کا عظیم مؤلف اور مناظر اسلام کا تقویٰ و تدین کمال درجہ کی ورع و پرہیزگاری کا بخوبی علم ہوا، مولانا کا دربھنگہ کے نواح سے بھی تعلق تھا اور بہار میں رحیم آباد کے قرب و جوار میں آپ کے عقیدت مند لوگ سینکڑوں نہیں ہزاروں تھے، آپ کا نام نامی اسم گرامی دہلی کے مقتدر و موقر حضرات تک پہونچ چکا تھا۔ دہلی کے مشہور حکیم اجمل خاں صاحب مولانا کے علم و فضل کے معترف و معتقد تھے اور شیخ عبدالرحمان و عطاء الرحمان صاحبان جو صدر بازار دہلی میں اپنا مشہور تجارتی فرم رکھتے تھے۔ یہ سب حضرات بھی مولانا کے نہایت عقیدت مندوں میں سے تھے اور آپ ہی ان کے مقتدیٰ و پیشوا تھے یہ حضرات مولانا کی جوتیاں اٹھانے کو اپنا شرف اور اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا ہی کے ایک مبارک مشورہ پر شیخ عبدالرحمان و عطاء الرحمان صاحبان نے مدرسہ "دارالحدیث رحمانیہ" کھولا یہ دونوں حضرات رئیس التجار تھے لاکھوں نہیں بلکہ اربوں روپے

کے مالک تھے جیسا کہ آگے آنے والے واقعات سے ہمارے ناظرین کو بخوبی علم ہو جائے گا۔

ہم آج بڑے فخر و ابتہاج کے ساتھ یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ حضرت شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی رحمۃ کاملہ کی یادگار ہے اور انہیں کی ایک دین ہے۔ اب حیات و خدمات سے مکمل حالات پڑھئے۔

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام و بنا کی سرگزشت

ایک مرتبہ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم دہلی تشریف لے گئے شیخ عبدالرحمٰن وعطاء الرحمان صاحبان کے ہاں قیام تھا۔ اتفاق سے ان کی بہن کو کچھ ایسی تکلیف تھی کہ لوگوں کو شبہ ہوا کہ جناتی حرکت ہے۔ مولانا کے سامنے تذکرہ ہوا۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب نے ایک تعویذ دے دیا بہن بھلی چنگی ہو گئی۔ لیکن اس کے بعد ہی شیخ صاحبان کا بھانجہ لاپتہ ہو گیا ایک سیٹھ کا بھانجہ تھا اس کی تلاش پر کافی اخراجات ہوتے لیکن پتہ نہ چل سکا کچھ دنوں کے بعد پاربتی پور، بنگال کے اسٹیشن پر کسی نے پہچانا شیخ صاحب کو خبر دی گئی آدمی آیا اور اس لڑکے کو دہلی لے گیا۔

اس بچہ کے مل جانے کی خوشی میں یہ لوگ اپنی دولت سے شکر ادا کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم نے مشورہ دیا کہ سب سے اچھا شکرانہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ کھول دیں چنانچہ مشورہ ان لوگوں کو پسند آیا اور عبدالرحمان صاحب کے نام کی مناسبت سے مدرسہ رحمانیہ کھول دیا جس کی افادیت سے ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا واقف ہے افسوس کہ ۱۹۴۷ء کے تقسیم ملک اور فسادمیں یہ چشمہ صافی ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

الحاج عبدالرحمان صاحب مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کے ایسے گرویدہ تھے کہ ہر حکم کو فوراً بجا لانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ شیخ عطاء الرحمان صاحب کو شوق پیدا ہوا کہ زمینداری حاصل کی جائے اور زمیندارانہ ٹھاٹھ باٹ سے زندگی بسر کی جائے۔ بڑے بھائی کے سامنے اس خیال کا جب اظہار کیا تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے ان کا خیال تھا کہ ہم لوگ

شہر کے باسی تجارت کے ماہر ہیں زمینداری کا انتظام ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہے کہ زمینداری خریدنی ہے۔

آخر عبدالرحمان صاحب نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم سے اس کا تذکرہ کیا مقصد یہ تھا کہ مولانا خود یعنی عطاء الرحمن کو سمجھا دیں گے کہ وہ اس خیال سے باز آجائیں گے لیکن مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی نے مشورہ دیا کہ جب وہ اس کے لئے بضد ہیں تو آپ ان کی یہ خواہش پوری کردیں تجربہ خود ان کو راستہ معین کرنے میں مدد دے گا چنانچہ اس کے بعد اس پر یوں عمل کیا کہ نوے لاکھ میں ایک بہت بڑی زمینداری خرید کر ان کے حوالہ کردیا یہ دوسری بات ہے کہ سال ڈیڑھ سال کے بعد ہی شیخ صاحب کو اس پیشہ کے حالات سے جب سابقہ پڑا تو وہ دل برداشتہ ہو گئے اور توبہ کرنے لگے آخرش زمینداری کو لاکھوں روپے خسارہ پر فروخت کر کے چھٹکارا حاصل کیا اور اپنی سابقہ کاروبار میں مشغول ہو گئے یہ لوگ مولانا کے اتنے دلدادہ تھے کہ برابر دہلی سے رحیم آباد خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور تحفہ تحائف کا انبار اپنے ساتھ لاتے رہتے ایسی عقیدت تھی کہ زمانہ علالت میں تو گویا ڈاک بٹھادی تھی کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے حالات ہردم ملتے رہیں اور مرض کے لحاظ سے ہر سامان بھیجتے رہتے تھے۔

دہلی کے مشہور حکیم اجمل صاحب بھی آپ کے بے حد عقیدت مند تھے ذیل کے واقعہ سے تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

"رحیم آباد کے پڑوس میں موضع بھگونی میں ایک مختار صاحب جن کا نام محبّ الحق تھا۔ مولانا کے بڑے معتقد اور فدائی تھے ان کے برادرزادہ عبدالرحیم صاحب عرف ڈمڑی بابو سخت علیل تھے کبھی کبھی منہ سے خون آجاتا تھا بہت علاج کرایا لیکن فائدہ نہ ہوا آخر مولانا نے اپنا ایک رقعہ دے کر حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی خدمت میں دہلی روانہ کردیا وہاں کا حال یہ تھا کہ بڑے بڑے رؤسا اور لیڈران قوم کو بھی جلدی رسائی نہ ہوتی تھی اور کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا تھا یہ نوجوان دہلی پہنچ گیا وہاں کا منظر دیکھ کر سوائے ناکامی کے کچھ نظر نہ آیا لیکن ضرورت نے مجبور کیا اور ناامیدی کی حالت میں وہ خط جو مولانا نے دیا تھا دربان کے حوالہ کردیا، دربان نے خط حکیم صاحب کو پہونچادیا۔ حکیم صاحب نے خط پڑھا اور فوراً اس نوجوان کو طلب فرماکر

معائنہ کیا اور فرمایا کہ تم میرے پاس ہی قیام کرو لیکن چونکہ مولانا مرحوم نے تاکید کر دی تھی کہ حکیم صاحب تم کو اپنے یہاں روکنے کی کوشش کریں گے مگر تم وہاں قیام نہ کرنا اس لئے انہوں نے معذرت کر دی حکیم صاحب نے فرمایا کہ اگر دوسری جگہ قیام کرتے ہو تو تمہارے لئے کھلی اجازت ہے کہ جب چاہو آؤ اور سامنے چہل قدمی کر دمیں خود تم کو بلالوں گا چنانچہ یہ کچھ دنوں تک وہاں رہے اور حکیم صاحب سے اسی طرح ملتے رہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حکیم صاحب کے دل میں مولانا مرحوم کی کتنی عزت تھی اور کیسے تعلقات تھے۔

دہلی میں الحاج عبدالرحمٰن وعطاء الرحمٰن صاحبان تو آپ کے اتنے گرویدہ تھے کہ آپ کی جوتی سیدھی کرنے کو باعث فخر سمجھتے تھے اور اتنے بڑے صاحب ثروت ہونے کے باوجود آپ کی خدمت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ (حیات و خدمات: ۹۳)

ان تفصیلی حالات کو پڑھ کر ہمیں حسب ذیل معلومات حاصل ہوتیں اوّل یہ کہ مدرسہ "دارالحدیث رحمانیہ" مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم کے نیک مشوروں سے قائم کیا گیا۔ کہاں شیخ عطاء الرحمٰن صاحب وعبدالرحمٰن صاحب اپنے گمشدہ بھانجے کے مل جانے پر فرحت و شکرانے کے طور پر کھلانے پلانے پر ہزار ہا روپیہ صرف کرنا چاہتے تھے اور کوئی ٹھوس و کارآمد کام اس سے انجام نہ پاتا لیکن مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے حقیقی مشورہ کو ان دونوں بھائیوں نے قبول کر لیا اور اس رقم کو کارآمد و نفع بخش یادگار یعنی مدرسہ کا بنانا منظور کر لیا اور پھر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ عالم وجود میں آگیا تو دراصل دارالحدیث رحمانیہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی صحیح یادگار ہے اور انہیں کے نیک مشورہ کو ان حضرات نے سر آنکھوں پر رکھ کر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا آغاز کیا وہ حضرات آپ کی باتوں کی قدر و قیمت کو سمجھتے تھے۔ تحریر بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دارالحدیث رحمانیہ بنانے والے کتنی اونچی حیثیت کے مالک تھے اور دہلی کے مالداروں میں ان کا رتبہ کتنا بلند وبالا تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم نے اپنے چھوٹے بھائی عطاء الرحمٰن کو زمینداری خریدنے کے خبط میں ان کو حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے مشورہ مل جانے کے بعد کتنی خطیر دولت زمینداری خریدنے کے لئے دے دی یعنی نوے لاکھ روپے کا گرانقدر سرمایہ ان کے حوالہ کر دیا،

یہ زمانہ ۱۳۳۰ھ کا تھا آج کے زمانہ کے اعتبار سے یہ اربوں روپے کی ملکیت ہوتی ہے جبکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ دو آنہ سیر گوشت ملتا تھا اور دس روپیہ ماہانہ پر ہوٹلوں میں کھانا ملتا تھا اس حساب سے جوڑیئے تو یہ زمینداری کئی ارب روپے کی ثابت ہوتی ہے۔

یہ زمینداری کا مسئلہ بڑے ہی شفقت آمیز مسائل اپنے ساتھ رکھتا ہے طرح طرح کے پیچیدہ مقدمات و پریشانیاں اس کے ساتھ لوازمات میں سے ہیں ہمارے والد ماجد حاجی نعمت اللہ صاحب مرحوم نے سات سو روپے میں نیپال کے موضع سونپور میں ایک زمینداری خریدی تھی لیکن اسامیوں کے حالات و معاملات کی وجہ سے ہمیشہ تنہا، ہوٹل اور کاٹھمنڈو میں انہیں رہنا پڑتا تھا اور مقدمات کے مسائل پر ہمیشہ ان کا فکر و دماغ طرح طرح کی الجھنوں میں مبتلا رہتا تھا پہلے خوش آئند معلوم ہوتی تھی مگر بعد میں اس زمینداری میں کوئی بھلا نہیں نکلا۔

اکبر الٰہ آبادی زمیندار تھے انہوں نے مجبور ہو کر لکھا تھا۔ ؎

ذرہ ذرہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہے یہاں
عافیت چاہے جو انساں تو زمیندار نہ ہو

اور ایک قطعہ میں اکبر الٰہ آبادی نے زمینداری کی مشکلات پر کیا خوب لکھا ہے۔

محتاجِ در وکیل و مختار ہیں آپ
سارے عملے کے ناز بردار ہیں آپ
آوارہ و منتشر ہیں مانند غبار
معلوم ہوا مجھے کہ زمیندار ہیں آپ

بہت اچھا ہوا کہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے اس مشکل و پریشان کن کام کو تلخ تجربہ کے بعد چھوڑ دیا اور کچھ خسارہ اٹھا کر زمینداری کو ترک کر کے تجارت جیسے بابرکت کام میں پھر لگ گئے۔

یہ وہ پیشہ ہے جس کو خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور سچے دیانت دار تاجر کی بڑی فضیلت بتلائی ہے، اسی تجارت کی برکت سے نفع لاکھ روپیہ حاصل ہوا تھا یہ تجارت ہی کی برکت تھی۔

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا حسن انتظام اب تک لوگوں کو یاد ہے ہر مہینہ تمام طلبہ کی نفیس و پر تکلف دعوت ناظم رحمانیہ اپنے دولت کدہ پر کیا کرتے تھے ہر ہفتہ علماء و مدرسین کی دعوت

بھی لذیذ ونفیس کھانوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی سال میں دو مرتبہ اوکھلا یا قطب لاٹ کی طرف سیر کرائی جاتی تھی متعدد بسوں اور لاریوں پر طلبہ اور کھانے کے جملہ تمام پکے ہوتے ہنڈے پہنچتے تھے اور وہاں سیر وتفریح کے بعد گرم گرم اور تازہ ونفیس کھانے کھانے کو ملتے تھے اس کے علاوہ اوڑھنے بچھانے کے لئے گدا اور چادر ولحاف ملتا تھا جاڑے کے موسم میں لڑکوں پر لڑکوں کے لئے اونی سوئٹر اور اونی کوٹ اور تمام قسم کے کمبل اور نئے نئے لحاف وگدے آتے تھے۔

لڑکوں کے سیر وتفریح اور کھیل کے بعد بادلم کا شربت برف آلود پیش کیا جاتا تھا میں طبعاً کھیل کود کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتا تھا لیکن ایک دوبار شرکت کا اتفاق ہوا اور میں نے بھی کبڈی مدرسہ کے کھلے صحن میں کھیلا ہے اور میں نے بھی ایک دوبار شربت پیا ہے بالعموم میرا کام پڑھنے پڑھانے کا تھا اور شب وروز اسی مشغلہ میں مشغول رہتا تھا۔ ضلع اٹاوہ وغیرہ کے پڑھنے والے رحمانی علماء مجھ سے پہلے وفات پا گئے جو میری محنت وشغف کو دیکھ کر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم دیوانہ ہو جاؤ گے اور یا پگل ہو کر مرو گے۔ میں ہمیشہ سبق کو حاصل کر کے آتا اس کے بعد میرے کمرے میں کھانا آجاتا تھا کیونکہ میں نے نفیس طعام دے کر ہی بنارس اور دہلی میں کھانا کھایا ہے لیکن کھانا کمرے میں آکر رکھا رہتا تھا اور میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کا سمجھے ہوئے مضمون کو لکھا کرتا تھا۔ یہاں تک کی ظہر کی اذان ہو جاتی ہم ظہر کی نماز پڑھ کر آتے تو اپنا کھانا کھاتے اس وقت ناشتہ دان کا کھانا ٹھنڈا ہو جاتا اور گوشت کے سالن پر ڈالڈا یا گھی وغیرہ جو ہوتا وہ جم جاتا اور اس کو کائی کی طرح نکال کر میں باہر پھینکتا صرف جمعہ کے دن گرم اور تازہ کھانا نصیب ہوتا تھا کیونکہ اس دن کوئی سبق نوٹ کرنا نہیں ہوتا تھا عموماً رات کے بارہ بجے کے بعد سوتا تھا میں نے دہلی میں پڑھنے کے زمانے میں کسی محلے یا بازار کو نہیں دیکھا شاعر کا یہ شعر میرے اس حال پر منطبق تھا۔

ؔ ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مرینگے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

ہمارے مدرسہ رحمانیہ میں طلبہ کو نقدی انعام دینے کا بھی دستور تھا۔ امتحان کا نتیجہ سنایا جاتا اور نقد روپیہ، گھڑی اور جبہ ودستار کا انعام دیا جاتا۔ ہم بھی اپنے زمانہ میں ہر جماعت میں اوّل آتے رہے اور انعامات سے نوازے گئے۔ اس دن یہاں شیخ عطاء الرحمن دہلی کے تمام

مدارس عربیہ کے علماء کو حتیٰ کہ جامعہ ملیہ عربیہ دہلی کے بڑے بڑے عربی ٹیچروں خواجہ اسلم صاحب جیراجپوری، خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، محترم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب شیخ الجامعہ جو بعد کو ہندوستان کے صدر جمہوریہ کے منصب پر فائز ہوئے وہ بھی تشریف لاتے تھے میاں صاحب اس دن بڑی شاندار اور پُر تکلف دعوت کرتے تھے تمام مدارس عربیہ کے مہمانوں کو اور طلبہ واساتذہ کو بہترین و پُر تکلف کھانا کھلاتے تھے۔ میاں صاحب نے تعلیم کا انتظام بڑا چوکس کر رکھا تھا، پابندی وضع قطع کا بڑا لحاظ تھا، نمازوں کی پابندی کے لئے حاضری لگی ہوئی تھی، تعلیم و تربیت کے لئے بہترین مواقع نصیب تھے، اس درسگاہ کے علمی وقار کو بڑھانے کے لئے میرے استاذ مولانا احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی تشریف فرما تھے جو صحیح بخاری کا بہترین اور مدلل درس دیا کرتے تھے لیکن تقسیم ہند کا معاملہ ایسا پیش آیا کہ سارا علمی سرمایہ اور کتب خانہ اور بڑے بڑے دار الحدیث سب دوسروں کے ہاتھ لگ گئے۔

مقام حسرت وافسوس

یہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی چونکہ شیخ عبدالرحمٰن و شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کا ذاتی تھا وہ اپنی آمدنی سے چلاتے تھے، اس ہوش ربا عالم میں شیخ عبدالوہاب صاحب کو خیال ہی نہ رہا کہ اسکول آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے سپرد کردیں۔ اور حادثہ تقسیم سے پہلے انتقال فرما گئے شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالوہاب صاحب مرحوم مدرسہ رحمانیہ کے ناظم بنے، میرے استاذ محترم علامہ نذیر احمد صاحب رحمانی اس وقت مدرسہ کے صدر مدرس تھے اسی اثناء میں تقسیم کا حادثہ پیش آگیا اور مدرسہ رحمانیہ کے لٹ جانے کا اور علامہ نذیر احمد رحمانی کے پکڑے جانے کا حادثہ پیش آگیا، اس وقت حاجی عبدالوہاب صاحب نے مدرسہ رحمانیہ کو جامعہ ملیہ کے حوالہ کردیا۔

افسوس! اب یہ مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا جنہوں نے اس کو ناچ گھر بنادیا اور وہاں ناچنے گانے کی تعلیم دی جاتی ہے افسوس کے ساتھ یہ شعر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

شعر
چہ نسبت است برندی صلاح وتقویٰ را
سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا؟

اس سے معلوم ہوا کہ جو مدرسہ ذاتی طور پر چلائے جاتے ہیں ان کی جماعتی حیثیت نہیں رہ جاتی ان کے ضائع ہو جانے کا ہمیشہ غم رہے گا اور ہمیشہ اس کا ماتم کیا جائیگا۔

ہم اس علمی زوال پر اور اس دار الحدیث کے فنا پذیر ہوتے پر اسی طرح غمگسار ہیں جس طرح شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بغداد کے زوال پر غم سے لبریز جذبات کو اشعار کی شکل میں ظاہر کیا ہے وہ زوالِ بغداد پر لکھتے ہیں اور ہم زوال رحمانیہ پر ماتم سرا ہیں اور شیخ سعدی ہی کے الفاظ میں ترجمانی کرتا ہوں۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

یہ آسمانی انقلاب اور حادثۂ تقسیم اتنے زبردست پیمانے پر دہلی اور اطرافِ دہلی بلکہ پورے پنجاب اور اس کے ماحول پر چھایا ہوا تھا کہ لوگوں کے ہوش و حواس کے طوطے اڑ گئے۔ اس ہوشربا عالم میں کس کو قصور وار ٹھہرایا جائے ہمارے غم کی تسلی کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اس سانحہ علمی پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون (بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو بشارت دی ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو زبان حال و قال سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم اور ہماری تمام چیزیں خدا کی امانت ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے سلامتی و رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یاب ہیں۔

اللہ کے لطف و کرم کا ظہور

جب دار الحدیث رحمانیہ دہلی پردۂ عدم میں چلا گیا اور جماعت کے لوگ شیرازہ کے منتشر ہونے کے سبب اپنی اتحادی قوت سے محروم ہو گئے تو لوگوں نے طرح طرح کے طعنے جماعت کو دیئے اور ہمارے طلبہ بھی دیوبند وغیرہ سے نکالے گئے جس کا تفصیل بیان مرکزی دار العلوم بنارس کے حالات میں آئے گا

بقیہ ص ۱ پر

اگر، مگر شیطانی ڈگر

انصار زبیر محمدی

انسان جب کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے، جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، کسی وجہ سے درخت پر سے گر کر یا گاڑی وغیرہ سے دب کر مر جاتا ہے، تو لوگ قیاس آرائی کرتے ہوتے موت کے اسباب بیان کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اگر فلاں جگہ نہ جاتا تو اس کی موت واقع نہ ہوتی اگر ایسا نہ کرتا تو حادثہ کی زد سے بچ جاتا، ہمارا یہ عقیدہ کتاب و سنت کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے ذیل کی آیتوں اور حدیث سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

یقولون لو کان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ھٰھنا۔ (آل عمران ۱۵۴)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیئے جاتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ الذین قالوا لاخوانھم وقعدوا لو اطاعونا ما قتلوا۔ (آل عمران ۱۶۸)

ان کے جو بھائی لڑائی میں شریک ہوتے اور قتل کر دیئے گئے ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ: اگر وہ ہماری مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔

مذکورہ دونوں آیتوں کی مکمل توضیح صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ قال احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجزن وان اصابک شئی فلا تقل۔

سوانی فعلت کذا وکذا لکان کذا وکذا ۔ ولکن قل ، قدر اللہ ماشاء ،
فعل ۔ فان "لو" تفتح عمل الشیطان ۔

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نفع بخش کی حرص کرو اور صرف اللہ ہی سے مدد مانگو اور عاجز مت ہو ۔ اور اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو یہ نہ کہا کرو "اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہوتا" بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا تھا اور جو اس نے چاہا وہی ہوا ۔ کیونکہ "اگر" شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے ۔

مذکورہ آیات اور حدیث اس بات کی واضح طور پر نشان دہی کر رہی ہے کہ دوران گفتگو لفظ اگر کا استعمال شیطانی راہیں کھول دیتا ہے ، اور انسان کا تقدیر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے یا اسے فراموش کر دیتا ہے ۔ جبکہ

ے قسمت کیا ہر ایک کو قسّام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

ہمیں چاہیئے کہ اس باطل عقیدہ کی تردید کریں اور جملہ امور میں اللہ ہی کو یاد کریں اور اسی پر توکل رکھیں بصورتِ دیگر کفر و شرک کے دروازے کھل سکتے ہیں ۔

بقیہ ص ۲۹ کا

۸ ۔	جناب عبدالرؤف گلاب	کشمیر	مدیر مکتبہ مسلم سرینگر کشمیر ۔
۹ ۔	مولانا محمد امین ریاضی	بمبئی	امیر جمعیت اہل حدیث بمبئی ۔
۱۰ ۔	ڈاکٹر ابو الحیات اشرف دہلوی	دہلی	سابق ڈپٹی ڈائرکٹر آف ایجوکیشن ڈائرکٹر ادارہ البلاغ دہلی ۔

ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اور نوائے اسلام کے تمام ذمہ داران و کارکنان اپنے ان تمام مہمانانِ عالی مقام کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر ادارہ کے پروگرام میں شرکت فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہان میں خوش رکھے ۔ آمین ۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ، دھلی کے دفتر میں

اکابرین جماعت اہلحدیث کی آمد

تاثرات ــــ مشورے ــــ نصیحتیں

ترتیب و پیشکش :- ابوالکلام احمد و عبدالمالک اثری

۳۰ اگست ۱۹۹۲ء کو مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے اجلاس شوریٰ میں شرکت فرمانے والے جماعت کے معزز اکابرین، اساطین وارباب حل وعقد کو مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی طرف سے مدعو کیا گیا جسے مہمانانِ گرامی نے قبول فرماکر ارکان مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اور کارکنان نوائے اسلام کو عزت بخشی۔ اور اپنے جماعتی اور انفرادی تجربات کی روشنی میں گرانقدر مشوروں سے نوازا اور قیمتی پسند و نصائح سے ارکان و کارکنان مجلس و نوائے اسلام کی رہنمائی فرمائی۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے مہمانوں کی طرف سے عزت افزائی اور ذرہ نوازی کا زوردار شکریہ ادا کیا۔ اور مجلس کے دفتر میں مہمانوں اور اراکین مجلس شوریٰ کی تشریف آوری کو جمعیۃ و جماعت کے کاز کو تقویت دینے اور اس کے نیک مقاصد کو فروغ دینے کا حوصلہ مند اور ٹھوس اقدام بتایا۔

معزز مہمانوں کا استقبال عبدالعزیز سلفی ناظم مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے کیا اور مجلس الدعوۃ کی آفس میں مہمانوں کی تشریف آوری کو اپنے اور خاندانِ مجلس کیلئے باعث عزت و افتخار بتایا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہندوستان کی عظیم درسگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ظہیر الدین اثری مدظلہ العالی کو امیر مجلس (صدر اجلاس) کا اعلان کرکے مہمانوں سے گزارش کی کہ وہ اپنی نصیحتوں، وصیتوں اور ہدایات و رہنمائی سے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے لئے سرمایۂ حیات اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کا سامان فراہم کریں۔

اس گزارش کے بعد نوائے اسلام کے سرپرست مولانا عطاء اللہ خاں امیر جمعیۃ اہل حدیث بھیونڈی و ناظم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند (جنوب مغربی ہند زون) نے اس مبارک مجلس کی نظامت فرمائی۔ رکن مجلس ابوالفیصل کی تلاوت کلام پاک کے بعد مبارک پروگرام کا آغاز فرمایا۔

ناظم مجلس کے حکم پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے رئیس مولانا عبدالواجد فیضی نائب مدیر نوائے اسلام نے مجلس کا مختصر تعارف کرایا جس میں مجلس کے قیام کے محرکات اور اس کو بروئے کار لانے کا پروگرام اور قیام کے بعد مجلس پر آنے والی شب و روز کی افتاد اور اس کے اتار چڑھاؤ سے ابھرنے والے تاثرات کا بھی ذکر کیا۔ اس موقع سے مجلس الدعوۃ کے اولین محسن محترم مولانا محمد امین ریاضی مدظلہ العالی امیر جمعیۃ اہل حدیث بمبئی کے گرانقدر تعاون کا بھی ذکر کیا جسے موصوف نے تین ہزار روپے کی شکل میں بطور قرض دیا تھا۔ برادرم فیضی صاحب نے جہاں ایک طرف مجلس الدعوۃ کے لئے اس کے بہی خواہوں کے تعاون کا ذکر کیا وہیں معاندین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا بھی اشارہ کیا الغرض مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے قیام کے بعد جو صبر آزما اور نازک و سنگین صورت حال پیدا ہوگئی تھی اس کے ذکر سے کبھی کبھار جذباتیت کا بھی مظاہرہ ہوجاتا تھا جس پر مشفق مہمانوں نے صبر و تحمل اور ناموافق حالات سے نمٹنے کا مشورہ و حوصلہ دیا۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی آفس میں کشمیر سے لے کر کنیا کماری تک اور خلیج بنگال سے لے کر رن کچھ تک کے تشریف لانے والے معزز مہمانوں کے بیچ میں مجلس الدعوۃ کے ارکان و کارکنان کو درج ذیل مشاہیر علماء کرام نے بالترتیب اپنے تاثرات اور گرانقدر مشوروں و خطابات سے نوازہ۔

۱۔ مولانا عبدالوہاب جامعی صاحب۔ ناظم جمعیۃ اہلحدیث کرناٹک و ناظم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند (جنوبی ہند زون)

۲۔ جناب ڈاکٹر سید عبدالحلیم صاحب۔ ناظم جمعیۃ اہل حدیث بہار و ناظم مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند (پوربی بہار زون)

۳۔ جناب مولانا رضاء اللہ صاحب مدنی بدایونی۔ مدیر ماہنامہ ترجمان السنہ ریچا بریلی و ناظم صوبائی جمعیۃ اہلحدیث مغربی یوپی۔

۴۔ مولانا عبداللہ صاحب مدنی جھنڈانگری۔ مدیر ماہنامہ نور توحید و نائب امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث نیپال و مہتمم مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ نیپال۔

۵۔ مولانا عبدالعزیز صاحب جامی عمری۔ عربک پروفیسر مدراس و رکن مرکزی مجلس شوریٰ۔

۶۔ مولانا ابو العاص وحیدی صاحب۔ استاذ جامعہ سراج العلوم بونڈھیار و رکن مرکزی مجلس شوریٰ۔

۷۔ حضرت مولانا ظہیر الدین اثری صاحب۔ شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد و رکن مجلس عاملہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند۔

ناظم اجلاس مولانا عطاء اللہ خان نے نوجوان متحرک عالم مولانا عبدالوہاب جامعی سے مجلس کے تئیں اپنے احساسات کے اظہار اور خطاب کے لئے فرمائش کی جس کو محترم جامعی نے قبول فرمایا اور اپنے گرانقدر تجربوں اور مشوروں سے نوازا۔ نیز فرمایا۔

"میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا البتہ اپنا ایک تاثر پیش کر رہا ہوں۔ مجلس الدعوۃ جماعت اہلحدیث کا ایک فعال اور سرگرم دعوتی و اصلاحی ادارہ ہے۔ اس ادارہ کی طرف سے نکلنے والا ماہنامہ رسالہ نوائے اسلام کا انتظار جماعت کو برابر رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رسالہ جماعت میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ہے۔ مجھے بھی اس کا برابر انتظار رہتا ہے۔ عزیزم عمر سلفی اور مولانا عبدالواجد فیضی کی سرگرمیوں اور ان کی جدّ و جہد سے میں خوب واقف ہوں۔ جماعت کا تعارف اور افراد جماعت کو جماعت سے جوڑنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ مولانا عبدالواجد فیضی اور عبدالعزیز سلفی نے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے قیام کے ابتدائی دنوں میں جن مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں جماعت کا جو کام مجلس الدعوۃ کے ذریعہ کیا ہے وہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے کرنے کا تھا۔ اسکے پروگرام

اور جدوجہد سے جماعت کا تعارف ہوا ہے اور جماعتی کاز کو تقویت ملی ہے۔ مجلس الدعوۃ کی خدمات قابلِ قدر ہیں اس کے اراکین ملک بھر میں دعوتی تبلیغی وتعارفی دورے کرتے ہیں اور جماعت میں حرکت وعمل کی تحریک پیدا کرتے ہیں میں ان کی کوششوں اور ان کی خدمات سے بہت خوش ہوں ماہنامہ نوائے اسلام کا انتظار برابر لوگوں کو رہتا ہے۔ بالخصوص نوجوان طبقہ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ یہ رسالہ جماعت کے رسالوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے جب جماعت کے رسالے وقت پر نہیں شائع ہو پا رہے تھے یا کسی وجہ سے بند ہو گئے تھے اس وقت نوائے اسلام نے جماعت کی ترجمانی کی۔

میں مجلس الدعوۃ کے تمام اراکین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک مقاصد کو بروئے کار لائے اور مجلس کو ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر عبد الحلیم صاحب نے فرمایا:

"مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ایک شاخ ہے اس تناور درخت کا جس کو مولانا عبد العزیز رحیم آبادیؒ نے دربھنگہ میں احمدیہ سلفیہ کے نام سے قائم کیا۔ مرحوم نے احمدیہ سلفیہ کے ذریعہ دین کی خدمات کا جو پروگرام تیار کیا تھا مجلس الدعوۃ کے بانی رکن عبد العزیز سلفی اپنے مخلص ساتھیوں اور نوجوان علماء کے ساتھ اس کام کو انجام دینے میں جس عزم وحوصلہ کا مظاہرہ کیا ہے اور ٹھوس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں جو کردار ادا کیا ہے وہ پوری جماعت کی طرف سے لائق شکریہ ہے میں مجلس کی خدمات پر بہت خوش ہوں۔ دار العلوم احمدیہ سلفیہ بھی ان کی کوششوں اور خدمات سے بہت خوش ہے۔ میں عبد العزیز سلفی کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو مجلس کے پلیٹ فارم سے دینی وملی جماعتی ومسلکی خدمات انجام دینے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کا یقین

دہانی کراتا ہوں۔

مولانا رضاء اللہ مدنی بدالیوں:

یہ بہت بابرکت لمحہ ہے جس میں ہم سب اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں (مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے میں بتادوں) کہ مولانا عبدالواجد صاحب ہمارے ساتھی اور کلاس فیلو بھی رہے ہیں اور عزیز عمر صاحب سے میری ملاقات اس زمانے سے ہے جب وہ اوکھلا کے ایک مدرسہ میں پوری محنت اور کوشش کے ساتھ اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے اس کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ اس زمانہ میں کچھ احباب سے ملنے کیلئے وہاں گیا ہوا تھا۔ میرا ایک بھائی بھی وہاں پڑھتا تھا اس وقت سے میں ان کو جانتا ہوں۔

عبدالعزیز سلفی جس آدمی کا نام ہے میں نے چند چیزیں اس کے اندر دیکھی ہیں۔ مصائب سے نہ گھبرانا اور ہر آدمی سے خوش روئی سے ملنا، اس آدمی کا طرہ ہے ہر آدمی سے اس انداز سے برتاؤ کرنا جیسے برسوں سے واقفیت ہے یہ چیز میں نے اپنی پہلی ملاقات میں محسوس کی تھی اور اس وقت سے لے کر اب تک میں ایسے ہی پاتا ہوں۔

مجھے ان کا وہ زمانہ بھی یاد ہے جب ان کی اتنی ساری کوششوں اور محنتوں پر پانی پھیر دیا گیا تھا۔

جن مصائب کا تذکرہ مولانا عبدالواجد نے کیا ہے اس سے بھی زیادہ مسائل کے ساتھ ان لوگوں نے نوائے اسلام کا اجراء کیا ہے جس تنگ دستی اور معمولی سرمایہ کے ساتھ کام کو شروع کیا اور مشکلات سے نہ گھبرا کر پریشانیوں اور دشواریوں کا پورے حوصلہ مندی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

ہم نے آج یقین کر لیا کہ اگر آدمی کے اندر عزم و حوصلہ اور ہمت ہو اور کام کی لگن ہو، خلوص و للہیت ہو تو منزل اس کا قدم چومے گی ان شاء اللہ۔

اللہ رب العزت اس مجلس کو قائم و دائم رکھے اور اس کے بانیوں کو اور اس کے سلسلہ میں کوشش کرنے والوں کو رب العزت جب تک دنیا میں رکھے عزت سے رکھے اور خوش رکھے اور آخرت میں بھی اپنی رضامندیوں سے نوازے۔ آمین۔

مولانا عبد العزیز جامی عمری مدراس :

میرے دوستو! دین کا جو بھی کام کیا جائے اس میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، تکلیفوں کا پہنچنا اور اس کو برداشت کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ انبیاء کرام نے بڑی جرأت کے ساتھ دین کی خدمت کی ہے۔ لہذا ہمارا کام یہ ہوگا کہ ہم اپنی ساری محنت اللہ کی رضا مندی کے لئے وقف کر دیں۔ یقین رکھئے اللہ کی مدد ضرور ملے گی جیسا کہ مولانا عبد الواجد صاحب نے فرمایا۔ یہ ایک قرآنی اصول ہے۔ ان مع العسر یسرا۔ آسانیاں پریشانیوں کے بعد ہی ملتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے ابتداء میں جن مصائب کے لمحات کاٹے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اسے اب آسانیاں فراہم کر رہا ہے۔ بے سر و سامانی میں بھی مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے جو اہم دینی و جماعتی کام کیا ہے، وہ اللہ کی نصرت و تائید غیبی کی ایک بڑی مثال ہے۔

میں اپنے ان بھائیوں سے جو مجلس الدعوۃ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر دین کی خدمت کر رہے ہیں کہتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو کبھی تنہا نہ تصور کریں ان کے ساتھ پوری جماعت کی ہمدردیاں اور تعاون ہے۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے دین کی گاڑی کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

ہم اس نبی کی امت ہیں جس کو جینے کے سارے حقوق اپنوں نے ہی چھین لئے تھے۔ زندگی کی ایک ایک سانس کڑوی ہو گئی تھی، دعوت دین کی راہ میں سارا جسم لہولہان ہو گیا مگر عزیمت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ نامساعد حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دین کے کام کو جاری رکھا۔ ایک

کمزور شخص اسلام میں داخل ہوا اور وہ ایمان و عمل اور اللہ پر توکل کے نتیجے میں مضبوط تر انسان بن گیا۔ پھر دوسرا شخص داخل اسلام ہوا اور پھر تیسرا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مشکل ترین حالات میں جاری تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کی محنت کا ثمرہ حجۃ الوداع کے موقع پر دکھادیا۔ جس نبیؐ کا ساتھ گھر خاندان اپنے اور پرائے سب چھوڑ چکے تھے اس نبی کے سامنے ٹھاٹھیں مارتا انسانوں کا سمندر نظر آرہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اگر دل میں ہو تو یقیناً ایک دن آئے گا کہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ان شاء اللہ سارے اداروں میں سب سے آگے ہوگی۔ اس ادارہ کے ۱۹۸۴ء کے قیام کے بعد سے اب تک جو حالات سامنے آئے ہیں میں اس کو کسی ادارہ کے لئے مستبعد نہیں سمجھتا میں مبارکباد دیتا ہوں جماعت کے ان مخلص نوجوان اور محنتی علماء کو جنہوں نے دین کی خدمت میں ایک مثالی کام کیا۔ اور برابر اس مقصد میں لگے ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مولانا عبد اللہ مدنی جھنڈا نگری۔

علماء کرام بزرگان دین اور عزیز دوستو!

اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کی بات سب سے اونچی سب سے اچھی اور سب سے موثر ہو تو اس کیلئے وہ کیا کرے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی آیت ہے جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔

"اس سے بہتر کون آدمی ہوگا جو لوگوں کو توحید کی طرف بلائے، دین کی طرف بلائے، اسلام کی طرف بلائے"

دعوت الی اللہ کے ساتھ اگر نیک عمل نہ ہو تو اس کی بات موثر نہیں ہوگی لہذا داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کیلئے خود عامل ہو جس کیلئے وہ دوسروں کو بلا رہا ہے۔ نیز حالات کتنے بھی نا مساعد ہوں اپنے ایمانی قوت

کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے۔

مجھے خوشی ہے کہ یہ مجلس جو مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے نام سے جانی جاتی ہے چند سالوں کے اندر اپنی بہتر کارکردگی کی وجہ سے مسلمانوں اور جماعت میں جو پوزیشن بنائی ہے وہ قابلِ قدر اور قابلِ مبارکباد ہے۔ انہیں دیکھ کر ہر شخص کو سمجھنا چاہئے کہ حالات ناساعد ہو سکتے ہیں لیکن اگر نیت درست ہو اور عمل میں اخلاص ہو تو رب العزت اسے رفع کر دیتا ہے۔

مولانا ابوالعاص وحیدی۔

(خطاب کا مکمل متن اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں صرف انکے خطاب کا ایک کوٹیشن درج کیا جا رہا ہے۔)

آپ نے فرمایا۔

میں مولانا عبدالعزیز سلفی و مولانا عبدالواجد فیضی اور بھائی مولانا عطاء اللہ خاں کو بہت پہلے سے جانتا ہوں یہ لوگ بہتر کام کر رہے ہیں۔ البتہ مولانا عبدالواحد کے تعارفی رپورٹ پر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ کسی بھی ادارہ کے بانی کے لئے اس بات کا توقع کرنا فضول ہے کہ شروع میں ہی ماحول اس کا ساتھ دے دے۔ اداروں کے قیام اور ان کے ابتدائی حالات کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی پودا ہو۔ پودا جب چھوٹا ہوتا ہے تو ہوا کا جھونکا اور پانی کا بہاؤ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے مگر جب وہ تناور ہو جاتا ہے تو اسے اکھاڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی شروع میں آپ لوگوں کے ساتھ بھی ہونا تھا۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے ارکان سے میں کہوں گا کہ وہ توحید پر اپنی کوششوں کو مرکوز رکھیں نوائے اسلام کے مضامین میں توحید کا عنصر غالب رہنا چاہئے۔ یہ ہمارا امتیازی تشخص ہونا چاہئے اور مضامین میں جدت کی طرف بھی توجہ دیں، عوام میں اس قسم کے مضامین کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔

مولانا نصیر الدین اثری / شیخ الحدیث جامعہ دار السلام عمرآباد۔

شیخ الحدیث محترم نے حدیث انما الاعمال بالنیات کی روشنی میں نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑی تنظیم و تحریک اور اللہ کا پسندیدہ دین اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے۔ اور اسلام ہی بنی نوع انسان کے ہر موڑ پر کام آسکتا ہے۔ آج اسلام کی طرف دنیا بھاگ رہی ہے۔ لہٰذا اسلام کی خدمت کو لازم پکڑیں اور اس جذبہ کے ساتھ کر دین کی خدمت خلوص نیت کے ساتھ ہو اور رضاء الٰہی کیلئے ہو۔ کام سب ہوتا ہے مگر نیت کے خلوص کے ساتھ جو کام ہوتا ہے اس سے اللہ کی رضا اور اس کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

شیخ الحدیث محترم نے دین کی خدمت اور خیر و بھلائی کی توفیق اور دین کے سرفرازی کے لئے اللہ سے دعا کی۔ بعد نماز مغرب معزز مہمانانِ گرامی نے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے دفتر کا معائنہ فرمایا اور اپنے نیک و پرخلوص مشوروں سے ارکانِ مجلس و کارکنانِ نوائے اسلام کو نوازہ۔

اس موقع پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے دفتر میں تشریف لاکر ارکانِ مجلس کو جن اہم شخصیتوں نے اپنے گرانقدر مشوروں اور تجربوں سے نوازا۔ ان میں مندرجہ ذیل اکابرینِ جماعت خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ مولانا رؤف احمد عمری — مدراس — امیر جمعیت اہلحدیث تاملناڈو۔
۲۔ ڈاکٹر محمد سعید فیضی — مالیگاؤں — سکریٹری محمدیہ طبیہ کالج مالیگاؤں۔
۳۔ محترم عبد القیوم فیضی — مالیگاؤں — ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث مہاراشٹر۔
۴۔ محترم مختار احمد صاحب — (لوہا بھون بمبئی) — رکن مجلس شوریٰ مرکزی جمعیت۔
۵۔ محترم عبد القیوم — جودھپور راجستھان — رکن مرکزی مجلس شوریٰ۔
۶۔ محترم محمد اسماعیل — ہری ہر کرناٹک — رکن مجلس شوریٰ مرکزی جمعیت۔
۷۔ پروفیسر محمد رمضان صاحب — کشمیر — صدر جمعیت اہلحدیث جموں و کشمیر۔

بقیہ

"مدارس عربیہ میں باغیانہ رجحانات۔ اسباب وعلل اور ان کا حل" پر

ایک تاثر

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی عمر آباد۔

مدیر گرامی جناب مولانا عزیز عمر سلفی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نوائے اسلام جون اور جولائی ۹۲ء کے شماروں میں جناب سید معراج ربانی صاحب کا مقالہ "مدارس عربیہ میں بڑھتے ہوئے باغیانہ رجحانات" اسباب وعلل اور ان کا حل" نظر سے گزرا۔ فاضل مقالہ نگار نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف توجہ دے کر بڑا مستحسن اقدام کیا ہے۔ عربی مدارس کے منتظموں، اساتذہ اور طلبہ کو ان کو فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے بہت سی مفید تجاویز بھی پیش کی ہیں اور بہت سارے اصلاح طلب امور کی نشاندہی بھی کی ہے موصوف نے غالبًا اپنے تجربات، مشاہدات اور محسوسات کی روشنی میں ان مسائل پر کافی غور وفکر کیا ہے اور بڑی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔

یہ موضوع حقیقتًا وقت کا سلگتا ہوا موضوع ہے۔ جس کی طرف تمام دینی اداروں کے ذمہ داروں اور اہل دانش وبالبصیرت حضرات کو فوری توجہ دینے اور ان الجھے ہوئے مسائل کے اسباب وعلل اور ان کا صحیح حل دریافت کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونیکی ضرورت ہے۔

ہماری عربی اور دینی درسگاہیں ایک بہت ہی بلند اور ارفع واعلیٰ مقصد کے لئے قائم ہوتی ہیں۔ یہ ادارے حقیقت میں اسی مقصد تک پہنچنے کے زینے اور ذرائع ہیں، لیکن افسوس کہ رفتہ رفتہ غیر محسوس طور پر ان ذرائع ہی کو اصل مقصود سمجھ لیا جاتا ہے اور اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ویسے اس مقصد کا ذکر تو ہر موقع پر ہوتا رہتا ہے لیکن عملاً

اس کے حصول کی طرف شاذ و نادر ہی کوئی صحیح اقدام کیا جاتا ہے۔ ہم اپنی ہر مجلس میں دین و شریعت، کتاب و سنت، اصلاح و تربیت اور دعوت و تبلیغ کا نام تو بڑی پابندی اور اہتمام سے لیتے رہتے ہیں لیکن عمل کا جہاں تک تعلق ہے، ہمیں اس کے نمونے کم ہی مل سکیں گے۔

کسی بھی دینی ادارہ کے بانی، اس کی انتظامیہ اور اساتذہ تینوں ہی طبقے قوم و ملت کے محسن ہوتے ہیں، یہ ایسا مثلث ہے جس کی بلند نگاہی، فرض شناسی، روشن ضمیری، نیک سیرتی، پختہ کرداری، اخلاص عمل اور باہمی تعاون ادارے کی روح اور اس کی بقاء و ارتقاء کی ضمانت ہوتے ہیں اور یہی اوصاف ہیں جو ادارے کو صحیح سمت میں لے جاتے اور اس کی مقصدیت و افادیت کو دوام و استحکام بخشتے ہیں۔ اگر یہ مثلث یا اس کی کوئی کڑی ان اوصاف سے عاری ہو جائے یا ان کے درمیان باہمی ربط و تعاون کا سلسلہ کمزور پڑ جائے تو اصل عمارت میں بھی دراڑیں پڑ جائیں گی اور عمارت کی بنیادیں بھی جلد یا بدیر ہل کر رہ جائیں گی۔

اساتذہ اور طلبہ کا تعلق بھی اپنے اندر بڑی نزاکتیں رکھتا ہے۔ اساتذہ اگر دیندار، فرض شناس اور صاحب کردار ہوں گے۔ ان کے قول و عمل میں مطابقت اور یکسانیت ہوگی۔ وہ طلبہ کے مقام اور ان کے حقوق کو پہچان کر ان کی نگہداشت کریں گے۔ ان کو اپنی روحانی اولاد تصور کریں گے۔ ان کے حق میں مشفق مربی ثابت ہوں گے، ان کے عیوب اور کمزوریوں کی ٹوہ میں رہنے کے بجائے ان کی ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کو نکھارنے کے خواہشمند اور فکرمند ہوں گے۔ ان کو ڈانٹیں گے بھی تو محبت سے، تنبیہ بھی کریں گے تو خلوص کے ساتھ، سزا بھی دیں گے تو ان ہی کی بھلائی کے لئے۔ تو ایسی صورت میں طلبہ بھی ان اساتذہ کا دل سے احترام کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انہیں اپنا روحانی باپ سمجھنے لگیں گے۔ ان کی ذات کو اپنے لئے آئیڈیل بنائیں گے۔ ان کی ہر نصیحت کو گوش دل سے سنیں گے اور ان کے احکام کی بجاآوری کو اپنے لئے باعث سعادت تصور کریں گے۔

اساتذہ اگر یہ چاہیں کہ طلبہ بس ویسے ہی ان کا احترام کرنے لگیں یا ڈنڈے کے زور سے ان پر دھونس جمائے رکھیں یا قانون کے ذریعے ان پر حکمرانی کریں یا ان کی عزت نفس کو مجروح کر کے اور ان کو احساس کمتری میں مبتلا کر کے انہیں زیر کئے رہیں۔ تو یہ سب باتیں انتہائی غلط

اور نقصان وہ ثابت ہوں گی۔ وقتی طور پر ان سے مقصد براری ہو بھی جائے تو آگے چل کر ان کے نتائج ایک بھیانک طوفان کی شکل میں ابھریں گے اور اس کی لپیٹ میں ہر قسم کے اساتذہ آجائیں گے اور ادارے کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور ایسا ادارہ بظاہر کتنا ہی منظم نظر آئے مگر اندر سے کھوکھلا ضرور ہوگا۔ زبردستی کا ہر نیا قانون بیسیوں قانون شکنیوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور طبیعتوں میں قانون کا احترام پیدا کرنے کے بجائے قانون شکنی کے جذبات کو جنم دینے لگتا ہے اور پھر قانون کے زور پر لائی جانے والی تبدیلیاں اور ڈنڈے کے بل پر نافذ کئے جانے والے قوانین دیرپا نہیں ہوتے۔ البتہ اخلاص، محبت اور شفقت کے اثرات مستقل بھی ہوتے ہیں اور دور رس نتائج کے حامل بھی۔ مذکورہ بالا امور کو نظر انداز کر دیا جائے تو ادارے اپنی اہمیت بھی کھو دیتے ہیں اور مقصدیت وافادیت سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔

دینی مدارس کے ذمہ داروں اور اساتذہ کو چاہئے کہ حدیث "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ یعنی "ہم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اسے اپنے ماتحتوں کے متعلق جواب دہی کرنی ہے"۔ یہ بات جہاں حاکموں، گورنروں، پنچایت کے سربراہوں، انجمنوں کے صدروں، مساجد کے متولیوں اور خاندان کے بزرگوں کے لئے کہی گئی ہے، وہیں اس کے مخاطب مدارس کی انتظامیہ اور اساتذہ بھی ہیں۔ انتظامیہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دینا ہوگا کہ انہوں نے دینی مدارس کے اساتذہ جو ان مراکز کا اہم ستون اور معمار ملت ہیں، ان کی کہاں تک قدر دانی کی اور ان کے حقوق کا کس قدر خیال رکھا؟ اور پھر اساتذہ سے سوال ہوگا کہ قوم کے یہ نونہال جو ان کے پاس قوم کی امانت تھے، اس امانت کی حفاظت کہاں تک کی؟ کیا انہوں نے ان کو بھی اسی سلوک کا مستحق سمجھا جو وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ روا رکھتے رہے؟ کیا انہوں نے اس بات کو بھی ذہن میں رکھا کہ یہ بھی کسی ماں باپ کے لاڈلے اور کسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور یہ قوم و ملت کا گرانقدر سرمایہ اور ان کے مستقبل کے حسین خواب اور اس کی خوبصورت تعبیریں ہیں۔

یہ باتیں ایسی نہیں ہیں جنہیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ اس سلسلے میں ہمیں بہت کچھ سوچنا ہوگا اور ایک دوسرے کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس راہ میں عملی اقدام کرنا ہوگا۔

جنتہ ۵۵ ۴پر

انا للہ وانا الیہ راجعون،

پروفیسر قمر حسین فاروقی علی گڑھ - جوار رحمت میں

بھائی اشرف فاروقی انجینئر نے برادرم مولانا عبدالواجد فیضی کو اپنے والد مرحوم پروفیسر قمر حسین فاروقی کی رحلت کی تین ماہ پرانی خبر دی۔ یہ خبر معمولی خبر نہیں ہے والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے پر برادرم اشرف فاروقی نے جس صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی مرضی کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا وہ قابلِ تعریف اور راضی برضا ہونے کی ایک بہترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ اشرف فاروقی صاحب اور ان کے تمام متعلقین کو صبر و حوصلہ دے اور مرحوم پروفیسر قمر حسین فاروقی کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

راقم نے اشرف فاروقی صاحب سے ملنے کے لئے ایک بار علیگڑھ ان کے دولت خانہ پر حاضر ہونیکا موقع نکالا تھا اشرف صاحب سے تو ملاقات نہیں ہوئی البتہ ان کے والد پروفیسر قمر حسین صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی پرکشش شخصیت سے میں بہت متاثر ہوا اور ایک مختصر سا بائی ڈیٹا (شخصی معلومات) حاصل کیا میں ان کی ہمہ جہت شخصیت کا بہت معترف تھا۔ ان سے ملنے کی خواہش بار بار میرے دل میں تھی جو اب ناممکن ہو گئی۔

مرحوم ملک کے ایک سینئر پروفیسر آف کامرس تھے۔ ۱۹۴۴ء میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں کامرس کے لیکچرر ہوئے اور ۲۲ سال تک اسی شعبہ میں ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ اور ۷ سال تک فیکلٹی آف کامرس کے ڈین تھے۔ اسی قابلیت کی بنا پر وہ امریکہ کی دعوت پر ویزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے بھی گئے اور سینئر ریسرچ فلو کا عہدہ پایا۔ U.G.C. کے کامرس پینل کے کنوینر بھی رہے۔ اور اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے لوکل بورڈ نئی دہلی کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ کامرس اور مینجمنٹ کے موضوع پر متعدد کتابیں

پروفیسر مرحوم کے زیرِ تربیت ۲۶ سے زیادہ حضرات نے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مرحوم آل انڈیا کامرس ایجوکیشن اینڈ ریسرچ کونسل کے پریسیڈنٹ رہے۔
۱۹۸۰ء میں ایک ماہ کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے۔ اسکے علاوہ A.M.U. اسٹوڈنٹ یونین کی صدارت اور ویلفیئر آرگنائزیشن کی صدارت جامعہ اردو علیگڑھ کے اعزازی خزانچی اور اس جیسے اور بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہے۔
مرحوم کی رحلت سے بہت بڑا اخلاء پیدا ہوا ہے جس کو علمی حلقے شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (مدیر)

فاضل نوجوان مولانا محمد اشتیاق سلفی کی رحلت

مولانا ذکاء اللہ فیضی امرڈوبھا کے ۲۲ سالہ نوجوان بھائی مولانا محمد اشتیاق سلفی ۲۶ جولائی کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبدالوہاب سگرامی کی رحلت

مولانا ابوالفضل فیضی مری کے چچا جناب عبدالوہاب سگر۔ ۱ اگست کی شب میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محمد علی امام سلفی اڑیسہ کو صدمہ

محمد علی امام سلفی کی اہلیہ ۱۰ جولائی کو بروز بدھ انتقال کر گئیں۔ مرحومہ خواتین کے درمیان دعوت وتبلیغ کا کام برابر کرتی تھیں۔ مسلک کی غیرتمند مسلم خاتون تھیں۔
قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ ۳۲ کا

ہر ادارے کو چاہئے کہ وہ اپنی خامیوں کا احتساب کرے، ان کو محسوس کرے، ان کے اسباب و علل جاننے کی کوشش کرے اور پھر اصلاحی قدم اٹھائے اور ہر ادارہ دوسروں کے لئے ایک بہتر نمونہ پیش کرے۔

خط کافی طویل ہوگیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے نوائے اسلام کے کسی شمارے میں شائع فرمادیں۔ خدا کرے آپ بخیر و عافیت رہیں۔ والسلام علیکم

حبیب الرحمٰن اعظمی

بقیہ صفحہ ۵ کا

کی حفاظت ایک خصوصیت بھی ہے اور اخلاقی ذمّہ داری بھی۔ اس ذمّہ داری کو ادا کرکے ہی کوئی کسی کو اپنے اعتماد میں لے سکتا ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ایک دوسرے کے راز کی حفاظت کریں اور کسی بھی حال میں اس کا افشا نہ کریں۔

اللہ ہمیں اس کو توفیق دے۔ (آمین)

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ۔ یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۸ اساتذہ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹

شمارہ ۱۰

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلہ شہریہ اسلامیہ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی الہند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اکتوبر ۱۹۹۲ء بمطابق ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی

زرتعاون

سالانہ :- چالیس روپے

خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد

لائف ممبری :- ایک ہزار روپے

پاکستان سے

سالانہ :- ایک سو روپے

لائف ممبری :- دو ہزار روپے

بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ ۔ منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶

فون 3265935 Phone

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے

آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر ترجمان اسلام ۱۱۶۴ - ا ے چاہ رہٹ

جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

دعوت واصلاح کی عجیب وغریب کوشش

مدیر

ہم جب بھی کوئی بات کہتے ہیں تو کچھ لوگ ناراض ہو جاتے ہیں ان کی ناراضگی کی وجہ میری حقائق بیانی ہو سکتی ہے مگر میں اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کچھ کہنے کی جرأت تو ضرور کر دیتا ہوں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت اور ان کے بیچ جاری دینی سرگرمیوں پر نظر ڈالئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلام اور اسلامی تہذیب صرف چند لوگوں یا چند مقامات وعلاقہ جات کی میراث ہے۔ ایک ہی جگہ تعلیمی درسگاہیں، تبلیغی ادارے، تربیتی مراکز، رفاہی سنٹرس، تحقیقی ادارے، لائبریریاں، اکیڈمیاں، علماء اور محققین سب ہی آپ کو مل جائیں گے پھر بھی وہاں اسلامی مراکز کے قیام کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی جگہ اسلامی تہذیب وروایات کا کوئی مرکز ہے تو دوسرا بھی وہیں پر قائم ہوتا ہے۔ اگر وہاں پر کوئی تعلیمی درس گاہ ہے تو دوسری بھی وہیں قائم ہوتی ہے، تیسری کی بنیاد پڑنے لگتی ہے اور چوتھی کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح جن اداروں کو حکومت سے تنخواہیں ملتی ہیں انہیں مبعوثین کی ضرورت بھی کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے۔ اور اسی طرح جن جگہوں پر مسجدیں ہیں وہاں مزید مسجدوں کی ضرورت مسجد پرانی ہے تو نئی، نئی ہے تو بڑی، بڑی ہے تو تزئین۔ تزئین شدہ ہے تو اس کے لئے مستقل ذریعہ آمدنی کا احساس روزافزوں بڑھتا جاتا ہے۔

بلاشبہ یہ سب دین کی بہت عظیم خدمات ہیں اور انہیں عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن ایک ہی جگہ پر اس قسم کے اداروں کی بھرمار سے اسلام کی خدمت جتنی ہونی چاہئے نہیں ہو پاتی۔ کیونکہ اس سے تحاسد کا جو متعفن ماحول بن جاتا ہے اس کی نحوست نیتوں کے

خلوص اور عملوں کی صالحیت کو خاکستر کر دیتی ہے۔

بہر حال ایک طرف دینی و ملی خدمات اور ان کی سرگرمیوں کا منظر جتنا خوبصورت اور پرکشش ہے ــــ اسی طرح دور دراز کے دیہاتوں میں بسنے والے غریب دیہاتیوں کی حالت زار نہایت غمناک ہے وہ گاؤں میں اسلام کی تعلیمات سے ناآشنا ہیں اسلامی زندگی کے شعور سے نابلد، ان کے پاس نماز ادا کرنے کے لئے چھپر کی ایک مسجد بھی نہیں، بچوں کی تعلیم کیلئے درسگاہ نہیں، دینی مسائل بتانے کے لئے علماء نہیں، توحید خالص کی دعوت دینے والے مبلغین نہیں، کیا شہروں اور قصبوں سے دور رہنے والے مسلمان اسلام کی دولت اور اسلام کی تہذیب کے حقدار نہیں ہیں؟ جبکہ وہ خالص تہذیبوں کے امین ہوتے ہیں دل کے سچے دھن کے پکے ہوتے ہیں۔ انہیں اسلام کی دولت سے سرشار کرنے کی بجائے اسلام سے دور رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ ہم کو آج تک نہیں معلوم ہو سکی، دعوت و اصلاح کی اس عجیب و غریب کوشش سے اسلام کی خدمت کتنی ہو گی اور کہاں تک ہو گی اس کا اندازہ آپ بھی لگا سکتے ہیں۔

جو لوگ اسلام کی تعلیمات سے آشنا ہیں اسلام کی عظمت سے واقف ہیں اسلام کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کو زندگی گزارنے کا ایک جامع اور مکمل قانون سمجھتے ہیں اور اسلام کو اللہ کا دین کامل سمجھتے ہیں ان کے ایمان کو تازہ رکھنے کی ضرورت ہے مگر اس سے کہیں زیادہ ضرورت ان بدنصیب مسلمانوں کو ہے جو اپنے آپ کو مسلمان تو سمجھتے ہیں مگر مسلمان کسے کہتے ہیں اسلام کیا چیز ہے؟ اس سے وہ قطعی ناواقف ہیں ان کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ دعوت و اصلاح کا پروگرام ان میں چلنا اتنی ہی ضروری ہے جتنا ایک مرنے والے کو کلمہ توحید کا ورد۔ ایک مسلمان مسلمان ہو کر بھی اگر کفر و شرک اور جہالت کی موت مرتا ہے تو اس سے بڑھ کر علماء اسلام کی اور کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے بارڈر پر ایک نیپالی مسلمان بغیر جنازہ دفن ہو جائے یا ایک ہندوستانی مسلمان نیپال بارڈر پر ہرے کرشنا ہرے رام کے کرتن کے ساتھ بغیر نماز جنازہ کے دفنایا جائے اور علماء کرام صرف قصبوں اور شہروں اور پکی سڑک کے چوراہوں پر ادارے اور اکاڈمیاں قائم کرتے رہیں تو بتائیے کیا دعوت و اصلاح کی یہ کوششیں عجیب و غریب نہیں ہیں؟

آج اسلام کی شناخت "فن تعمیر کی شاہکار عظیم الشان عمارتیں بن گئی ہیں۔ مدارس و

مساجد کے قیام اور ان کی تعمیرات کے حق میں ہم بھی ہیں۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کو ہم بھی خوب اچھی طرح محسوس کرتے ہیں کیونکہ اسلام کسی ضرورت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا ہے۔ مگر غیر ضروری چیز کو ضروری بنالینے کو قبول بھی نہیں کرتا ہے۔ آج کا مسلمان اسلامی خدمت کے مختلف گوشوں پر اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہونے میں جس افراط وتفریط سے کام لے رہا ہے اس پر ایک نظر ڈالئے اور اس کے نتائج پر غور کیجئے۔

ہندوستان کی ایک درسگاہ کی زیر تعمیر گنبد کو کئی بار انجینیرس نے توڑا۔ اس میں کئی بار الٹریشن ہوا جس کے نتیجہ میں لاکھوں روپے کا صرفہ بڑھ گیا۔ اسی طرح ایک جگہ شیش محل مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ جس کی لاگت پر کروڑوں روپے کا تخمینہ ہے۔ اسلامی خدمات کے ذیل میں اسی طرح کی فن تعمیر کا مشاہدہ عموماً ہوتا رہتا ہے کیا ان عمارتوں کی تعمیر پر جو پیسے صرف ہو رہے ہیں ان سے دین کی کئی بڑی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتی ہیں؟ بعض مسجدوں پر بنائے جانے والے ایک مینار پر آنے والی لاگت سے دیہات کی کئی مسجدیں تعمیر ہوسکتی ہیں۔ مدرسوں میں گنبدوں کی پر تکلف تعمیر کے اخراجات بچا کر دیہات میں غریب مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے بہترین قسم کی درسگاہیں قائم ہوسکتی ہیں جس میں بدحال مسلمانوں کی بے حال نسلیں تعلیم حاصل کرسکتی ہیں اور ان کی زندگی اسلامی تعلیمات کی لذت سے آشنا ہوسکتی ہے۔

قومیں اپنی عظیم الشان تعمیرات سے نہیں پہچانی جاتی ہیں۔ بلکہ فکر وعمل کے انقلاب سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ آج مسلم قوم کی ضرورت بڑی بڑی عظیم الشان بلڈنگوں کی تعمیر نہیں ہے بلکہ فکر وعمل کے زاویوں کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے انہیں حالات اور واقعات کے پس منظر میں پسماندہ دور افتادہ غریب دیہاتوں اور جاہل سماج میں تعلیم تبلیغ اور حسب ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کی تعمیر اور مدرسوں کے قیام کا کام کررہی ہے اگر یہ کوشش دین کی خدمات میں سعی مشکور کی حیثیت رکھتی ہیں تو ہمیں امید ہے کہ ہندوستان میں دعوت واصلاح سے دلچسپی رکھنے والے حضرات مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے کاز کے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں گے۔ تاکہ اس کے ذریعہ عظیم اصلاحی انقلاب پیدا کیا جاسکے۔

نوائے حدیث

ایفائے عہد اور اس کی اہمیت

فضل اللہ انصاری سلفی۔ رانگونگر، بھوارہ۔ بہار۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اٰیۃ المنافق ثلاث۔ اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان۔ متفق علیہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت دیا جائے تو اسمیں خیانت کرے۔

انسان کی شخصیت اور اس کی ذات کا واضح تعارف، کہتے ہیں کہ معاملات سے ہوتا ہے یوں صرف جان پہچان اور ہلکے ربط وضبط سے کسی کے بارے میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس سے کوئی معاملہ نہ پیش آجائے۔ پیش آمدہ مسئلہ ومعاملہ میں اگر وہ کھرا ثابت ہوا اور اس نے عمدہ مظاہرہ کیا تو اس کے بارے میں مثبت فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر مذکورہ معاملہ میں وہ کھرا ثابت نہ ہوا اور اس نے خراب مظاہرہ کیا تو پھر اس کے بارے میں منفی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ آدمی مناسب نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ نہیں، امانت دی تو خیانت کی، زبان دی تو دھوکا دیا اور وعدہ کیا تو وفا نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔ جب تک کوئی معاملہ نہ پیش آجائے، تب تک کسی کے بارے میں مثبت خیال نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی سے متعلق جملہ شعبہائے حیات

اور معاملات میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کھرا بننے کی تعلیم دی ہے اور دوسرے پر اپنا عمدہ اثر چھوڑنے کی تلقین کی ہے۔ اور سب سے قطع نظر، عہد و پیمان اور وعدہ سے متعلق اسلام نے کتنی سخت تاکید کی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے اور ہر ایک کے ساتھ ایفائے عہد کا خیال رکھا جائے۔ آپ وعدہ شکن ہیں ایفائے عہد سے لاپرواہ ہیں اور اپنی زبان کے پکے نہیں ہیں تو آپ کا اعتبار ہوگا اور نہ ہی آپ کسی کے معتمد ہونگے۔ آزما کے دیکھ لیں، یقین ہوجائیگا۔ ویسے اٹھتے بیٹھتے اور ایک ساتھ چلتے پھرتے ہم ایک دوسرے سے ایسا تجربہ حاصل کرسکتے ہیں۔ وعدہ شکنی اور کسی سے عہد و پیمان کے بعد اس سے پھر جانے سے اپنی شخصیت کو ضرب لگتی ہے اور اسے لگتا ہے کہ توبہ! کس سے معاملہ پیش آیا۔ اب تو اس پہ اعتبار رہا خود سے یہ عہد ہے کہ اس سے اب کوئی وعدہ نہ لیں گے۔ کیا مقام رہا اس کا اس "فریب خوردہ" کی نظر میں اور کیا اثر مرتب ہوا اس کے دل و دماغ پہ۔ ایک معاملہ تھا جسمیں کھرا نہیں کھوٹا ثابت ہوا اور کردار کا وہ چور نکلا۔

قرآن ایفائے عہد کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ۔ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولاً۔ یعنی عہد پورا کرو بیشک عہد و پیمان اور وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حدیث شریف میں وعدہ خلافی اور عہد شکنی کو منافقانہ شیوہ قرار دیا گیا ہے۔ جس سے ایفائے عہد کی اہمیت ثابت ہوتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ وعدہ وفائی ایک مومن بندہ کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ فریب، دھوکا، عیاری و مکاری اور کہے کی خلاف ورزی مومنانہ شیوے نہیں، بلکہ وہ خصلتیں ہیں جو منافق کے اندر پائی جاتی ہیں اور ان سے ایک منافق انسان کی پہچان قائم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہیکہ قرآن کے اندر اس بات کو خدا کی ناراضگی کا اہم سبب قرار دیا گیا ہیکہ مومن حضرات وہ کہیں، جو وہ کرتے نہیں۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ کسی سے عہد و پیمان کے بعد اس سے پھر جانا اور اس میں قیل وقال کرنا کہے کی خلاف ورزی اور سراسر عہد شکنی ہے۔ زندگی میں ایسے مرحلے پیش آتے ہیں کہ جب ہم لوگوں کو زبان دیتے ہیں اور عہد و پیمان کرتے رہتے ہیں۔ اس عہد و پیمان کی اہمیت جاننا اور اسے پورا کرنا ہمارے لئے از بس ضروری ہے۔ ورنہ

ہماری شخصیت پر ضرب لگے گی اور تعلیم شریعت کی مخالفت ہوگی۔ جو بہر حال مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں۔ عبد اللہ بن ابی الحمساءؓ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرتؐ سے کوئی معاملہ کی بات کی، ابھی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ مجھ کو کسی ضرورت سے دوسری طرف جانا پڑا اور جاتے ہوئے آپؐ سے کہہ گیا کہ آپ یہیں ٹھہریں۔ ابھی واپس آکر معاملہ ختم کر دوں گا۔ وہاں سے جدا ہوکر مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ رہا جب تیسرے دن اس طرف کو گزرا تو دیکھا آنحضورؐ اسی جگہ کھڑے ہیں۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر صرف اسی قدر کہا کہ مجھ کو تم نے تکلیف و محنت میں ڈال دیا میں اس وقت تک اسی جگہ تمہارے انتظار میں ہوں۔ (تاریخ اسلام۔ جلد ۱، ص ۹۳-۹۴) کمال ہوگیا آپؐ کی وعدہ وفائی کا اور مثال قائم کر دی آپؐ نے ایفائے عہد کی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہیکہ اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ" اگر بحرین سے مال آیا تو میں تم کو اتنا اتنا دوں گا۔ لیکن بحرین کا مال آنے سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے۔ بعد میں جب بحرین سے مال آیا تو ابوبکر صدیقؓ نے اعلان کیا کہ اللہ کے رسولؐ کا اگر کسی سے کوئی عہد و پیمان ہو یا کسی کا قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تب مجھے خوب مال دیا۔ (متفق علیہ)

سطورِ بالا میں مذکور واقعہ سے اگر ایک طرف حبِ رسولؐ اور صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں آپ کی عزت و احترام کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ایفائے عہد کی اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ وعدے کی تکمیل کی خود صحابہ رسولؐ کے نزدیک کیا اہمیت تھی کیوں نہ ہو کہ آپؐ نے اپنے قول و فعل سے ان کو ایسا ہی درس دیا تھا۔ ایفائے عہد کی تلقین کی تھی اور بتایا تھا کہ وعدہ خلافی اور کہے سے پھرنا یا زبان دے کر اس کی مخالفت کرنا مومنانہ شان و کردار نہیں، بلکہ منافقانہ روش ہے مومنوں کی نہیں، بلکہ یہ منافقوں کی پہچان ہے کہ وہ جب وعدہ کرتے تو اسے پورا نہیں کرتے اور کہے سے پھر جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ آمین

اتحاد کا قرآنی تصوّر

مولینا ابوالعاص وحیدی. جامعہ سراج العلوم بونڈھیار. گونڈہ

اگر سرسری طور پر کائنات کا مطالعہ کیا جائے اور زمین و آسمان کے نظام پر نظر ڈالی جائے تو ہر طرف کامل وحدت اور بھرپور یگانگت کے جلوے نظر آتے ہیں، کائنات کا یہ نظام وحدت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کا خالق و مالک ایک ایسی ہستی جاودراں ہے جس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں جس نے یکہ وتنہا ہر کون و مکاں کو وجود عطا کیا ہے اور جس کی حکمت و دانائی سے زمین و آسمان کا انتظام بڑے نظم وضبط اور کامل وحدت و یگانگت کے ساتھ چل رہا ہے۔

یہ انسانی کائنات جو از آدم تا ابن آدم آباد ہے اور قیامت تک اپنی بوقلمی و رنگینی اور اختلاف و تنوع کے ساتھ باقی رہے گی اس کے لئے بھی ایک نظام وحدت کی ضرورت تھی جس کی رہنمائی میں انسانی قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کامیاب وکامراں رہے۔

بزم انسانی کی صلاح و فلاح اور نظم وضبط کیلئے اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کی صورت میں ایک ایسا دستورِ حیات، قانونِ زندگی اور نظام وحدت عطا کیا جو کائنات انسانی میں فطری وحدت اور یگانگت پیدا کرتا ہے اور تمام انسانوں کو اخروی و دنیوی فوز و فلاح کا واضح تصور عطا کرتا ہے۔

قرآن کتاب فطرت ہے :-

انسانی تاریخ میں مذہب اسلام کے احکام و تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کیلئے

اللہ تعالیٰ نے لاتعداد انبیاء ورسول بھیجے اور ان پر مختلف کتابیں نازل کیں۔ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان پر قرآن مجید نازل کیا جو رشد وہدایت کا سرچشمہ، فطرت کی آواز اور انسانی وحدت ویگانگت کا پیام ہے تاریخ شاہد ہے کہ جب انسانی قافلہ نے اس کتاب فطرت سے رہنمائی حاصل کی اور اس منارۂ نور کی روشنی میں سفر حیات طے کیا تو انسانی زندگی میں کامل وحدت ویگانگت پیدا ہوگئی۔ زندگی کی تیرہ وتار راہیں منور ہوگئیں اور زندگی کے نشیب وفراز اور پُرپیچ راستوں میں کاروانِ انسانیت بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں نظر آنے لگا۔

قرآن مجید چونکہ مذہب اسلام کی آخری ودائمی شکل کی آخری کتاب ہے اس لئے انتہائی کامل ومکمل، آفاقی وہمہ گیر اور عالمگیر ہے، اس کی تمام خصوصیات میں ایک واضح ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو انسانی وحدت ویگانگت کے مضبوط رشتہ میں منسلک کرکے اتحاد انسانی کا بے مثال تصور قائم کیا۔ اختلاف وانتشار اور فرقہ بندی وگروہ بندی کو شاہراہ حق سے بھٹکی ہوئی قوموں کا شیوہ قرار دیا اور واضح انداز میں امت مسلمہ کو اتفاق واتحاد کی دلنشیں تعلیمات سے نوازا اور بڑی سختی سے تفرق وتحزب اور اختلاف وانتشار سے روکا۔ قرآن مجید کی ان تعلیمات کو دیکھتے ہوئے ایسی امت کا جو حاملِ قرآن ہے مختلف اعتقادی وفقہی فرقوں اور اجتماعی وسیاسی گروہوں میں بٹ جانا حیرت انگیز ہے

اتحاد انسانی قرآن کی روشنی میں:۔

روئے زمین پر جو انسانی کائنات آباد ہے اس کی وحدت ویگانگت کے سلسلہ میں قرآن مجید نے بڑے زور وقوت اور وضاحت وصراحت کے ساتھ یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان ایک ہیں انسانی نقطۂ نظر سے ان میں کوئی تفاوت نہیں اس لئے کہ سارے انسان ایک ہی ماں اور باپ سے ہیں اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت ملاحظہ ہو۔

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ

وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا۔

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورت پھیلائے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور قرابتوں سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اوپر نگراں ہے"۔ (النساء)

قرآن مجید میں اس طرح کی متعدد آیات ہیں جنمیں "یا ایہا الناس" کے لفظ سے خطاب کیا گیا ہے اس طرح کی آیات میں خطاب ساری نوع انسانی سے ہے، خواہ کوئی کسی نسل، کسی رنگ، کسی قوم، کسی جنس اور کسی ملک کا ہو، اس سے یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن کا پیغام سارے ہی بنو آدم کے لئے ہے۔ علامہ سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ!

"جن مفسرین نے اس آیت کو اہل مکہ کیلئے خاص سمجھا ہے ان کے پاس اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں خصوصاً جبکہ سورہ مکی ہے بھی نہیں، بلکہ بالاتفاق مدنی ہے اور لفظ "ناس" ہے بھی نوع بشر کے لئے۔ (بحوالہ تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۱)

آیت مذکورہ میں اتحاد انسانی کا ایسا نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ کسی بھی مذہب کی کتاب میں ایسا تصور نہیں پیش کیا گیا تمام انسانوں کے لئے یہ احساس کس درجہ مفید ہے کہ ہم سب ایک ہی ماں اور باپ کی اولاد ہیں۔ مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وحدتِ انسانی کا یہ سبق اپنے علمی اور دوررس نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم ہے آخری جداعلیٰ ہر گورے اور ہر کالے کے، ہر وحشی اور ہر مہذب کے، ہر ہندی، ہر چینی کے، ہر حبشی اور فرنگی کے ایک ہی ہیں۔ اور وہ آدم ہیں یہ نہیں کہ فلاں نسل کے مورث اعلیٰ کوئی اور تھے اور فلاں نسل کے کوئی اور۔ اور نہ یہ کہ برہمن ذات والے برہماجی کے منہ سے پیدا ہوئے اور چھتری نسل والے ان کے سینے سے اور ویش جاتی ان کے پیٹ سے اور شودر ذات والے ان کی ٹانگوں سے، نہیں۔ بلکہ اصلا انسان انسان سب ایک ہیں۔ (تفسیر ماجدی ۲ ص ۱)

چونکہ یہ آیت انسانی وحدت و یگانگت کا دلنشیں تصور لئے ہوتے ہے۔ مزید برآں اس میں تقویٰ، حقوق کے تحفظ اور قرابتوں کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے اس لئے مذہب اسلام میں خطبۂ نکاح میں اس آیت کو شامل و مقدم مانا گیا تاکہ شوہر اور بیوی کے درمیان یک جہتی و یگانگت اور وحدت والفت پیدا ہو اور ان دونوں کے درمیان ذات و برادری کے اختلاف کی وجہ سے کوئی ناخوشگوار صورتحال نہ پیدا ہو جائے۔

تفرق و تحزب گمراہ قوموں کا شیوہ :-

مذہب اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے وہ تقاضائے فطرت اور انسانی وحدت و یگانگت کے پیشِ نظر تمام انسانوں کو متحد دیکھنا چاہتا ہے اس لئے مذہبِ اسلام کے حق و صداقت کے آجانے کے بعد سارے بنو نوع انسان کو شاہراہ حق پر گامزن ہو جانا چاہئے۔ لہٰذا ایسے لوگ جو واضح حق کے آجانے کے بعد تفرق و تحزب کی راہ پر چلیں وہ قرآن کی نظر میں گمراہ ہیں اور راہ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جیسے مشرکین اور یہود وغیرہ۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا ذکر بعض آیات میں عمومی انداز میں کیا ہے اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون۔ (الانعام : ۱۵۹)۔

" بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ان کا معاملہ بس اللہ کے حوالہ ہے پھر اللہ انہیں بتلائے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔

۲۔ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات واولئک لھم عذاب الیم۔ (آل عمران : ۱۰۵)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور واضح باتوں کے آجانے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

بہت سی آیتوں میں قرآن مجید نے تحزب و تفرق، فرقہ بندی اور اختلاف و انتشار کو وضاحت و صراحت کے ساتھ مشرکین اور اہل کتاب کا شیوہ قرار دیا ہے۔ اور اہلِ ایمان کو بڑی شدت کے ساتھ اس سے روکا ہے اس کے بارے میں چند

قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ واتقوہ واقیموا الصلاۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون۔ (الروم: ۳۱، ۳۲)۔

"اللہ سے ڈرو، نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ ہو گئے، ہر فرقہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔

۲۔ وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ۔ (البینۃ: ۴)

اور وہ لوگ جنہیں پہلے کتاب دی گئی وہ لوگ واضح حق کے آجانے کے بعد مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

۳۔ وما تفرقوا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم ولولا کلمۃ سبقت من ربک الی اجل مسمی لقضی بینھم وان الذین اورثوا الکتاب من بعدھم لفی شک منہ مریب۔ (الشوری: ۱۴)

وہ لوگ محض آپ کی ضد کی وجہ سے علم آجانے کے بعد جدا جدا ہو گئے اگر وقت مقررہ تک فیصلہ کی بات نہ ہوئی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ جو ان لوگوں کے بعد کتاب کے وارث ہوتے انتہائی شک میں ہیں۔ ۔ ۔ (جاری ہے)

بقیہ صفحہ ۳۰ کا

اللہ تعالی جامعہ رحمانیہ کے تمام اکابر واصاغر کو مداومت کے ساتھ حسن عمل کی توفیق دے۔

مرکزی دارالعلوم کے تمام رفقاء اور علماء کرام اور اساطین عظام صدق دل سے مرکزی دارالعلوم کے ساتھ لپٹ کر خدمات انجام دیں اور زبان حال سے وہ ہی کہیں جو کسی شاعر نے بنارس کے لئے لکھا ہے۔

از بنارس نہ روم، معبد عام است ایں جا ہر برہمن پسرے لچھمن و رام است ایں جا

یہودی اژدہا

تحریر: فواد بن سید عبد الرحمٰن رفاعی
ترجمہ: محمد حسین مسلم - طالب کنگ سعود یونیورسٹی - ریاض

یہود اپنی تاریخ کے ہر دور میں اسلام دشمنی اور مسلم بیخ کنی میں شب و روز مصروفِ عمل رہے ہیں حسد، بغض اور کینہ پروری تو گویا ان کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہے وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ساری انسانی برادری کے دشمن ہیں اسلام کشی کے مذموم جذبات نے انہیں کس قدر اخلاقی پستی میں ڈھکیل دیا ہے؟ توقع ہے کہ قارئین اس کا اندازہ درج ذیل تحریرات کی روشنی میں بخوبی لگا سکیں گے۔

قوموں کے عروج و زوال کے جہاں بہت سارے اسباب رہے ہیں وہیں آوازۂ وقت کا بھی ناقابلِ فراموش دخل رہا ہے۔ آج سے چند سال پہلے جن قوموں نے وقت کے بدلتے تیور کو محسوس کر لیا تھا اب انہوں نے زمامِ وقت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اپنے ایک اشارے پر ساری دنیا کو جہاں چاہتے ہیں نچلاتے پھر رہے ہیں، اس باب میں یہود کا کردار دنیا کی تمام قوموں سے نمایاں ہے انہوں نے اپنی قلت کے باوجود دنیا کے اہم ترین اداروں پر سازشوں کی پُرخطر کمندیں ڈال دی ہیں نام نہاد اقوام متحدہ اور اس سے متعلقہ ادارے بری طرح یہود کی گرفت میں ہیں۔ یونائیٹڈ پریس، رائٹر، اے ایف پی، فرانس پریس اور تاس جیسی خبر رساں ایجنسیاں یہودیوں کے ہاتھ میں بازیچۂ اطفال بنی ہوئی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ٹیلیویژن، ڈراموں کے اسٹیج، عالمی امداد رساں بینکوں، عالمی تجارتی منڈیوں اور دیگر عالمی رفاہی اداروں پر یہود کا عام کنٹرول ہے۔ ذیل میں ہم اس اجمال کا جائزہ کسی قدر تفصیل سے لیں گے۔

خبر رساں ایجنسیاں

خبر رساں ایجنسیوں کے تذکرے میں "رائٹر" خصوصی اہمیت کا حامل ہے لیکن آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ اس کا بانی "جیولیس رائٹر" ایک یہودی تھا۔

۱۹۰۷ء میں سکرا بیس یہودی نے یونائیٹڈ پریس قائم کیا ۱۹۰۹ء میں انٹرنیشنل نیوز کا قائم کرنے والا بھی یہودی تھا، ۱۸۳۵ء میں ہافس نامی خبر رساں ایجنسی کا موسس بھی یہودی ہی تھا جو بعد میں چل کر فرانس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی میں تبدیل ہوگئی۔

فرانس میں یہودیوں کی مجموعی تعداد سات ہزار ہے۔ مگر یہ مختصر تعداد فرانس کی سیاسی اور اقتصادی زندگی پر بری طرح مسلط ہے۔ بالخصوص ذرائع ابلاغ پر ان کی مکمل اجارہ داری ہے۔

عالمی صحافت پر صہیونی یلغار

برطانوی صحافت میں "ٹائمز" خصوصی اہمیت رکھتا ہے جس کی تاسیس ۱۷۸۸ء کے اوائل میں ہوئی تھی لیکن حیرت ہے کہ اس کا چیف ایڈیٹر ابتدا سے لے کر تادم تحریر یہودی ہی رہا ہے۔ یہ جان کر مزید تعجب ہوگا کہ اس اخبار کو یہود نے اس کے مالکان سے ایسی نازک صورت حال میں خریدا تھا جب کہ یہ نوملین آسٹریلیائی جنیھ کے خسارے میں چل رہا تھا، لیکن جب یہ ان کی تصرّف میں آیا تو مزید ۴۵ ملین امریکی ڈالر کے کمر توڑ خسارے سے دوچار ہوا مگر یہود کی جرأت کی داد دینی پڑے گی کہ ان میں سے تنہا ایک شخص "رابرٹ بردوخ" مذکورہ تمام خسارے کی ادائیگی کا بار اپنے سر لے لیتا ہے ..... اور اب یہ شخص ٹائمز کے علاوہ تین ممتاز اخبارات کا برطانیہ میں تنہا مالک ہے، واضح رہے کہ اس کا اخباری دھندا صرف برطانیہ ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ آسٹریلیا کینیڈا اور ولایات متحدہ امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں اس کے نام کی صحافتی مشنریاں آج بھی مصروف کار ہیں۔ اسی طرح یہود کی دیگر لابیاں برطانیہ کے تمام قابل ذکر اخباروں پر اپنی گرفت تیز تر کئے ایک عرصہ دراز سے بیٹھی ہوتی ہیں، مثلاً۔

(۱) ڈیلی ایکسپریس (۲) ڈیلی میل (۳) ڈیلی ہیرالڈ۔

۴۔ نیوز کرونیکل ۵۔ سنڈے کرونیکل ۶۔ سنڈے ریفری
۷۔ سنڈے ایکسپریس ۸۔ سنڈے میل وغیرہ ہر۔ الغرض یہود نے صحافت کے میدان میں گھس بیٹھ کر کے پوری دنیا کا سیاسی شعور متزلزل کر کے رکھدیا ہے۔

آج دنیا میں فساد و خونریزی اور بغض و حسد کے مذموم جذبات جس تیزی اور سرعت کے ساتھ ابھر رہے ہیں یہ تمام کے تمام یہود کے ناپاک عزائم کے برگ و بار ہیں۔

فلسطین، کشمیر، فلپائن، تھائی لینڈ، برما، ارٹیریا، حبشہ، قبرص، تشاد، زنجبار، نائجیریا اور سنگال وغیرہ کے مسلمانوں پر آج ظلم وزیادتی کی ان تمام سنتوں کو پھر سے زندہ کردیا گیا ہے جس کا ارتکاب غالبًا زمانۂ جاہلیت کے تمام ظالموں اور سفاکوں نے مل کر بھی نہ کیا ہوگا۔ اس پر بھی امن وسلامتی کے ٹھیکیدار خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ دراصل ان تمام تخریب کاریوں کے پیچھے وہ آدم خور یہودی اژدہا مصروف کار ہے جس کے زہر نے غیر تو غیر، ہیں اپنوں کو بھی عقل وخرد سے بیگانہ بنا رکھا ہے۔

سینما اور ٹیلیویژن

یہود کے بڑھتے ہوئے قدم نہ صرف خبر رساں ایجنسیوں اور صحافت کے میدان تک محدود ہیں بلکہ انہوں نے ٹیلیویژن اور سینما کے عالمی کمپنیوں پر استعماری کمندوں کو ڈال دیا ہے اور لطف تو یہ ہے کہ ان کمپنیوں کا بیشتر پیداوار خلیجی ممالک میں کھپت ہوتا ہے اور عرب نوجوان ایک عرصۂ دراز سے ان کے دام فریب میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔

اس باب میں امریکی ٹیلیویژن پلانٹ دنیا کی تمام ٹی وی تنصیبات میں نمایاں مقام رکھتا ہے خصوصًا A.B.C اور C.B.S. اور N.B.S. کا تو کوئی جواب نہیں، لیکن مقامِ حیرت ہے کہ امریکا جیسا چابکدست اور عیار سیاستداں ملک کس طرح یہود کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے؟ اور حد تو یہ ہے کہ اب امریکہ اپنا کوئی حکم "Ordinance" بغیر یہود کے مشورے کے نافذ نہیں کرسکتا۔

سینما کے عالمی کمپنیوں میں (۱) فاکس (۲) گولڈن (۳) میٹرو کا شمار دنیا کی صفِ اول کی کمپنیوں میں ہوتا ہے مگر ان پر بھی یہود کا زبردست تسلط ہے، ان میں کام کرنے

والے یہودی افراد کا تناسب ۹۰٪ سے بھی متجاوز ہے۔

غالباً اب یہ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ یہود کی ان تمام سرگرمیوں کا محور دنیا کو اپنی خباثت اور نجاست سے آلودہ کرنا ہے، ذیل میں ہم ان کی شرارت کے چند نمونے درج کرتے ہیں۔

۱۔ ایک امریکی ٹیلیویژن کسی صابن کے اشتہار کا یوں انداز اختیار کرتا ہے! اولاً ٹیلیویژن سے آواز آتی ہے ..... یہ صابن ہر چیز کو صاف ستھرا کر دیتا ہے ..... یہاں تک کہ عربوں کو بھی، پھر ٹیلیویژن کے اسکرین پر ایک عرب نمودار ہوتا ہے۔ انتہائی گندے لباس میں اور معًا بعد ایک نیم برہنہ عورت بھی، جو اس عرب نما یہودی کو صابن سے نہلاتی ہے مگر عربی کے چہرے پر کوئی بشاشت نہیں آتی ہے پھر اچانک ایک دوسرا شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ محترم مشاہدین! صابن کی فعالیت میں کوئی کمی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ عرب اپنی فطرت میں گندے واقع ہوتے ہیں۔ جنہیں کوئی صابن صاف نہیں کر سکتا، اسی کے ساتھ اعلان ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ اسی طرح ایک فلم میں ایک یہودیہ عورت کو عام شاہ راہ پر چلتے دکھایا جاتا ہے پھر ایک عرب نوجوان کو اس پر حملہ کرتے ہوئے، عورت اچانک مڑتی ہے اور ایک بھرپور وار اس عرب نوجوان پر کرتی ہے اور وہ لڑکھڑا کر دور جا گرتا ہے پھر لڑکی اس کے چہرے پر تھوک کر اپنا راستہ لے لیتی ہے۔

۳۔ ایک دوسری فلم میں ایک English Language Institute دکھایا گیا ہے جس میں استاد ایک سکھ طالب علم سے سوال کرتا ہے "غبی" کا مترادف کیا ہے؟ سکھ نما یہودی جھٹ سے جواب دیتا ہے "مسلمان"۔

الغرض یہود کی خباثتوں کے بیشمار واقعات ہیں انہیں اگر قلمبند کیا جائے تو یہ مختصر خاکہ ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

شرارت کے انوکھے انداز

یہود کی شرارت صرف وسائل اعلام ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ بغض و حسد کے

سیل رواں نے انہیں ایسی غلاظت اور اخلاقی پستی میں لا پھینکا ہے کہ جس کے تصور سے زبان قلم بھی لرز اٹھتا ہے، چونکہ نقل کفر "کفر" نہیں ہے اس لئے ناک بند کر کے لکھتا ہوں، براہ کرم آپ بھی جی کڑا کر کے پڑھیے۔

۱۔ لندن کی ایک تجارتی منڈی "مارکس سبنسر" نے ابھی حال ہی میں ایک اندرونی لباس "Under Wear" تیار کیا ہے جس پر یہ عبارت چھپی ہوتی ہے "لا الٰہ الا اللہ" جس کو پہننے پر اسم جلالہ "اللہ" ٹھیک شرمگاہ پر آجاتا ہے۔ الاساء مایفعلون۔

۲۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک شہر "بازال" کے چڑیا گھر کے اندر خنزیر خانے کو مسجد کی شکل میں تعمیر کیا ہے۔

۳۔ قبرص کے اندر یہودیوں نے اسم جلالہ "اللہ" کو جوتوں پر کندہ کر رکھا ہے۔

۴۔ برطانیہ کے ایک شہر "گلاسکو" میں ان حرام زادوں نے طوائف خانوں پر "مکہ" کا بورڈ لگا رکھا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اقوام متحدہ

اقوام متحدہ ایک سو پچاس ممالک کا نمائندہ ادارہ ہے مگر یہ جان کر تعجب ہوگا کہ یہ ادارہ اپنے یوم پیدائش سے لے کر تا دم تحریر یہود کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل نہ کر سکا۔ اس کا صدر ہمیشہ یہودی رہا ہے یا صلیبی، اس کا اہم شعبہ "سکریٹریٹ" ہے۔ جس کے کلیدی ممبران کی فہرست حسب ذیل ہے۔

اسماء	شعبہ جات	قومیت
ڈاکٹر اے، جے، اس بلوک	صدر شعبۂ اسلحہ	یہودی
انتونی کولاک	صدر امور اقتصاد	”
آلنس کار روزنبرگ	مشیر خاص	”
ڈافیڈ ونتراب	صدر میزانیہ	”
ڈاکٹر سیکویل	صدر برائے حقوق انسانی	”
مرسیڈ برکمن	ڈائریکٹر شعبۂ عمال	”

مجلس امن

یہ اقوام متحدہ کا امن وسلامتی کا ٹھیکیدار شعبہ ہے جو پندرہ ممالک کا مجموعہ ہے جس میں پانچ ممالک کی ممبرشپ دائمی ہے دیکھئے وہ کون ہیں۔

۱۔ سوویت یونین۔ جو ابھی حال ہی میں اللہ کی لعنت اور اسکے قہر وغضب کا شکار ہو گیا۔

۲۔ ولایت متحدہ امریکہ

۳۔ برطانیہ ۴۔ چین (۵) فرانس

واضح رہے کہ مجلسِ امن کے ہر اس قرارداد کو یہود کو رد کر دینے کا اختیار حاصل ہے جو ان کے مفاد کے خلاف ہو۔ (القاموس السیاسی، ص ۱۱۱۵)

یونسکو

یہ ادارہ اقوام متحدہ کا تربیتی وثقافتی ادارہ ہے، مگر اس نے دنیا میں سوائے شر وفساد پھیلانے کے کچھ بھی نہ کیا، سینما، ڈرامے، رقص وسرود ہی اس کی تمام سرگرمیوں کا محور رہے ہیں کیوں نہ رہے ؟ اسے تو بڑے "بزرگوں" کی سرپرستی حاصل ہے، آئیے ایک نظر ہم ان بزرگ شیطانوں پر ڈالتے ہیں۔

اسماء	عہدہ	قومیت
الف سومرفیلڈ	رئیس برائے امور خارجی	یہودی
جی۔ ریز نہارڈ	صدر شعبہ عالمی ثقافت	"
ایم۔ لافہن	" " "	"
اج کابلن	" معلومات عامہ	"
س، اج ویٹنر	" مزانیہ	"

●●

(جاری ہے)

(تیسری اور آخری قسط)

ہندوستان کے تین بڑے مدارس

حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی۔ رکن رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرمہ

مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام و بناء کی تاریخ :۔

اس سلسلہ میں ہمیں بنارس مدنپورہ کے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کرنا پڑے گا کہ وہاں کے لوگوں نے دارالعلوم کو کن حالات میں قائم کیا تھا اور اس سے قبل ان کے مذہبی حالات کیا تھے ؟ وہ کس مسلک کے عامل تھے ان کے پاس مسجد مدنپورہ میں کس شکل میں موجود تھی اور کن حالات و اثرات کی بناپر وہ اپنے قدیم مسلک کو چھوڑ کر دین حنیف مسلک اہل حدیث کی طرف مائل ہوتے اور اس صحیح مسلک پر عمل کرنے کے بعد پھر ان کی زندگی میں کیا تبدیلی آئی ؟ اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے کون سا سلفی طرز کا مدرسہ کھولا پھر وہ بتدریج کہاں کہاں قائم ہوا۔ اور نشیب و فراز سے گزرتا ہوا جامعہ رحمانیہ کی شکل میں کب ظہور ہوا۔ اور مرکزی دارالعلوم کن کن عوامل و جذبات کے تحت آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مفید مشورے اور تائید سے منصۂ شہود پر آیا ؟ کن افاضل روزگار اور اکابر امت نے مرکزی دارالعلوم کیلئے جد و جہد کیا ؟ اس پوری تفصیل کو سمجھنے کیلئے مولانا عبداللہ سعود سلمہ اللہ کا وہ گراں قدر مقالہ پڑھئے جسے انہوں نے اخبار ترجمان ماہ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں اپنے والد صاحب مرحوم مولینا عبدالوحید سلفی کے حالات کے تحت سپرد قلم فرمایا ہے ، یہ مضمون بھی تمام حالات و واقعات کا انکشاف کرتا ہے اور مرحوم ناظم محترم اور ان کے رفقائے کرام کی خدمات کو بھی خوب واضح کرتا ہے ہم اس کا اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

مدرسہ مصباح الہدیٰ سے جامعہ رحمانیہ تک پھر جامعہ رحمانیہ سے مرکزی دارالعلوم تک :-

محلہ مدنپورہ بنارس میں نصف صدی قبل حنفی حضرات کی آبادی تھی، اس میں جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس جو "تاجا بیوپاری" کے خاندان کا قائم کردہ پرانا ادارہ ہے، مختلف مدارج طے کرتا ہوا موجودہ منزل تک پہنچا ہے جس وقت مدنپورہ کا موجودہ خاندان حنفی سے اہل حدیث ہوا اور اپنے بچوں کی تعلیم کتاب وسنت کے مطابق دلانے کی فکر ہوئی ہمارا خاندان تاج محمد وارث محمد کے نام سے (تاجا وارث) کے لقب سے مشہور تھا ان میں تاج محمد وغیرہ بنارس کے اولین اہل حدیث ہیں انہیں بزرگوں کی محنت کا ثمرہ ہے جو بنارس میں اتنی بڑی تعداد میں کتاب وسنت کے متبع اور مسلک اہل حدیث کے ماننے والے پائے جاتے ہیں ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء کچھ عرصہ سے بنارس میں جماعت اہلحدیث کا تبلیغی سلسلہ جاری تھا اور بہت سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو رہے تھے انہیں حاجی تاج محمد وحافظ عبدالرحیم ولعل محمد وغیرہ پیش پیش تھے، چنانچہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری کی آمد پر لوگوں کے اعتماد میں پختگی آگئی اور لوگوں نے اپنے اس فیصلہ کو کھلم کھلا بنارس والوں کو سنانا چاہا اس وقت حاجی تاج محمد صاحب حج بیت اللہ کے لئے گئے ہوتے تھے، کچھ لوگوں نے حاجی تاج محمد کی واپسی تک اس اعلان کو ملتوی رکھنا چاہا مگر جب خدا کسی کو راہ راست دکھانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا طے یہ ہوا کہ نیک کام میں کسی کا انتظار کرنا ٹھیک نہیں اس وقت خوش خیال جماعت میں سب سے بزرگ ہستی حاجی تاج محمد کی تھی لیکن ان کی غیر موجودگی میں ہی مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری کی قیادت میں طیب شاہ کی مسجد میں پہلی بار آمین بالجہر اور رفع الیدین کا عمل شروع کیا گیا اور اس کے بعد پھر جماعت اہل حدیث کی بنیاد بنارس میں مضبوط ہوگئی، اسی جدوجہد میں مولانا محمد منیر خاں مرحوم نے بنارس میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جو خاکسار عبدالرؤف رحمانی کے بھی مرشد اور شفیق وکریم النفس استاد تھے، اس وقت مدرسہ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی حاجی محمد صدیق صاحب کے مکان سے جو مسجد طیب شاہ

کے بغل میں واقع ہے درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا اس مدرسہ مصباح الہدیٰ میں میں نے یعنی عبدالرؤف رحمانی نے مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب بہاری سے بھی درس لیتا رہا مولانا فصیح الدین غازیپوری سے بھی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ ہم لوگوں کی تعلیم کا انتظام مصباح الہدیٰ میں تھا اور قیام وطعام کا انتظام باگڑ بلی کی مسجد کے بغل میں ایک باغ کے کمرے میں تھا۔ اس وقت ہم اور مولوی مجیب اللہ صاحب مرحوم اور مولوی عبدالحئی اور ڈاکٹر یونس اور ڈاکٹر فضل الرحمن وغیرہ اپنے اپنے خرچ سے باورچی کے ذریعہ کھانا پکوا کر کھاتے تھے۔ ہمارے انجمن کی خطابت بھی اسی باغ کے دائرے میں ایک جگہ پر ہوا کرتی تھی، یہی مدرسہ مصباح الہدیٰ جو بعد میں مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے معروف ہوا، جب مدرسہ نئی بلڈنگ میں منتقل ہو گیا اور ۱۳۲۹ھ میں حافظ عبدالرحمن صاحب کے انتقال کے بعد اس کا نام بدل کر انہیں کے نام پر "جامعہ رحمانیہ" رکھا گیا اس وقت مدرسہ کی دیکھ بھال مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب مرحوم کے فرزندان وغیرہ کرتے تھے اور اپنے ذاتی خرچہ سے مدرسہ چلا رہے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں پہلے اس کے ناظم مولینا عبدالمتین صاحب مرحوم تھے اس کے بعد یہ انتظام مولانا عبدالوحید صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنے حسن انتظام سے اپنے خاندانی خواتین سے بھی چندہ لیا اور زیورات کی زکوٰۃ اصول کئے اور شوال سے پہلے مدرسہ کی مرمت اور سفیدی کرائی، اساتذہ کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا، اسی دور میں مولانا نذیر احمد رحمانی جامعہ رحمانیہ کے صدر مدرس مقرر ہوتے جامعہ رحمانیہ میں بڑی وسعت اور ترقی ہوئی اور حسن انتظام اور تعلیم میں ممتاز ہوا مگر ایک مرکزی درس گاہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اور اس کے منصوبے تیار کئے جارہے تھے مگر ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۶۱ء کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ضلع بستی کے مشہور قصبہ نوگڑھ بازار میں منعقد ہوا۔ اسی موقعہ پر مرکزی دارالعلوم کا منصوبہ تیار کیا گیا اور اہل بنارس نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی اور مرکزی دارالعلوم کا قیام بنارس شہر میں منظور کیا گیا، محلہ ریوڑی تالاب میں جامعہ کی عالیشان عمارتیں قائم ہو گئیں جماعت اہل حدیث ہند کا ایک مرکزی ادارہ اس دور میں ۱۹۶۳ء میں عالم وجود

میں آگیا، مولانا نذیر احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس محنت وجانفشانی کے ساتھ اس کی حفاظت و پاسبانی کی ہے اور اس کے انتظام وانصرام میں جو کام انجام دیا ہے وہ انہیں کا حصہ تھا اور اہل بنارس اصحاب مدنپورہ نے مولانا کی علالت کے زمانہ میں اور علالت سے قبل بھی جو خدمات اور قدر شناسی کی ہے وہ ہر صاحب بصیرت پر روشن ہے۔

مولانا عبدالوحید صاحب کو لوگوں نے دیکھا تھا کہ انہوں نے کس طرح دلچسپی لیکر جامعہ رحمانیہ کو ترقی پر پہنچایا تھا اس سے آپ کی انتظامی دلچسپی وعلمی صلاحیت کا صحیح اندازہ ہوا اور آپ کو مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ کی نظامت عظمیٰ کے اعلیٰ منصب پر فائز کر دیا۔ ؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اسی دوران جامعہ سلفیہ میں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت استاذ محترم مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی فرمارہے تھے اور مولانا عبدالمتین صاحب اور مولانا عبدالمجید صاحب حریری بھی اسٹیج پر موجود تھے جامعہ سلفیہ کے اس اجلاس میں تقریریں ہو رہی تھیں میری بھی ایک تقریر رکھی گئی میں نے اپنی تقریر میں واضح کیا تھا کہ خدا کی کائنات میں دو طرح کے قوانین ہیں ایک تکوینی قانون اور دوسرا تشریعی قانون۔ تکوینی قانون غیر متبدل ہے قانون قدرت کے تحت خدا نے جس کے ذمہ جو کام لگا دیا ہے اس کے مطابق اس کو کرنا اور انجام دینا ہے اور اس کو ویسے ہی ہونا ہے مثلاً تکوینی قانون یہ ہے کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہو اور مغرب میں ڈوبے چنانچہ شروع زمانہ ہی سے سورج پورب سے نکلتا ہے اور پچھم میں غروب ہوتا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہے! اسی طرح ایک قانون کے تحت آگ جلاتی ہے اور پانی ڈبوتا ہے، ایک قانون کے تحت آم کے بیج سے آم پیدا ہوتا ہے اور بادام کے بیج سے بادام پیدا ہوتا ہے اور گیہوں سے گیہوں اور جو سے جو پیدا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو اور آگ جلانے کے بجائے ڈبونے کا کام کرے یا پانی ڈبونے کے بجائے جلانے کا کام کرے اسی طرح آم کے بیج سے آم کے بجائے بادام یا انگور پیدا ہو اگر ایسا ہو تو یہ قانون تکوینی کے خلاف ہوگا۔

اسی طرح ریاضیات کے قانون اور فارمولے میں بھی کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہمیشہ دو دو مل کر چار ہوتے ہیں اور چار چار مل کر آٹھ ہوتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ دو دو مل کر پانچ ہوجائیں اور چار چار مل کر نو یا دس ہوجائیں۔

ٹھیک اسی طرح شریعت کے احکام بھی یقینی اور غیر متبدل ہوتے ہیں۔ نیکی ہمیشہ نیکی رہے گی بدی ہمیشہ بدی رہے گی جھوٹ ہمیشہ جھوٹ رہے گا اور سچ ہمیشہ سچ ہی رہے گا اور اسے اچھا سمجھا جائے گا یتیموں پر جبر وظلم کرنا برا فعل ہے ہمیشہ اسے برا سمجھا جائے گا۔

الغرض جس طرح قانون تکوینی کے نظام غیر متبدل ہیں اسی طرح اچھائیاں اور نیک اعمال واخلاق بھی ہمیشہ اچھے ہی رہیں گے وہ بھی تکوینی قانون کی طرح غیر متبدل ہیں۔

اور قانون تشریعی میں ہمیشہ جھوٹ کو برا سمجھا جائے گا اور سچ بولنے کو ہمیشہ اچھا قرار دیا جائے گا اسی طرح یتیم کے ساتھ احسان وہمدردی کو ہمیشہ اچھا سمجھا جائے گا اور ان کے اوپر ظلم وجور کو ہمیشہ برا سمجھا جائیگا۔ وقس علیٰ ہذا۔

اسی طرح کے بیان وامثلہ کو میں نے تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رکھا اور مولانا عبدالمتین صاحب نے بہت غور سے سنا اور تقریر کے بعد مجھے اپنے بغل میں بٹھایا اور بہت شاباشی دی، مولانا کا چہرۂ مبارک فرط مسرت سے چمک رہا تھا کیونکہ میں انہیں کے مدرسہ میں تعلیم پاکر اور پھر جامعہ رحمانیہ میں درس لے کر فارغ ہوا تھا اور جب میں مونگیر کے جلسہ سے واپس ہوکر گھر پہنچا تو استاذ محترم مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی کا ایک کارڈ مجھے ملا جس میں موصوف نے میری اس تقریر کی بہت تعریف وتحسین کی تھی۔

مولانا مرحوم نے لکھا تھا کہ اکابر داعیان بنارس نے آپ کی اس تقریر کو بہت زیادہ پسند کیا اور آپ کو ہر طرح سے آفریں کہا ہے۔

بہرحال مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی مرحوم نے بحیثیت صدر مدرس اس مرکزی دارالعلوم کا علمی وتعلیمی معیار بلند سے بلند تر کیا اور ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوحید صاحب نے اپنے اعلیٰ ذوق کے مطابق عالی شان تعمیرات کو بنوایا اور مرکزی دارالعلوم کو علمی ادبی وتاریخی اور نوع بنوع ہمہ جہتی ترقی سے بام عروج تک پہنچایا۔

استاذ محترم علامہ نذیر احمد صاحب رحمانی کا مبارک دور تو جلدی ہی جاتا رہا آپ کی زندگی وفا نہ کر سکی جس پر ہم جتنا بھی ملال کریں کم ہوگا لیکن خوش قسمتی سے مولانا عبد الوحید صاحب رحمانی جیسے متین و سنجیدہ، دوراندیش تجربہ کار و متحمل مزاج شیخ الجامعہ مولانا کے عہد نظامت میں آگئے پھر فاضل جلیل عالم کبیر حضرت مولانا حافظ مقتدیٰ حسن صاحب ازہری جیسے جامع العلوم صاحب نظر و فکر جیسے متبحر یگانۂ روزگار آزمودہ کار عالم کی ہستی وکیل الجامعہ کے منصب جلیل پر فائز ہوئی جس نے اپنی انتھک محنت اور رکد و کاوش سے جامعہ کو چار چاند لگایا اور ہر میدان میں ترقی بخشی۔ ان اکابر علماء عظام اور ان کی قیادت میں ہمراہ چلنے والے دوسرے اساتذہ کرام کے مرکزی دار العلوم میں جمع ہو جانے سے اس گلشن علمی و ادبی میں بڑی رعنائی و ترقی ہے۔

آج جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم میں دو سو کتابوں کی تصنیف و تالیف ہوئی اور تراجم کے کام بہت رہیج کیے گئے اور ایک علمی ذخیرہ جمع ہو گیا۔ پریس و چھاپہ خانے قائم ہوئے اور صحافت میں اردو ماہنامہ "محدث" اور عربی ماہنامہ "صوت الجامعہ" جاری ہوا اور کئی علمی و یادگار کانفرنسیں ہوئیں اور اچھے موضوعات پر کئی ایک سیمینار منعقد ہوتے اور ناظم اعلیٰ کے سفری مجاہدات میں مولانا ازہری صاحب کی معیت و رفاقت سے تعلیمی و تعمیری مشروعات میں اچھی خاصی مساعدت حاصل ہوئی جس سے تعمیرات کے بلند و بالا ایوان اور رفیع الشان و خوبصورت دار الحدیث پھر عظیم الشان و عظیم المرتبت قیمتی کتب خانہ اور قابل قدر و قابل دید دار الضیافہ اور بلند و عالیشان حسین و جمیل و پرشکوہ مسجد اپنے نور افزا مناروں کے ساتھ جامعہ کے موزوں ترین مقامات پر قائم و مستحکم ہیں جو عرصہ دراز تک ناظم اعلیٰ مولانا عبد الوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد دلاتی رہیں گی۔ سچ فرمایا کسی فارسی شاعر نے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مرکزی دار العلوم کے قیام کے دو محرک اسباب :-

مرکزی دار العلوم کے منصوبہ بنانے کی دو وجہ پیدا ہوئی ایک وجہ یہ تھی کہ مولانا مناظر حسن

صاحب گیلانی نے اخبارات میں یہ بیان دیا تھا کہ اب جماعت اہل حدیث کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور جماعت اہل حدیث اپنا دم توڑ چکی ہے۔ اس بیان پر ہندوستان کے موجودہ اہل حدیث افراد میں بیداری کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے ان کے بیان کا نوٹس لیا۔ اخبارات میں ان کے جوابات دیئے گئے اور جماعت میں ایک حرکت و بیداری ہوئی۔

اسی واقعہ کے ساتھ دوسرا سانحہ یہ ہوا کہ دارالحدیث رحمانیہ کو جامعہ ملیہ کے حوالے ہونے کے بعد عربی خواں طلبہ کے لئے کوئی ایسا مرکزی مدرسہ باقی نہ رہا جہاں وہ اپنی تشنگی علم بجھا سکیں چار وناچار "دارالعلوم دیوبند" کا بھی قصد کیا اور وہاں داخل ہوگئے اور کچھ ہی زمانے کے بعد جب ان کا اہل حدیث ہونا ظاہر ہوا تو اربابِ اہتمام نے ان سب اہل حدیث طلبہ کو جو تقریباً ٦٠ تھے دارالعلوم سے نکال دیا، یہ ہمارے اہل حدیث طلبہ نے اپنی جماعت سے بزبان حال یہ کہنا شروع کیا کہ "ہمارا اہل حدیث ہونا ہی وہ جرم تھا جس کی وجہ سے ہم نکال دیئے گئے ان کی یہ صدا دور دور تک پہونچی اور چار دانگ عالم میں شکوہ سنج رہی گویا وہ بزبانِ شاعر یہ کہہ رہے تھے۔ ؎

بجرمِ عشق توام می کشند غوغائے الیست
تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

اس سلسلہ میں مولانا مختار احمد صاحب ندوی امیر جمعیۃ اہل حدیث ہند بڑی وضاحت سے مجلہ "البلاغ" نومبر ۱۹۹۱ء میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی آزادی سے پہلے دہلی میں مدرسہ رحمانیہ کے نام سے ایک عظیم الشان درس گاہ قائم تھی جو برصغیر ہند میں سلفی طرز تعلیم کا سب سے بڑا مرکز تھا یہ جامعہ دہلی کے ایک مخیر بزرگ الحاج عبدالرحمان وعطاءالرحمن صاحبان کا قائم کردہ تھا ان کے بعد ان کے صاحب زادے حاجی عبدالوہاب صاحب اس کے سرپرست رہے، یہ مدرسہ شخصی اور ذاتی تھا لیکن اپنی تعلیمی انفرادیت اور اداراتی نظام اور معیاری درس گاہ ہونے کی وجہ سے افغانستان سے آسام تک کے طلبہ یہاں داخل ہوا کرتے تھے اس مدرسے نے بڑے جید علماء پیدا کئے اور "رحمانی" علماء کی ایک بڑی جماعت پیدا کردی جو اپنے اپنے علاقوں

میں دینی اور تعلیمی قیادت اور امارت کے منصب پر فائز ہوئے لیکن افسوس ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ہی ملک کو تقسیم کا بار اٹھانا پڑا جس کا بڑا نقصان ملک کے سلفی طبقہ کو برداشت کرنا پڑا، اس جماعت کی ساری قوت ملک کی تقسیم نے منتشر کر ڈالی اور ان کی ہر چیز کئی حصوں میں بٹ گئی، علماء، تجار، عوام، مدارس، کتب خانے، رسائل وجرائد اسی طوفان میں مدرسہ رحمانیہ دہلی بھی بہہ گیا اس مدرسہ کا نام ونشان مٹ گیا، اس کا قیمتی کتب خانہ جو جماعت اہل حدیث ہند کا ایک قیمتی سرمایہ تھا اس کے ہاتھ سے چلا گیا، نذیریہ لائبریری بھی اس تقسیم کا شکار ہوئی۔ مدرسہ کے مالک اور سرپرست دہلی کو خیرباد کہہ کر پاکستان چلے گئے اب اسمیں جامعہ ملیہ نے ایک پرائمری اسکول کھول دیا ہے جہاں رقاصی اور موسیقی گانا بھی سکھایا جاتا ہے۔

اس اندوہناک واقعہ کو لکھتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ خاکسار راقم الحروف اس مدرسہ کا ایک ادنیٰ طالب علم تھا افسوس کہ علم وادب، تفسیر وحدیث کی وہ انجمن ختم ہو گئی۔

ایسی حالت میں تعلیم وتربیت، تنظیم جماعت اور اداروں کے قیام کا کس کو ہوش تھا بہرحال سلفی طلبہ مقامی مدارس میں اپنی تعلیمی پیاس بجھانے لگے لیکن دھیرے دھیرے یہ احساس بڑھتا گیا اور ہر طرف سے مطالبہ شروع ہو گیا کہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کا بدل ضرور قائم کیا جائے اسی درمیان دارالعلوم دیوبند میں ایسا ناگوار حادثہ پیش آیا جس سے ہندوستان کے سلفی حلقوں میں سخت بے چینی ہوئی اور ان کی دینی حمیت وغیرت بیدار ہو گئی پھر ایک عظیم مرکزی سلفی درسگاہ کے قیام کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔

ان حالات سے متاثر ہو کر انجمن جامعہ رحمانیہ بنارس کے معزز ارکان نے محلہ ریوڑی تالاب بنارس میں ایک وسیع زمین مرکزی دارالعلوم کے قیام کے لئے وقف کی اور اس کا نقشہ تعمیری بجٹ وتخمینہ مقرر کر کے مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے عمائدین کے سامنے رکھا اور اخبارات کے ذریعہ بھی اسے مشتہر کیا گیا۔

میں اس وقت پندرہ روزہ اخبار اہل حدیث دہلی کا معاون مدیر تھا میں نے

مرکزی دارالعلوم کی حمایت میں بہت سے تائیدی ادارتے لکھے ۱۹۶۱ء میں نوگڑھ ضلع بستی میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا ایک تاریخی اجلاس ہوا جس کے اسٹیج پر مرکزی دارالعلوم کا مجوزہ نقشہ آویزاں کیا گیا میں نے کانفرنس کے کھلے اجلاس میں اس موضوع پر ایک نہایت پرجوش تقریر کی اور پھر مقررین نے اس کی تائید کی چنانچہ ایک ہی سال بعد بنارس میں ایک عظیم یادگار اجتماع میں اسکی بنیاد رکھی گئی۔

(البلاغ نومبر ۱۹۹۱ء)

ناظم اعلیٰ اور مولانا ازہری صاحب کی رفاقت:

اس مضمون کے پڑھنے سے واضح طور پر مرکزی دارالعلوم کے قائم کئے جانے کا سبب معلوم ہوگیا۔ محترم ناظم صاحب جب تک زندہ رہے صحت وعافیت کے ساتھ حسن و خوبی سے مرکزی دارالعلوم کو معراج ترقی پر پہونچانے کے لئے ہمہ وقت مستعد و سرگرم عمل رہے۔ جب اپنے دولت کدہ سے دفتر میں آتے تو حساب و کتاب، آمد و خرچ کے اس شعبے میں جس میں اس کا خاص اہتمام رہتا ہے تشریف لے جاتے اور وہاں حسابات کا معائنہ کرتے، یہ حساب کو ہمیشہ پاک و صاف اور پاکیزہ دیکھنا چاہتے تھے اور آپ کے سچے مشوروں اور ہدایتوں کو دفتر کے لوگ اور اڈیٹر صاحبان بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اس کے بعد اپنے خاص دفتر میں مولانا مقتدیٰ حسن صاحب ازہری کی ڈاک ملاحظہ فرماتے اور باہمی تفاہم اور مشوروں سے متعلقہ حضرات کو خطوط لکھے جاتے، مولانا ٹائپ کرکے محترم ناظم صاحب کے دستخط اور مہر کے بعد ان کو روانہ کرتے، انتظامی معاملات میں شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب سے ضروری مشورے بھی کرتے پریس چھاپہ خانہ کے معاملات جو منشی عبدالمنان وغیرہ کے ذریعہ آپ کے سامنے آتے ان معاملات میں بھی اپنے مفید مشوروں سے انہیں نوازتے، اسی طرح جملہ مدرسین وملازمین سے بہت شگفتہ برتاؤ رکھتے، اسی طرح اس چمنستان علم وفضل کی ہمیشہ آبیاری اور اس کے سرسبز وشاداب رکھنے کا انتظام کرتے۔

مولانا مرحوم پر ان کے دور نظامت میں خوشی کے بہت سے مواقع بھی آتے، بہت مسرت افزا چیزوں پر آپ خوش ہوتے اور خدا کا سجدۂ شکر بجالاتے اللہ کے فضل وکرم پر ہمیشہ ممنون ومشکور رہے لیکن بعض ایسے مواقع وحوادث بھی آئے کہ اس صدمے سے راتوں کی نیند اڑجاتی اور دن کا چین وسکون رخصت ہوجاتا، انہیں سے ایک سب سے بڑا حادثہ اس بیس لاکھ روپے کا ہے جسے شاہ فیصل مرحوم نے مرکزی دارالعلوم کو عطا کیا تھا کارکنان کی غلطی سے جامعہ سلفیہ کی جگہ پر جامعہ اسلامیہ کے لئے چیک کٹ گیا۔ یہ رقم سفارت خانہ سعودیہ عربیہ دہلی میں پہونچی اور اس کی اطلاع جامعہ اسلامیہ بنارس کو دی گئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں نے کبھی اس طرح کی درخواست نہ دی تھی اور نہ ان کیلئے یہ رقم سعودیہ سے منظور ہی ہوئی تھی لیکن اس میں مولانا اسعد مدنی وغیرہ حضرات نے جامعہ اسلامیہ والوں کا ساتھ دیا اور یہ رقم ان کے حوالہ ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کے پڑھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا آخرکار محترم ناظم مرحوم نے اس کیلئے دوبارہ کوشش شروع کردی اور مکہ ومدینہ پہونچ کر جن جن مشائخ سے رجوع فرمایا اور جن جن لوگوں نے دلداری کی اور امید بندھائی ان تمام لوگوں سے حقیقت حال عرض کرکے معاملہ میں پیش رفت چاہی لوگوں نے ہر طرح سے پیش رفت میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں پھر بیس لاکھ کا عطیہ حاصل ہوگیا۔ فللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

لیکن اس پورے غمناک روداد پر ایک دور رفیقوں کی امداد کا اور حقیقی تعاون کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا کہ وہ حضرات شوریٰ سے کتنا گریزاں تھے اور ہر آسان وممکن شکل پیدا کرنے میں کتنا دور رہتے تھے مولانا ازہری صاحب وہ رفیقِ خاص تھے جو دل درد مند رکھتے تھے اور اس واقعہ کے پورے خدوخال سے واقف تھے وہ بھی اس طرح کے صدمات میں مبتلا تھے اور ان لمبی چوڑی باتیں کرنے والوں سے حد درجہ مایوس ہوچکے تھے کسی شاعر نے ایک شعر کہا ہے جو ہمیشہ کے لئے ایک حقیقت ہے۔ ؎

مشورے دے کے ہٹ گئے صاحب　　آڑے آیا نہ کوئی مشکل میں

لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد ہر چیز پر غالب ہے اس کا فیصلہ ہوا اور بگڑا ہوا کام خیرو خوبی سے گزر گیا۔

مولانا کی علالت اور رحلت :-

آخر ایک وقت آیا مولانا عبدالوحید صاحب ناظم اعلیٰ علیل ہو گئے اور اسپتال میں داخل ہوئے لیکن بحکم قضائے الٰہی آپ کی سانس اکھڑنے لگی اور حالت بدل گئی۔ اور ۲۵ نومبر ۱۹۸۹ء کو بروز شنبہ قبل مغرب انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔

یہ تاریخی حالات سنہ وتاریخ کے ساتھ مولانا عبداللہ سعود نے ترجمان دہلی اکتوبر ۱۹۹۱ء میں شائع کرایا ہے جو مولانا مرحوم کے فرزند اکبر ہیں اور خود بھی مرکزی دارالعلوم کے فارغ ہیں اور اس کی ترقی وتعمیری اقدامات میں پیش رفت کے خواہاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو مولانا مرحوم کا سچا جانشین بنائے اور جامعہ کی خدمت کی بھرپور توفیق بخشے

مرکزی دارالعلوم کا تابناک مستقبل :-

اب تک مرکزی دارالعلوم گوناگوں تعمیری وتعلیمی تصنیفی اور دعوتی وتبلیغی خدمات میں ممتاز اور تمام اہل حدیث مدارس میں منفرد ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ کے بعد بھی ان کے جانشین اور کارکنان کو اس کے علمی اور تعلیمی وتعمیری خدمات کو مزید ترقی کے ساتھ جاری رکھنے کا عزم وحوصلہ بخشے۔

یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ بنارس مدنپورہ کے ارباب انتظام نے ناظم اعلیٰ کی جگہ پر ان کے منصب کو سنبھالنے کے لئے مولانا شاہد جنید صاحب / حفظہ اللہ کو پورے اتفاق کے ساتھ منتخب کیا اور ماشاء اللہ مولانا شاہد جنید سلمہ اس منصب کے تقاضہ کے مطابق ہمہ وقت اپنے دونوں سربراہ علماء شیخ الجامعہ اور وکیل الجامعہ کے مشورہ کے مطابق عمل پیرا ہیں اور دیگر مراحل کی تکمیل میں ہمارے سب محترم علماء ان کی نگرانی میں ہمہ وقت سرگرم عمل ہیں۔

بقیہ صـ۱۳ پر

عقل اور نقل کا تطابق کیسے؟

عبدالمعین سلفی۔ ندوۃ السنۃ۔ الٹا بازار بستی۔

عقل اللہ تعالیٰ کی بیشمار انعامات میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ ہر انسان کو اس کی قدر کرنی چاہئے۔ عقل ایک جوہر ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ اگر عقل کی پرورش و پرداخت تصور الٰہی سے مختلط ہو۔ تعقل اور تفکر کا محور کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہو تو عقل کو ایسی جلا، ذہن کو بالیدگی اور دماغ کو ایسی خوش مزاجی نصیب ہوگی جسے صرف حصول مادیت میں اپنے ذہن اور قوت عقل کو صرف کرنے والا کبھی نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

عقل کی اہمیت کا اندازہ اس وقت لگائیے جب ایک شخص کا عقلی توازن بگڑ جاتا ہے اور ایسا آدمی اس جانور سے چنداں مختلف نہیں ہوتا جو غلاظت و گندگی کو بلا کسی تمیز کے اپنے منہ کا لقمہ بناتا ہے۔ گویا انسان بلا عقل و دماغ چند ٹیڑھی سیدھی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ جاتا ہے اور بس۔

اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۴۹ مقامات پر "عقل کی اہمیت" اور "استعمال عقل" کے طریقوں کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے کسی جگہ امم ماضیہ کے انجام کار کو بیان کرتے ہوئے، کہیں وسیع و عریض دنیا کی رنگ رلیوں، روانی سے بہتے ہوئے سمندروں، طوفانی ہواؤں، جھلسا دینے والی آگ کے راز و حکمت کی جانب غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ کارخانہ قدرت کے عجائبات کو کبھی پہاڑ، کبھی آسمان، کبھی دریا میں چلنے والی کشتیوں کبھی اونٹوں کی تخلیق کے شکل میں پیش کر کے تفکر کا احساس دلایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "عقل" ایک روحانی نور ہے جس کے ذریعہ نفس انسانی

ضروری اور فطری امور کو پہچاننے کے لائق ہوتا ہے۔

"نقل" سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور اسوۂ صحابہؓ مراد ہے۔ ان کو دلائل نقلیہ، سمعیہ، خبریہ، نیز ادلّۂ ماثورہ کہتے ہیں۔ "نقل" کی حفاظت کی ذمہ داری لیکر اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ (القرآن) ذکر (قرآن) کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ کی ذمہ داری بایں طور اٹھایا کہ ہر دور میں انسانوں کی ایک ایسی جماعت کو پیدا کرتا رہا جو کھرے اور کھوٹے کو الگ کرتی رہتی ہے۔

دنیا میں بسنے والے سارے انسانوں کو "عقل" اور "نقل" دونوں نعمتوں سے نوازا گیا ہے ان میں ہر چیز الگ الگ چراغِ راہ اور انسانی زندگی کے لئے قائد کی حیثیت رکھتی ہے جیسے کہ علامہ ابن تیمیہؒ عقل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "عقل کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی عامی شخص کسی ناواقف کو شہر کے مفتی کے پاس پہنچادے اور بتادے کہ یہ عالم اور مفتی ہے پھر اگر اس عامی رہنما اور مفتی کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو مستفتی کا بھی فرض ہوگا کہ وہ مفتی کے قول کو ترجیح دے اور اس عامی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ میں نے ہی تو تمہاری رہنمائی کی تھی اگر میں رہنمائی نہ کرتا تو تم اس مفتی تک کیسے پہنچتے

(موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول ۱/۴۶ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت/۲)

دنیاوی امور کی تحقیقات میں عقل مطلق العنان ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کبھی درستگی رائے پر ہوتا ہے اور کبھی خطا بھی کر جاتا ہے۔ دینی مسائل کی تحقیق میں بھی عقل کو چند ایسے حدود وقیود کے ساتھ یہ آزادی حاصل ہے کہ ان سے تجاوز اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسولِ اکرمؐ کی رسالت کے لئے بدنما داغ ثابت ہوتی ہے۔ اسی کو علامہ ابن خلدون نے یوں بیان کیا ہے: "عقل ایک ترازو ہے اس کے فیصلے یقینی ہیں جس میں کوئی جھوٹ نہیں لیکن تم اس ترازو میں امور توحید، امور آخرت، نبوت، صفاتِ الٰہی اور وہ تمام امور ر حقائق جو ماوراء عقل ہیں تول نہیں سکتے۔ یہ لاحاصل کوشش ہوگی اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک

شخص نے ایک ترازو دیکھی جو سونے کا وزن کرنے کے لئے ہے۔ اس کو اس ترازو میں پہاڑ تو لنے کا شوق پیدا ہوا جو نا ممکن ہے اس سے ترازو کی صحت پر کوئی اثر نہیں آتا۔ لیکن اس کی گنجائش کی ایک حد ہے اسی طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون /۴۷۳)

عقل اور نقل باہم متعارض نہیں! یوں تو مغرب زدہ ذہنیت کے افراد اور غیر اسلامی روایات اور یہودی سازش کو زندہ کرنے والے بار بار اس قسم کے غلط پروپگنڈے کرتے رہتے ہیں کہ بیشتر مقامات پر نقل، عقل کا ساتھ نہیں دیتی۔ گھسے پٹے اعتراضات جس کے مفصل جوابات کتابی شکل میں بھی جماعت حقہ نے مرتب کیا ہے) بار بار اچھالتے رہتے ہیں تعدد ازدواج، آزادی نسواں اور بعد مسافت کے باعث مطلع کے اختلاف، جذبۂ رحم اور گوشت خوری، جیسے مسائل کو ہندوستانی ذرائع ابلاغ میں سے اخبارات کے صفحات پر وقفہ وقفہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

عقل اور نقل کے تطابق میں علامہ ابن تیمیہؒ ایک فیصل اور معنی خیز بات ذکر کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ جو چیز عقل صریح سے ثابت ہو جائے اس کی مخالف نہ تو خبر صحیح ہوتی ہے نہ حس صحیح اور جو چیز نقل صحیح سے ثابت ہو جائے اس کی معارض نہ عقل ہوتی نہ حس۔ اسی طرح جو چیز حس صحیح سے معلوم ہو جائے اس کی مناقض نہ خبر ہوتی ہے نہ معقول۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ۱۶۲/۳۔ شیخ الاسلام نے مذکورہ عبارت میں اسلام کی حقانیت کو ہر قسم کے شکوک و شبہات سے اسی طرح الگ کر دیا ہے جیسے کہ گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔ عقل اور نقل کے بیان میں آپ کا یہ قول ایک سچا اور حقیقی معیار ہے جس کی تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے اور حدیث پاک سے بھی۔ آپ نے ایک جگہ اپنے مطالعہ کا عندیہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے: "منقول صحیح کا کبھی معقول صریح معارض نہیں ہوتا۔ میں نے اختلافی مسائل میں اس اصول کی تحقیق کی اور میں نے یہی دیکھا کہ صحیح و صریح نصوص کے خلاف جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے وہ محض فاسد شبہات ہوتے ہیں جنکا

بطلان عقل سے ثابت ہوتا ہے بلکہ عقل سے ان شبہات کے بالکل خلاف اور شرع کے بالکل موافق ثابت ہوتا ہے میں نے بڑے بڑے اصولی مسائل توحید و صفات مسائل قدر و نبوات وغیرہ کو بھی اسی نظر سے دیکھا اور یہی پایا کہ جو صراحتاً عقل سے ثابت ہوتا ہے کبھی سمعیات و منقولات ان کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ نقل و روایت جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صریح عقل کے خلاف ہے تحقیق سے یا تو موضوع حدیث ثابت ہوتی ہے یا اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے اس لئے وہ دلیل بنانے کے قابل نہیں ہوتی۔ ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر ان چیزوں کی اطلاع نہیں دیتے جو عقلاً محالات میں سے ہیں بلکہ ان چیزوں کی اطلاع دیتے ہیں جن میں عقل حیران و سرگشتہ رہتی ہے وہ اس چیز کی اطلاع نہیں دیتے ہیں جن کی عقل نفی کرتی ہے بلکہ اس چیز کی اطلاع دیتے ہیں جس کی حقیقت عقل سمجھنے سے عاجز رہتی ہے۔

(بیان موافقۃ صریح المعقول ۱/۸۳)

اب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ دین اسلام کی ہر کلی یا جزئی اصول میں عقل کی دراندازی مطلق العنان نہیں ہے۔ اگر شریعت کا کوئی حکم عقل کے مخالف ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسمیں یا تو میرے عقل کا قصور ہے اور یا یہ حکم شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے۔

آج کا دور علمی ترقی کا دور ہے ایسی علمی ترقی جس پر مکمل طور سے مغربیت کی چھاپ ہے دیگر علوم کے بہ نسبت اسلامی علوم بھی اس میدان میں سبقت لیگئے ہیں لیکن بالخصوص ہندو پاک میں تعصب اور اندھی تقلید کی بنا پر اس دین حنیف میں لادینیت اور مغربیت کی بوباس اس طرح پھیلائی جا رہی ہے کہ شکم پروری اور شہرت کی خاطر عقل کو نقل پر فوقیت دیکر اللہ کی الوہیت اور رسول کی رسالت میں بٹہ لگایا جاتا ہے حشمتی چیلے اور اپنے منہ میاں مٹھو علامہ عوام کالانعام کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتے ہیں کہ اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے حصول کیلئے اولاً اہم نقلی سنی مسلمانوں کو غوث و خواجہ و رضا کا دامن پکڑنا چاہئے اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی انہیں کی توسط سے ہمیں حاصل ہوگی جیسے کہ ہم کورٹ کچہری میں اپنا کام کرانے جاتے ہیں تو اولاً دربان بعدہٗ افسران سے ملتے ہیں۔ اس بات کی دلیل ان کی عقل ہے جو نقل کے صریح مخالف ہے۔ ایسی لچر دلیل میں کج فہمی کے آثار

دیکھئے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کو اس حاکم یا افسر کے مشابہ قرار دیا گیا جو اس کی مخلوقات کا ایک ذرہ ہے جس کی زندگی معمولی بھلائیوں کے ساتھ بیشتر ایسی برائیوں میں ملوث رہتی ہے جو ناقابل معافی ہیں۔ دوسری طرف ذات باری کے اختیارات اس مردے کو سونپ دئے گئے جو مٹی میں دفن ہو کر سڑ گل گیا ہے۔ تیسری جانب اپنے خواجہ و رضا کی توہین کی کہ ان کو دربان کے مشابہ قرار دیا۔ نعوذ باللہ۔

یہ تو ایک مثال ہے ورنہ آج عصبیت اور اندھی تقلید کی ایسی ناچ ہے کہ باطل کی حمایت میں عقل کو دلیل بنا کر صفحات کے صفحات سیاہ کئے جا رہے ہیں۔ بعض مقامات پر قتل و خونریزی تک نوبت آجاتی ہے پھر بھی بدعات و خرافات کے تانے تنے جاتے ہیں اور علماء حق کو گالیوں کی سوغات دی جاتی ہے۔ ہم اہل سنت کو ایسی کج فہمی کا اعتراف کرنا از حد ضروری ہے جو ہمارے دین و ایمان کے لئے مخل ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

" جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص رسول ہے اور اس کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی چیز کی خبر دی ہے اور اس کی عقل اس میں اشکال پیش کرے تو اس کی عقل ہی کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ مختلف فیہ چیز ایسی ہستی پر محمول کرے جو اس کے مقابلہ میں اس کا زیادہ علم رکھتی ہے اور اپنی رائے کو اس کے قول پر مقدم نہ رکھے اور یہ سمجھے کہ اس کی عقل اس کے مقابلہ میں قاصر اور ضعیف ہے۔ (بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول ۱/۸۰ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ۲)

بات واضح ہو چکی کہ کتاب اللہ اور صحیح احادیث و آثار صحابہ کے مقابلہ میں ہماری رائے اور عقل کا کوئی دخل نہیں، اسی بات کو مومن کے اچھے اخلاق اور عادات میں شمار کیا گیا ہے اور ایک مومن سے فطری تقاضہ بھی یہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ و رسولہ ان یقولوا سمعنا واطعنا۔ (القرآن۔ ایک مومن کی شان یہی ہے کہ جب اس کو اللہ اور اسکے رسول کی باتیں بتائی جائیں تو زندہ دلی اور بلا چون و چرا یہ کہہ دے کہ ہم نے سنا اور اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

اور فرمایا- ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی۔ یعنی ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد جو شخص رسول سے مخالفت (عقل کی دراندازی) کرے اور مومنین کے راستے کو چھوڑ دیا تو ہم اس کو اس کے کاموں کا ویسا ہی بدلہ دیں گے۔

اور حضرت علیؓ نے فرمایا۔

لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاه (الحدیث) یعنی اگر دین کے مسائل عقل پر ہوتے تو موزے کے نچلے حصہ کا مسح کرنا اولیٰ اور بہتر ہوتا اوپر والے حصہ کو مسح کرنے سے۔

ہم تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ دینی امور میں عقل کے باگ ڈور کو اتنی ڈھیلی نہ کر دیں کہ اسلام کی صداقت اور حقانیت زائل ہونے لگے۔ ایمان کی روشنی ہماری آنکھوں سے غائب ہو جائے اور یونہی کتر بیونت کرتے کرتے ہم اپنی اصلیت کو بھول جائیں۔

جدیدیت کی مار

فضل اللہ انصاری

تہذیب وتمدن بظاہر پُرکشش ہو تو اس کے پھیلنے اور دوسری تہذیبوں پہ اس کے اثرانداز ہونے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ ایسی خیرہ کن تہذیب دیگر تہذیبوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اپنے میں ان کو موستی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ دیرپا نہیں ہوتی اور اس کی مدّتِ حیات کم ہوتی ہے۔ تہذیب کے علمبردار جب دوسری تہذیب وتمدّن کو پُرکشش، رنگین ودرخشندہ اور ظاہری صورت وحالت کو متاثر ہوجاتے ہیں اور اس تہذیب کے ہر چمکتے نقش کو اپنے دل میں بیٹھا لیتے ہیں تو پھر ماقبل کی تہذیب کی خیریت نہیں رہتی اور اپنے ہی علمبردار کے ہاتھوں اس کا عرصۂ حیات تنگ ہوجاتا ہے اور وہ حالتِ نزع میں آجاتی ہے۔ اِلاّ یہ کہ کوئی تہذیب بذاتِ خود ابدی، قوی اور سرمدی ہو۔ تہذیب وتمدّن کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک دوسرے پہ کیسے اثرانداز ہوتی ہے اور ہوئی ہے "خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے" کے مصداق ایک تہذیب نے دوسری تہذیب سے کیسے اثر قبول کیا ہے حالانکہ کل مختلف تہذیبیں آج کی تہذیبوں کے مقابلے کچھ رنگین وپُرکشش اور خیرہ کن نہیں تھیں لیکن یکجا ہوجانے کی وجہ سے ایک نے دوسرے سے اثر قبول کیا اور ایک دوسرے پہ اثرانداز ہوئی۔ مغربی تہذیب یا جدید تہذیب ظاہر میں اتنی پُرکشش، حسین وجمیل اور مؤثر تھی کہ مذکورہ مقدمہ کے پیشِ نظر جنگل کی آگ کی طرح وہ پھیلتی گئی اور سب کو لپیٹ میں لیتی گئی۔ سب پر اس کا اثر ہوا اور علمبرداران تہذیب اس سے متاثر ہوتے گئے۔ حالانکہ۔

ع چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

کو اگر سامنے رکھا جاتا تو اس سے بچا جا سکتا تھا۔ عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ ظاہر پرستی پہ نہیں جایا جائے اور کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کو جان کر ہی لینے نہ لینے کا فیصلہ کیا جائے۔ افسوس کی جدید تہذیب و تمدن کے ظاہری رنگ اور چمک دمک نے قوت فیصلہ کو سلب کر لیا اور لوگ اسی میں کھو گئے۔ کتنا سچ کہا ہے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کہ۔

ع۔ حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیب حاضر میں

اس تہذیب کے نقص اور خرابی کو واضح کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا کہ۔

ے حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

اس تہذیب نو کے جو اثرات و نتائج ہیں، ان سے ادنیٰ علم و دانش رکھنے والا شخص بھی بخوبی آشنا ہے۔ مگر جدیدیت کی ایسی ضرب لگی ہوتی ہے کہ ہوش میں ہوش کھوتے ہیں یا دانستہ اس سے بے خبر ہیں۔ جدیدیت یا مغربیت نے لوگوں سے ان کا اپنا سب کچھ چھین لیا ہے، ان کے اپنے تشخص کو پامال کر دیا ہے اور وہ کہیں کے نہیں رہ گئے ہیں۔ ایک سردار جی تھے جو نہایت ہی غریب تھے، پھر وہ بہت امیر ہو گئے۔ پہلے گاؤں کی ایک جھونپڑی میں رہتے تھے، اب راجدھانی دہلی میں ان کی ایک بڑی کوٹھی یا عیش محل ہے۔ ان کو یہ فکر ہمیشہ لاحق رہتی کہ شہر کے بڑے لوگوں میں اپنی جگہ کیسے بنائی جائے۔ ایک دوست نے ان کو مشورہ دیا کہ جب بھی شام میں پارک گھومنے کے لئے نکلو، اچھی نسل کا کوئی کتا لے کر نکلو۔ ایک کیا، سردار جی کئی کتے لیکر نکلے۔ سردار جی جب بھی کتوں کو لے کر پارک جاتے، ہر کوئی ان کو روک کر کتوں کی تعریف کرتا، کہاں سے لئے اور کتنے کے لئے پوچھتا۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ کتوں کے نام کیا رکھے ہیں؟ سردار جی نے جواب دیا۔ یہ ہے سردار شیر سنگھ، یہ ہے اتندر سنگھ، اور یہ تیسرا سردار ستندر سنگھ۔ واہ کیا خوب! آپ نے کیا سرداروں والے نام رکھے ہیں۔ جناب میں کیا پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا اپنا اسم گرامی کیا ہے؟ سردار جی نے جواب دیا کہ "ٹومی" ہے۔ (ہندی روزنامہ۔ ہندوستان سے ماخوذ) یہ مغربی تہذیب کا اثر اور جدیدیت کی مار ہے اور کچھ نہیں۔ اس کا پرستار عموماً یہ سمجھتا ہے کہ عزت اور قدر و منزلت اسی میں ہے کہ اس کے جملہ اثرات کو قبول کر لیا جائے۔

چاہے اپنی تہذیب اور اپنا تشخص پامال ہو جائے۔ کتنی مضحکہ خیز اور افسوسناک حقیقت ہے کہ "ٹومی"، شیر سنگھ سردار اور سردار جی "ٹومی" ہو گئے۔ مغرب کے لوگوں نے انسان کو کتنی اہمیت دی ہے، اس سے یہاں صرف نظر، لیکن حیوان کمتر حیوان کتے کو اتنی اہمیت دی کہ امریکہ کی ایک خاتون نے مرتے وقت اپنی پوری جائداد اپنے محبوب کتے کے نام وصیت کر دی۔ توبہ ہے توبہ۔ سردار جی بھی کچھ کم نہیں نکلے۔ اپنا نام کتے کو دے دیا۔ پوری سردار برادری کو "نیک نام" کیا اور کتے کے نام سے خود کو موسوم کر لیا۔ یہ دنیا واقعی عجائب خانہ ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک عجوبہ وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مغربی دنیا اور مغربی تہذیب بھی ایک عجوبہ ہی ہے۔ جہاں اپنی اولاد انسان کی ماں باپ سے دور ہوتی ہے اور کتے انسان کی گود میں بیٹھتے ہیں اور اس کے ہمراہ تمام شان و شوکت کے ساتھ چلتے ہیں۔ جدیدیت کا اثر مسلمانوں پہ بھی کم نہیں پڑا اور وہ بھی اس "مرض" کے کم شکار نہیں ہوتے۔ لبرل مسلمان کچھ اسی قسم ہوتے ہیں اور ان کے خیالات نیز افکار و نظریات بھی "تجدد پسندانہ" ہوتے ہیں۔ نام نہاد مسلمانوں کی زندگی اور ان کے طرز حیات کو دیکھیں، ہر ایک شعبۂ زندگی مغربیت اور جدیدیت کی چھاپ نظر آئے گی۔ ان کو کوئی مسلمان یا ملاّ کہدے تو وہ اپنے لئے کسر شان سمجھتے ہیں اور حراغ پا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے یہاں بھی پنکی، ببلو، پپّو، لبّو اور ڈبلو وغیرہ جیسے نام کا رواج پایا جاتا ہے اور ایسے ہی الفاظ سے وہ بصد شوق و پیار بلائے جاتے ہیں۔ حد ہو گئی اور کمال ہو گیا۔ وضع قطع، طریقۂ خورد و نوش اور کلام و گفتگو وغیرہ سب میں جدیدیت نظر آجائے گی اور وہ اس سے متاثر دکھائی دیں گے طرّہ یہ کہ فرماتے ہیں۔ اسلام پرانا ہو گیا، اب اس کو جدید طرز پر ڈھالنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔ کیسے آئے گی؟ جدیدیت کی مار جو ان کو لگی ہوئی ہے اور خود کو جو وہ ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ کوّا جب ہنس کی چال چلنے لگتا ہے تو وہ اپنی چال بھول جاتا ہے۔ یہی حشر ہوا ان جدیدیت کے پرستار نام نہاد مسلمانوں کا، جن کو اسلام کے جدید پانے کا احمقانہ دکافرانہ خیال آیا جرائد و مجلات اور اخبارات کا مطالعہ کرنیوالوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ جدیدیت کے مارے بعض خود کو دانشور کہلانیوالے مسلمان کس طرح اسلام کو جدید پانے کی احمقانہ باتیں کرتے ہیں اور خود کو ترقی یافتہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسی کوشش کرنے والے قیامت کی صبح تک کامیاب نہیں ہو سکتے اور وہ منہ کی کھاتے رہیں گے۔ اللہ ہم سب کو جدیدیت کی مار سے بچائے اور ہر حال میں اپنی تہذیب و تمدن اور تشخص باقی رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔ ❁

اعلان برائے ضرورت ائمہ و اساتذہ

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں مختلف علاقوں سے ائمہ و اساتذہ کے لئے مسلسل مطالبے آتے رہتے ہیں اس لئے جمعیت اہل حدیث کے صوبائی دفتر میں ان لوگوں کا ریکارڈ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو حضرات امامت و درس و تدریس کا کام انجام دینا چاہتے ہیں یا جن کو ان کی ضرورت ہو وہ دفتر سے رابطہ قائم کریں اور اپنی تعلیمی صلاحیت اور کم از کم مطلوبہ تنخواہ نیز اپنے ذوق اور دیگر معلومات کے ساتھ اپنی درخواستیں صوبائی دفتر جمعیت اہل حدیث بہار کو درج ذیل پتے پر روانہ کریں۔

ڈاکٹر سید عبدالحلیم

جنرل سکریٹری صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار۔ فرید ہاؤس لہریا سرائے دربھنگہ ۸۴۶۰۰۱۔

مولینا اقبال احمد کفایت اللہ سلفی کی سوانح حیات

مولانا اقبال احمد سلفی موتی پوری کی سوانح حیات مرتب کی جارہی ہے۔ جملہ اہل علم و اہل قلم حضرات خصوصًا مولانا کے متعارفین احباب سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے گرانقدر خیالات، تاثرات اور مقالات سے نوازیں۔ ممنون ہوں گا۔

(مولینا) شریف قاسم سلفی

جامعہ عالیہ عربیہ۔ مئوناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱۔

ضرورت استاذ

یوپی ضلع بلند شہر قصبہ سیانہ کے لئے ایک عالم دین کی ضرورت ہے۔ خواہشمند حضرات دفتر نوائے اسلام دہلی سے رجوع کریں۔ اور اپنی مطلوبہ تنخواہ سے بھی آگاہ کریں۔

مدرسہ غار حرا بھوپال

جملہ اصحاب علم واحباب جماعت کے لئے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ شہر نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ میں ایک سلفی ادارہ مدرسہ غار حرا جس کی سنگ بنیاد ۲۱ رمضان المبارک کو رکھی گئی تھی۔ یکم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ سے باضابطہ مکتب کی تعلیم شروع کردی گئی ہے۔ امید کہ آپ حضرات اس مژدہ جانفزا کو عام کرنے کے ساتھ اپنے قیمتی مشوروں اور عطیات وغیرہ سے نوازتے رہیں گے۔

ناظم مدرسہ۔

مذاکرہ علمیہ اور سیمینار

۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ واتوار "انسانی زندگی پر توحید کے اثرات" کے موضوع پر ایک جلسہ مذاکرہ علمیہ اور سیمینار دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار میں منعقد ہو رہا ہے۔ توحید کے ۱۸ اہم موضوعات پر مشاہیر علماء کرام اور دانشوران ملت کے مقالے اور خطبات ہوں گے۔ اس پروگرام میں عام شرکت کی دعوت ہے۔

سیمینار کی عظیم کامیابی کیلئے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی دعائیں، دلچسپیاں اور نیک تمنائیں شامل ہیں۔

حالات حاضرہ پر کل ہند علمائے اہل حدیث کانفرنس

دور حاضر میں اسلام دشمن طاقتوں کا از سر نو منظم ہو کر اسلام کے خلاف محاذ آرا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس طرح کی خطرناک سازشیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں اور ہر دور میں ان کی گھناونی سازشوں کے تار و پود بکھرے ہیں یعنی ہر فرعون را موسیٰ کا عمل دہرایا گیا ہے۔ آج بھی جبکہ تمام اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے خلاف متحد نظر آرہی ہیں ضرورت ہے کہ اس کے ناپاک اور خطرناک عزائم سے مسلمانوں کو خبردار کردیا جائے اور اس کے تدارک کیلئے کتاب وسنت کی بنیاد پر ٹھوس اقدام کیا جائے اس مقصد کے لئے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کی روشنی میں ایک اہم کانفرنس کا اہتمام کر رہی ہے جس میں جماعت اہل حدیث کے مشاہیر علماء ودانشوران حضرات شرکت فرمائیں گے۔ اس اہم اسلامی اور جماعتی پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے ارباب علم ودانش اور اصحاب فکرو

نظر کے تعاون کی ضرورت ہے۔ کانفرنس سے متعلقہ جملہ معلومات کے لئے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند ۴۱۱۶۔ اہلحدیث منزل اردو بازار دہلی ۶ سے رابطہ قائم کریں۔

جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر کی دعوتی وعلمی سرگرمیاں

جموں وکشمیر کی مسلسل بگڑتی ہوئی صورت حال نے جہاں انسانوں کے جینے کا چین چھین لیا ہے وہیں دینی سرگرمیوں پر بریک بھی لگا دیگئی ہے جہاں کے لوگ اپنے گھروں میں غیر محفوظ ہوں وہاں دین خالص کا پیغام لے کر گھروں سے نکلنا کتنا مشکل اور کتنا صبر آزما ہے اس کا اندازہ بآسانی نہیں لگایا جاسکتا اس نازک صورتحال میں بھی جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر نے ملی ودینی سرگرمیوں کو زندہ رکھا ہے ابھی حال ہی کچھ نئی اہم دینی کتابوں کی اشاعت کیا ہے جسمیں جمال مصطفےٰ، مولانا صادق سیالکوٹی، کتاب التوحید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور الادب المفرد امام بخاری کی اور دیگر کئی مطبوعات شامل ہیں تفصیل کیلئے رابطہ قائم کریں۔ ——— مکتبہ مسلم جمعیۃ منزل بربرشاہ۔ سرینگر کشمیر ———

دعائے صحت کی اپیل

نوائے اسلام کے ایک کارکن جناب اقبال سلیم کے والد جناب محمد سلیم صاحب گزشتہ دو ماہ سے علیل ہیں جس کی وجہ سے برادرم اقبال سلیم اور ان کے تمام اہل خانہ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہیکہ وہ اقبال سلیم کے والد کیلئے دعائے صحت کریں تاکہ انکے خاندان کو راحت ملے اور نوائے اسلام کے کارکنان کو بھی سکون حاصل ہو۔

اپیل کنندگان

کارکنان نوائے اسلام۔ ومجلس الدعوۃ۔

خنزیر کا گوشت کھانے سے جسم میں کیڑے پڑجاتے ہیں

یہ انکشاف انتہائی تعجب خیز، عبرتناک اور کراہت سے بھرا ہوا ہے کہ خنزیر کا گوشت کھانے سے جسم میں کیڑے پڑجاتے ہیں۔ جی ہاں! نیویارک شہر میں رہنے والے قدامت پسند یہودیوں کے جسم میں کیڑے پڑے ہیں جو کچھوے کی شکل کے ہوتے ہیں اور فیتہ کرم کہلاتے ہیں۔ یوں دسطی

امریکہ کے لوگوں کے جسم میں اس طرح کے کیڑے پڑنا عام واقعہ ہے۔ واضح رہے کہ خنزیر مذہب اسلام میں حرام ہے اور ہر مسلمان خنزیر سے نفرت کرتا ہے۔

کشمیر بلا رہا ہے

حالیہ سیلاب کی تباہ کاریاں وادی کشمیر کے علاوہ صوبہ جموں کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔ مالی نقصانات کی تفصیلی رپورٹ ابھی تک اگرچہ منظر عام پر نہ آسکی ہے تاہم ریاستی معیشت بری طرح تباہ ہوگئی ہے۔ ۰۰۰ ۱ ہزار سے زائد اموات واقع ہوتی ہیں جبکہ چاول، دھان اور مکئی کی بے شمار فصلیں تباہ و برباد ہوگئی ہیں۔ مسجدیں اور مدرسے سینکڑوں کی تعداد میں منہدم ہوگئے ہیں۔ دوکانوں اور مکانوں کی تعداد کا صحیح علم اب تک نہ ہوسکا ہے۔ ایک اقامتی درسگاہ جس میں بیرونی اساتذہ وطلبا تھے رات میں سیلاب آیا اور عمارت سمیت سب کو بہالے گیا جس کا اب تک پتہ نہ چل سکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تحصیل بانہال میں سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے جبکہ ریاستی سطح پر سب سے زیادہ نقصان ضلع ڈوڈہ کا ہوا ہے۔ علاقہ کھڑی مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے لہذا ان علاقوں کی تعمیر نو کی فوری ضرورت ہے جس کیلئے پورے ملک میں ریلیف کمیٹیاں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ میری تمام اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ اپنے ان مفلوک الحال بھائیوں کی دل کھول کر مدد کی جائے تاکہ وہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکیں۔ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔

اپیل کنندگان، جلال الدین مخدومی

ارکین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ۔ دہلی۔

ایک مخلصانہ اپیل

المدرسۃ السلفیہ مولانگر جگن ناتھ پور مغربی سنگھ بھوم بہار کا ایک تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے جہاں درجات پرائمری کے ساتھ ساتھ شعبۂ تحفیظ القرآن الکریم کا معقول انتظام ہے۔ ۱۵۰ بیرونی یتیم ونادار طلبہ داخل مدرسہ ہیں مدرسہ ہذا کی زیر تعمیر جامع مسجد کیلئے مخیرین حضرات سے

پرزور اپیل ہے کہ مدرسہ اور زیر تعمیر مسجد کے لئے دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے ہر ممکن تعاون فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ ان اللہ لایضیع اجر المحسنین۔

العارض۔ مشتاق عالم. سکریٹری مدرسہ سلفیہ
مولانگر جگن ناتھ پور۔ سنگھ بھوم۔ بہار

ضرورت مدرس

مدرسہ محمدیہ رحیم پورہ لوہتہ وارانسی میں ایک تجربہ کار استاذ کی ضرورت ہے مدرسہ میں چوتھی جماعت تک تعلیم کا انتظام ہے ضرورت مند حضرات رابطہ قائم کریں۔

عبدالحکیم سکریٹری مدرسہ محمدیہ رحیم پورلوہتہ۔ بنارس

ضرورتِ عالم

مسجد اہل حدیث محبوب نگر کے لئے الک اہل حدیث مستند عالم جو باعمل متشرع اور تقریری صلاحیت رکھتا ہو۔ ضرورت ہے خواہشمند تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل پہ خط وکتابت فرمائیں۔

فضل الحق سکریٹری جمعیۃ اہل حدیث محبوب نگر
مکان نمبر ۳۲-۶-۲ مارکٹ روڈ۔ پوسٹ محبوب نگر۔ اے پی۔

مدرسۃ البنات فاطمۃ الزہرار کا افتتاح

الحمدللہ جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ میں مورخہ ۲۵ اگست ۹۲ء موافق ۲۵ صفر ۱۳ ۱۴ھ کو مقامی بچیوں کے لئے مدرسۃ البنات کا افتتاح کیا گیا ہے۔ فی الحال ۱۵ بچیاں اس مدرسہ میں داخلہ لے چکی ہیں مدرسہ ہذا میں عالمیت تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اگر سہولت ہوئی انشاء اللہ مستقبل میں اس کو رہائشی مدرسہ میں تبدیل کیا جائیگا۔

مولوی عبدالغنی سیفی عمری
ناظم مدرسۃ البنات فاطمۃ الزہرار۔ رائیدرگ۔

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپیوں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔



مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی چند علمی و دعوتی مطبوعات

الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

کتاب الجمال والکمال جو اسمِ با مسمیٰ ہے۔ قاضی صاحب نے حج کے دوران لکھا ہے ان گنت خصوصیات کی حامل کتاب، آپ نے بہت سی تحریریں پڑھی ہیں مگر ایسی نہیں۔ ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کے دو ہزار نسخے دو ماہ میں فروخت ہوئے تھے۔ قیمت: ۴۰ روپئے

الجواب الباہر فی زوّار المقابر شیخ الاسلام امام احمد ابن تیمیہؒ

کتاب کی وزن کے لئے امام ابن تیمیہؒ کا نام ہی کافی ہے جسے انہوں نے زیارت قبور کے ہر ہر نقطہ پر ایسی معرکۃ الآرا بحث کی ہے کہ وہاں تک بڑے بڑے محقق کی پہونچ نہیں ہو پاتی۔ قیمت: ۲۵ روپے

شان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرزاق جانگڑا

روزمرہ کی زندگی میں برابر کام آنے والی اور بہتر رہنمائی کرنے والی کتاب ہے مختلف موضوعات پر صرف حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ نہایت مفید اور کارآمد کتاب۔ قیمت ۲۰ روپے

احادیث ہدایہ فنی و تحقیقی حیثیت مولانا ارشاد الحق اثری

یہ کتاب ہند و پاک کی شہرت یافتہ نوجوان محقق مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد پاکستان کا تحقیقی شاہکار ہے اس کتاب میں حقیقت کو علماء کی تحقیق کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰۰ روپے

استقامت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

ایک مسلمان کو ارتداد کے دروازے سے واپس لوٹانے والا انقلابی خط۔ جس کو پڑھ کر صاحب مکتوب کو استقامت ملی اور وہ اسلام کے ایک منادہو گئے۔ قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ۔ یوپی

کے

ایک مخلصانہ اپیل

برادرانِ اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۱۸ اساتذۂ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیرِ تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۳ سال قبل ہی اکابرینِ علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تا ہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیرِ تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:۔ محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۹

شمارہ ۱۱

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية اسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الاسلامية دهلي الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

نومبر ۱۹۹۲ء مطابق جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی

زرتعاون	پاکستان سے
سالانہ :- چالیس روپے	سالانہ :- ایک سو روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :- دو ہزار روپے
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ - منیجر نوائے اسلام ۱۱۶-۱۲۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶

فون Phone 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۴۱۱۶-۱ے چاؤڑی بازار جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

نقش آغاز

مدارس اسلامیہ ہند

مدیر

"دینی مدارس" تعمیر حیات انسانی کے ایسے کارخانے ہیں جہاں اسلامی مزاج کے مطابق نئی نسلوں کی تعمیر اور ساخت و پرداخت ہوتی ہے. قوم و ملت کی رہنمائی کے لئے وارثین انبیاء تیار کئے جاتے ہیں جو اندھیرے میں روشنی کے مینار اور یاس و محرومی میں امید کی کرن ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں ۳۰ ہزار سے زائد دینی مدارس کا ہم ذکر نہیں کرتے ہم صرف ان سینکڑوں دینی مدارس اور جامعات کے بارے میں عرض کرنا چاہیں گے جہاں باقاعدہ ۸ سالہ اور دس سالہ تعلیم و تربیت کا کورس کرایا جاتا ہے اور وہاں سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں علماء تیار ہوتے ہیں اور دستار فضیلت لے کر گھر لوٹتے ہیں جس ملک میں علماء کی اتنی بڑی کھیپ تیار ہوتی ہو وہاں اسلام اجنبی اور محتاج تعارف ہو ؟ ملت اسلامیہ کی بہت بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں تبلیغ دین میں ان کے اوپر وہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو انبیاء کرام پر تھیں اور جنھیں اسلاف نے جان کی بازی لگا کر انجام دیا۔ وہ مارے گئے کاٹے گئے جلائے گئے، طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کئے گئے مگر جیتے جی اسلام پر آنچ نہ آنے دی۔ اسلام کی خاطر اور اسلام کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا حتیٰ کہ جان دے دینا گوارہ کرلیا مگر ایک پل بھی اسلام کا نقصان گوارہ نہ کیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے حق سے باز نہ آنے کے جرم میں درے کھا کھا کر قید میں جان دیدی۔

امام مالکؒ کو دُرّوں سے مار مار کر لہو لہان کیا گیا اور اسی حالت میں انہیں مدینہ کی سڑکوں پر گھمایا گیا۔ امام النسائیؒ جسمانی ایذاء رسانی کی تاب نہ لاکر جاں بحق ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل کی زندگی کا ایک ایک لمحہ غیر متزلزل ایمان و ایقان کا اظہار کرتا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے مردوں کی خدائی کے خلاف بغاوت کی تو کافر ٹھہرائے گئے۔ اور طویل مدتی سزائے قید کاٹتے ہوئے قید و بند کی حالت میں جان دے دی۔ شیخ مجدد الف ثانی سرہندی دعوتِ حق کے جرم میں جیل کے سلاخوں کے پیچھے ڈالے گئے۔ حضرات شہیدین نے اسلام کی راہ میں سر کٹا دیا۔ الغرض علماء سلف نے یہ سب کچھ بخوشی برداشت کر لیا۔ مگر اسلام کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں کیا۔ بلکہ دین کی خدمت سپاہانہ شان سے کرتے رہے۔

آج جب ہم ان مقدس ہستیوں کے عظیم کارنامے پر نظر دوڑاتے ہیں اور دورِ حاضر کے علماء کے کردار کو دیکھتے ہیں تو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر وہ بھی وارثین انبیاء تھے اور یہ بھی وارثین انبیاء۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج ہر سال ہزاروں کی تعداد میں فارغ ہونے والے علماء نظر نہیں آتے۔ اتنی بڑی تعداد آخر کہاں چھپ جاتی ہے اور وہ کہاں غائب ہو جاتے ہیں کسی کو نہیں معلوم۔

سال رواں کے ۱۹۹۲ء کے ابتدائی تین مہینوں میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کیطرف سے دعوت و تبلیغ کی ٹریننگ کے لئے تربیت ائمہ کورس کا اعلان کیا گیا تھا۔ چار ماہ کے تربیتی کورس میں حصہ لینے والے علماء کو ہزار روپے ماہانہ وظیفہ کی پیش کش بھی تھی۔ تین ماہ کے مسلسل اعلان کے نتیجے میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو جو درخواستیں موصول ہوئیں ان کی تعداد چند ایک تھی۔ اور آج ایک سال گزرنے کو ہے مگر اس پر اضافہ نہیں ہو سکا۔ ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ اعلان چونکہ دعوت و تبلیغ کی ٹریننگ کیلئے تھا اور تبلیغ و مبلغین دونوں لفظ ہندوستان کی علماء برادری میں کافی حد تک بدنام ہو چکا ہے۔ تبلیغ اور مبلغین کا نام آتے ہی کسی ادارہ کی سفارت یا چندہ کرنے کا تصوّر قائم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ علماء حضرات نے اس اعلان کو چندہ یا سفارت کی ٹریننگ کا اعلان سمجھا ہو جس کی وجہ سے درخواستیں نہیں بھیجی گئیں۔ اللّٰہ

اعلم بالصواب۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی حالت بہت دردناک ہے ہزاروں مدارس اور ہزاروں علماء اور اس میں روزافزوں بڑھتی تعداد سے ہندوستان کے دور افتادہ غریب مزدور پسماندہ مسلمانوں کو ذرہ بھر فائدہ نہیں پہونچ پا رہا ہے۔ داعیان حق کی قلت بے معنی سی لگتی ہے ان کی کثرت پر یقین نہیں آتا۔ دعوت و تبلیغ کے فریضہ کی انجام دہی کیلئے میں نے متعدد علماء سے رابطہ قائم کیا مگر ان کے تنفرانہ رویہ سے مجھے بہت بڑا دھچکا لگا اور میں اس کے اسباب پر غور کرنے لگا۔

علمائے اسلام کی جانب سے دعوت وتبلیغ کے نام پر پیدا ہونے والے غیر متوقع ردعمل کا ذمہ دار کس کو سمجھا جائے اور کس کو اس ذمہ داری سے بری سمجھا جائے تعلیم و تربیت کے گہوارہ مدارس اسلامیہ کو یا حضرات علماء کرام کو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری سے کوئی بھی بری نہیں ہے مدارس اور طلبہ کا تعلق ایک خاندان جیسا ہوتا ہے چاہے وہ مدرسہ کی چہار دیواری میں زیر تعلیم ہوں یا فارغ التحصیل ہو کر کہیں بھی چلے گئے ہوں۔ وہ ابنائے مدارس ہیں ان کا رشتہ بہرحال ان کی مادرِ علمی سے جڑا رہنا چاہیئے اور جب علماء مادر علمی کی اولاد ہیں تو مدارس اور جامعات کا اپنی اولاد کو نظر انداز کرنا ان کی حرکات وسکنات پر نظر نہ رکھنا ان سے لاتعلق ہو جانا کہاں کا انصاف اور دانشمندی ہے۔

مدارس اور فارغین کے درمیان خلیج کا پیدا ہونا ایک عام سی بات ہو گئی ہے تعلیمی ادارے اگر یہ سمجھنے لگیں کہ سند اور دستار بندی کے بعد ان کی ساری ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں تو یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے بلکہ اس کے بعد ان کی ذمہ داریاں اور کئی اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔

مدارس میں زیر تعلیم بچوں کی تعلیم و تربیت پر جتنی توجہ درکار ہے فارغین علماء پر توجہ مرکوز رکھنا اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ ایک عرصہ تک جس نسل کی تعمیر و ترقی اور اس کی ساخت پرداخت ہوئی ہو اور اس کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ رکھا گیا ہو اس کو اچانک فراموش کر جانا اور اس سے رشتہ ختم کر لینا سراسر ناعاقبت اندیشی ہے۔

تمام مدارس اپنے یہاں کے فارغ التحصیل علماء سے رابطہ رکھیں۔ ان کی سال میں ایک بار تربیت دیں۔ ان کے پروگرام کو سمجھیں ان کی رہنمائی کریں دین وملت کے پیش آمدہ مسائل سے

نمٹنے میں ان کی مدد کریں۔

اسی طرح مدارس میں تعلیم و تربیت پر مامور اساتذہ اور اسٹاف کے طریقہ تعلیم و تربیت کی بھی سالانہ ٹریننگ ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنی اپنی ذمہ داری کے اصل نشانے سے غافل نہ ہوں۔

مدارس اگر اپنے پروڈکٹوں (متخرجین) کو سنبھال لیں تو علماء کی جمعیتوں کے قیام کا راستہ بند ہو جائے جو حکام وقت کو سلام کرنے اور ان کی سرخروئی حاصل کرنے کیلئے آئے دن قائم ہوتی رہتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ کا فارغ ہونیوالا یا اس سے فیض یاب ہونے والا ہر شخص اگر اپنے آپ کو دین حق کا داعی سمجھ لے اور اس فریضہ کی انجام دہی میں دلچسپی بھی لینے لگے (جس کیلئے وہ مدرسہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرتا تھا) تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کو اتنا فائدہ پہنچے گا کہ ہندوستان کی ماضی میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

ماضی میں داعین حق کی تعداد محدود تھی اور ان کے سامنے غیر محدود مسائل کے پہاڑ تھے آج اگر مسائل غیر محدود ہیں تو الحمد للہ وسائل بھی محدود نہیں ہیں علماء کی جم غفیر ہے، جو مسائل کے چٹانوں کو زیرو زبر کر سکتی ہے۔ ضرورت ہے آرزو کی، کشاکش کی، جذبۂ سوز دروں کی، اور وقت آن پڑنے پر مطلع رنگین لکھنے کیلئے خون جگر کی۔ اور بس۔ ●●

بقیہ ص۳ کا

آپ کو اگر کوئی اذیت و تکلیف بھی پہنچاتا تو وقار و تمکنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ جواب میں مسکرا دیتے۔ پھر تو وہ متاثر ہوتے بغیر نہیں رہتا۔ اس طرح کی صفات و خصوصیات نے ہی آپ کو اشرف المخلوقات میں بھی عظیم الشان اور خیر البشر بنی نوع انسان میں بنا دیا۔ قرآن نے تصدیق کی۔ وانك لعلى خلق عظيم۔ بلاشبہ آپ بلند اخلاق و عادات کے حامل ہیں۔

سیرت پاک کو ہم مسلمانوں کے لئے اسوہ و قدوہ اور مثال و نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں ہمیں بھی چاہئے کہ ہم متین و سنجیدہ اور ہمہ دم باوقار ہوں کہیں بھی وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے اپنے چھوٹنے نہ دیں۔

اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (آمین) ●●

نوائے حدیث

وقار و تمکنت

فضل اللہ انصاری سلفی۔ راگھونگر۔ بھوارہ۔ بہار۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجمعا قط ضاحکا حتی تُری منہ لہواتہ۔ انما کان یتبسم۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کبھی زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس طرح ہنستے ہوئے کہ آپ کے حلق کے کوّے دکھائی دیں۔ آپؐ صرف مسکراتے تھے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی تخلیق ایک عمدہ ترین وبہترین ساخت میں ہوئی ہے۔ وہ مخلوقات میں سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ رب کی سب سے ممتاز وجدا اور باشعور وذی عقل مخلوق ہے۔ اللہ نے حضرت انسان کو دیگر مخلوقات کے بالمقابل ہر اعتبار سے ممتاز وجدا پیدا کیا ہے۔ بلاشبہ انسان عظیم الشان ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی نوع مخلوق نہیں۔ لیکن چند صفات ایسی بھی ہیں کہ جن سے انسان کی شخصیت کو جلا ملتی ہے، وہ بنتی سنورتی ہے، اپنا ایک اثر رکھتی ہے اور خود انسان کا مقام و مرتبہ دوبالا ہوجاتا ہے۔ کون نہیں چاہے گا کہ اپنی شخصیت کو جلا ملے، وہ بنے سنورے اور خود انسانوں میں سب سے ممتاز وجدا بنے۔ انسان جو ہوشمند ہو، وہ ایسا نہیں چاہے گا۔ ایسی باکمال صفات میں سے وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی بھی ہے ایسی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے انسان کو محتاط، پابند آداب اور حساس ہونا پڑتا ہے اس کے بعد

وہ جب بھی بولے گا تو پہلے تولے گا، چلے گا تو پہلے دیکھے گا، دیکھے گا تو پہلے سوچے گا، کرے گا تو پہلے کرے گا اور جب ہنسے گا تو مسکرائے گا۔ اس کی ہر ادا نرالی اور ہر شان عالی ہوگی۔ وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گی، چاہے اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دے، اپنی مراد دن کے اجالے کے ساتھ ساتھ شب کی تاریکی میں بھی ایسے انسان کا محتاط، با پاسدار اور متین و با وقار ہونے سے ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، بولتے کہتے اور سوتے ہوتے۔ ہر آن وہی شان خلوت میں جلوت میں، سفر میں حضر میں اور ہر جا و ہر مکان۔ وہی ادا وہی شان۔ کمال کا انسان۔ سنجیدہ اور متین و با وقار زور سے ہنسنا اور قہقہہ لگانا، بے ضرورت چپ و راست دیکھنا، اکڑ کے چلنا، بے ڈھب اٹھنا بیٹھنا، اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ کھل کے باتیں کرنا اور بڑوں کے ساتھ شوخی سے گفتگو کرنا، جاہلوں سے الجھنا اور ان کی احمقانہ و جاہلانہ باتوں کا جواب دینا وغیرہ وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی کے خلاف طریقے ہیں۔ اللہ کے نیک و سچے بندے تو ایسے نہیں ہوتے۔ وہ با ادب، مہذب اور سلیقہ مند ہوتے ہیں۔ چلتے سبک خرام، ہوتے سر بہ خم اور کہتے نرم نرم۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا۔

یعنی اللہ کے (نیک) بندے روئے زمین پر فروتنی اور سکون و وقار سے چلتے ہیں اور جب جاہلوں سے ان کا سامنا ہوتا ہے تو سلام کہتے ہیں۔

پیارے نبیؐ کے وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی کی جھلکیاں اماں عائشہؓ کے اس بیان میں دیکھئے کہ آپ کی طبیعت میں بیہودگی اور لغویت بالکل نہیں تھی۔ جس کسی سے ملتے پہلے خود سلام کرتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے آپؐ سے مصافحہ کیا ہو اور آپؐ نے اس کے ہاتھ کھینچنے سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ آپ کسی کا قطع کلام نہیں کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی نازیبا بات کہتا تو اسے آپؐ سے منع فرما دیتے یا اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تاکہ وہ خود ہی رک جائے۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۲۳۵)

(بقیہ صلے پر)

(۲)

اتحاد کا قرآنی تصوّر

مولانا ابو العاص وحیدی۔ جامعہ سراج العلوم بونڈھیار۔ گونڈہ۔ یوپی۔

اتحادات کے قرآنی اصول

وہ لوگ جو اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں انہیں امتِ مسلمہ یا ملتِ اسلامیہ کہا جاتا ہے اس امت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔ بھلائی کی راہ پر چلے برائی سے باز رہے اور دوسروں کو بھی بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے بعض قرآنی آیات میں امر بالمعروف والنہی عن المنکر کو امتِ مسلمہ کا ایک اہم مقصد وجود بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف

وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ (آل عمران۔ ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو تمہیں اس لئے وجود میں لایا گیا ہے کہ معروف کا حکم دو منکر سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ۔

معروف و منکر قرآن و حدیث کی دو وسیع و جامع اصطلاحیں ہیں جن کا تعلق زندگی کے تمام حصوں سے ہے جیسے عقائد و فقہیات، اخلاقیات و معاملات اور اجتماعیات و سیاسیات وغیرہ قرآن و حدیث میں ان تمام چیزوں سے متعلق واضح و مفصل رہنمائی موجود ہے لہٰذا وہ تمام چیزیں اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں تو معروف ہیں اور اگر مخالف ہیں تو منکر ہیں۔

معلوم ہوا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امتِ مسلمہ کا ایسا اہم فریضہ ہے جو پوری انسانی

زندگی کو محیط ہے اور یہ فریضہ ایسا ہے جو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیت سے امت پر عائد ہوتا ہے مگر اجتماعی طور پر اس فریضہ کی ادائیگی زیادہ مؤثر، نتیجہ خیز اور مفید ہے۔ لہٰذا مضبوط و مستحکم اجتماعیت کی صورت ہی میں اس اہم دینی فریضہ کو اچھے انداز میں انجام دیا جا سکتا ہے۔

چونکہ مضبوط و مستحکم اجتماعیت کا تصور بغیر اتفاق و اتحاد کے محال ہے اس لئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مختلف انداز میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو دینی و ملی طور پر اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنا چاہیئے اور اس طرح زندگی گزارنا چاہیئے کہ عقائد و فقہیات اور اجتماعیات و سیاسیات کی سطح پر تمام مسلمان ایک ہی امت و ملت نظر آئیں مختلف اعتقادی و فقہی فرقوں اور سیاسی جماعتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوں اس طرح کی قرآن آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فألف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا، کذالک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون۔ (آل عمران ـ ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی سب مل کر تھامے رہو اور مختلف فرقوں میں نہ بٹ جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کا یہ انعام یاد رکھو کہ جب تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمھارے قلوب میں الفت ڈالی جس کے نتیجہ میں تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی باتیں کھول کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم راہ یاب رہو۔

۲۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ أن اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ، اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب۔ (الشوریٰ ۱۳)

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی تھی اور جسے ہم نے بذریعہ وحی تمہاری طرف بھیجا ہے اور جس کی تلقین ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی۔ وہ یہ کہ دین کو قائم رکھو اور مختلف ٹولیوں میں نہ ہو جاؤ وہ بات جس کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو مشرکین کے لئے ناگوار ہے مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے منتخب کرلیتا ہے۔

ان دونوں آیتوں کی روشنی میں اتحاد امت کے دو بنیادی اصول سامنے آتے ہیں اول اعتصام بحبل اللہ اور دوم عدم تفرق۔ اعتصام بحبل اللہ کا مطلب ہے کہ اجتماعیت کے ساتھ اسلامی شریعت پر عمل کیا جائے۔ اگرچہ حبل اللہ کی مختلف تعبیریں کی گئی ہیں، مگر سب کا مطلب یہی ہے کہ حبل اللہ سے مراد اسلامی شریعت ہے اور اسلامی شریعت عبارت ہے کتاب وسنت سے لہٰذا اعتصام بحبل اللہ کا مطلب یہ ہوا کہ مضبوط اجتماعیت کے ساتھ شاہراہ کتاب وسنت پر چلا جائے اور اتفاق واستحاد کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

اعتصام بحبل اللہ کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے یعنی عقیدہ کے میدان میں بھی مسلمانوں کو متحد رہنا چاہیئے۔ فقہی اعتبار سے بھی وحدت و یگانگت کے ساتھ رہنا چاہیئے اور سیاسی واجتماعی سطح پر بھی تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر رہنا چاہیئے کسی بھی اعتبار سے مسلمانوں کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا۔ اجتماعی اعتصام بحبل اللہ کے خلاف ہے اس لئے دونوں مذکورہ آیتوں میں" ولا تفرقوا" کا جملہ بھی استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ بات انتہائی واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قرآن کا مطلوب مسلمانوں کا ایسا دینی و ملی اتحاد ہے جو عدم تفرق کی بنیاد پر قائم ہو، اس لئے وہ دعوت اتحاد جس میں مختلف فرقوں کو باقی رکھا جائے وہ قرآنی دعوت اتحاد نہیں ہے۔ قرآنی دعوت اتحاد میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ مختلف اعتبارات سے ملت اسلامیہ مختلف خانوں میں تقسیم ہو، بلکہ مضبوط اسلامی اتحاد کی راہ کی رکاوٹ یہی گروہ بندی ہے اس لئے صحیح دعوت اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے تفرق وتحزب پر تیشہ چلایا جائے۔

سورۂ شوریٰ کی آیت کا یہ ٹکڑا " اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ" بڑے واضح انداز میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور اقامتِ دین کے سلسلہ میں دو

ٹوک نظریہ پیش کرتا ہے کہ دین صحیح معنی میں اسی وقت قائم کیا جاسکتا ہے جب مختلف اعتقادی وفقہی فرقوں کو ختم کر کے خالص کتاب وسنت کی بنیاد پر اقامت دین کا کام کیا جائے ورنہ مختلف فرقوں کو باقی رکھتے ہوئے اقامت دین کا کام سیاسی شعبدہ بازی ہوگا جیسا کہ دور حاضر میں یہ المناک صورت حال پیش آئی کہ اسلام کا ایک داعی بڑے زور وقوت کے ساتھ اقامت دین کا نعرہ بلند کرتا ہے اور دین کا ایسا مجمل تصور پیش کرتا ہے جس میں دیوبندیت، بریلویت، شیعیت اور اہل حدیثیت ہر ایک کی گنجائش نظر آتی ہے اور جو اسلام کے نام پر بہت سے فرقوں کے تحفظ و بقا کی ضمانت دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح اقامت دین کی کوشش ایک سیاسی بازیگری ہے جو صحیح تصور دین کے فقدان یا مخالفین اسلام کی سازشوں کا نتیجہ ہے۔

اگر صحیح فہم و دانش کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن پوری امت کو ایک سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے اور مختلف پگڈنڈیوں پر چلنے سے روکتا ہے بلکہ اسے گمراہی تصور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصاکم بہ لعلکم تتقون۔ (الانعام ۱۵۳)

اور یہ کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے لہٰذا اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ سے جدا کر دیں اللہ نے تمہیں اس کی تلقین کی ہے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔

صراط مستقیم اور دوسری راہیں

سورۃ انعام کی آیت مذکورہ میں صراط مستقیم سے مراد وہ شاہراہ اعتدال ہے جس پر سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین گامزن تھے۔ چنانچہ ان مبارک ادوار میں اگرچہ بعض خارجی و داخلی عوامل کی بنا پر مسلمانوں میں اختلافات ہوئے۔ مگر عقیدہ وفقہ اور اخلاص واحسان وغیرہ کے بارے میں پوری ملت ایک رہی۔ ہمیں ان ادوار میں اسلام کی ایک ہی متفق علیہ شکل نظر آتی ہے اور دینی سطح پر فرقہ بندی کا نام ونشان نہیں ملتا

مگران مبارک ادوار کے بعد مختلف اعتبارات سے امت مسلمہ فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوگئی احکام و فقہیات کے باب میں بہت سے مسلمانوں نے مختلف ائمہ دین سے ایسی ذہنی وابستگی پیدا کی جس نے تقلید کو جنم دیا جس کے نتیجہ میں امت کے چار فرقے ہوگئے۔ مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی۔ بعض مقلدین نے تقلید کے بارے میں اتنا غلو کیا کہ ان تقلیدی مذاہب کو دین اسلام کی مختلف شریعتیں قرار دے دیں۔

محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ "اختلاف امتی رحمۃ" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حدیث بے اصل ہے جس کا غلط اثر امت مسلمہ پر یہ پڑا کہ بہت سے مسلمان اس بے اصل حدیث کا سہارا لے کر مذاہب اربعہ کے اختلاف کو درست قرار دیتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی طرف رجوع کی کوشش نہیں کرتے جیسا کہ ائمہ دین نے خود اس کا حکم دیا ہے اس کے بعد علامہ البانی لکھتے ہیں۔

بل ان اولئک لیرون مذاهب هولاء الائمة انما هي كشرائع متعددة كما صرح به المناوي في "فيض القدير" ۱/۲۰۹۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ جلد ۱ ص ۷۶ حدیث ۵۷)

بلکہ یہ مقلدین ان ائمہ دین کی طرف منسوب مذاہب کو متعدد شریعتیں سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ مناوی نے "فیض القدیر" ج ۱ ص ۲۰۹ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

یہ تو احکام و فقہیات میں فرقہ بندی کے المناک حادثہ کا تذکرہ تھا۔ انتہائی افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ تقلیدی ذہنیت نے عقیدہ اور اخلاص و احسان کے بارے میں بھی متعدد فرقوں کو جنم دیا۔ چنانچہ عقیدہ کے باب میں مقلدین کے حنفی فرقہ نے ابو منصور ماتریدی کی تقلید کی اور ماتریدی کہلایا اور شافعی فرقہ نے ابوالحسن اشعری کی تقلید کی اور اشعری کہلایا۔ اسی طرح اخلاص و احسان کے نام پر یونانی فلسفہ، ویدانت اور ہندوانہ جوگ کی آمیزش سے جو تصوف وجود میں آیا اس میں بھی مقلدین نے متعدد صوفیاء کی تقلید کی جس کے نتیجہ میں کوئی قادری، کوئی چشتی اور کوئی سہروردی کہلایا۔

تقلیدی ذہنیت کا یہ عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ اس نے بیک وقت ایک شخص کو

تین اماموں کی تقلید کرنے پر مجبور کر دیا اور ایک ہی خانہ دل کو تین اماموں کا مستقر بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقلید نے ایک مقلد کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ ایک حنفی کو لے لیجئے کہ وہ فقہ میں امام ابوحنیفہ کا مقلد، عقیدہ میں امام ابو منصور ماتری کا مقلد اور تصوف میں عبدالقادر جیلانی یا معین الدین چشتی وغیرہ کا مقلد ہے۔

یہ سارے تقلیدی مذاہب چاہے عقیدہ سے تعلق رکھتے ہوں یا فقہ سے یا احسان و تصوف سے صراط مستقیم یعنی اسلامی شاہراہ اعتدال سے منحرف راہیں ہیں، علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، مجاہد اور ابن عطیہ کے حوالے سے آیت "ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وهذه السبل تعم اليهودية والنصرانية والمجوسية سائر اهل الملل واهل البدع والضلالات من اهل الاهواء قاله ابن عطية وقال مجاهد السبل البدع۔

(الجامع الاحکام القرآن جلد ۷، ص ۱۳۸)۔

یہ منحرف راہیں یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور اسلام کے علاوہ سارے مذاہب کو شامل ہیں۔ نیز اسلام کے اندر جو بدعت وضلالت اور اتباع ہوی کے فرقے ہیں وہ انہیں بھی شامل ہیں، یہ ابن عطیہ کا قول ہے اور مجاہد نے فرمایا کہ "السبل" سے مراد بدعات ہیں۔

بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم اور دوسری راہوں کو ایسی تمثیل کے ذریعہ سمجھایا ہے جس سے اسلامی شاہراہ اعتدال اور اس سے منحرف راہوں کی بڑی عمدہ وضاحت سامنے آتی ہے اس سلسلہ میں مسند دارمی کی ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

عن عبد الله بن مسعود قال: خط لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما خطا ثم قال: "هذا سبيل الله" ثم خط خطوطا عن يمينه وخطوطا عن يساره ثم قال: هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعوا اليها" ثم قرء هذه الاية۔ الخ۔

(الجامع لاحکام القرآن جلد ۷، ص ۱۳۷)۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ ایسے راستے ہیں کہ ہر راہ پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ انعام کی وہ آیت تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد علامہ قرطبی نے سنن ابی ماجہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں بعض مزید قابلِ توجہ وضاحتیں ہیں وہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن عبد اللہ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخط خطا وخط خطین عن یمینہ وخط خطین عن یسارہ ثم وضع یدہٗ فی الخط الاوسط فقال: ھذا سبیل اللہ، ثم تلا ھذہ الآیۃ الخ۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوتے تھے تو آپ نے ایک خط کھینچا پھر دو خط دائیں اور دو خط بائیں پھر اس کے بعد آپ نے خط متوسط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ نے وہ آیت تلاوت کی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۱۳۸)۔

اس حدیث میں خط متوسط کے دائیں و بائیں آپ نے دو دو خط کھینچ کر واضح طور پر چاروں فقہی مذاہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خط متوسط سے مراد اسلام کی تعلیم شاہراہ اعتدال ہے اور چاروں لکیروں سے مراد چاروں فقہی مذاہب ہیں جو شاہراہِ اعتدال سے منحرف ہیں اور جس نے پوری امت کو ایک عجیب اختلاف و انتشار میں مبتلا کر دیا ہے واقعہ یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ کی حدیث مذکور علمائے اسلام کے لئے مقام غور و فکر ہے کاش اس حدیث پر بھرپور توجہ دی جاتی اور اس سے رہنمائی حاصل کی جاتی۔ ••

(۱)

حدیث کی جمع وتدوین

محمد شمیم یار محمد ایس نگری۔

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے۔ جو ہر زماں و مکاں کے لئے ہے، اس کے بنیادی سرچشمے دو ہیں۔ قرآن و حدیث۔ انہیں دونوں سرچشموں سے اسلامی تعلیمات ماخوذ ہیں، امت کی ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر قائم رہے! انہیں دونوں کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے ورنہ اسے گمراہی سے دوچار ہونا پڑے گا جیسا کہ حدیث ذیل میں ارشادِ رسول ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ[۱]

میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث کا تعارف

لغوی اعتبار سے حدیث کا دو معنیٰ ہے (۱) جدید (۲) کلام۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں حدیث کو کلام کے معنیٰ میں لیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

---

[۱] الموطا للامام مالک باب النہی عن القول فی القدر من کتاب الجامع واخرجہ الحاکم والبیہقی ایضاً بحوالہ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الفصل الثالث۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔[1]

اللہ تعالیٰ سے بہتر سچ کلام والا کون ہے۔

اور عربی ادب میں بمعنیٰ جدید اس طرح مستعمل ہے۔

صنع ھذا علی طراز جدید۔ یہ نئے طرز پر بنائی گئی ہے۔

اصطلاح شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الحدیث فی اصطلاح جمھور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفعلہ وتقریرہ۔[2]

حدیث کا اطلاق جمہور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔

قرآن کریم جس طرح بواسطہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بوقت ضرورت نازل ہوتا رہا بعینہ حدیث رسول بھی نازل ہوئی۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

والسنۃ ایضا تنزل علیہ بالوحی کما ینزل القرآن الا انھا لا یتلی کما یتلی القرآن۔[3]

جس طرح قرآن بذریعہ وحی نازل ہوا اسی طرح سے حدیث نبوی بھی بذریعہ وحی نازل ہوئی البتہ حدیث کی تلاوت نہیں کی جاتی جسطرح قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

---

[1]: النساء ۸۷۔ [2]: مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح۔ تقریر کا معنی صاحب مقدمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا تو آپ نے اس سے روکا نہیں بلکہ خاموش رہے۔ اور اسے برقرار رکھا۔ [3]: مقدمہ انوار المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح "بحث فضائل حدیث" ص۱۹ مولفہ مولانا عبدالسلام بستوی۔ مطبوعہ دہلی۔

اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ قرآن حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو حرف بہ حرف پڑھایا ہے اور حدیث کے اندر جو احکام ہیں وہ اللہ کے نازل کردہ ہیں اور الفاظ محمدؐ کے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی شخص حدیث معلوم کرنے کے لئے آتا اور آپ کو علم نہ ہوتا تو آپ کہتے "لا ادری" مثلاً ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ دنیا میں کونسی ایسی جگہ ہے جو اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور کون سی ایسی جگہ ہے جو زیادہ ناپسندیدہ ہے اور وہ بات آپ کو معلوم نہیں تھی اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ آپ کے پاس آئے تو آپؐ نے پوچھا تو حضرت جبرئیل آسمان پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر کے بتایا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان احب البقاع الی اللہ المساجد والبغض البقاع الی اللہ الاسواق[1]

سب سے بہترین جگہ اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں اور سب سے بدترین جگہ بازار ہے۔

ان باتوں سے یہ حقیقت واشگاف و آشکارا ہوتی ہے کہ حدیث مانند وحی الٰہی ہے لیکن غیر متلو ہے۔ حضرت جبرئیل آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور جن حدیثوں کی ضرورت ہوتی تھی وہ بحکم خداوندی بتا دیتے تھے۔

حدیث قرآن کی توضیح وتشریح

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی احکام وہدایات کی تشریح وتوضیح ہے۔ مثال کے طور پر نماز کو لے لیجئے جو ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ ہے اس میں رکوع وسجود کا تو حکم دیا گیا اور قعود کا بھی ذکر فرمایا لیکن پورے قرآن میں یہ کہیں نہیں ذکر ہے کہ ارکان صلوٰۃ کی باہمی ترتیب کیا ہونی چاہئے؟ مختلف اوقات کی نمازوں میں رکعتوں کی تعداد کیا ہوگی؟ یہ سب

---

[1] رواہ الطبرانی واحمد وابن حبان، بحوالہ مقدمہ انوار المصابیح ص ۲۰۔

تفصیلات احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں مل سکتی ہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ جو اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کے مصارف تو قرآن میں بیان کئے گئے اور اجمالاً یہ بھی بتایا گیا کہ مال کا ایک خاص حصہ زکوٰۃ میں دینا چاہئے لیکن وہ خاص حصہ کتنا ہے؟ یعنی زکوٰۃ کتنے فیصد سے ادا کی جائے گی؟ کتنے مال میں واجب ہوگی؟ پورے قرآن میں یہ کہیں نہیں مذکور ہے۔ ان سب تفصیلات کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا آپ ہی نے زکوٰۃ کے پورے نظام کی تشریح اپنے اقوال وافعال سے کی اور عملاً نافذ کیا۔

تمام احکام شرعیہ کے بنیادی وصول وکلیات اور اصل روح تو قرآن میں بیان فرمادی گئی ہے لیکن تفصیلات کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا کہ آپ ان کی تشریح فرمائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون۔ (النحل، ۴۴)

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے تاکہ جو لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے وہ آپ ان کو واضح کرکے سمجھادیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

غرضیکہ قرآنی آیات واحکام کی تشریح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال سے ۲۳ سال تک کی اور انہیں اقوال وافعال کو حدیث کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا دین اسلام میں حدیث رسول بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ بغیر حدیث کے قرآن کو سمجھا نہیں جاسکتا اور نہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے مثال کے طور پر ایک آیت اور پیش کرتا ہوں۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ (المائدہ: ۳۸)

چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

درحقیقت اس آیت میں لفظ "سارق" اور "ید" دونوں مطلق ہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کتنے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے اس تفصیل کو

جاننے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قولی حدیث میں جسے بخاری ومسلم دونوں نے ذکر کیا ہے یہ تشریح کی گئی ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے نائد مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح فعلی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کلائی کے پاس سے ہاتھ کاٹتے تھے۔

بہر حال حدیث ہی کی بدولت ہم نے قرآن مقدس کو سمجھا اور اسلام کو سمجھا بانی اسلام کی حیات طیبہ کو سمجھا ، حدود اسلام کو معلوم کیا ، حلال وحرام کو پہچانا ، نماز کی تفصیلات کو جانا ، روزے کے احکام کو معلوم کیا زکوٰۃ وحج کی تشریحات کو دریافت کیا ، اگر حدیث کا یہ مقدس ذخیرہ ہمارے سامنے نہ ہوتا تو ہم ان چیزوں کے بارے میں اندھیرے میں رہ جاتے ۔

تدوین حدیث کے اسباب وعوامل

تعارف حدیث اور مقام حدیث کی توضیح کے بعد اب ہم تدوین حدیث کے اسباب وعوامل کا مختصر جائزہ لے رہے ہیں تاکہ بحث تدوین سے پہلے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ آخر مسلمانوں نے حدیث کی جمع وتدوین پر کیوں توجہ دی ۔ کیا صرف ذوق علم و تحقیق کی تسلی کیلئے انہوں نے ایسا کیا یا اس کے اور بھی اعلیٰ وارفع محرکات ہیں تو اس سلسلے میں غور وفکر کے بعد حسب ذیل عوامل ومحرکات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱. اتباع حدیث وسنت کا حکم قرآن وحدیث میں۔

قرآن کریم وحدیث نبوی میں بہت سے نصوص اس طرح ملیں گے جس میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ (الحشر: ۷)

رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے باز رکھیں اس سے رک جاؤ۔

اس طرح سے بیشمار آیات قرآن میں ایسی ہیں جو اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ اتباع رسول کے بغیر انسان کامیاب وکامران نہیں ہو سکتا ہے اسی

لئے آپ کی زندگی کو نمونہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (الاحزاب، ۲۱)

بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یقیناً مذکورہ آیت اتباع رسول کو لازم قرار دیتی ہے اور بنی نوع انسان کو اپنی زندگی کے ہر گوشے میں آپ کی زندگی کو اسوہ بنانے کی تاکید کرتی ہے بلکہ بعض آیات میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ (آل عمران: ۳۱)

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تم کو بخش دے گا وہ بخشنے والا رحیم ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل یہ ہے کہ انسان اپنے کو اتباع رسول کا عادی بنائے اور جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق زندگی گزارنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو محبوب بنالے گا اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے بغیر اس کے دین مکمل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو سکتی ہے اور آپ کے اتباع کے لئے ضروری تھا کہ آپ کے اقوال و افعال کی حفاظت کیجائے اس لئے کہ بغیر حفاظت احادیث (اقوال و افعال) کے آپ کے اتباع کا تصوّر بھی محال ہے اس لئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی جمع و تدوین کی طرف بڑی خصوصی توجہ دی اور بعد میں مسلمانوں نے بھی اس سلسلہ میں زرّیں کارنامے انجام دیئے۔

۲۔ حفاظت حدیث کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

منکرین حدیث جو یہ سوء ظن رکھتے ہیں کہ حدیثیں محفوظ نہیں رہیں اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا کہ حدیث کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (الحجر: ۹)

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن و حدیث دونوں ہے اس لئے کہ قرآن جو اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے اس کے الفاظ کا نام صرف قرآن نہیں ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں کے مجموعے کو قرآن کہتے ہیں۔ لہٰذا حفاظت قرآن کی جو ذمہ داری اللہ نے اس آیت میں لی ہے اسی طرح معانی قرآن کی ذمہ داری بھی اللہ ہی نے لی ہے قرآن کے نہ الفاظ میں تحریف ہو سکتی ہے اور نہ معانی میں۔

ظاہر بات ہے کہ معانی قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا اور آپ نے امت کو جن افعال و اقوال کے ذریعہ تعلیم دی انہیں اقوال و افعال کا نام حدیث ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اور معانی قرآن (احادیث) دونوں کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق جہاں الفاظ قرآن یاد رکھنے والے حفاظ ہر زمانے میں پیدا فرمائے وہاں حدیثوں کو یاد کرنے والے محدثین کو بھی پیدا فرما کر اپنے وعدے کو پورا کیا، اسی لئے تکوینی طور پر حکمت خداوندی کے تحت صحابۂ کرام و محدثین کبار نے حفاظت حدیث کی طرف بھرپور توجہ دی اور اس کی حفاظت کے لئے یہ طریقہ اپنایا کہ اس کو مدون کر دیا۔

۳۔ حفاظتِ حدیث کا حکم صحابہ اور دوسرے مسلمانوں کو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حدثوا عنی[1] میری حدیثیں دوسروں کو پہنچاؤ۔

نیز آپ ہی کا ارشاد تھا کہ۔

---

[1]: الصحیح لمسلم ج ۲، ص ۴۱۴۔ مطبوعہ دھلی۔

لیبلغ الشاھد الغائب[۱] جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچا دے۔

نیز آپ نے حدیثیں یاد کر کے دوسروں تک پہنچانے والوں کو یہ دعا دی تھی۔

نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ[۲]

اللہ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کچھ سنکر لوگوں تک اس طرح پہنچا دیا جس طرح سنا تھا۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجموعی طور پر پوری امت کے ذمّہ یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ ہر ایک طبقہ و نسل دوسرے طبقہ و نسل کو یکے بعد دیگرے آپ کی تعلیمات کو پہنچاتی رہے۔

ویسے تو ان احادیث کے مخاطب اولین صحابہ کرام تھے چنانچہ انہوں نے آپکی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی، لیکن اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہم تک نہیں پہنچتی جب تک ان کی حفاظت اور جمع و تدوین نہ ہوتی اور جب تک احادیث کی حفاظت نہ ہوتی امت مسلمہ اتباع رسول نہیں کر سکتی۔ چونکہ مسلمانوں کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ فلاں چیز کے بارے میں آپ کی کیا رہنمائی ہے، اس لئے صحابۂ کرام و تابعین و تبع تابعین اور پھر دوسرے علماء اسلام نے اپنے محبوب رسول کی تعلیمات کو پہنچا کر اپنا فریضہ واجبہ ادا کرنے کے لئے تدوین حدیث کی طرف غیر معمولی التفات کیا۔ انہیں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج ہم حدیث کو محفوظ و مدون دیکھ رہے ہیں۔ (جاری)

۱:۔ الصحیح لمسلم۔ ج ۲۔ کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء الخ ص۶۰۔ مطبوع دھلی۔

۲:۔ ترمذی و ابن ماجہ و دارمی۔ بحوالہ مشکوۃ ج ا کتاب العلم ص۳۵۔ مطبوع دھلی۔

سیرت رسولؐ کا ایک دلچسپ باب

"ظرافت و بذلہ سنجی"

مطیع الرحمٰن بھواروی. جامعہ ابن تیمیہ چندنبارہ. بہار

انسانی فطرت و طبیعت میں بیک وقت کئی چیزوں کا امتزاج ہے کبھی تنگ مزاج اس کے اوپر غالب رہتا ہے تو کبھی سخت مزاجی سے مجبور رہتا ہے اور کبھی شیریں و نرم گفتگو سے لوگوں کو متوجہ کرتا ہے اور کبھی ظرافت و بذلہ سنجی سے اپنے مخاطب کو خوش و خرم رکھتا ہے انسانی فطرت و طبیعت میں ظرافت و بذلہ سنجی ودیعت کی گئی ہے اور یہ انسان کے لئے قدرت کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے کیونکہ جو انسان ظرافت و بذلہ سنجی سے خالی رہتا ہے تو وہ انسان فطری طور پر تنگ مزاج اور بد کلام اور نرم و میٹھی گفتگو سے دور رہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انسانوں کے لئے مربی و ہادی بن کر آتے تھے انہوں نے بھی ظرافت و بذلہ سنجی اور پاکیزہ مزاج کو اصول و ضوابط اور آداب کی روشنی میں روا رکھا اور آپ خود انسانی طبیعت کے تقاضے کے پیش نظر ظریف و بذلہ سنج تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ظرافت اور بذلہ سنجی کی چند مثالیں نذر اہل نظر ہیں۔

ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور آپ سے سواری طلب کی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اونٹنی کے بچہ پر کیسے سوار ہو سکوں گا تو آپؐ نے جواب دیا کہ اونٹنی بچہ ہی جنتی ہے، آپ کا مقصد یہ تھا کہ اونٹنی ہی اونٹ جنتی ہے لیکن اپنی مقدس ظرافت اور بذلہ سنجی کی وجہ سے صحابی کو جواب دیا کہ اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہ آئیں اور کہا کہ میرے شوہر آپ کو

یاد کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کون وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے آپؐ نے جواب دیا کہ نہیں اس کی آنکھ میں سفیدی ضرور ہے، اصحابیہ نے کہا نہیں خدا کی قسم ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ آپ کا مقصود آنکھ کے اندر کالا حلقہ کے اردگرد کی سفیدی سے تھا۔

ایک معمر خاتون ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے اللہ سے جنت میں داخل ہونے کی دعا کر دیجئے تو آپ نے فرمایا "اے فلاں کی ماں کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہو گی" آپ کے اس جواب پر بوڑھی عورت روتی ہوئی واپس چلی آئی۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس (بوڑھی عورت) سے جا کر کہہ دو کہ تم بوڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انا أنشأناهن إنشاء فجعلناهن ابكارا عربا أترابا۔ یعنی ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سن۔ آپ کا مقصد تھا کہ معمر عورتیں جوان ہو کر جنت میں داخل ہوں گی۔

ایک بدوی صحابی زاہرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بدوی ماحول کی چیزیں بطور ہدیہ بھیجتا اور آپؐ اسے شہری زندگی کی چیزیں بطور صلہ عطا فرماتے چنانچہ ایک دفعہ یہی بدوی صحابی زاہرؓ گاؤں سے لائی ہوئی کچھ اشیاء بازار میں فروخت کر رہے تھے کہ اتفاقاً آپ ادھر سے گزرے اور پیچھے سے جا کر اسے گود میں دبا لیا وہ فوراً بولے کون ہے چھوڑ دو مجھے جب مڑ کر دیکھا تو حضور تھے۔ انہوں نے اپنی پیٹھ محبت سے اور بھی آپ کے سینے سے چمٹا دی، اس پر آپ نے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے وہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ جیسے غلام کو جو بھی خریدے گا نقصان پائے گا آپؐ نے فرمایا لیکن خدا کے یہاں تمہاری قیمت بہت زیادہ ہے۔

حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی ابو عمیرؓ تھے وہ کم سن تھے اس نے ایک ممولا پال رکھا

تھا اتفاق سے وہ مرگیا ابو عمیرؓ کو رنج ہوا آپ نے اس کو غمزدہ دیکھ کر فرمایا۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ اے ابو عمیر تمہارے مولے کا کیا بنا۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مل کر کھجوریں کھا رہے تھے آپؐ مزاح کے طور پر گٹھلیاں نکال کر حضرت علیؓ کے سامنے رکھتے ہوئے آخر میں گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم نے تو بہت کھجوریں کھالیں، حضرت علیؓ برجستہ بولے کہ میں نے گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں۔

یہ چند مثالیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ظرافت اور بذلہ سنجی پر دلالت کرتی ہیں ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ظرافت و مزاح اور بذلہ سنجی اگر آداب و اصول کے دائرے میں ہو اور اس سے کسی کی تسخیر مقصد نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ تفریحِ طبع اور خوش دلی کے لئے کوئی اگر اپنے کلام و گفتگو میں ظرافت و بذلہ سنجی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کے لئے بہر حال یہ ضروری ہے کہ وہ کسی کا مذاق نہ اڑائے، کذب بیانی سے کام نہ لے اور آداب و اصول کا پاس و لحاظ رکھے، یہ اور بات ہے کہ ظرافت و بذلہ سنجی کا مظاہرہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ایسے مظاہرہ پر وہی لوگ قادر ہوتے ہیں جو ہمہ گیر صلاحیت و لیاقت کے مالک ہوں ؏

بقیہ ص ۳۵ کا

اسلام میں جہاد کا تصور بلا شبہ دشمنانِ اسلام کے لئے دہکتی آگ اور کسی گرتی ہوئی بجلی سے کم نہیں ہے۔ آج بھی کج کلاہانِ عالم اس کی زبردست قوت سے خوف زدہ نہیں حتیٰ کہ مغربی مورخین کو بادلِ نخواستہ لکھنا پڑا کہ۔

The Idia of Jihad in Islam more danger The Hydrogan Bomb.

"اسلام میں جہاد کا تصور ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے"!

تاہم اس تصور میں جب تک کتاب و سنت کی بالادستی نہ ہو تب تک اس کی حیثیت لاشۂ بے جان سے کچھ مختلف نہ ہوگی۔

امید کہ یارانِ تیز گام اس تلخ نوائی کے لئے ہمیں معذور سمجھیں گے کیونکہ جب کتاب و سنت کی چاکری ہی اپنا پیشہ ٹھہرا تو اس کے علاوہ ہم اور کہہ ہی کیا سکتے ہیں۔ ●●

مولانا آزاد اور دعوت و اصلاح
الہلال کی روشنی میں

محمد طارق صدری سلفی

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:

"مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت ان کی اپنی صحافت تھی جسے خود انہوں نے ایجاد کیا تھا اور جو انہی کے ساتھ ختم ہوگئی۔" (آج کل (آزاد نمبر) ۱۹۸۵ء)

اس سے ملتی جلتی ایک تحریر نیاز فتح پوری کی بھی ملتی ہے۔

"مولانا آزاد نے الہلال جاری کیا اور اس شان کے ساتھ کہ صحافت کا تمام اگلا پچھلا تصور ہمارے ذہن سے محو ہوگیا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا یہ آواز ہماری ہی دنیا کے کسی انسان کی ہے، کیا یہ زبان ہمارے ہی ابنائے جنس میں سے کسی فرد کی زبان ہے۔"

(آج کل (آزاد نمبر) ۱۹۸۵ء)

یقیناً مولانا ماہر علوم و فنون، روشن فکر اور آتش مزاج صحافی تھے۔ ان کی شخصیت ایک صفت سے متصف نہ تھی بلکہ ان کی شخصیت کئی اوصاف و محاسن کا مجموعہ تھی۔ اتنے بڑے عالم تھے کہ امام الہند کے لقب سے نوازے گئے، تقریر و خطابت میں اتنا نام پیدا کیا کہ ابوالکلام کہلاتے۔ سیاست کی وادی میں قدم رکھا تو بہترین قائد ثابت ہوئے اور آزاد کے نام سے شہرت پائی۔

مولانا نے اردو زبان و ادب کو صحافت کے ذریعے اسالیب عطا کئے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے، یہ جواہر پارے رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے اور ان کی روشنی بے شمار افراد کے دماغوں کو جلا بخشتی رہے گی انہوں نے ہندوستانی

قوم کے افراد کو نئی راہوں سے روشناس کرایا، تاریک راستوں میں عزم و عمل کی شمعیں روشن کیں۔ لوگ انہیں امام الہند کہتے تھے مگر بقول عرش ملسیانی وہ در حقیقت "امام النسانیت" تھے انہوں نے اپنی زبان، اپنے قلم اور اپنے عمل سے ہمیں بھائی چارے کا درس دیا ہم وطنوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا، اپنی خطیبانہ قوت سے لوگوں میں آزادی کی روح پھونکی۔ خود فرماتے ہیں۔

"آہ! کاش مجھے وہ صور قیامت ملتا جس کو میں لے کر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر چڑھ جاتا اس ایک صدائے رعد غفلت شکن سے سرکشتگان خواب و ذلت و رسوائی کو بیدار کرتا اور چیخ چیخ کر پکارتا کہ اٹھو! کیونکہ بہت سو چکے اور بیدار ہو، کیونکہ تمہارا خدا تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ دنیا کو دیکھتے ہو پر اس کی نہیں سنتے، جو تمہیں موت کی جگہ حیات، زوال کی جگہ عروج اور ذلت کی جگہ عزت بخشتا ہے۔ (الہلال شمارہ ۱)

صحافت کی وادی میں انہوں نے تجارت کی غرض سے قدم نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اس کے ذریعے باطل اوہام کو دور کرنے کا ایک جامع منصوبہ بنایا تھا جو "الہلال" کی صورت میں نمودار ہوا، ایک نئی روشن صبح کا آغاز کیا تھا، ان کے اس نقطۂ نظر کی نشان دہی خود ان کے الفاظ میں یوں ہوتی ہے۔

"ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لئے نہیں، بلکہ تلاش زیاں و نقصان میں آتے ہیں، صلہ و تحسین کیلئے نہیں بلکہ نفرت و دشنام کے طلب گار ہیں، عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈتے ہیں" (الہلال، شمارہ نمبر ۱)

ایک جگہ اور لکھتے ہیں کہ صحافت سے ان کا مقصد تجارت اور منفعت نہیں ہے بلکہ تحریک اور دعوت ہے، قوم خفتہ کو بیدار کرنا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"بلاشبہ میں نے پریس کھولا اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا، لیکن یہ صرف اس لئے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا۔ اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپ کر تقسیم کیا کرتا۔ بس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے نہ کہ تجارت، میری اخبار نویسی کو تم اخبار نویسی نہ قرار دو، کیونکہ میں نے اسے

ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصل کام نہیں ہے۔"

(بحوالہ ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے مرتبہ خلیق انجم)

الہلال میں مولانا نے مسلمانوں کو ایک نئے انداز سے مخاطب کیا، صرف ان کے خیالات اور نقطہ نظر میں ہی جدت نہ تھی بلکہ ان کی تحریروں کا رنگ بھی نیا تھا، ان کا اسلوب بیان دل کی گہرائیوں میں اتر کر اثر کرنے والا تھا۔ الہلال مسلمانوں میں مذہبی انقلاب کا داعی تھا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ بھی باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہم وطن ہندو بھائیوں کے ساتھ مل کر مغربی سامراج کو شکست دیں اور سارے مشرق کی آزادی کے لئے فضا ہموار کریں۔ نہرو جی Discovery of India میں لکھتے ہیں۔

"مولانا نے اپنے ہفتہ وار الہلال سے مسلمانوں کو ایک نئی زبان میں مخاطب کیا، یہ ایک ایسا انداز خطاب تھا جس سے ہندوستانی مسلمان آشنا نہ تھے وہ علی گڑھ کی قیادت کے محتاط لہجے سے واقف تھے۔ سرسید، محسن الملک، نذیر احمد اور حالی کے انداز بیان کے علاوہ ہوا کا کوئی گرم جھونکا ان تک پہنچا ہی نہ تھا۔ الہلال مسلمانوں کے کسی بھی مکتب خیال سے اتفاق نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ ایک نئی دعوت اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں کو دے رہا تھا۔

(بحوالہ ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے۔ مرتبہ خلیق انجم)

جب کوئی داعی اپنی دعوت لوگوں تک لے کر جاتا ہے تو آپسی اختلاف و افتراق راہوں میں رکاوٹ بنتا ہے اس لئے مولانا کا خیال تھا کہ اگر ملک کو آزاد کرانا ہے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد ہو کر ایک دوسرے کے دوش بدوش چلنا ہوگا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۱۲ء کے الہلال میں مولانا نے لکھا ہے۔

"ہندوؤں کیلئے ملک کی آزادی کے لئے جد وجہد کرنا داخل حب الوطنی ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے ایک فرض دینی ہے اور داخل "جہاد فی سبیل اللہ" اللہ نے ان کو اپنی راہ میں مجاہد بنایا ہے اور جہاد کے معنی میں ہر وہ کوشش داخل ہے جو حق اور صداقت اور بندو استبداد غلامی توڑنے کیلئے کی جاتے۔ (بحوالہ ایوانِ اردو (آزاد نمبر)

بقول مالک رام:

"الہلال ایک دعوت تھا جس کا مقصد اس دین الہٰی کی تجدید اور اس کے بنیادی اصول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو زندہ کرنا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جہاں کہیں بھی وہ کوئی قابل اعتراض بات دیکھتے، بے باکانہ اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کر دیتے۔"

(آج کل، مولانا آزاد نمبر ۱۹۸۸ء)

الہلال کی مقبولیت صرف عوام میں نہیں تھی بلکہ اس کی دعوت سے بڑے بڑے عالم اور لیڈران وطن بھی متاثر ہوئے تھے۔ عرش ملسیانی رقمطراز ہیں۔

"مولانا محمود الحسن نے کہا کہ مولانا آزاد نے صحیح راہ دکھادی ہے، مولانا محمد علی نے الہلال کو خوش آمدید کہا، حکیم اجمل خاں اور حسرت موہانی اس کے گرویدہ ہوتے، مولانا حسین احمد مدنی نے اس پر جان چھڑکی اور ڈاکٹر ذاکر حسین نے تو اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ الہلال کو پڑھنے کے بعد جو چنگاری دل میں بھڑکی تھی اس نے زندگی بھر ایک تند و تیز شعلے کی طرح انہیں سرگرم عمل رکھا ہے۔" (ابو الکلام آزاد، مصنفہ عرش ملسیانی)

الہلال صدائے حق جتنی مقبول ہوتی گئی ایوانِ استبداد اتنا ہی متزلزل ہوتا گیا مولانا کی صحافت نے عوامی ذہن کی تربیت میں جو غیر معمولی کامیابی حاصل کی اس کا اصل سبب ان کا شفاف نقطہ نظر اور صالح نصب العین ہی تھا۔ انہوں نے کالی گھٹاؤں کے پیچھے چمکتے ہوئے سورج کو گویا دیکھ لیا تھا، ان کی صحافت سیاسی سرگرمی سے زیادہ ایمان کی گرمی پھیلا رہی تھی۔ انہوں نے اندازِ فکر اور طرزِ عمل کا سخت احتساب کرتے ہوتے معاشرتی گمراہیوں کی اصلاح کی کاوش بھی کی۔ ان کی صحافت نے ملک و ملت کو جو پیغام دیا اس پر آج بھی عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ (بشکریہ ایوان اردو دہلی)

اعلان

مدرسۃ البنات کلیۃ التربیۃ السلفیہ کا قیام مدھوپور بہار میں۔

علاقہ مدھوپور مسلمانوں کی دینی تعلیمی و اقتصادی زبوں حالی کا شکار ہے۔ فتنۂ منکرین حدیث بدقسمتی سے اسی شہر میں موجود ہے! اس تناظر میں احباب جماعت نے ایک مدت سے کوشش کے بعد کلیۃ التربیۃ السلفیہ قائم کر دیا ہے۔ ادارہ اقامتی ہے۔ مزید استانیوں کی تلاش جاری ہے۔

عبدالستار محمد اسلام السلفی ۔ امین عام الکلیۃ التربیۃ السلفیہ۔

(دوسری اور آخری قسط)

یہودی اژدہا

مترجمہ
محمد حسن مسلم
سعودی یونیورسٹی ریاض

تحریر: فواد بن سید عبد الرحمن رفاعی

انٹرنیشنل کوآپریٹو بینک

اس بینک کے عہدیداران کی فہرست ملاحظہ ہو۔

۱۔	لیونارڈ	ڈائرکٹر	یہودی
۲۔	لوپولڈ جیملا	چیکوسلواکی نمائندہ برائے مجلس شوریٰ	"
۳۔	ای۔ پولاک	ممبر مجلس شوریٰ	"
۴۔	ای۔ ایم جونک	نمائندہ برائے ہالینڈ	"
۵۔	بی۔ منڈلیس	" " فرانس	"
۶۔	جی۔ ایم برنبس	بیرونی مندوب	"
۷۔	ایم۔ ایم منڈلس	سکریٹری جنرل	"
۸۔	وی ابراموبخ	مندوب برائے یوگوسلاویہ	"

الغرض یہود نے اقوام متحدہ کے تمام شعبوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے افسوس کہ مسلم حکمراں اس ناگفتہ بہ حالات میں بھی ان حرام زادوں سے وفا کی امید رکھتے ہیں۔ سچ ہے

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (اقبال)

جنسی آوارہ گری

یہود کی خباثت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے جنسی پیاس بجھانے کے لئے اغلام بازی کے بند دروازوں کو پھر سے کھول دیا ہے، چنانچہ لندن، پیرس، نیویارک، ڈنمارک اور ہالینڈ وغیرہ میں یہودیوں کی اس نامراد تجارت کے خصوصی اڈے ہیں، جہاں نوخیز لڑکوں کو نسوانی زینت وآرائش کی ٹریننگ دی جاتی ہے، وہ انہیں ایک طرف اونچی ایڑیوں والی لیڈیز چپل، تنگ پتلون اور غازہ ریا وڈر کی ٹریننگ دیتے ہیں تو دوسری طرف دوشیزاؤں کو مردانہ اوصاف مثلاً بال کٹوانے، پتلون پہننے اور دیگر بیہودہ حرکات کی طرف رغبت دلاتے ہیں، واضح رہے کہ برطانوی گورنمنٹ سنہ ۱۹۶۶ء ہی میں ہم جنسی کے جواز کو قانونی حیثیت دے چکی ہے۔ اب پستی اور حیوانیت کا یہ عالم ہے کہ وہ دنیا والوں کو برہنہ رہنے کا درس دے رہے ہیں۔ چنانچہ یورپ کے تمام ممالک اور شمالی افریقہ کے اندر عریانیت کو عام کرنے کے لئے کلب کھولے جا رہے ہیں کیلیفورنیا تو شرم وغیرت کے تمام قدروں کو کب کا پامال کر چکا ہے، اس نے ہوٹلوں میں کام کرنے والی عورتوں کو جسم کے نصف بالائی حصّے کو مکمل طور پر برہنہ رکھنے کی سرٹیفکٹ دے دی ہے تاکہ وہ اپنے گراہکوں کی توجہ کا مرکز بن سکیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان زنا کاریوں کی بے غیرتی اب اس انتہا کو پہونچ گئی ہے کہ وہ اپنی بہنوں اور لڑکیوں کو بھی پیسوں کے لئے شہوت کی بھٹی پر چڑھا دیتے ہیں۔ یہ ان معصوم کلیوں کو بھی ایسے مخصوص کلبوں کے حوالے کر دیتے ہیں جو انہیں سن مراہقت میں "پنجۂ عہد شباب کا اسیر" بنا دیتے ہیں اور پھر انہیں کھلنے سے پہلے ہی بُری طرح مسل دیا جاتا ہے، اس کے بعد اس خام مال کو زنا کاری وشہوت رانی کی عالمی منڈیوں میں سپلائی کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مثال کے طور پر "المابام" کے لیڈر "شلومو پرشتین" کو دیکھا جا سکتا ہے اس خبیث نے سنہ ۱۹۶۰ء میں تین ہزار دوشیزاؤں کو بیرون ملک سیہ کاری کے اڈوں کو سپلائی کیا ہے۔

جرمنی تنہا اس تجارت میں اٹھارہ ملین جرمنی مارک "کرنسی" کا خسارہ یہودی فاحشاؤں

کے ہاتھوں اٹھا چکا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں باہر سے آنے والے سیاسی لیڈروں اور نمائندوں کو شب باشی کے لئے دوشیزاؤں کا پیش کیا جانا تو ایک معمولی بات ہے۔

اور سادگی مسلم کی دیکھ!

مذکورہ بالا بیانات سے یہود کی سازشوں، شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کا ہلکا سا اندازہ برابر ہوگا۔ ان پرخطر حالات میں مسلمانوں کی حالتِ زار بھی کس قدر قابلِ رحم ہے افسوس کہ یہ اس راہ پر تیزی سے گامزن ہیں جس کی تشویش آنحضورؐ کو تھی۔ لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر، ذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه ۔ (متفق علیہ)۔ تم گزشتہ قوموں کی حرف بہ حرف پیروی کروگے حتیٰ کہ وہ "اگر حماقت یا جہالت" کی وجہ سے کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوتے ہوں گے تو تم بھی داخل ہوگے

اللہ اکبر! رسول اکرمؐ کی پیشین گوئی کس قدر حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہے آج اگر مسلمانانِ عالم بالخصوص مسلم ممالک پر نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ وہ ان تمام سبل متفرقہ پر رواں دواں ہیں جنہیں یہود نے متعین کیا تھا۔ ناچ گانے، ویڈیو، ٹیلیویژن، ڈرامے، گندی فلمیں اور لہو و لعب کے جملہ اقسام مسلمانوں کے عام وظائف میں داخل ہیں، شباب و شراب، قتل و غارت گری، زناکاری، رشوت خوری، دجل و فریب اور ضروریاتِ زندگی میں اسراف اور فضول خرچی ایک عام شیوہ بن گیا ہے۔ لباس اور نقاب جو مسلمانوں کے لئے ستر پوشی کا وسیلہ بنایا گیا تھا اب ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے، اگر مسلمہ اور کافرہ عورتوں کا موازنہ کیا جائے تو باستثنائے چند آپ کو دونوں کے درمیان کوئی فرق محسوس نہ ہوگا۔ مثلاً۔

۱۔	اگر کافرہ عورت بے حجاب رہتی ہے۔ تو۔	بے غیرت مسلمہ فاسقہ عورت بھی	
۲۔	" " اسکرٹ اور بلاؤز پہنتی ہے تو	" "	" "
۳۔	" " ناخن دراز رکھتی ہے "	" "	" "

۴۔ اگر کافرہ عورت غیر محرموں کے درمیان گردش کرتی ہے۔ تو۔ بے غیرت مسلم فاسقہ عورت بھی۔
۵۔ " " " " غیر دوں سے ہنسی مذاق کرتی ہے " " " "

یہ عورتوں کے سلسلے کی ایک مختصر سی مثال ہے مردوں کی حالت بھی کچھ ان سے مختلف نہیں ہے۔ بخوف طوالت ان کی تمثیل کو یہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مذکورہ بیانات کا صحیح اندازہ مسلم ممالک کی طرز زندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر عربوں کی طرز رہائش خاصی عبرتناک ہے، اس سلسلے میں مصر کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ غریب امغرب کے مسابقۂ عریانیت میں ہارے ہوئے جواری کے مانند سخت معذور ہو چکا ہے۔ سچ ہے۔ فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ دراصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتی۔ اندھاپا تو دل کا ہوتا ہے، جو سینوں میں ہیں۔ (حج)

اور جب اس نگری میں تاریکی ڈیرا ڈال دے تو صلاح و تقویٰ کا خدا حافظ۔

۵ــ مجھے ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

سفینۂ نجات

حق و باطل کی معرکہ آرائی اتنی ہی قدیم ہے جتنی کی دنیا کی تاریخ ہے۔ بالخصوص اسلام اور یہودیت کی کشمکش سے تو پوری اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے حتیٰ کہ خود قرآن کریم گواہ ہے۔ لتجدن أشد الناس عداوة للذین امنوا الیهود والذین اشرکوا۔ تم لوگوں میں یہود اور مشرکین کو اپنا شدید ترین دشمن ضرور پاؤ گے۔ (المائدہ۔ ۸۲)

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا ہے۔

لن ترضی عنک الیهود والنصاری حتی تتبع ملتهم (۱۲۰۔ البقرہ)

ترجمہ:۔ تم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے تا آنکہ تم ان کے طریقہ کار کی پیروی کرنے لگو۔

اگر اسلام اور یہود کی کشمکش کو صرف قرآن کریم کی مدد سے قلمبند کیا جائے تو یہ مقالہ خود ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر جائے لیکن یہود کے ان پیدا کردہ مشکلات کا حل محض کتب نویسی، مقالہ بازی، نعرہ زنی، بلند بانگ دعووں، جھوٹے پروپیگنڈوں، لادینی قرار دادوں احمقانہ ہڑتالوں اور نام نہاد امن کے ایوانوں میں ڈھونڈھنا ایک جذباتی اور غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ بد قسمتی سے اسلام کے نام پر اٹھنے والی بعض انقلابی پارٹیاں بھی مذکورہ خرافات میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ملوث ہیں جس پر جتنا بھی اظہار افسوس کیا جائے کم ہوگا۔ پس یہود کی ان تمام شرارتوں کا حل صرف قرآن حکیم اور سنت رسولؐ کی پیروی ہی میں مضمر ہے، یاد رہے اگر ان کا دامن چھوڑ دیا گیا تو کاروان اسلام کا سفینہ غرق ہونے سے کوئی دوسرا فارمولا بچا نہیں سکتا خواہ وہ کتنا ہی خوشنما ہو۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ~~~ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پس سربراہان ملت اسلامیہ کو چاہیئے کہ مذہبی روایات سے نکل کر کتاب و سنت کے آزاد ماحول اور خوشگوار فضا میں قدم رکھیں کہ یہی سرچشمۂ رشد و ہدایت اور وسیلہ نور و فلاح ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما زلتم منصورين على اعدائكم ما دمتم متمسكين بسنتي فان خرجتم من سنتي فيسلط الله عليكم من لا يخافكم ولا يرحمكم حتى تعودوا الى سنتي۔ رواه مسلم۔

تم اپنے دشمنوں پر اس وقت تک غالب رہو گے جب تک تم میری سنت پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا رہو گے اور اگر تم میری سنت سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسی قوم کو مسلط کر دے گا جو نہ تم سے ڈرے گی اور نہ ہی تم پر رحم کھائے گی۔ تا آنکہ تم دوبارہ میری سنت کی طرف لوٹ آؤ۔

کاش کہ وہ پارٹیاں جنہیں اسلام کی "سچی تعبیر" ہونے کا دعویٰ ہے اپنی طرز جہانبانی پر نظر ثانی کریں۔

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

فضل اللہ انصاری سلفی

اپنے اور غیر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اپنے سب سے زیادہ قریبا ہمدرد و بہی خواہ، غمخوار و مونس اور مصیبت میں کام آنے والے ہوتے ہیں۔ دکھ اور تکلیف میں خبر ان کو سب سے پہلے ہوتی ہے۔ وہ خبر گیری کرتے ہیں اور شریک غم ہوتے ہیں۔ اپنے درد کے درماں اور "مرض" کے "علاج" ہوتے ہیں۔ اپنے خوشیوں میں اپنی شریک کرتے ہیں اور خوشی کی کوئی تقریب بغیر اپنوں کے سونی ہوتی ہے۔ اس میں رنگ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مزہ۔ غرضیکہ خوشی ہو یا غم اپنے اپنے ہوتے ہیں۔ زندگی میں اگر کوئی اپنا ہو تو پھر کیا پوچھنا اور اگر نہ ہو تو پھر جینے کا مزہ کیا۔ انفرادی، خاندانی اور معاشرتی طور پر (بلکہ ہر ایک طور پر) اپنوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ برعکس انکار کے اقرار کرنا ہوگو کہ واقعی اپنے اپنے ہوتے ہیں۔ غیر اپنوں کے مقابلے میں کبھی آ نہیں سکتے وہ ان کے درجہ و مقام کو پا نہیں سکتے اور وہ اہمیت حاصل نہیں کر سکتے، جو اپنوں کو حاصل ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ صحیح و درست ہیں۔ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ تجربہ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک صحیح بات ہے کہ اپنے جب غیر ہو جاتے ہیں اور ان کے کردار و عمل میں غیریت آجاتی ہے تو وہ غیر سے زیادہ بھی غیر ہو جاتے، وہ غیر سے بھی بڑھ کے اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگتے اور ان کے سلوک ایسے ہو جاتے کہ توبہ بھلی۔ وہ جب غیر ہو جاتے تو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اور کوئی دریغ نہیں کرتے اس سے کہ "اپنوں" کو ان سے کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ پریشان نہ ہو جائیں۔ پھر کبھی تو جاتے ہیں اور کسی پل چین و سکون اور

قرار و اطمینان میسر نہیں ہوتا ایسے میں اقارب (اپنے) عقارب (بچھو) ہو جاتے اور لوگ کہتے ہیں کہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" اپنے کا اپنا پن جتنی اہمیت کا حامل ہے، اتنا ہی قابل غور اپنے کی غیریت ہے۔ وہ جب غیر ہو جاتے ہیں تو ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ غیر بھی شرما جاتے۔

کل مسلم اخوة۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ذات پات، خاندان و برادری، سماج و معاشرہ اور ملک و مقام سب سے قطع نظر، پوری دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس اخوت اور برادری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور رشتہ وسیع نہیں۔ یہ ایک ایسا رنگ، جس کے آگے سرخ و سفید کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ایک ایسی صف ہے جس میں کھڑے افراد سب برابر ہیں اور ایک دوسرے کی طرح ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

دینی اخوت و مساوات اور مذہبی اپنا پن ایک ایسی زندہ حقیقت اور بے نظیر و بے مثال واقعہ ہے، جس پہ اپنے اور غیر سب حیرت کناں ہیں۔ یہ دین اسلام کی خوبی بھی ہے اور مسلمانوں کی خوش قسمتی بھی کہ اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا۔

"الفت و محبت اور تراحم و تعاطف کے معاملہ میں مسلمان جسم کی طرح ہیں کہ ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی تو اس کی وجہ سے پورا جسم پریشان ہو جاتا" (متفق علیہ)

اخوت و محبت اور اپنا پن کی اس سے بڑی مثال کچھ اور نہیں ہو سکتی۔ لیکن اپنے مسلمان ہی میں سے جب کوئی "غیر" ہو جاتا اور وہ دین و مذہب کیلئے غیریت کا ثبوت دینے لگتا تو اس کی ذات سے خود مسلمانوں کو ہی اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بس۔ غیر مسلم وہ قدم اٹھاتے ہچکچا جاتے ہیں، جیسے کوئی "اپنا غیر" اٹھاتے نہیں ہچکچاتے۔ مذہبی گھر کا ایسا بھیدی وہ لنکا ڈھاتا ہے کہ "راون" بچھڑ جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ واہ کیا اپنا پن ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان اپنوں نے پہنچایا ہے وہ کم نہیں ہے۔ بدنام کرنے کی جتنی کوشش غیروں کی طرف سے ہوئی، اپنوں نے بھی اتنی ہی کوشش کی ہے اور دکھایا ہے کہ ہم کیسے اپنے ہیں۔ دوسروں کا شکوہ کیا جائے تو کیسے کہ اپنے بھی غیر سے کچھ کم نہیں۔

زیادہ دور جانے کی کوئی ضرورت نہیں، سلمان رشدی نے کل اور عابد رضا بیدار نے آج وہ کھیل کھیلا ہے کہ جس سے اپنوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسلام اور مسلمان بدنام ہوتے ہیں دریدہ دہن اور بیہودہ ذہن سلمان رشدی نے "شیطانی آیات" نامی کتاب لکھ کر اسلام اور مسلمانوں کے لئے "وہ کارنامہ" انجام دیا ہے کہ تاریخ جسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور اپنے اسے کبھی بھلا نہیں سکتے۔ اس کا یہ اقدام اتنا غیر دانشمندانہ اور غیر مسلمانہ قرار پایا کہ اپنے تو کجا، جو غیر تھے ان کو بھی شکوہ ہوا اور انہوں نے بھی شکایت کی۔ عالمی پیمانے پر خاص طور سے مسلمانوں نے اس کتاب پر پابندی لگانیکا احتجاج کیا۔ ایرانی پیشوا امام خمینی نے قتل کا فتویٰ صادر کیا کہ کتاب کے مصنف سلمان رشدی کو قتل کر دیا جائے۔ توبہ ہے توبہ!! اپنے اتنے گر سکتے ہیں کہ ان کے قتل کا فتویٰ دیدیا جائے؟ جرم ہی اتنا عظیم تھا کہ انتہا نہیں۔ اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمان دونوں ہی بدنام ہوئے اور حساس مسلمان اس نام نہاد مسلمان سلمان کے خلاف صف آرا ہو گئے اپنوں میں ایک اور غیر نے اسی نوع کا عظیم جرم کیا ہے۔ وہ شخص ریاست بہار کی راجدھانی پٹنہ میں واقع ہندوستان کی مشہور خدا بخش لائبریری کا ڈائریکٹر عابد رضا بیدار رہے۔ اس نے ایک کتاب لکھدی اور اسکا نام رکھا "سچائی کی تلاش" اور اس تلاش میں وہ گمراہ ہو گیا۔ جناب پہ جدیدیت اور سیکولرزم کا ایسی مار پڑی کہ اسلام جیسے آفاقی وابدی دین کو جدید بنانے کی احمقانہ و غیر مسلمانہ رائے دیدی۔ کتاب کے ناہنجار مصنف کو اس بات پہ فخر ہے کہ وہ ہندو ہے اور نہ مسلمان، صرف ایک انسان ہے۔ بیدار نہیں اصل میں وہ پورا خفتہ ہے۔ پتہ نہیں اسنے اپنا نام عابد کیوں رکھا ہوا ہے اسکو یہ بھی نہیں معلوم کہ شریعت اسلام انسان کی دنیاوی واخروی اصلاح و فلاح کیلئے آئی ہے اور اسلام ہی ایک اچھا انسان بناتا ہے جو سچا مسلمان ہوگا وہ ایک اچھا انسان بھی ضرور ہوگا۔ عابد رضا بیدار اگر اچھا انسان ہوتا تو وہ اقدام کبھی نہیں کرتا جس سے نہ جانے کتنے انسان کو تکلیف ہوئی۔ اپنے تو اپنے غیر نے بھی اس اقدام کی مذمت کی اور بیدار کو لعن طعن کیا ایسلئے اپنے جب غیر ہو جاتے ہیں دین و مذہب کو فراموش کر جاتے ہیں اسکی سب سے سچی اور سب سے اچھی تعلیمات و ہدایات کو بھول کر غیر کا سا کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو ستم ڈھاتے ہیں کسی اعتبار سے وہ اچھا نہیں ہوتا، بلکہ صد درجہ تکلیف ہوتی ہے اور دیدہ و دل سب اشکبار ہو جاتے ہیں "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کی صفت سے متصف ہم ہی میں سے ہر سطح پہ موجود ہیں ضرورت ہیکہ ان سے سنبھل کر رہا جائے اور ان کے خلاف ہمیشہ کمر بستہ رہا جائے پھر جب موقع آئے تو دنداں شکن جواب دیا جائے، تاکہ وہ حد سے آگے نہ بڑھیں۔

مذاکرہ علمیہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

کے منعقدہ

پروگرام کی ایک جھلک

شکیل احمد سلفی

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ ہندوستان کی ایک قدیم ترین تعلیمی و تربیتی ادارہ ہے جس کی داغ بیل حضرت مولانا ابراہیم آروی نے آرہ میں ڈالی تھی۔ اور اس کو ہندوستان کی سب سے معیاری درس گاہ بنایا تھا۔ مرحوم مولانا آروی کی ہجرت مدینہ کے بعد یہ مرکزی درسگاہ حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی سرپرستی میں دربھنگہ منتقل ہوا۔ یہاں بھی اس ادارہ نے اپنے ماضی کی تابناک روایتوں کو برقرار رکھا۔ ہر سال ملک کے مشاہیر علمار کرام کو بلا کسی امتیاز مسلک و مذہب مذاکرہ علمیہ میں شرکت کی دعوت دی جاتی رہی۔ اور حضرات مشاہیر علمار کرام اس میں پوری دلچسپی کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔

۱۰ر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں منعقد ۲۷ واں مذاکرہ علمیہ اس عظیم الشان روایت کا حصہ ہے اس اہم علمی پروگرام میں حصہ لینے والے علمار کرام اور مجالس کا مختصر آئینہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

کانفرنس کی نشستیں۔ ۹ر اکتوبر ۹۲ء بروز جمعہ

پہلی نشست میں بعد نماز عصر جمعیۃ اہلحدیث بہار کی تشکیل جدید و انتخاب نو۔

دوسری نشست میں بعد نماز عشا اجلاس عام زیر اہتمام صوبائی جمعیۃ اہل حدیث بہار۔

پہلے دن خطاب عام میں حصہ لینے والے علماء جناب مولانا ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ. جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، مولانا عبدالمتین سلفی، مولانا عبدالرحمٰن شفیع لیثی مدنی، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا ریاض الدین ندوی، مولانا اکبر حسین سلفی، حافظ عبدالخالق سلفی، ڈاکٹر سید عبدالحلیم حفظہم اللہ تھے۔

کانفرنس کی دوسری نشست ۱۰ اکتوبر ۹۲ء

پہلی نشست میں بعد نماز فجر درس قرآن ہوا. دوسری نشست ۸ بجے صبح ہوئی علماء کرام کے توحید کے اثرات کے موضوع پر مقالے ہوئے. حصہ لینے والے حضرات مولانا ابوالعاص وحیدی. مولانا عبدالمتین سلفی. مولانا محمد خورشید سلفی. ڈاکٹر محمد علقمہ سلفی. مولانا رئیس احمد ندوی، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہم اللہ توحید کے اثرات کے موضوع پر اپنے اپنے قیمتی مقالے پڑھے اور سنائے. جبکہ تنگیٔ وقت کی وجہ سے درج ذیل علماء مولانا عبدالقدیر سلفی. مولانا محمد عرفان سلفی مولانا محمد امر اللہ سلفی، ڈاکٹر عبدالعزیز سلفی حفظہم اللہ مقالے نہیں پڑھ سکے۔

تیسری نشست شرکاء اجلاس سے خطاب عام (بعد نماز عصر)

مولانا عبدالسلام مدنی، مولانا عبدالرحمٰن شفیع لیثی صاحبان نے مولانا عطاء الرحمٰن مدنی کی صدارت میں خطاب عام فرمایا۔

چوتھی نشست. بعد نماز عشاء۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے نمائندہ فضیلۃ الشیخ جناب احمد سعید رحمت اللہ کی صدارت میں ہوئی. خطیب الاسلام مولینا عبدالرؤف رحمانی، حافظ محمد سلیمان میرٹھی اور ڈاکٹر محمد لقمان سلفی نے خطاب فرمایا۔

۱۱ اکتوبر ۹۲ء کی پہلی نشست

نشست اول میں. بعد نماز فجر مولینا عبدالرحمٰن شفیع لیثی کے درس حدیث سے۔
دوسری نشست ۸ بجے صبح زیر صدارت خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی۔

مولانا عبدالعزیز سلفی مدیر ماہنامہ نوائے اسلام دہلی۔ مولانا ابو العاص وحیدی۔ مولینا عبدالرحمن سلفی نے خطاب کیا اور جناب ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب سلفی نے سکریٹری رپورٹ پیش کی۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۲ء تک کے فارغین علماء وحفاظ کی دستار بندی ہوئی۔ آخر میں مولینا جھنڈانگری اور احمد سعید رحمت اللہ صاحب نے فارغین کو خطاب فرمایا۔

تیسری نشست میں مولانا عبدالرحمن شفیع لیثی اور مولانا معروف سلفی نے خطاب فرمایا۔

ابنائے سلفیہ کی ایک خصوصی نشست:۔ بعد نماز عصر فارغین دار العلوم احمدیہ سلفیہ کی تنظیم ابناء سلفیہ کا اجلاس ہوا۔ ابناء سلفیہ نے ایک دعوتی وعلمی پروگرام مرتب کرنے پر تبادلہ خیال کیا اور ایک جامع منصوبہ تشکیل دیا۔ ابناء سلفیہ کی تنظیم کو مستحکم کرنے اور موثر بنانے کے لئے نئے حوصلے اور امنگیں نظر آئیں۔ تفصیل کیلئے دفتر ابناء سلفیہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

چوتھی نشست بعد نماز عصر انجمن نادی الاصلاح کا پروگرام۔

یہ مجلس مربی دار العلوم ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی حفظہ اللہ کی سرپرستی میں ہوئی۔

طلبا نے تقریریں پیش کیں۔ ننھے منے بچوں نے ایک سیاسی اور اصلاحی تمثیل پیش کی جو انتہائی دلچسپ تھی۔ بچوں کا ایک دلچسپ پروگرام مشاعرہ کا بھی ہوا۔ اس پورے پروگرام میں توحید کا عنصر غالب تھا۔ الحمد للہ۔

پانچویں نشست بعد نماز عشاء مذاکرہ علمیہ کے ۲۷ ویں اجلاس کی آخری نشست تھی۔ مولانا عبدالواجد فیضی (نوائے اسلام دہلی) مولانا رضاء اللہ مدنی۔ مولانا عبدالخالق ندوی مولینا عبدالسلام مدنی۔ پروفیسر نعیم اختر سلفی، مولانا انیس احمد ندوی نے خطاب فرمایا۔

کانفرنس کا مقصد بھیڑ بھاڑ جمع کرنا نہیں تھا۔ اور نہ ہی ٹیپ ٹاپ اور تام جھام سے لوگوں کو متاثر کرنا تھا۔ بلکہ ایمان کی بہاروں سے لوگوں کے دلوں کو مسرور کرنا تھا۔ الحمد للہ اس میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت اور اس کے اثرات کو قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ ●●

اخبار عالم

ترتیب و پیشکش ۔ افضل ندوی ۔

۹۵ اسلامی نمائندوں کی اپیل

انڈونیشیا کی راجدھانی جکارتہ میں بوسنیا وہرسک کے مظلوم مسلمانوں کو تعاون اور جبر و تشدد سے چھٹکارا دلانے کیلئے ۹۵ اسلامی تنظیموں کے نمائندوں نے مانگ کی ہے۔ علمائے انڈونیشیا کے صدر نے نمائندوں سے کہا کہ چند قراردادیں پاس ہوگئی ہیں جسیں عام لوگوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے اور ڈونیشن باکس بھی شہروں میں رکھے جائیں گے اس سلسلے میں مساجد کے خطباء کرام سے رہنمائی لی جائے گی۔

جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں مدرسہ ثانویہ کا قیام

جنوب افریقہ میں المنظمۃ الاسلامیۃ التعلیمیۃ جو ۱۹۸۵ء میں قائم کی گئی تھی اس کے رئیس یوسف مناحب ۵ اسلامی ملکوں کا دورہ کریں گے ان کا دورہ سعودی عرب، مصر، سوڈان، مراکش اور تیونس پر منحصر ہوگا۔ مذکورہ تنظیم جنوب افریقہ کے مسلم ملکوں کے لئے ایک اسلامی نصاب بنانے کے لئے کوشاں ہے اور کتابوں کی حصولیابی کے لئے سہولتیں فراہم کرے گی مذکورہ تنظیم ان شاء اللہ ۱۹۹۴ء میں مسلم طالبات کے لئے ایک ہائر سکنڈری اسکول قائم کرے گی شہر ڈربن میں۔

عیسائی مشنریوں کی ناکامی

بنگلادیش کے وزیر اوقاف و مذہبی امور جناب عبدالمنان صاحب نے اپنے ایک بیان میں وضاحت کی ہے کہ گرچہ ہمارا ملک اقتصادی حالات اور قسم قسم کے مصائب سے دوچار ہے اور اس نازک موقعہ سے عیسائی مشنریاں فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن الحمدللہ کوئی بھی مسلمان اب تک دین حنیف سے مرتد نہیں ہوا ہے۔

عالمی سلفی کانفرنس کیرلا

بذریعہ ڈاک یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ کیرلا کی عظیم سلفی تنظیم ندوۃ المجاہدین دسمبر ۹۲ء کے آخری عشرہ میں ایک چار روزہ عالمی سلفی کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا ہے جس میں دنیا بھر کے سلفی علماء، دانشوران اور مفکرین شرکت فرمائیں گے۔

●●

مرکز تعالیم القرآن والسنۃ والدعوۃ والارشاد ایک نظر میں

ریاست جموں وکشمیر اپنے قدرتی وطبعی مناظر کی وجہ سے عالمی شہرت کی حامل ہے ساتویں صدی ہجری میں اسلام یہاں پوری ریاست میں اپنی مکمل ضیا پاشیوں کے ساتھ قلوب واذہان کو فتح کرتا چلا گیا۔ رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ یہاں مختلف قسم کے دینی و سیاسی مد وجزر سامنے آئے مگر سماجی و اصلاحی تنظیمیں ہر طرح کی خامیوں کی بیخ کنی کرتی رہیں۔

تحصیل بانہال بھی اس وادی گلزار کی ایک خوبصورت اکائی ہے۔ یہاں جہالت اور معاشی پسماندگی کی وجہ سے طرح طرح کی خرافات گھر کرگئی تھیں۔ جس کا قلع قمع کرنے کے لئے تحصیل بانہال کے اہل الحل والعقد افراد نے ایک دینی ادارے کے قیام کا فیصلہ کیا جو اس وقت ہمارے سامنے "مرکز تعالیم القرآن والسنۃ والدعوۃ والارشاد جموں وکشمیر" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مرکز کے تحت جہاں مختلف قسم کے دینی، دعوتی اور تربیتی پروگرام ہیں وہیں تعلیمی پروگرام بھی شامل ہے جو "المعہد العلمی" یعنی Educatio- nal Institute کی صورت میں کام کر رہا ہے۔ المعہد العلمی کا تعلیمی نصاب الکلیۃ السلفیہ کے ثانویہ کے نصاب کی مماثلت کرتا ہے۔ چار سالہ تعلیمی کورس کے بعد طلبہ الکلیۃ السلفیہ اور اس طرح کے دیگر تعلیمی اداروں میں اپنی تعلیم مکمل کریں گے۔

مرکز کی توجہ طلب چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ عمارت کی تعمیر۔ ۲۔ فرنیچر کا انتظام۔ ۳۔ کتب کی فراہمی۔ ۴۔ لائبریری کا قیام۔ ۵۔ مسجد کی توسیع۔ ۶۔ علمی وادبی میگزین کا اجراء ۷۔ گشتی دعوتی انتظام۔

جبکہ یہ سارے کام مرکزی جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر کی نگرانی میں ہو رہے ہیں البتہ مالی اعتبار سے مقامی کمیٹی ہر طرح کی ذمہ دار ہے اور اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونے کی پابند ہے۔

لہٰذا موجودہ دور میں اس طرح کی تعلیمی وتربیتی اداروں کی جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر عامۃ المسلمین سے عموماً اور اہل خیر حضرات سے خصوصاً مرکز ہٰذا کا ہاتھ بٹانا لازمی اور ضروری ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

—— جلال الدین مخدومی سکریٹری جنرل ——

یک روزہ کانفرنس

کشفیہ مرکز التعلیم والدعوۃ جموں وکشمیر کے زیر انتظام ۲۹ نومبر ۹۲ء بروز اتوار اسکے مرکز مالیگام پوچھل بانہال پر یک روزہ تعلیمی وتبلیغی کانفرنس ہورہی ہے جسمیں ریاست وبیرون ریاست سے مقتدر علماء کرام شرکت کررہے ہیں قیام وطعام کا ٹرسٹ کیجانب سے معقول انتظام ہوگا۔ عام شرکت کی دعوت ہے۔ کنوینر۔ ظہور احمد دوکاندار۔

تحریک اصلاحی ہند کی سرگرمی

تحریک اصلاحی ہند کا ماہانہ اجتماع ۲۶، ۲۷ ستمبر ۹۲ء کو بھوری، بیرگنج نیپال میں منعقد ہوا جہاں ایک عرصہ سے قادیانیوں نے اپنے مکروفریب، باطل پروپیگنڈوں اور غلط دعوؤں کا پرچار کرکے بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر رکھا تھا۔

مسلم نوجوانوں، علماء کرام اور عوام کی الگ الگ نشستیں ہوئیں جسمیں "دعوت دین اور ہماری ذمہ داریاں" کے وسیع ترین موضوع پر بحث وگفتگو ہوئی۔ الگ الگ علاقوں کی کارکردگی کا جائزہ بھی لیا گیا۔ پھر اسی نشست میں متفقہ رائے اور مشورے سے آئندہ اجتماع بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۹۲ء بروز ہفتہ واتوار بمقام مدرسہ منظر العلوم بلی رام پور مغربی چمپارن نزد مرجدوا ریلوے اسٹیشن ہونا طے پایا ہے۔ لہٰذا عامۃ المسلمین سے اپیل ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرکے اجتماع میں شرکت کریں تاکہ ہم لوگ اپنی اور قوم وملت کی اصلاح کرسکیں۔ وفود کی بھی روانگی ہوگی۔

الداعی۔ محمد مطیع الرحمان چیئرمین ویدی۔

دعائے صحت کی اپیل

جماعت اہل حدیث کے نامور موحد سخنور اور بزرگ حضرت شاکر گیاوی حفظہ اللہ (جمشید پور۔ بہار) علالت کیوجہ سے کافی کمزور ہو گئے ہیں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت شاکر گیاوی وضع قطع گفتار وکردار اور فکرونظر میں نمونہ سلف ہیں۔ قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

اپیل کنندگان: حسن منظور حسن، وکارکنان مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی ونوائے اسلام دہلی۔

جوار رحمت میں

یہ خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ دی جارہی ہے کہ مرکز الدعوۃ السلفیہ سوہانس بازار کے ناظم اور دوماہی خبرنامہ کے مرتب حضرت مولانا حامد الانصاری صاحب انجم کو اپنے دو نوجوان دامادوں کے سانحۂ ارتحال سے دو ماہ کے وقفہ میں دوچار ہونا پڑا۔ پہلے داماد اصغر مولینا اشتیاق احمد صاحب سلفی کے جدائی کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ دوسرے داماد اکبر جناب مولانا حافظ عبید الرحمن صاحب بھی مورخہ ۲۶ ستمبر ۹۲ء کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں داماد عالم دین اور صالح نوجوان تھے۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والوں میں

قارئین کرام سے نماز جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

غمزدہ۔ سید مشتاق احمد العابدی نگراں مرکز الدعوۃ السلفیہ سوہانس بازار بستی۔

الحاج محمد عباس صاحب سنی کی اہلیہ کا ۱۰ ستمبر بروز جمعرات انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون محترمہ نیک خاتون تھیں۔ حج سے آکر ۴۰ روز کا عرصہ ہوا تھا کہ اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔ قارئین اور تمام اہل جماعت سے گزارش ہے کہ مرحومہ کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

غمزدہ۔ عبدالحنان چودھری۔

آہ! الحاج حافظ محمد یوسف صاحب

مولانا بدر عالم سلفی منیجر دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ نے بذریعہ ٹیلی فون یہ اندوہناک خبر دی کہ دار العلوم کی منتظمہ کمیٹی کے صدر جناب حافظ محمد یوسف صاحب ۱۱ اکتوبر ۹۲ء کو کلکتہ میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ صاحب مرحوم کی جسد خاکی آبائی وطن بگھا لائی گئی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ مرحوم حافظ صاحب کی شخصیت جماعت اہل حدیث میں فعال، حساس اور متحرک تھی۔ دینی امور میں انکی خدمات قابل قدر ہیں۔ ایک طویل عرصہ سے تاحیات دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کی منتظمہ کمیٹی کے صدر رہتے۔ دربھنگہ سے لیکر کلکتہ تک ان کی بیشمار دینی خدمات اور جماعتی احسانات ہیں۔ اللہ تعالی مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرمائے

دار العلوم کی انتظامیہ اساتذہ اور طلبہ مرحوم کی رحلت سے غمزدہ ہیں۔

ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی مرحوم کے حقیقی واسلامی پسماندگان سے اظہار تعزیت اور انکی ہمدردی کرتا ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی چند علمی و دعوتی مطبوعات

الجمال والکمال (تفسیر سورۂ یوسف)
علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

کتاب الجمال والکمال جو اسمِ بامسمیٰ ہے۔ قاضی صاحب نے حج کے دوران لکھا ہے ان گنت خصوصیات کی حامل کتاب، آپ نے بہت سی تحریریں پڑھی ہیں مگر ایسی نہیں۔ ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کے دو ہزار نسخے دو ماہ میں فروخت ہوئے تھے۔ قیمت: ۴۰ روپے

الجواب الباہر فی زوار المقابر
شیخ الاسلام امام احمد ابن تیمیہ

کتاب کی وزن کے لئے امام ابن تیمیہ کا نام ہی کافی ہے جنہوں نے زیارت قبور کے ہر ہر نقطہ پر ایسی معرکۃ الآرا بحث کی ہے کہ وہاں تک بڑے بڑے محقق کی پہونچ نہیں ہو پاتی۔ قیمت: ۲۵ روپے

شانِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
عبد الرزاق جانگڑا

روزمرہ کی زندگی میں برابر کام آنے والی اور بہتر رہنمائی کرنے والی کتاب ہے مختلف موضوعات پر صرف حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ نہایت مفید اور کارآمد کتاب۔ قیمت ۲۰ روپے

احادیث ہدایہ فنی و تحقیقی حیثیت
مولانا ارشاد الحق اثری

یہ کتاب ہندوپاک کی شہرت یافتہ نوجوان محقق مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد پاکستان کا تحقیقی شاہکار ہے اس کتاب میں حقیقت کو علماء کی تحقیق کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰ روپے

استقامت
علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

ایک مسلمان کو ارتداد کے دروازے سے واپس لوٹانے والا انقلابی خط۔ جس کو پڑھ کر صاحب مکتوب کو استقامت ملی اور وہ اسلام کے ایک منادی ہو گئے۔ قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

المدرسۃ العربیہ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ۔ یوپی

کی

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجاتِ پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۸ اساتذہ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۲ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تا ہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ خیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۰
شمارہ ۱۲

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

دسمبر ۱۹۹۲ء   جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی   نائب مدیر :- عبدالواحد نیضی

زر تعاون

سالانہ :- چالیس روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے

پاکستان سے

سالانہ :- ایک سو روپے
لائف ممبری :- دو ہزار روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ :- منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ ۔ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶
فون Phone 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - ۱ے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

شکر و سپاس

ہم اللہ کے بے پناہ احسانمند اور شکر گذار ہیں کہ اس نے ہماری بے سروسامانی میں بھی سر فروشی کی لاج رکھ لی اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشی۔ ماہنامہ نوائے اسلام کو حاسدوں کی نظر بد سے بچا کر کامرانی کی دسویں منزل تک پہونچایا۔ اور یہ بھی دکھادیا کہ دینِ حق کے مسافر اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوتے ہیں ان کے پیر اکھڑتے ہیں نہ وہ متزلزل ہوتے ہیں۔

ادارہ اپنے ان تمام بہی خواہان اور ہمدردان کا بھی ممنون اور احسان مند ہے جنھوں نے ہر ممکن اخلاقی و مالی تعاون کے ذریعہ اسے حوصلہ بخشا اور ہر نازک موڑ پر اس کی رہنمائی فرمائی۔ اور اسے لائق بنایا کہ جماعتی و انفرادی زندگی میں وہ رہنمائی کرسکے۔ **فجزاھم اللہ خیراً**۔

قارئین حضرات کی خدمت میں نوائے اسلام کی نویں جلد کا یہ آخری شمارہ ہے اللہ کی ذات سے ہمیں پورا یقین ہے کہ ؎ بلند عزم ہواؤں کے رخ بدلتے ہیں "نوائے اسلام اپنے نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ دسویں منزل میں بھی قدم رکھے گا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے عزائم اور منصوبے بھی نئے میدانوں میں قدم رکھنے کے لئے پرتول رہے ہیں۔ جنھیں موثر بنانے کے لئے کامیاب لائحۂ عمل مرتب کیا جارہا ہے۔

دینی جذبہ رکھنے والا ہر مسلمان اس حقیقت سے واقف ہے کہ آج اسلامی معاشرہ طوفانِ گرداب کی بلاخیز موجوں میں غوطہ زن ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ کے

ناخدا ہاتھ پر ہاتھ دھرے ساحل سے اس بھیانک منظر کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اگر کبھی کبھار ان کے احساس کی وادی میں زندگی کی کوئی رمق جاگتی بھی ہے، تو قدآدم پوسٹروں اور تاریخ ساز کنونشن اور کانفرنسوں سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔ مگر ایک عرصہ تک اس کا خراج زبردستی مسلمانوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ کا یہی سب سے بڑا المیہ ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اپنے قیام کے روز اول ہی سے دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کو ترجیحی حیثیت دی ہے۔ اور صالح و توانا اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے شروع سے کوششیں جاری رکھی ہے۔ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لئے متعدد مراکز قائم کئے گئے۔ اور ان کو فعال و متحرک بنانے کے لئے مجلس نے اپنی ساری توانائیاں صرف کردی ہیں۔ جس کی وجہ سے دہلی کے مرکزی دفتر کی تعمیر التوا کا شکار بنتی رہی۔ اور دفتر کی ضرورت مسجد اور اس کے حجرے سے بصد مجبوری پوری ہوتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ہزاروں خواہش کے باوجود یہ کام عمل میں نہیں آسکا۔ اللہ کی توفیق سے اب وقت قریب آپہونچا ہے۔ اور مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی مرکزی آفس "دعوۃ منزل" کا سنگِ بنیاد علماء کبار کے مبارک ہاتھوں سے رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ

ہمارے قارئین اور ہمدردان و بہی خواہان اس کلمۂ خیر سے خوش ہونگے کہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دہلی میں دعوت و تبلیغ اور تربیت و اصلاح کا مرکز بنانے کے لئے جو زمین خریدی تھی اس پر تعمیر کا پروگرام بن گیا ہے۔ علماء اہلحدیث کانفرنس کی مناسبت سے "دعوۃ منزل" کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اس موقع سے ہماری خواہش ہے کہ ہمارے دینی بھائی اس مبارک قدم میں اپنی نیک خواہشوں اور تمناؤں کے ذریعے حصہ لیں اور کارکنان مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو حوصلہ بخشیں۔

نوائے حدیث

خندہ روئی، خندہ رو

فضل اللہ انصاری
راگھو نگر بھوارہ مدھوبنی

وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کسی بھی معروف و نیک کام کو حقیر و کمتر نہ سمجھو، خواہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ہی کیوں نہ ملو۔

بعض چیزیں بظاہر بہت معمولی نظر آتی ہیں اور ان کو ہم اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ نہایت ہی اہم اور قابل توجہ ہوتی ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ہم ان چیزوں کو شریعت کی نظر سے دیکھنے کے بجائے اپنی طبیعت اور ذاتی دل و دماغ اور فکر و نظر کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں۔ اور ہم شریعت اور کتاب وسنت کے پیروکار ہیں تو ہمیں ہر چیز اسی کی روشنی میں دیکھنا ہے نہ کہ اپنی طبیعت اور فکر و نظر کی روشنی میں۔ اعمال افعال اور کردار کی کجی یہیں سے شروع ہوتی ہے کہ ہمیں شریعت کی تعلیمات وہدایات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے لگتے ہیں اور اسی کو خوب و بد سمجھتے ہیں، جس کی تصدیق ہماری طبیعت اور دل و دماغ کرتا ہے، شریعت کی نظر میں خوب و بد کی پرکھ کے اپنے معیار کا کوئی معیار نہیں اور اگر ہے بھی تو محدود۔

عام طور سے لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ جیسے عمل کو ہی اسلامی تعلیمات

کا مجموعہ سمجھتے ہیں باقی دیگر چیزوں پر ان کی نظر جاتی ہے، نہ وہ ان کی اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی ان کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ ان چیزوں سے ایسے ہی پابندِ نماز وروزہ حضرات کی پہچان قائم ہو سکتی ہے اور سمجھا جا سکتا ہے کہ نماز و روزہ نے ان پر اپنے اثرات قائم کئے ہیں۔ خندہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا، ایسے انداز میں ایک دوسرے سے گفتگو کرنا اور پورے التفات و توجہ سے اپنی کہنا اور دوسرے کی سننا کیا اسلامی تعلیمات میں سے نہیں ہیں؟ بالکل ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں، جن سے ہم اپنے مخاطب کا دل جیت سکتے ہیں اور اپنے کلام سے دوسرے کو رام کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنا، ملاقات کرنا اور دو چند باتیں کرنا انسانی معاشرہ کے افراد کے لئے ضروری ہیں اور ان کے بغیر تو کوئی چارہ نہیں۔ ان سے روابط و تعلقات استوار ہوتے ہیں، ان کی توثیق ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ جینے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے، ایک دوسرے کی خوشی و غم میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے اور بھی دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن پہلے جب ہم کسی سے ملیں تو کس انداز میں ملیں اور کس طرح پیش آئیں کہ وہ ہم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ملنے کا ادب اور سلیقہ بھی اسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ ایک جب دوسرے سے ملے تو خندہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ نہ کہ منہ بنا کر اور ناک چڑھا کر۔ یہ کبر و ناز کی علامت ہے نہ کہ مومن کی شناخت و پہچان۔ دیکھئے! پیارے نبیؐ حضرت ابوذر غفاریؓ سے کیا کہہ گئے (اے ابوذر!) کسی بھی چیز کو معمولی نہ سمجھو خواہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ گویا یہ بھی ایک اہم اور قابل توجہ ادب زندگی ہے۔

عبس وتولیٰ۔ ان جاءہ الاعمیٰ۔ وما یدریک لعلّہ یزکیٰ۔ (حضرت محمدؐ نابینا کے آنے سے چیں بجبیں ہوتے اور منہ پھیر لیا۔ آپؐ کو کیا علم شاید وہ پاک ہو جاتا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب عبد اللہ ابن ام مکتومؓ (نابینا صحابی) ایسے وقت مجلسِ نبوی میں آئے کہ اکابرینِ قریش حضور کے پاس بیٹھ کر اپنی باتیں کر رہے تھے اور آپؐ ان کو پوری توجہ کے ساتھ سمجھا رہے تھے، نابینا ہونے کی وجہ سے حضرت عبد اللہ

بن ام مکتوم مجلس کی ہیئت وصورت نہ دیکھ سکے اور حضورؐ کو بار بار اپنی طرف متوجہ کرنے لگے، مگر آپؐ ان کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

آپؐ خیر البشر تھے اور انسانوں میں آپ سے زیادہ عظیم الشان اور کوئی نہیں پھر بھی ایک شخص سے منہ پھیرنے اور جبیں بجبیں ہونے پر آپؐ کو تلقین کی گئی اور بطور زجر و توبیخ کے مذکورہ آیت نازل کی گئی۔ ربانی تربیت سے آراستہ و پیراستہ پیارے نبیؐ کی سیرت پاک ہمیں بتاتی ہے کہ آپ کتنے خندہ رو تھے اور سب سے کس طرح خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ آپؐ کا یہی انداز رقیب کو حبیب، دشمن کو دوست اور جان کے پیاسے کو جسم وجان کا رکھوالا بنالیتا تھا۔ بلاشبہ اگر آپ سخت دل، سخت کلام اور ترش رو ہوتے تو لوگ آپؐ کے قریب نہیں پھٹکتے۔ مذکورہ حدیث رسول آیت قرآن اور سیرت پاکؐ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے ملتے وقت خندہ رو، ہنس مکھ اور خوش رہنا چاہئے اس بات کا خیال رہے کہ ہم کسی سے خندہ روئی کے ساتھ مل کر اس کا دل جیت سکتے ہیں اور وہ ہم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ •

صہ۲۲ کا بقیہ

عامر بن عدی و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی بساط کے مطابق ایک دوسرے سے دو قدم آگے بڑھ جانے کی سعادت کے حصول میں لگے رہے۔ اس مسابقت میں خواتین بھی اپنے ہار، بازو بند، پازیب، بالی، انگوٹھی وغیرہ پیش کرنے کا مظاہرہ کررہی تھیں۔

رشک ومنافست کی نظیر حدیث معراج میں بھی ملتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی تعداد میں اضافہ دیکھا تو حیران و ششدر رہ گئے آنکھیں اشکبار ہوگئیں، جس کی وجہ آپ نے بتایا کہ میرے بعد بھیجے جانے والے نوجوان کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں داخل جنت ہوگی۔

حسد ایک تباہ کن بیماری ہے جس کا علاج صرف عمل صالح پختہ اعتقاد و یقین اور صبر و تحمل کے ساتھ اللہ کی پناہ طلب کرنے میں ہے۔

تیسری اور آخری قسط

مولانا ابو العاص وحیدی
بونڈھیار، گونڈہ یوپی۔

اتحاد کا قرآنی تصور

اختلاف وانتشار دینی وملی زوال کا سبب:۔

قرآن مجید نے ایک طرف اتفاق واتحاد کا حکم دیا اور تفرق وتحزب سے روکا ہے تو دوسری طرف بعض آیات میں اختلاف وانتشار کو دینی وملی زوال کا سبب قرار دیا ہے اور اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور اپنے اختلافی ونزاعی معاملات میں قرآن وحدیث کو فیصل قرار دیں اس سلسلہ کی بعض آیات ملاحظہ ہوں۔

۱. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے حکام کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں کسی چیز میں باہم اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے۔

۲. وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ (الانفال: ۴۶)۔

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف وانتشار نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں

کے ساتھ ہے۔

پہلی آیت سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کے تمام اختلافی و نزاعی معاملات میں آخری اپیل کتاب وسنت ہی کی عدالت میں ہونی چاہیئے اس لئے کہ مطاع اصل اور حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور رسول بھی مطاع مطلق ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے احکام پہنچانے والے اور ان احکام کی تشریح وتفصیل کرنے والے ہیں۔

نیز اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ اللہ اور رسول کی اطاعت اور قرآن و حدیث کو اختلافی امور میں فیصل جاننا دنیا میں بھی ذریعہ امن و راحت ہے اور آخرت میں بھی وسیلہ نجات وسعادت۔

دوسری آیت سے ایک بہت بڑی اجتماعی وملی حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ باہمی اختلاف وانتشار کے نتیجہ میں پست ہمتی وبزدلی پیدا ہوتی ہے اور اتفاق واتحاد کی بنا پر غیروں پر مسلمانوں کا جو رعب چھایا ہوا رہتا ہے وہ جاتا رہتا ہے جیسا کہ دور حاضر میں امت اختلاف وانتشار کے ان بھیانک نتائج سے دوچار ہے۔

توحید دعوت واتحاد کی اہم بنیاد :۔

قرآنی نظریہ اتحاد کی بحث نامکمل رہے گی اگر دعوت اتحاد کی ایک اہم بنیاد توحید کا ذکر نہ کیا جائے جس کو بنیاد بنا کر قرآن مجید نے اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی ہے چنانچہ ایک موقعہ پر اہل کتاب کو دعوت اتحاد دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۔ (آل عمران: ۶۴)

آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ

ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔ اگر وہ لوگ گریز کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ اے اہل کتاب گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اس آیت میں قرآن مجید نے تین باتوں پر اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی ہے اور ان تینوں باتوں کا تعلق ایک ہی محور و مرکز یعنی توحید سے ہے۔

پہلی بات یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے یعنی عبادت کی ساری قسمیں اور عبادت کے سارے کام اللہ کے ساتھ خاص کر دیئے جائیں یہ اہل حق کے درمیان اتحاد کا بنیادی پتھر ہے جن کا اتحاد کسی ایسی طاقت اور جماعت کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکتا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو مستحق عبادت سمجھتی ہو اور اپنی عبادت کا ایک حصہ غیر اللہ کے لئے بھی انجام دیتی ہو۔

دوسری بات یہ کہ کوئی کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ بنائے۔ یہ پہلی ہی بات کی ذرا وسیع تعبیر ہے اس میں شرک کی تمام انواع و اقسام کی نفی کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا گیا ہے یعنی نہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کیا جائے اور نہ اس کے حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔

تیسری بات یہ کہ کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے یہ بات بظاہر گزشتہ دونوں باتوں کی تکرار معلوم ہوتی ہے۔ مگر جس موقع و ماحول اور پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کے پیش نظر ایک عظیم حقیقت یہ سامنے آئی ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے میں ایک بہت بڑی مذہبی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس کا ارتکاب اہل کتاب نے بھی کیا اور مسلمانوں کے بارے میں جس کا اندیشہ تھا وہ مذہبی غلطی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ اپنے علماء کو رب بنالیا جائے مثلاً تحریم و تحلیل اللہ تعالیٰ کا حق ہے مگر علماء کو وہ حق دے دیا جائے اور وہ جسے حلال کہیں اسے حلال سمجھا جائے اور جسے حرام بتائیں اسے حرام قرار دیا جائے چنانچہ یہود و نصاریٰ نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ قرآن مجید میں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ

ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ. (التوبۃ ۳۱)

انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں حکم صرف یہ دیا گیا ہے کہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اس سے پاک ہے جو یہ شریک کرتے رہتے ہیں۔

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں عدی بن حاتم نومسلم عیسائی کی یہ روایت موجود ہے کہ جب سورۃ توبہ کی آیت مذکورہ نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگوں نے اپنے علماء اور پیشواؤں کو خدا کب مانا تھا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ایسا نہیں تھا کہ یہ علماء اور راہب جس چیز کو حلال ٹھہرادیتے اسے لوگ حلال مان لیتے حضرت عدی بن حاتم نے تسلیم کیا کہ ایسا تھا آپ نے فرمایا کہ علماء اور راہبوں کو رب بنالینے کا مطلوب یہی ہے۔

مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آیت میں مسلمانوں کیلئے بھی بڑی عبرت ہے انہوں نے بھی مختلف اماموں اور مشائخ کو مستقل مطاع قرار دے کر عملاً انہیں معصومیت بلکہ خدائی کے مرتبہ پر پہونچا دیا ہے، قرآن کی صریح آیت کو اپنے ضمیر کی صریح شہادت کو، کھلے ہوئے مشاہدہ کو، سب کو چھوڑ دیں گے لیکن اپنے شیخ کے قول کو نہ چھوڑیں گے امام رازی نے اس موقعہ پر اپنے استاذ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میری نظر سے ایسے مقلدین گزرے ہیں جن کے سامنے ان کے مسلک کے خلاف میں نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھکر سنائیں انہوں نے آیات کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا ان کی طرف التفات نہ کیا الٹے حیرت سے میری طرف دیکھتے رہے کہ انکے اسلاف کے مسلک کے خلاف یہ آیات قرآنی کیونکر ہوسکتی ہے اور تاویل بجائے انکے اقوال میں کرنے کے خود ان آیات میں کرنا چاہیئے۔" (تفسیر ماجدی ۳۷ ص ۲۶)

بہر حال سورۃ توبہ کی آیت مذکورہ جسمیں توحید کے تین بنیادی نکتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن نے اہل کتاب کو مسلمانوں کیساتھ اتحاد کی جو دعوت دی وہ ہر دور کے مسلمانوں کیلئے بھی مشعل راہ ہے کاش دنیا کے مسلمان توحید خالص کو مرکز و محور قرار دیتے ہوئے اپنے دینی و فقہی اختلافات کو ختم کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ •

دوسری اور آخری قسط

حدیث کی جمع و تدوین

محمد شمیم یار محمد

تکمیل دین اور حفاظت حدیث :-

دین جو زندگی کا نظام حیات ، زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرنے والا ہے وہ کامل و مکمل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (المائدہ : ۳)

آج ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ۔

لیکن اس کا لازمی تقاضا ہے کہ شروع ہی سے حدیث کی حفاظت کی جاتی کیونکہ حدیث دین اسلام کا ایک بنیادی سرچشمہ ہے بغیر اس کی حفاظت کے دین مکمل نہیں ہو سکتا ہے . لہٰذا معلوم ہوا کہ دین کی تکمیل کے لئے حفاظتِ حدیث شرط ہے ، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام اور بعد کے محدثین نے ذخیرۂ حدیث کو اپنی جانوں سے زیادہ حفاظت کر کے بعد کی نسلوں تک پہنچایا ۔ چنانچہ اس کی حفاظت کے لئے انہوں نے مختلف علوم و فنون ایجاد کئے جن پر غیر مسلمین بھی حیران و ششدر ہیں . مثال کے طور پر علم جرح و تعدیل ، علم اسماء الرجال ، علم تلفیق حدیث وغیرہ جن کے ذریعہ علم حدیث کی حفاظت و جمع و تدوین میں بڑی مدد ملی ہے ، ہم مختصر طور پر ان علوم کے بارے میں وضاحت کر رہے ہیں ۔

علم جرح و تعدیل :-

اس علم کے اندر نہایت باریک بینی، نکتہ رسی اور شرح وبسط کے ساتھ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی راوی کے متعلق یہ رائے کس بنیاد پر قائم کی جائے کہ وہ ثقہ اور معتبر تھا یا نہیں؟ راوی کے وہ کیا صفات ہیں جن کی بنا پر اس کی روایت معتبر یا غیر معتبر قرار دی جائے گی، غرضیکہ اس علم میں رجال و رواۃ حدیث کے احوال سے خاص خاص الفاظ میں بحث کی جاتی ہے جن سے ان راویوں کے درجات و مراتب معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صیانت حدیث میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے، راویوں کی جانچ پڑتال ہو جاتی ہے جس سے غیر معتبر راوی کی روایت وجود میں نہیں آتی ہے، اسی لئے اس فن میں بہت سے علماء و محدثین نے کتابیں لکھی ہیں[1]۔

علم اسماء الرجال :-

یہ علم فن حدیث کا نصف علم ہے کیونکہ حدیث متن و سند کا نام ہے اور اسماء الرجال سند کے رواۃ و رجال کی معرفت کا نام ہے اس فن سے راوی کے جملہ حالات معلوم ہو سکتے ہیں کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوا؟ کب اور کہاں وفات پائی؟ اس نے کن کن محدثین سے علم سیکھا؟ حدیث کے ساتھ اس کا شغف کیسا تھا؟ مشاغل کیا تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ حافظہ قوی تھا یا کمزور؟ ثقہ تھا یا غیر ثقہ؟ عالم تھا یا جاہل؟ غرضیکہ اس علم سے اس کی زندگی کے تمام گوشے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اسی لئے ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس میں صرف کر دیں۔ قریہ قریہ، شہر شہر پھرے۔ راویوں سے ملے اور بہت سی مصیبتیں برداشت کرکے اس علم کو انہوں نے سیکھا[2]۔

علم تلفیق حدیث :- تلفیق حدیث وہ علم ہے جس میں بظاہر متناقض حدیثوں میں

---

[1] :- اختصار بحث "علم جرح و تعدیل" معارف و معارف مؤلفہ قاضی محمد اطہر مبارک پوری۔

[2] :- اختصار بحث "فن اسماء الرجال" کتابت حدیث مؤلفہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی۔

تطبیق دی جاتی ہے کبھی حدیث عام کو خاص کر کے کبھی مطلق کو مقید کر کے یا پھر بظاہر متناقض حدیثوں کو متعدد واقعات پر محمول کر کے تطبیق دی جاتی ہے، الغرض احادیث کے تناقض کو تطبیق کے ذریعہ ختم کرنے کو تلفیق حدیث کہتے ہیں لے

اور اس کے علاوہ بہت سے علوم و فنون وجود میں آئے جن سے حفاظت حدیث کے سلسلے میں بڑی مدد ملی جیسے علم ناسخ و منسوخ، علم علل حدیث اور علم مصطلح حدیث وغیرہ۔

بہرحال حفاظتِ حدیث کے لئے علمار اسلام نے بڑی جد و جہد کی ہیں اور ہر دور میں اس کی جمع و تدوین مختلف انداز سے کی ہیں۔ اگلے صفحات میں ہم انہیں مختلف ادوار کا ذکر کر رہے ہیں جن میں مختلف انداز سے حدیث کی جمع و تدوین کی گئی۔

جمع و تدوین حدیث کے چار ادوار:۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ ان ادوار کا ذکر کریں جن میں تدوین حدیث کی طرف بڑی خصوصی توجہ دی گئی اور مختلف اعتبارات سے احادیث کی جمع و تدوین کا کام ہوا، فہم کی آسانی کے لئے ہم تدوینِ حدیث کے چار ادوار قائم کرتے ہیں اور اختصار کے ساتھ یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہر دور میں کس انداز سے احادیث کی جمع و تدوین کا کام ہوا۔ واللہ ولی التوفیق وھو المعین۔

پہلا دور صحابہ و اکابر تابعین کا زمانہ:۔

اس دور میں اکا دکا تحریروں اور چھوٹے چھوٹے صحیفوں کے علاوہ احادیث کے بہت سے ضخیم مجموعے بھی معرض وجود میں آئے، خطوط کے ذریعہ روایتِ حدیث کا طریقہ بھی رائج ہوا، غرض صحابہ کرام و تابعین عظام نے اپنے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی حفاظت کے لئے غیر معمولی کوشش سے کام لیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس کو آنیوالی نسل کے لئے محفوظ و مدون کر دیا اور اس میں ایک حرف کا بھی فرق نہ کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حفظ حدیث میں کھپ کر یہ امانت تابعین کو پہنچائی اور

لے:۔ معاثر و معارف مولفہ قاضی محمد اطہر مبارکپوری بحث "علم تلفیق حدیث"۔

تابعین نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اسے تبع تابعین کے سپرد کردیا اور پھر نسلاً بعد نسل یہ مقدس امانت اس طرح ایک دوسرے کو ملتی رہی کہ کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدیل نہ ہوا جیساکہ پرانی قوموں نے اپنے نبیوں کی تعلیمات میں لفظی و معنوی تغیر پیدا کردیا، جس کی وجہ سے اس کی حیثیت صرف افسانے کی طرح رہ گئی تھی، بہرحال آخری رسول کی تعلیمات کے ساتھ ایسا نہ ہوا جو علمار اسلام کی شدتِ احتیاط کا نتیجہ ہے۔

اس دور کے تحریری سرمائے:۔

احادیث وسیر اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سے ایسے تحریری احکام و فرامین کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں اسی دور میں کتاب کی شکل میں مدّون کیا گیا وہ مجموعے درج ذیل ہیں۔

۱۔ صحیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ۲۔ صحف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

۳۔ سعید بن جبیر کی کتابیں ۴۔ مجموعہ ابوبردہ اشعری

۵۔ الصادقہ: مجموعہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

اسی طرح کبار تابعین کے پاس متعدد مجموعے تھے، ان کے یہ مجموعے وفاتِ نبویؐ کے سو سال کے اندر اندر کے ہیں اور کچھ اس کے بعد کے بھی ہیں۔

الغرض کبار تابعین کے دور میں بھی احادیث کی بہت سی کتابیں مرتب ہوئیں امام زہری (متوفی ۱۲۴ھ) کی حدیثوں کے دفاتر اونٹوں پر لادے جاتے تھے، امام حسن بصریؒ، ہشام بن عروہ، رجاء بن حیوہ وغیرہ کی احادیث کے مجموعے موجود تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کا ایک مجموعہ ان کے تلمیذ ہمّام بن منبہ نے ۵۸ھ میں مرتب کیا تھا جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اسی طرح سے اور بہت سے مجموعے اسی دور میں مدون کئے گئے۔

دوسرا دور تدوین حدیث کی ابتدار:۔

گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جمع حدیث کے پہلے دور میں باقاعدہ خلافت کی جانب سے احادیث وسنن کے مدون کرنے پر زور نہیں دیا گیا بلکہ

صحابہ کرام و تابعین نے انفرادی طور پر جمع و ترتیب کا کام جاری کیا، لیکن جب صحابہ کرام جو اسلام کے چلتے پھرتے مدرسے اور اسلامی تعلیمات کی جیتی جاگتی تصویر تھے دنیا سے اٹھنے لگے اور شمع رسالت سے براہ راست کسب نوری کرنے والے راویوں کی کمی ہونے لگی تو ضرورت محسوس کی گئی کہ اسلام کے اصول و فروع اور اس کے تشریعی احکام و تعلیمات یعنی احادیث و سنن کو باقاعدہ مدون و منضبط کیا جائے اور ان کے لئے سینوں کے بجائے سفینوں کو جگہ بنائی جائے، لہذا اس دور میں خلافت کی جانب سے باقاعدہ احادیث و سنن مرتب کئے گئے۔

چنانچہ عمر بن عبد العزیز ؒ نے (جو خلیفۂ وقت تھے) جملہ قضاۃ و گورنروں کو جمع احادیث کے سلسلے میں تاکیدی خطوط لکھے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ ملک کے قاضیوں و امیروں نے اپنے حلقہ سے تلاش و جستجو کے بعد احادیث کے مجموعے تیار کئے اور ان کو دربار خلافت میں پیش کیا، تدوین حدیث کی یہ تحریک خلافت کی طرف سے پہلی صدی کی آخری دہائی کی آخر میں ہوئی اور دوسری صدی کے ربع میں اس کا باقاعدہ کام شروع ہو گیا حتی کہ ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان تمام مرکزی شہروں میں احادیث کے مجموعے مدون و مرتب ہو گئے۔

اس دور کی خصوصیات اور کتب حدیث کا اجمالی تذکرہ :۔

اس دور کے ائمہ حدیث دوسری صدی ہجری کے ہیں، اس دور میں حدیث و سنن کی تدوین و ترتیب باقاعدہ خلافت کی طرف سے بلکہ خلیفۂ وقت کے حکم سے کی گئی۔ اس دور کی تصنیفات کی خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں فقط حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے ساتھ صحابۂ کرام کے اقوال اور کبار تابعین کے فتاوے بھی درج کئے گئے اس طرح گویا ہر امام کی کتاب اس کے فقہی مسلک کی آئینہ دار تھی۔ نیز پہلی صدی کی کتابوں میں عموماً کوئی خاص ترتیب لکھنے والوں نے قائم نہیں کی تھی۔ انہوں نے احادیث کو صرف جمع کیا تھا مرتب نہ فرمایا تھا اور اس دور کی کتابوں میں احادیث کو مرتب کیا گیا۔

اس دور میں بہت سی کتابیں مدون کی گئیں ان میں سے مشہور کتابیں حسب

ذیل ہیں۔

۱۔ موطا امام مالکؒ سنہ ۱۷۹ھ ۲۔ مصنف شعبہ بن حجاج سنہ ۱۶۰ھ

۳۔ مصنف لیث بن سعد مصری سنہ ۱۷۵ھ ۴۔ مصنف سفیان بن عیینہ سنہ ۱۹۸ھ

۵۔ مسند امام شافعیؒ سنہ ۲۰۴ھ ۶۔ مختلف الحدیث امام شافعی

۷۔ مصنف عبدالرزاق بن ہشام صنعانی سنہ ۲۱۱ھ

۸۔ کتاب الآثار للامام محمد بن حسن شیبانی سنہ ۱۸۹ھ

۹۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ امام محمدؒ ۱۰۔ کتاب الآثار امام یوسفؒ

ان کے علاوہ اور بہت سی تصنیفات ہیں جو اس دور کے ائمہ سنن اور حفاظ حدیث نے تدوین فرمائیں۔

تیسرا دور — حدیث کی مستقل تدوین

تیسری صدی ہجری کا دور تمام اسلامی علوم کے ترقی کا دور ہے۔ اس دور میں اندلس سے لے کر حدود ہند تک ہر قصبے و ہر شہر میں علماء و فقہاء، محدثین و مفسرین اور ارباب دین کی مقدار بہت زیادہ تھی جو اسلامی علوم کی جمع و تدوین میں کوشاں تھے۔ اس دور میں بڑے بڑے ناقدین حدیث، ائمہ فن اور باکمال مصنف موجود تھے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس دور کے خاتمے تک علماء اسلام نے جس موضوع پر لکھ دیا وہی بعد میں آنے والے علماء و مصنفین کا سرمایۂ علم وفن ٹھہرا یہ اور بات ہے کہ بعد میں حدیث کی تہذیب و تنقیح کے لئے الگ الگ شعبے قائم ہوئے۔ اور مجمل کو مفصل کیا گیا مگر ان کا محور اسی دور کی تصنیفات تھیں۔

اس دور کی تدوینی خصوصیت

اس سے پہلے ادوار میں احادیث رسول کے ساتھ اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین بھی مدوّن ہوا کرتے تھے۔ اور ہر کتاب مصنف کے مختار مسلک کی ترجمانی کرتی تھی لیکن اس دور میں تہذیب و تحقیق سے کام لیتے ہوئے صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاوے کتب

حدیث سے الگ کر دیئے گئے۔ اور صرف احادیث رسول کی تدوین کا رواج رہا۔

نیز اس دور میں علم حدیث کو بڑی ترقی ہوئی۔ اور اس فن کا ایک ایک شعبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس دور میں محدثین اور ارباب روایت نے طلب حدیث میں بحر و بر کا طویل سفر کیا اور دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ ایک ایک شہر ایک ایک قریہ میں پہنچ کر تمام منتشر اور پراگندہ روایتیں کو یکجا کیا۔ صحت سند کا التزام کیا گیا۔ اسماء الرجال کی تدوین ہوئی۔ جرح و تعدیل کا مستقل فن وجود میں آیا۔

تدوین کا مختلف انداز

اس دور میں حدیث کی ترتیب و تدوین مختلف انداز سے کی گئی۔ بعض ائمہ نے اپنی تصنیف میں ہر قسم کی احادیث جمع کیں اور صحیح اور غیر صحیح کا لحاظ نہ رکھا۔ بعض نے یہ التزام کیا کہ صرف صحیح احادیث کو جمع کیا جیسے امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) اور ان کے شاگرد امام مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا ہے۔

اسی طریقے سے بعض ائمہ حدیث نے اپنی تصنیفات کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیکر اس کو سنن بنایا۔ بعضوں نے اپنی کتاب میں صحابہ کی ترتیب پر حدیث ترتیب دیکر مسند بنادیا۔ بعضوں نے شیوخ کی ترتیب و تدوین پر جمع کرکے اپنی کتاب کو معجم بنادیا۔ اسی طرح اور بھی مختلف طریقوں سے اس دور میں حدیثیں مدون کی گئیں۔ غرضیکہ سنن، جوامع، معاجم وغیرہ جو کتب حدیث کی مشہور قسمیں ہیں اسی زمانے کی پیداوار ہیں۔

اس دور کے تحریری سرمائے

اس دور میں احادیث کی لاتعداد کتابیں لکھی گئیں۔ کچھ مشہور کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ صحیح بخاری (۲۵۶ھ) ۲۔ صحیح مسلم (۲۶۱ھ) ۳۔ سنن ابی داؤد (۲۷۵ھ)

۴:۔ سنن نسائی (۳۰۳ھ) ۵:۔ جامع ترمذی (۲۷۹ھ) ۶:۔ سنن ابن ماجہ (۲۷۳ھ) ۷:۔ مسند امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) ۸:۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۵ھ) ۹:۔ المنتقی فی الاحکام ابن الجارود (۳۰۷ھ) ۱۰:۔ تہذیب الآثار محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ)

اس کے علاوہ اور بہت سی کتب احادیث کی اس دور میں جمع و تدوین کی گئیں لیکن ان سب کا ذکر کرنا ہمارا موضوع بحث نہیں۔ اس لئے دس مشہور کتابوں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔

چوتھا دور ــــــ علم حدیث کی تنقیح و تہذیب

اس دور میں صرف دوسرے اور تیسرے دور کی کتابوں کی طرف مراجعت کرکے کتب حدیث کی تدوین و ترتیب اور جمع و تالیف میں اور احادیث و رجال کی تحقیق میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا گیا۔ اس دور میں جو حضرات آئے انھوں نے اپنے پیش روؤں کی خوشہ چینی کی اور ایسے ائمہ و محدثین اس دور میں بہت کم پیدا ہوئے جنھوں نے من حیث الفن فن حدیث میں کوئی اضافہ کیا ہو۔ متقدمین نے جو کچھ کیا تھا دوسروں کی تقلید میں نہیں کیا تھا بلکہ خود اپنی تحقیق کی بناء پر کیا تھا۔ مگر اس دور میں جو کچھ بھی کیا گیا متقدمین کے نقش قدم پر چل کر کیا گیا۔ اس دور کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ سنن و احادیث کی جمع و تدوین، رواۃ حدیث کی جرح و تعدیل اور علل احادیث کی جمع و تدوین، کا کام اسی دور میں کیا گیا۔ اور اسی دور میں تکمیل کو پہنچا۔ اس وقت اجتہاد کی ضرورت ختم ہوگئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس دور میں احادیث کے لکھنے کا رنگ بدل گیا چنانچہ کسی مصنف نے طرز بیان بدل دیا کسی نے جداگانہ ترتیب قائم کی کسی نے ایجاز و اختصار سے کام لیا اور کسی نے حدیث و فقہ میں ہم آہنگی پیدا کی، بعض علماء نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو یکجا کیا نیز ایسی احادیث کا اضافہ بھی کیا جو صحیح ہیں مگر صحیحین میں نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں علماء بہت مشہور ہیں۔ محمد بن عبداللہ جوزقی ۳۸۸ھ، اسماعیل بن احمد المعروف بابن فرات ۴۱۴ھ، محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی ۴۸۸ھ، غرضیکہ اسی طرح اور بہت سے کارنامے اس دور میں انجام دئے گئے جن سے اس دور کی کتب احادیث کی تنقیح و تہذیب کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح جو پوری دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اسی دور کا ایک

بہترین سرمایہ ہے جو امام محمد بن خطیب طبریزی ۷۳۶ھ کا بے مثال کارنامہ ہے جو آج پوری دنیا میں مشہور ہے، دراصل انھوں نے مصابیح السنۃ (جو امام حسین بن مسعود بغوی کی تصنیف ہے) کے اندر ابواب کے عناوین قائم کئے ہر حدیث کے صحابی، راوی کا نام اور اس کتاب کا حوالہ دیا ہے جس میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ نیز صحاح وحسان کے علاوہ ایک تیسرا باب قائم کرکے اپنی طرف سے سنن وجوامع کی حدیثوں کا اضافہ کیا اور مہذب و مرتب کرکے اس مجموعہ کا نام "مشکوٰۃ المصابیح" رکھا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ متفقہ طور پر تمام دینی مدارس میں وہ کتاب داخلِ نصاب ہے۔ اور اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔

اس دور کے قابلِ ذکر سرمائے

ویسے تو اس دور میں بہت سی قابلِ ذکر کتابیں لکھی گئیں جن کا ذکر کرنے سے مضمون لمبا ہوجائیگا اس لئے چند کتابوں کے تذکرہ پر اکتفا کر رہا ہوں۔

المعجم الکبیر، المعجم الصغیر، المعجم الاوسط امام سلیمان بن احمد طبرانی ۳۶۰ھ، کتاب السنن دارقطنی ۳۸۵ھ، صحیح ابی حاتم محمد بن حبان بستی ۳۵۴ھ، صحیح ابوعوانہ یعقوب بن اسحٰق ۳۱۶ھ صحیح بن خزیمہ محمد بن اسحاق ۳۱۱ھ، صحیح المنتقیٰ سعید بن عثمان بغدادی ۳۵۳ھ، معانی الآثار، لابی جعفر طحاوی ۳۲۱ھ، جامع المسانید والالقاب، امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی ۵۹۷ھ مصابیح السنۃ، امام حسین بن مسعود بغوی ۵۱۶ھ، الحام فی احادیث الاحکام ابن دقیق العید ۷۰۲ھ بلوغ المرام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، السنن الکبریٰ امام احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ، عمدۃ الاحکام حافظ عبدالغنی بن الواحد مقدسی دمشقی ۶۰۰ھ، احکام الصغریٰ حافظ عبدالحق بن عبدالرحمٰن، المعروف بابن الخراط ازدی ۵۸۱ھ۔

اسی طرح حدیث کے اور بھی بہت سے قیمتی سرمائے ہیں جو اسی دور میں مرتب ہوئے جنھیں مضمون کے لمبا ہونے کے خوف سے میں نے ذکر نہیں کیا۔

یہ ہیں تدوینِ حدیث کے چار ادوار جن کا اجمالی ذکر کیا گیا۔ یقیناً حدیث کی حفاظت و صیانت میں ان ادوار کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل ہے اور ان ادوار کے لوگوں نے حدیث کو مدون

دمرتب کرکے ایسا قابلِ فخر فن بنادیا ہے جس پر ہر دور کے اصحاب علم وتحقیق انگشت بدنداں نظر آتے ہیں، خاص طور پر جدید یورپ کے لوگ ائمۂ اسلام کے ان کارناموں پر حیران و ششدر ہیں۔

دورِ حاضر میں احادیث کی تخریج وتحقیق

گذشتہ ادوار پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث کے تمام ذخیرے مختلف انداز سے مرتب ومدون کر دیئے گئے۔ ان میں سے بہت سی تصنیفات طبع ہوگئی تھیں اور کچھ مجموعے غیر مطبوع ہی رہے، ان ادوار کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ علمائے اسلام احادیث کی صحت وسقم سے اچھی طرح واقف تھے مگر بعد میں علمی ذوق اور تحقیقی مزاج میں بڑی کمی واقع ہوگئی۔ اور لوگ صحت وسقم سے نابلد ہونے لگے۔

اس پس منظر میں دورِ حاضر میں احادیث کی تخریج وتحقیق کا بڑا اہم کارنامہ انجام دیا اور وہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ تخریج کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں مگر سب سے زیادہ کامل تعریف یہ ہے:

هو عزو الحديث الى مصادره من كتب السنة المشرقة وتتبع طرقه واسانيده وحال رجاله وبيان درجته قوة وضعفا (٢٠)

احادیث کو منسوب کرنا کتب سنت میں سے اس کے مصادر کی جانب، اور اس کے طرق، اس کے اسانید اور اس کے رواۃ کے حالات کی تلاش اور باعتبار صحت وضعف مقام حدیث کی وضاحت۔

تخریج کے بڑے اہم فوائد ہیں۔ مثلاً اس کے ذریعہ کسی حدیث پر غلط حکم لگانے سے بچا جا سکتا ہے۔ مختلف طرق سے مفید اضافوں کا پتہ چلتا ہے۔ بہت سے مدرج

(باقی صفحہ ٣٦ پر)

---

(١٩) تدوینِ حدیث کی یہ پوری بحث "مآثر ومعارف" کے مقالہ "تدوینِ حدیث کے چار ادوار" کا اختصار ہے جو ٢٨ صفحات پر مشتمل ہے۔ (٢٠) مقدمہ تحقیق "تدریب الراوی" ج ٢ ص ١٣٩ بحوالہ مقدمہ تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ٢

عبدالعظیم عالیاوی بجہا سند صارتہ نگر

حسد اسلام کی نظر میں

عام طور پر انسانی فطرت کا تقاضہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے کسی ہم جنس کو تفوق و برتری کے منارہ پر چڑھتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کے دل پر بڑی تکلیف ہوتی ہے، وہ اسے اچھی نظروں سے دیکھنا پسند نہیں کرتا اور وہ اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کی یہ ترقی سلب ہو کر مجھے حاصل ہو جائے یا کم از کم وہ اس سے محروم ہو جائے ایسی تمنا کو حسد سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ. (النساء/۵۴)

کیا یہ لوگ اللہ کی عنایت کردہ فضل پر حسد کرتے ہیں۔

حاسد کے دل پر محسود سے بغض و کراہت کی فضا پیدا ہوتی ہے جس سے اس کا دل دماغ پریشان رہتا ہے اور اس کی یہ مذموم حرکت معاشرہ پر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے جس سے پورا معاشرہ تباہی و بربادی کے دہانے پر آ پہونچتا ہے، چنانچہ معاشرہ میں جو بھی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایک صاحب بصیرت اس کو محسوس شکل میں بہ آسانی دیکھ سکتا ہے۔ اسی لئے علماء کرام و عمائدین ملت نے اس آرزوئے قبیحہ کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے یہ دل کی ایک مہلک بیماری ہے اور اس سے نیکیاں خاکستر ہو جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایاکم الحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار

الحطب۔ (ابوداؤد) تم حسد سے کنارہ کش رہو یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حاسد سے جب بھی اعمال رذیلہ رونما ہونے شروع ہوں تو محسود کو اس کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ جیسا کہ سورۃ الفلق میں وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔ سے حاسد کی حاسدانہ روش اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔

شیطانی آماجگاہوں میں حسد کا ذکر صف اول میں ہے۔ یہی وہ پہلا گناہ ہے جو ابلیس لعین سے سرزد ہوا کیونکہ ابتدائے آفرینش کے وقت ہی ابلیس اپنی حاسدانہ طبیعت کی بنا پر حضرت آدمؑ سے اللہ کے فضل وکرم کی عنایات دیکھ کر غم وغصہ سے جل بھن گیا اور سجدۂ آدم سے انکار کر دیا پھر أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔ (ص ۷۶) کہتے ہوئے اپنی برتری ثابت کرنی چاہی مگر راندۂ درگاہ ہو گیا۔

قابیل نے حسد ہی کی بنا پر اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یوسف علیہ السلام سے برادران یوسف کا رویّہ اور ان کے ساتھ نازیبا وناشائستہ سلوک حسد کی واضح دلیل ہے۔ خود حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی حاسدانہ طبیعت سے خوب واقف تھے جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے اظہار خواب پر آپ نے دوٹوک فرمایا تھا۔

لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا۔ (یوسف/۵)

اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنا دینا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے۔

اسی حاسدانہ طبیعت نے مدینہ منورہ کے یہودیوں کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول ماننے سے دور رکھ چھوڑا تھا۔ حالانکہ وہ بعثت سے قبل بڑی بیقراری و بیتابی سے بعثت رسولؐ کے منتظر تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے جب ایمان کی تنویر سے سرفراز فرمایا تو یہود ونصاریٰ اس نعمت غیر مترقبہ کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل بھن گئے اور انہیں اس صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

حسد جیسی بری عادت سے برکت بھی اٹھ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لایزال الناس بخیر مالم یتحاسدوا۔ (طبرانی) لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کریں گے۔

قلب وضمیر میں اگر کسی کی نعمت اور مقام و مرتبہ کے چھن جانے کا داعیہ پنہاں نہ ہو تو پھر اسے حسد نہیں بلکہ مسابقت الی الخیر کہیں گے۔ علماء نے اسے رشک، منافست اور مسابقت کا خطاب دیا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ۔ فرما کر اخروی نعمتوں کے حصول کے لئے منافست کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اس کی مثال اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں میں بآسانی تلاش کی جا سکتی ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ میں اپنا نفیس مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی تو صحابۂ کرام کے دلوں میں مسابقت الی الخیر کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام کے ایک قافلے کی تیاری میں پالان مع کجاوے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی صدقہ کر دیا۔ بعدہٗ ایک سو اونٹ پالان مع کجاوہ صدقہ کیا اور پھر ایک ہزار دینار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہو گئے آپؐ نے مسرت آمیز لہجے میں فرمایا۔

"آج کے بعد جو کچھ عثمان کریں انہیں ضرر نہ ہوگا" اس کے بعد پھر عثمان غنیؓ نے صدقہ کیا اور صدقہ کیا اس طرح نقدی کے علاوہ کہ ان کے صدقہ کی مقدار نو سو اونٹ ایک سو گھوڑے تک جا پہونچی۔

ایک طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال آغوشِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بکھیر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لیجانے کا داعیہ رکھے ہوئے تھے تو دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا سارا اثاثہ حاضرِ خدمت کر کے تمام صحابہؓ سے انفاق فی سبیل اللہ میں آگے بڑھ جانے کے متمنی و شیدائی تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ دو سو اوقیہ چاندی لے کر پہونچے۔ حضرت عباس، طلحہ، سعد بن عبادہ، محمد بن سلمہ،

(باقی صفحہ پر)

عبدالسمیع محمد ہارون راگھونگر بھوارہ مدھوبنی

یہی ہے دین و ایماں

دنیا میں بعض ایسی صداقتیں ہیں جنہیں کذب اور جھوٹ کا گہن کبھی نہیں لگ سکتا۔ کچھ ایسے اصول ہیں جو آفاقی طور پر معمول بہا ہیں اور کچھ اسباق اور تعلیمات ہیں جو ہر مذہب نے کم و بیش دی ہے اور اس طرح یہ اصول اور تعلیمات آفاقی صداقت و اہمیت کا حامل اور ابدی سچائی کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس طرح دنیا کے مذاہب میں مشترک طور پر پائی جانے والی یہ تعلیمات ہر طور پر اہمیت کا حامل اور اسی طرح بے پایاں فضیلت کی مالک بن جاتی ہیں۔ سچ بولو، جھوٹ مت بولو، ظلم سے بچو، مظلوم کی مدد کرو، حق کی مدد کرو، باطل سے جہاد کرو، خود کو وقف کر دو، دوسروں کو ترجیح دو، غریبوں کی مدد کرو، بھوکوں کو کھلاؤ محتاجوں کے کام آؤ ــــــ یہ سب ایسی آفاقی تعلیمات ہیں جو بلا امتیاز ارضی و سماوی تمام مذاہب نے دی ہیں اور اسی حیثیت سے یہ عمل اور اس کا عامل فضیلت و اجر کا مستحق ہے۔ خدمتِ خلق، اللہ کی مخلوقات کے کام، ان کے دکھ اور سکھ میں کام آنا، ضرورتوں میں ان کی ضرورت کو پورا کرنا اور غریب و نادار مسکین و محتاج ہر ایک کی مدد اور خدمت ــــــ یہ بھی انہی آفاقی تعلیمات کا ایک اہم جزء ہے جس کی اہمیت اور ضرورت ہر ایک مذہب نے تسلیم کی ہے اور اسی لحاظ سے اس پر اپنے ماننے والوں کو عمل کے لئے آمادہ کیا اور اس کی فضیلت و اہمیت بھی بتادی۔ دراصل خدمتِ خلق کا جذبہ ایک ایسا پاکیزہ جذبہ ہے جسے ریا و نمود کا گہن نہیں لگ سکتا۔ ایک ایسی خدمت ہے جو بے لوث ہوتی ہے۔ ایک ایسا عمل ہے جس میں نہ ستائش کی تمنا

ہوتی ہے اور نہ صلے کی پرواہ ہوتی ہے یہ ایک ایسا خیال ہے جو خالص رب کی خوشنودی
سے سرشار ہو کر بیدار ہوتا ہے اور اللہ ہی سے اجر ثواب کی امید سے کیا جاتا ہے۔
ایک شخص اجنبی راہوں میں رو بہ سفر ہے۔ ایسے میں ایک اجنبی انسان جو وقت اور حالات
کے آہنی خنجر سے لہو لہان ہوتا ہے' بھوک کی شدت سے بے چین ہو کر افلاس کی
سختی سے پریشان ہوتا ہے وہ مفلس بدحال دستِ سوال دراز کر دیتا ہے اور خدا
کے نام پر کچھ مانگتا ہے اور وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ مفلوک الحال اس کی سخاوت
سے مسرور ہوتا اور بے جھجک اس کی سلامتی و بھلائی کے لئے دست دعا اٹھاتا
ہے یہی تو خدمت خلق ہے' کتنا اور کس قدر پاکیزہ جذبہ ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے
اس لئے کہ وہ خدا کی توفیق سے ادا کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس لئے بھی کہ یہ عمل
کرتے وقت بظاہر اس کے نفس کو بڑی کوئی مشقت نہیں جھیلنی پڑتی۔ ایک آدمی
روزہ رکھتا حج کرتا یا پھر کوئی دوسرا فرض ادا کرتا ہے تو اسی طرح اس کے نفس کو ایسی
کوئی بڑی رکاوٹ بظاہر پیش نہیں آتی جو اس عمل کی راہ میں مزاحم یا رکاوٹ بن سکے۔
اس کے برعکس مخلوق خدا کی خدمت کا جب موقع آتا ہے تو اس راہ میں سب سے بڑی
چیز جو مزاحم بن کر کھڑی ہوتی ہے وہ یہی نفس کی ناپسندیدگی ہے۔ ایک آدمی جو خود
محتاج و ضرورت مند ہے وہ دوسرے سے مدد کی درخواست کرتا ہے' مگر اس وقت
دوسرا تیار نہیں ہو پاتا۔ نفس انسان کا مزاحم بنتا ہے اور سرگوشی کرتا ہے کہ ہمیں تم سے کیا
مطلب؟ مسئلہ تمہارے ساتھ درپیش ہے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ ہم خود کو تمہاری
پریشانیوں کا بلا وجہ شریک و سہیم کیوں کر بنائیں۔ ایسا انسان کا نفس سوچتا اور سوچنے پر مجبور
کر دیتا ہے کیونکہ انسان غرض پسند اور مطلب پرست ہے وہ ایسی چیزوں میں شریک کیوں
کر ہو جیسیں اس کے لئے فائدہ نہ ہو بلکہ اس پر مستزاد خود کو دوسروں کے ساتھ پریشان
کیوں کرے؟ یہ وہ خیال ہے جو سب سے پہلے اور سب سے بڑی رکاوٹ بن کر خدمت
خلق کی راہ میں کھڑی ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ شخص جو دوسروں کی مدد و معاونت کے
لئے شیطنت بھرے اس خیال کو نکال باہر کر کے کھڑا ہوتا ہے تو بلاشبہ وہ جذبہ دنیا کا

سب سے صادق جذبہ اور پاکیزہ و مقدس عمل ہوتا ہے کہ وہ دوسرے بدحال اور پریشانی کے کام آتا ہے۔ وہ ہاتھ سب سے پاکیزہ ہوتا ہے جو کسی کی آنکھوں سے بہنے والے اشک و لہو کو پوچھتا ہے، وہ پاؤں سب سے خوش نصیب ہے جو کسی دوسرے بھائی کی خدمت کے لئے رو بہ سفر ہوتا ہے۔ بلاشبہ وہ شخص نیک اور نیکی کا پیکر ہے جس کی ذات خلق خدا کی خدمت کے لئے وقف ہو۔ دوسروں کی ضروریات پوری کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنا، دوسروں کے غم بانٹنا، الغرض دکھ اور سکھ ہر ایک میں اس کا شریک و سہیم رہنا ہی اس کی زندگی کا مقصد اور وہی اس کی منزل ہے۔
بلاشبہ یہ عامل اپنے اس عمل ہی کی طرح عظیم بلکہ عظیم تر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں دوسروں کی خدمت کو بہت سراہا گیا ہے۔ بدحال اور پریشان حال کی بدحالی دور کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بخاری شریف کی مشہور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے کام میں لگا رہے گا اور اس کی ضرورت کو پورا کریگا اور جو کوئی کسی دوسرے مسلمان بھائی کی پریشانی کو دور کر دے گا اللہ اس کی پریشانی کو دور کرے گا۔ جو آدمی کسی دوسرے آدمی کے عیب کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو قیامت کے دن چھپائے گا۔ ایک جگہ یہ بھی ہے واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔
اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے دوسرے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی بعض مخلوق ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ لوگ اپنی ضرورت کے وقت ان کے پاس جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عذاب سے بےخوف رہیں گے اور امن کی زندگی بسر کریں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی نعمتیں اس لئے مرحمت فرمائے ہوئے ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں۔ خوشی سے یہ کام انجام

دیتے رہیں نہ اس سے اکتائیں اور نہ گھبرائیں اور جب وہ لوگ خدمتِ خلق سے تنگ دل ہو کر اکتا جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے ان نعمتوں کو چھین کر دوسروں کے حوالے کر دے گا ـــــ اسی پر بس نہیں ہے خدمتِ خلق کو انسان کا سب سے بڑا اور پاکیزہ عمل تبلایا گیا ہے اور اسے بجالانے والے کو ایک عابد و زاہد سے بہتر تبلایا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی غزوہ سے مدینہ واپس ہوئے تو ایک ساتھی کی بڑی تعریفیں کرنے لگے کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے راستہ میں برابر قرآن مجید پڑھتا رہا۔ جہاں کہیں بھی ہم لوگوں نے پڑاؤ کیا وہ وہاں نفلی نمازیں کثرت سے پڑھتا رہا۔ ایسا نیک آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سامان کی دیکھ بھال کون کرتا تھا اور اس کی سواری کو چارہ کون کھلاتا تھا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا "ہم نے اس کے سامان کی نگرانی کی اور اس کی سواری کو چارہ دیا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم اس سے بہت اچھے ہو کیونکہ تم لوگوں نے خدمت کی ہے۔ (ابوداؤد) یہ ہے خدمتِ خلق، اور یہ مقام ہے خلقِ خدا کی خدمت کرنے والے کا۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنا ضرورتمندوں کے کام آنا اور مسکینوں محتاجوں کی مدد کرنا ہی دین کی اصل اور اساس ہے اور اسی واسطے خلقِ خدا معرضِ وجود میں بھی . . . .

سچ ہے ؎

یہی ہے عبادت یہی ہے دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اور یہ بھی کہ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

ملک عبدالرشید عراقی

جیلوں میں علمی اور اصلاحی خدمات

درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ علم و فن کی ایک خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن اشخاص کو ان نعمتوں سے نوازا ہے وہ اس میں ہمہ تن مصروف عمل رہے ہیں۔ جیل سے باہر ہوں یا جیل کے اندر، ان کا قلم رواں دواں رہتا ہے۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں سینکڑوں ایسے باکمال اشخاص نظر آئیں گے جنھوں نے جیلوں کے اندر ایسے علمی کارنامے سرانجام دئے کہ وہ یادگار رہیں۔ اور ان کی شخصیات علم و فن کی خدمات کی بنیاد پر تاریخ کے صفحات پر نقشِ دوام بن گئیں۔

توحید کی نشر و اشاعت اور علم کی شمع روشن کرنے والوں میں جہاں سب سے پہلے انبیاءِ کرام کا نام آتا ہے اور ان کے بعد صاحب درس و تدریس، شاعر و ادیب، سیاسی رہنما، علمی خدمت گزار، حقائق و معارف کے راز داں اور فلسفہ و منطق کے نکتہ شناس آتے ہیں جنھوں نے علم کی شمع روشن کرنے میں اپنی زندگیاں وقف رکھیں۔

انبیائے کرام

انبیائے کرام میں سب سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام آتا ہے۔ جن کو مصر کے جیل خانہ میں قید رکھا گیا۔ اور آپ نے جیل میں دعوتِ توحید کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ان کے بعد خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا ہے۔ آپ نے ۳ سال شعب ابی طالب میں محصور رہ کر توحید الٰہی کا درس دیا۔

جیلوں میں علمی خدمات

جیلوں میں ارباب فضل و کمال، علمائے کرام، شعرائے عظام اور دانشوروں نے جو علمی خدمات سرانجام دیں، ان کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"اسلام کی تاریخ ایسے زندانیوں اور تنہا نشینوں کے کارناموں سے ناآشنا نہیں ہے۔ اسلام کے کتنے ناموَر علماء اور مصنفین گزرے ہیں جن کے قلم کی روانی کو ان کے زنجیر میں جکڑے ہوئے پاؤں کا سکون ایک لمحہ کے لئے بھی بند نہ کرسکا۔ امام ابو حنیفہؒ نے بغداد کی مجلس میں بیٹھ کر امام محمد شیبانی جیسا شاگرد پیدا کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے معتصم کے قید خانہ میں مجلسِ درس ہی کو گرم نہیں کیا بلکہ خلق قرآن جیسے فتنہ کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ اس کے دبانے میں جان کی بازی لگادی اور اتولی شیئاً من الکتاب والسنۃ سے کم کی دلیل سے پیچھے نہیں ہٹے۔ قاضی بکار مصری نے ابن طولون کے زندانِ مصر میں ایک کھڑکی سے منہ نکال کر علم کے شائقین کو تعلیم دی۔ امیہ بن عبدالعزیز اندلسی نے ۴۹۰ھ میں اسکندریہ آکر قید ہوئے تو اسی حالت میں ہیئت و ریاضی کی متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں۔" (مقدمہ کتاب الہدیٰ مصنفہ سیٹھ یعقوب حسن ج ا صـ۱۱)

امام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) جن کے علم و فضل، جلالت قدر اور علمی تبحر کی دنیا معترف ہے جیل جاتے ہیں تو وہاں توحید و سنت کا درس دیتے ہیں اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی شغف جاری رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر کتاب الرد علی البکریؒ اور معارج الوصول جیسی کتابیں جیل میں لکھیں۔ ایک وقت آیا کہ حکومت نے جیل میں آپ سے کاغذ قلم دوات چھین لیا تو آپ نے کوئلے سے جیل کی دیواروں پر لکھنا شروع کر دیا۔

علامہ سرخسیؒ

شمس الائمہ سرخسی جو علمائے احناف میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں' المبسوط جیسی علمی کتاب جو ۱۵ جلدوں میں ہے' جیل ہی میں تصنیف کی۔

بوعلی سیناؒ

حکیم وقت بوعلی سینا جن کا حکمت میں کوئی ثانی نہیں۔ سیاست میں حصہ لینے کی پاداش میں جیل چلے گئے تو جیل خانہ ہی میں کتاب الہدایات اور کتاب القولنج جیسی علمی کتابیں لکھیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی

حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جن کے تجدیدی کارناموں سے علمی دنیا واقف ہے۔ عہدِ جہانگیری میں جیل گئے۔ اور گوالیار کے قلعہ میں نظربند ہوگئے۔ ایامِ اسیری میں آپ نے ۶۵۱ خطوط لکھے جو مختلف احباب کو بھیجے گئے۔ یہ خطوط محض خطوط ہی نہ تھے بلکہ کتاب و سنت کے شارح و ترجمان تھے۔

متبعین حضرت سید احمد شہیدؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی کی تحریک احیائے دین اور اقامتِ جہاد میں ان کے متبعین نے شوقِ جہاد کے سلسلے میں اپنی جانوں کی قربانیاں دیں۔ عمر بھر کے لئے جیل گئے۔ ان میں مولانا محمد جعفر تھانیسری بھی ہیں' جو اس تحریک کے نامور شاہسوار تھے۔ جیل گئے تو کالاپانی کے نام سے ایک لاجواب اور عدیم المثال، عمدہ اور بے نظیر کتاب لکھی۔ اور اسی تحریک کے ایک نامور رکن مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، تھے۔ جنھوں نے اٹک جیل سے ایسے علمی خطوط لکھے جو متحدہ ہندوستان میں اسلامی

انقلاب کا ایسا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں ؎

کہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

مولانا ابو الکلام آزادؒ

مولانا ابو الکلام آزاد جو محتاجِ تعارف نہیں، ان کی دینی وعلمی اور سیاسی بصیرت سے کون واقف نہیں۔ ان کی زندگی کا معتد بہ حصہ قید وبند کی صعوبتوں میں گزرا ۱۳، ۱۴ سال جیل میں گذارے۔ اردو ادب میں خطوط نگاری کا شاہکار اور زندہ نمونہ "غبار خاطر" ان کی جیل ہی کی یادگار ہے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی:

"حسرت موہانی کی نظمیں، مولانا ابو الکلام آزاد کی تحریریں، مولانا محمد علی جوہر کی تقریریں سب اسی حجلہ زندان میں بنیں اور سنوریں۔"

مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ

مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کے باعظمت رفیق، خاندان غزنویہ امرتسر کے چشم وچراغ جن کے بارے میں مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کہا تھا ؎

قائم ہے ان سے ملت بیضا کی آبرو
اسلام کا وقار ہیں داؤد غزنوی
رجعت پسند دیکھ کر ان کو یہ کہہ اٹھے
آیا ہے سومنات میں محمود غزنوی

جن کی حق پرستی، عظمتِ کردار اور تقویٰ شعاری اور راست بازی نے پورے ملک میں ان کو مرکزِ عقیدت واحترام بنائے رکھا۔ جیل جاتے ہیں اور سنت یوسفی کو زندہ کر کے ہدایت ورہنمائی کے نقوش سے کتنوں کی زندگیاں بدل دیتے ہیں۔

مولانا محمود حسنؒ

شیخ الہند مولانا محمود حسن مرحوم سے کون واقف

نہیں۔ وہ دیوبند کی مسند کے صدر نشین کی حیثیت سے پورے برصغیر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں قید کیے جاتے ہیں۔ مختلف جیلوں میں رکھے جانے کے بعد آخر جزائر مالٹا میں قید کیے جاتے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے ۱۰ پارں کا ترجمہ اور سورۃ النساء تک حواشی جیل میں لکھے۔

سیٹھ یعقوب حسنؒ

سیٹھ یعقوب حسن جو مدراس کے ایک بہت بڑے رئیس ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑے عالم و فاضل شخص تھے۔ جیل گئے تو قرآن مجید کی ایک تفسیر کتاب الھدیٰ کے نام سے لکھی۔ جس کا مقدمہ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے لکھا۔

مولانا حسرت موہانیؒ

مولانا فضل الحسن حسرت موہانی جو تحریکِ آزادی کے ایک نامور رہنما تھے۔ جن کی سیاسی بصیرت کا پورا برصغیر معترف ہے۔ اردو ادب میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ زندگی کے کئی سال جیل میں گزارے۔ خود فرماتے ہیں ؎

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

قید و بند کے ساتھ علمی شغل بھی جاری رکھا۔ ان کے دیوان کا معتدبہ حصہ مختلف جیلوں کی دین ہے۔ حسرت جیل سے نہیں گھبراتے تھے۔ الٹا اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ خود فرماتے ہیں ؎

بے کار ڈراتے ہو مجھے قیدِ ستم سے
واں روح و وفا اور بھی آزاد رہے گی

مولانا ظفر علی خانؒ

مولانا ظفر علی خانؒ جیسا نڈر، بے باک، جری، عالم، صحافی، شاعر اور سیاستدان

پورے برصغیر پاک وہند میں پیدا نہیں ہوا۔ خود فرماتے ہیں ؎

حاسدان تیرہ باطن کو جلانے کے لئے
تجھ میں اے پنجاب اقبال و ظفر پیدا ہوئے

ان کے بارے میں جنرل ایڈوائر نے کہا تھا کہ:
"ظفر علی خاں ماں کے پیٹ سے قلم دوات لے کر پیدا ہوا ہے۔

مولانا ظفر علی خاں نے اپنی زندگی کے ۲۵ سال جیل میں گزارے "غلبۂ روم کتاب" آپ نے جیل میں لکھی۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا کہ:
"ظفر علی خاں کی رہائی سے اسیری ہی بھلی کہ جیل سے ایسا انوکھا علمی اور عمدہ تحفہ لائے ہیں۔"

مولانا مودودیؒ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے کون واقف نہیں، آپ کا شمار عالم اسلام کے ممتاز مفکرین میں ہوتا ہے۔ آپ بھی کچھ عرصہ جیل میں رہے اور وہاں اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" کے لکھنے میں مصروف رہے۔

شورش کاشمیریؒ

جناب آغا عبدالکریم شورش کاشمیری ایک بلند پایہ شاعر، صحافی، مصنف اور خطیب تھے۔ پورے برصغیر میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔ آپ کی تقریر و تحریر سے حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ آجاتا تھا۔ آپ کی کتاب "پسِ دیوارِ زنداں" ایام اسیری کی مکمل داستان ہے۔ جو آپ نے جیل ہی میں لکھی۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

"پسِ دیوار زنداں" یہ کہانی نہیں کئی کہانیاں ہیں۔ ان کہانیوں میں دار و رسن کے نوحے بھی ہیں اور شعر و سخن کے زمزمے بھی۔ قید تنہائی کا سناٹا بھی ہے اور زور ظلم کا فراٹا بھی۔ آنسوؤں کی

ملال بھی ہے اور آہوں کا ہالہ بھی، پچھلے پہر کی یادیں بھی ہیں، دیدۂ و دل کی فریادیں بھی۔ دوستوں کی باتیں بھی ہیں اور دشمنوں کی گھاتیں بھی۔ ہجر کی رات بھی ہے وصل کی بات بھی۔ غرض زلف و زنجیر کے رشتے اور زخم و مرہم کے ناطے، اس کہانی کے بین السطور کی آبرو ہیں۔"

عالم اسلام کے اربابِ فضل و کمال عصرِ حاضر میں

عالم اسلام کے کئی ایک ممتاز اور فضل و کمال کے حامل علمائے کرام نے جیل میں بہترین علمی خدمات سرانجام دیں۔ ان میں جناب حسن البناء شہید، سید قطب شہید، علامہ عبدالقادر عودہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حسن البناء شہیدؒ

تحریک اخوان المسلمون مصر کے بانی، داعی کبیر مجاہد حق حسن البناء شہید کی عبقری شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ حکومتِ مصر نے آپ کو کئی بار جیل بھیجا۔ اور آپ جب بھی جیل گئے، اخوان کو مراسلت کے ذریعہ ہدایات بھیجتے رہے اور آپ کی یہ ہدایت کتاب و سنت کی تعبیر و تشریح کا نمونہ تھی۔

سید قطب شہیدؒ

حسن البناء شہید کے جانشین سید قطب شہید تھے۔ آپ نے اپنے استاد و مربی کے دیرینہ مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور جن کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ مصر سے مغربی تہذیب کا خاتمہ ہو اور یہاں کتاب و سنت کی حکومت معرض وجود میں آئے لیکن مصر کے اربابِ حل و عقد اس کو کس طرح پسند کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں آپ نے کئی ایک کتابیں لکھیں۔ آپ نے اپنی مشہور تصنیف تفسیر قرآن مجید فی ظلال القرآن جیل ہی میں لکھی۔

عبدالقادر عودہؒ

مصری عدالت کے سابق جج جناب عبدالقادر عودہ ایک ممتاز ماہرِ قانون اور

اسلامی فقہ کے ممتاز عالم تھے۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب "اسلامی قانونِ تعزیرات" جیل میں لکھی۔

یہ ہیں تاریخ کے چند واقعات جن میں مختلف مکاتبِ فکر کے اصحابِ عزم و ہمت نے قید و بند کی پروا کئے بغیر اپنے علم و معرفت کے چراغ کو تاریک اور بند کمروں میں جلا کر روشنی فراہم کی۔ اور عظمتِ کردار کی ایک بے نظیر مثال پیش کی۔ کیا ظلم و عدوان کی آندھیاں حق کے چراغ کو گل کرسکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان کا اپنا چراغ تو گل ہوسکتا ہے لیکن عزم و ہمت کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(بشکریہ الاعتصام لاہور پاکستان)

ص۳ کا بقیہ

کلمات کا علم ہو جاتا ہے اور امت ناقابلِ اعتبار اور موضوع روایات کے فتنوں سے اجتناب کرسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

دورِ حاضر میں تحقیق کر کے گذشتہ ادوار کی مخطوط کتابیں شائع کی جارہی ہیں اور مختلف کتابوں کی احادیث کی تخریج کی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں عالمِ عرب کی خدمات بہت ممتاز و نمایاں ہیں اور عالمِ عرب میں خصوصاً علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کے کارنامے بہت قابلِ قدر و عظیم الشان ہیں۔ فجزاہ اللہ عن المسلمین۔ (آمین)

انصار زبیر محمدی
جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی مہاراشٹر

حسد سے ایک انٹرویو

سوال:۔ محترم! سب سے پہلے آپ اپنے مخصوص لب و لہجہ میں اپنا تعارف کرائیں تو بہتر ہوگا؟

جواب:۔ جناب میرا تعارف بس اسی شعر میں ہے کہ۔

میرا عروج دیکھ کے امید کے خلاف
ہر ایک کی زباں پہ ہیں چرچے زوال کے

س:۔ محترم حسد صاحب! آپ کا ظہور ایک عرصہ بعد ہوا کیا اس طویل عرصہ میں غیر حاضری کا سبب بتا سکتے ہیں؟

ج:۔ عالیجناب! ان دنوں میری مصروفیات بڑھ رہی ہیں اور اب تو میں اتنا مصروف ہو گیا ہوں کہ۔

اب تو اتنی سی بھی فرصت نہیں غم معروف
حال کے زخم پہ ماضی کے بھی آنسو رکھیں

س:۔ ذرا ان مصروفیات کی وضاحت کریں تو نوازش ہوگی؟

ج:۔ بس انسان کی کورچشمی اور جہالت نے مجھے مصروف کر رکھا ہے!

س:۔ کس قسم کے انسانوں نے آپ کو مصروف کر رکھا ہے؟

ج:۔ جناب میں اس کی وضاحت کیا کروں

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

علمار کرام کو میں نے ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی انہیں بلند مقام عطا کیا ہے مگر یہ اپنے مراتب کی بلندی اور عہدے کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

س:۔ مسٹر حسد صاحب! کیا یہ حقیقت ہے کہ علمار اپنی سطح سے نیچے اتر چکے ہیں؟

ج:۔ جناب! آپ کہاں سو رہے ہیں؟ مدارس و جامعات میں اساتذہ کی باہمی چپقلش، جماعتوں اور تحریکوں میں ابھرتے اور ترقی کرنے والے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچنا، کالجز و یونیورسیٹیوں میں نفرت کی فضا پھیلانا، ایک دوسرے کی مالی، علمی اور شہرت و بلندی اور دیگر ترقیات کو دیکھ کر دورۂ قلب کے خدشہ کا اظہار کرنا، یہ سب میری ہی تربیت کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے تعارف میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

س:۔ عزت مآب حسد صاحب! ہم آپ سے دوبارہ طور پر یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ قرآن نے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ، تو پھر حاملین قرآن علمار کرام اس میدان میں کیسے کود پڑتے ہیں؟

ج:۔ اجی حضرت! آج حاملینِ قرآن ہیں کہاں جو آپ اس قدر پر اعتماد لہجہ میں سوال کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو یہ واقعہ معلوم نہیں ہے کہ ایک غیر مسلم جب اسلام میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کے کسی سربراہ سے قرآن کا ایک نسخہ طلب کیا جس پر اسے قرآن دیا گیا اس نے جب مکمل طور پر اس کا مطالعہ کر لیا تو اس قرآن کو واپس دے کر کہتا ہے کہ اب مجھے دوسرا قرآن دیجئے صاحب معاملہ نے اسے قرآن کا دوسرا نسخہ دے دیا، جب غیر مسلم نے اسے دیکھا تو وہ بالکل پہلے قرآن جیسا تھا، پھر اس نے کہا کہ مجھے قرآن کا وہ نسخہ اور وہ قرآن دیجئے جس پر موجودہ مسلمانوں کا عمل ہے؟

غور کیجیے مسلمانوں کی بے راہ روی پر کتنا زبردست طمانچہ ہے۔

س:۔ اچھا محترم تو کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ آپ اپنی تحریک اور دعوت میں مکمل طور سے کامیاب ہو جائیں گے؟

ج:۔ (مسکراتے ہوئے) اس میں بھی کوئی شک، ایک وقت تھا کہ دورِ فاروقی میں جنگ جلولاء کی فتح کے موقعہ سے مالِ غنیمت کی وافر تعداد دیکھ کر خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ

رو پڑے تھے جس پر آپ کے اصحاب نے ازراہِ تعجب استفسار کیا کہ فتوحات تو خوشی کا باعث بنتی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اگر فتوحات کے روز افزوں سلسلہ سے خوشی ہے تو دوسری طرف اموال کی کثرت پر حسرت، اس لئے کہ جس قوم میں مال کی کثرت ہو جاتی ہے اس میں حرص اور حسد پیدا ہو جاتے ہیں (الفاروق ج۲) جیسا کہ میں آج ہر جگہ چھا گیا ہوں۔

س :- محترم حسد صاحب! کیا یہ سچ ہے کہ آپ "برائی کا بدلہ برائی" اس مقولے کے مخالف ہیں ؟

ج :- کیا مطلب ؟

س :- ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ "چاہ کن را چاہ در پیش" جو دوسروں کو فریب دیتا ہے ستاتا ہے اسے بھی فریب دیا جائے گا لیکن آپ تو شریف و سادہ لوح انسانوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں ؟

ج :- آپ کو یہ حقیقت کیسے معلوم ہوئی ؟

س :- اس لئے کہ انسانیت کی تاریخ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سلیم الطبع، شریف مزاج، نیک خو اور ہمدرد انسان نہیں گزرا ہے مگر تاریخ کے مطابق آپ نے انہیں بھی اپنی دعوت کا نشانہ بنالیا ؟

ج :- جناب میری زندگی کا مقصد ہی یہی ہے کہ دوسروں کی ترقیاں دیکھ کر جلنا، مجھے اگر کوئی دعا دے تو بھی میں اس کا ہمدرد نہیں بن سکتا گویا میرا حال یہ ہے کہ

ع تم مجھے دعا دو گے میں تمہیں دغا دوں گا۔

س :- محترم اب رخصت کی اجازت دیجئے ۔

ج :- شکریہ کے ساتھ تشریف لے جا سکتے ہیں مگر ...... !

جامعہ سلفیہ بنارس میں

تاریخ اہل حدیث کی پہلی صحافتی کانفرنس

اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کے لئے دو موثر طریقے ہیں' زبان' قلم۔ ان کا استعمال بھی دو طرح سے کیا جاتا سکتا ہے۔ پہلا طریقہ خیر کا ہے دوسرا شر کا۔ اب انسان کے ذہن و دماغ کی بات ہے چاہے تو اسے خیر کے لئے استعمال کرے یا شر کے لئے۔ ویسے یہ دونوں چیزیں مذہب و ملت کی امانت ہیں انھیں ہمیشہ خیر ہی کے لئے استعمال کیا جانا چاہیے۔

موجودہ دور میں اپنی بات کو دوسروں تک پہونچانے کے جتنے ذرائع پائے جاتے ہیں وہ ماضی قریب یا بعید میں نہیں تھے اگر یہ کہا جائے کہ یہ دور پریس اور ٹکنالوجی کا دور ہے تو غلط نہ ہوگا۔

ایسے دور میں جبکہ باطل تحریکات اپنے غلط نظریات کو لوگوں کے صاف و شفاف اذہان و قلوب میں پیوست کرنے میں منہمک ہیں۔ اگر کوئی قوم و ملت پیچھے رہ جاتی ہے تو یہ اس کی حرماں نصیبی ہے۔ جسے اس کی آنے والی نسل معاف نہیں کر سکتی۔

آج طرح طرح کے فلمی رسالے فحش لٹریچر نئی نسل کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔ جن آنکھوں کو دین حنیف کی تعلیمات سے روشناس ہونا چاہیئے تھا وہ گندے اور مخرب اخلاق رسائل و جرائد سے اپنی ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم نے اس کا بدل مہیا نہیں کیا ہے۔

پریس جو اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کا موثر ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس میں جماعت اہل حدیث دیگر جماعتوں سے پیچھے رہی ہے۔ اور اس کو جماعت کا ہر حساس دل فرد محسوس کرتا رہا ہے لیکن اس کا یہ احساس اس کے دل کے نہاں خانے میں گھٹ کر رہ جاتا تھا اور جماعتی پریس کو

بیدار کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کر پاتا تھا۔ رب العالمین جزائے خیر دے ام الجامعات جامعہ سلفیہ بنارس کے مشفق استاذ گرامی جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ وتولاہ اور ناظم جامعہ برادر مکرم جناب شاہد جنید سلفی حفظہ اللہ اور جامعہ سلفیہ کے اساتذہ کرام کو کہ انھوں نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے بڑی جوانمردی اور حوصلہ مندی کے ساتھ ۲ر۳ر نومبر کو جماعت کی ایک صحافتی کانفرنس منعقد فرمائی اور ملک بھر کے جماعتی رسائل و جرائد کے مدیران و مالکان کو اپنے یہاں جامعہ سلفیہ میں مدعو کیا۔ اس کے لئے انھیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اس کو ایک حساس طبیعت انسان ہی محسوس کر سکتا ہے۔

ذمہ داران جامعہ نے اس سلسلے میں تقریباً ۴۴/۴۵ مدیران و مالکان رسائل و جرائد کو دعوت نامے ارسال فرمائے تھے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آدھے لوگ بھی شریک کانفرنس نا ہو سکے۔ صرف حسب ذیل اخبارات و جرائد کے متعلقین شریک ہو سکے تھے۔

ہفت روزہ جریدہ ترجمان دہلی، ماہنامہ اصلاح سماج (ہندی) دہلی، ماہنامہ نوائے اسلام دہلی، ماہنامہ التوعیہ دہلی، ماہنامہ الرحیق دہلی، ماہنامہ ترجمان السنہ ریحابریلی، سہ ماہی اعتدال ڈومریا گنج سدھارتھ نگر، ماہنامہ آثار مئو، ہفت روزہ بنکر پروکتا ہندی مئو، پندرہ روزہ الہدیٰ دربھنگہ بہار، ماہنامہ نور توحید نیپال، ماہنامہ راہ اعتدال عمرآباد تامل ناڈو۔

شرکاء اجلاس کی افرادی کمی اجلاس کے عدم کامیابی کی غماز تھی مگر جب پہلی نشست کا آغاز ہوا اور لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ اور نوع بنوع خیالات سامنے آنے لگے اس وقت ڈھارس بندھی اور سارے لوگ حوصلوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہو گئے اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ افراد کی کثرت بہت سارے پروگراموں کو غیر موثر بنا دیتی ہے۔ یہاں نہ افراد کی کثرت تھی، شور تھا نہ ہنگامہ پرسکون ماحول تھا ہر فرد کو اپنی بات کہنے کا وقت بھی تھا اور کھلی آزادی بھی۔

شرکاء اجلاس نے اپنے اپنے انداز میں بہت ساری باتیں بتائیں اور بہت سارے مفید آراء بھی سامنے آئے اور بہت سے نقائص کی طرف نشاندہی بھی کی گئی، کچھ پروگرام بنے اور بہت کچھ کرنے کے حوصلے بھی ملے۔ اور متاع گم گشتہ کی کھوج کا عہد و پیمان ہوا۔ اور ایک روزنامہ

صورت اخبار کے اجراء کا حتمی فیصلہ بھی کیا گیا۔ جماعتی رسائل و جرائد کو ہم آہنگ اور ایک مربوط و منظم رہنے کی اپیل کی گئی۔ اور کچھ سفارشات اور گذارشات قرار داد کانفرنس کی شکل میں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ اس کے بعد اسے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی مرکزی کمان کے اس امید کے ساتھ حوالے کیا گیا کہ مرکزی جمعیۃ اس کو عملی جامہ پہنانے کی سعی بلیغ کرے گی۔

یہ کانفرنس اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخ اہل حدیث کا پہلا باب تھی۔ امید ہے کہ اس طرح کے ابواب آئندہ برابر وا ہوتے رہیں گے۔ اور احباب کی بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ آئندہ عالمی سلفی صحافتی کانفرنس بلائی جائے گی انشاء اللہ۔ آپ کی معلومات کے لئے کانفرنس کی قراردادیں اور اس کی گذارشات شریک اشاعت کی جاتی ہیں۔

کانفرنس کی قراردادیں

۱۔ جماعت میں پندرہ روزہ اور ماہوار رسائل متعدد ہیں لیکن مسائل اور واقعات کے پیش نظر عام طور پر یہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ ایک سہ روزہ یا روزنامہ جماعتی اخبار بھی ہو۔ تاکہ پیش آمدہ مسائل میں بروقت جماعتی نقطۂ نظر کی ترجمانی ہو سکے۔ چونکہ جماعت کے وسائل محدود ہیں اور افراد جماعت کی دلچسپی کم ہے اس لئے اس تجویز کو پاس کرنے سے پہلے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے۔ حالات کے پیش نظر ہماری یہ سفارش ہے کہ ایک جماعتی سہ روزہ یا روزنامہ ضرور ہونا چاہیئے۔ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث اور جامعہ سلفیہ کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو اس سلسلہ میں غور کرے گی۔

۲۔ ملک کے مختلف حصوں میں بہت سے جماعتی مسائل و معاملات تقریباً یکساں ہیں اور جماعتی مجلات و رسائل کا اولین مقصد بھی ملت و جماعت کی خدمت ہے۔ اس لئے یہ اجتماع سفارش کرتا ہے کہ جماعتی رسائل کے مدیران باہمی مفاہمت کے ذریعہ تعاون کی ایسی سبیل پیدا کریں کہ ان رسائل کے مضامین کے ذریعہ جماعتی مسائل کو حل کرنے میں آسانی ہو۔

۳۔ چونکہ معاشرہ کا ایک بڑا حصہ خواتین اور اطفال پر مشتمل ہے اور انھیں ہمیشہ صحیح اسلامی وجماعتی تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لیے یہ اجتماع سفارش کرتا ہے کہ تمام مجلات ورسائل میں عورتوں اور بچوں سے متعلق صفحات مخصوص کیے جائیں۔ جن کے اندر ان سے مناسب کتاب وسنت کی تعلیمات کو شگفتہ اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے۔ کے لئے اسلامی تاریخ سے صحیح واقعات کو دل نشیں انداز میں لکھا جائے۔ اگر ضرورت ہو تو بچوں کے لئے انعامی مقابلوں کا انتظام کیا جائے۔ اور اگر جماعت کے ذمہ داران استطاعت رکھتے ہوں تو عورتوں اور بچوں سے متعلق رسائل نکالے جائیں۔

۴۔ شریعت کے ایسے تمام مسائل جن کا تعلق ائمہ وعلماء کے اجتہادات وترجیحات سے ہے ان میں یہ ضروری ہے کہ رسائل ومجلات اظہار خیال کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ عام قاری کا ذہن منتشر نہ ہو۔ اختلافی مسائل میں فریقین کو اظہار خیال سے روکنا علم وتحقیق کے خلاف ہے لیکن مثبت انداز میں مسئلہ کو اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ لکھنے والے کا نقطہ نظر واضح ہو جائے۔ اور پڑھنے والا کسی ذہنی خلجان میں مبتلا نہ ہو۔ اس لئے اجتماع سفارش کرتا ہے کہ مذکورہ نوعیت کے مسائل پر لکھنے والے اہل قلم عام قاری کے ذہن کو ضرور سامنے رکھیں۔

۵۔ چوں کہ جماعتی صحافت کا اولین مقصد کتاب وسنت کی تعلیمات کو منہج سلف کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے اس لئے یہ اجتماع ضروری سمجھتا ہے کہ تمام جماعتی رسائل لازمی طور پر کتاب وسنت کی تعلیمات کو پیش کریں۔ اور ساتھ ہی سلف کے مسلک اور ان کی روشن خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کرائیں۔

۶۔ چونکہ جماعتی رسائل ومجلات کا بنیادی مقصد ملت وجماعت کی دینی رہنمائی ہے اور اس فریضہ کو صحیح طور پر وہی علمائے کرام انجام دے سکتے ہیں جن کا علم پختہ، مطالعہ وسیع وتجربہ طویل ہو عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ جماعتی رسائل کے اندر کہنہ مشق اور بابصیرت علما کے مضامین نہیں ہوتے ہیں اس لئے یہ اجتماع مذکورہ صفات کے حامل تمام علمائے کرام سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ملت کی ضرورتوں کے پیش نظر جماعتی رسائل کو اپنا قلمی تعاون ضرور پیش کریں تاکہ ان رسائل کا معیار بلند ہو

سکے۔ اور وہ صحیح طور سے اپنے مقاصد کو پورا کر سکیں۔

۷۔ اللہ کے فضل سے ہماری جماعت کا ماضی بہت شاندار ہے' ہمارے علماء نے ہر میدان میں خدمات پیش کی ہیں۔ اسی طرح اسلاف کے کارناموں میں ہمارے لئے نصیحت و عبرت کا سامان موجود ہے۔ ماضی سے اپنے ربط کو مضبوط کرنے کے لئے یہ اجتماع سفارش کرتا ہے کہ تمام جماعتی رسائل باہمی تنسیق کے ساتھ اسلاف کے علمی کارناموں اور ان کی شخصیات کو نئی نسل کے سامنے متعارف کرانے کا التزام کریں۔

۸۔ جماعتی رسائل و مجلات کا حلقۂ اشاعت افسوسناک حد تک محدود ہے' ہم جماعتی پرچوں کے سلسلہ میں بھی جماعت کے افراد سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ انھیں مفت فراہم کئے جائیں۔ لیکن کسی بھی بامقصد رسالہ کو قارئین کے مادی و معنوی تعاون کے بغیر صحیح طور پر جاری نہیں رکھا جاسکتا۔ اس لئے اجتماع ضروری سمجھتا ہے کہ افرادِ جماعت کے اندر ایسی بیداری پیدا کی جائے کہ وہ جماعتی رسائل کے حلقۂ اشاعت کو وسیع کرنے میں معاون ثابت ہوں۔

۹۔ ملکی صحافت عام طور پر ملی و جماعتی مقاصد کے لئے مضر ہے۔ اخلاق و کردار کی تعمیر میں بھی اس سے رکاوٹ اور معاشرہ میں بد اخلاقی اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔ جماعتی رسائل کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلام دشمن تمام تحریروں اور اسی طرح جماعت کے خلاف تمام اقدامات کا بھرپور دفاع کریں اور قارئین کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں۔

۱۰۔ دنیا کے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں' ان کے اکثر مسائل مشترک ہیں' سلف کی دینی و علمی میراث سب کیلئے باعث افتخار ہے اس لئے یہ اجتماع ضروری سمجھتا ہے کہ اسلامی اخوت کو تقویت دینے اور عالمِ عرب اور عالمِ اسلام کی دینی و علمی ترقیات سے ہندوستانی مسلمانوں کو باخبر رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عالمِ عرب و اسلام نیز دنیا میں جہاں بھی مسلم اقلیات ہیں ان کے مسائل سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کی خاطر مسلم رائے عامہ کو ہموار کیا جائے اور ہمارے رسائل ان کے مذہبی و دینی احوال کے لئے مستقل صفحات مخصوص کریں۔ جن میں باخبر حضرات ایسے موضوعات پر تحریریں پیش کریں جن سے ہمارے قارئین کو صحیح فکری و دینی غذا مہیا ہو سکے۔

اخبار عالم

مرتبہ: ویشنکش ا۔ وقضل منروحلی

مصر کو پچاس ملین ڈالر کی امداد

قاہرہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو مصر میں جو زلزلہ آیا تھا جس میں تین سو سے زائد جانیں تلف ہو گئی تھیں اور لگ بھگ چار ہزار کے قریب لوگ زخمی ہو گئے تھے اس وقت ملک کے صدر حسنی مبارک چین کے دورے پر نکلے تھے جب انہوں نے اس حادثہ فاجعہ کو سنا تو اپنے سفر کو ملتوی کر دیا اور مصر واپس ہو گئے۔

اس موقعہ پر خادم الحرمین شریفین نے اپنے تعزیتی خط میں رنج والم کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اور ابنار سعودی ہر طرح سے اپنے دینی بھائیوں کے غم میں شریک ہیں۔

سعودی عرب کے وزیر مالیات کو پچاس ملین امریکی ڈالر فوراً امداد کے طور پر بھیجنے کو کہا اور وزیر صحت کو مشورہ دیا کہ مصر کے وزارت صحت سے رابطہ کرکے طبی امداد بھی بغیر تاخیر کے روانہ کی جائے۔

برما، آسام و ترکی وغیرہ کو فوری امداد

صندوق التضامن الاسلامی نے برما، آسام، ترکی ولبنان اور صومال کے پناہ گزینوں کو فوری امداد روانہ کی ہے۔

مذکورہ بینک کے صدر ناصر حمدان الزیفی نے جدہ میں اجتماع کے اختتام پر بتاتے ہوئے کہا کہ ہماری مجلس نے ایک لاکھ ڈالر برمی مسلمانوں کو دیا جو بنگلہ دیش میں پناہ گزین ہیں اور پچاس ہزار ڈالر آسامی مسلمانوں کو دیا گیا جو بنگلہ دیش کی سرحدوں پر پناہ لیے ہوئے ہیں اور ترکی ولبنان کو پچاس پچاس ہزار دیا گیا ہے جو لوگ برف باری سے متاثر ہوئے ہیں اور صومالیہ کے ان مسلمانوں کو ۳۰ ہزار دیا گیا جو کینیا کے شمال میں پناہ لیے ہوتے ہیں جبکہ اس سے پہلے صومالیہ کو ڈیڑھ لاکھ ڈالر بطور تعاون دیا جا چکا ہے۔

کمبوڈیائی مسلمانوں کا وفد دکتور عمر نصیف سے ملا۔

مکہ، دکتور عمر نصیف جو رابطہ عالم اسلامی مکہ کے جنرل سکریٹری ہیں۔ ابھی حال ہی میں ان سے کمبوڈیا کے مسلمانوں کے ایک وفد نے ملاقات کی۔ خانہ جنگی سے متاثرین مسلمانوں کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ رابطہ یہاں کے صورتحال کا مکمل جائزہ لے گی اور تعمیر نو کے سلسلے میں مالی امداد فراہم کرے گی۔

وفد کی رہنمائی کمبوڈیائی پارلیمنٹ کے نائب چیئرمین محمد علی عبدالرحمان کر رہے تھے۔

ساتھ میں ایک معاون وزیر عبد اللہ بن حمزہ بھی موجود تھے۔

سکریٹری جنرل کو ۱۹۷۰ء کے بعد کے حالات سے واقف کراتے ہوئے جناب محمد علی نے کہا کہ خانہ جنگی کے دوران عبادت گاہوں اور قرآن مجید کے چند نسخوں کو بھی نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

انہوں نے مزید کہا کہ ظلم و تشدد کی وجہ سے ملک بدری کے باعث اس وقت ہماری تعداد ۷۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

متحدہ عرب امارات میں پولیس کو سزائے موت

فجیرہ: محکمہ پولیس کے ایک زنا کے مرتکب ملازم کو سزائے موت دے دی گئی۔

باوثوق ذریعہ سے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ اس ملازم نے اپنے خادمہ کیساتھ زنا کیا تھا۔

فجیرہ میں عدالت کے افسران نے بتایا کہ فوجداری عدالت نے پولیس والے کا جرم ثابت کر کے یہ سزا سنائی۔ اور اس ملزم کو فائرنگ دستہ کے حوالہ کر دیا جس کی اجازت متحدہ عرب امارات کے عدالتی نظام میں ہے۔

اسلامک بینک جدہ کا یمن کو فنی تعاون

اسلامی بینک جدہ نے حال ہی میں یمن سے ایک معاہدہ کیا ہے۔ جس کے اندر دوسو نوے ہزار امریکی ڈالر دینے کی بات کہی گئی ہے۔ اس تعاون کے ذریعہ یمن میں تعلیمی اور آبی وسائل کی سہولتوں کو آسان تر کیا جائے گا۔ یہ پروجیکٹ ایک ہزار کلومیٹر پر منحصر ہوگا۔

یہ معاہدہ یمن کے سفیر استاذ غالب علی جمیل کی موجودگی میں ہوا۔ سفیر مذکور نے معاہدہ کے فوراً بعد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس تعاون سے ممبر ممالک کی ترقی کی راہیں آسان ہوں گی۔

م۔ع امارات میں مراکز قرآن کا قیام

جمعیۃ الاصلاح والتوجیہ الاجتماعی نے اپنے پانچ سالہ دور میں امارات کے اندر طلبہ اور طالبات کے لئے شعبۂ حفظ کا جال بچھا دیا ہے۔

ماہنامہ الاصلاح کو جمعیۃ مذکور کے ذمہ داران نے بتلاتے ہوئے کہا کہ صرف دبئی میں ۱۰ مراکز طلبہ کے لئے اور ۷ طالبات کے لئے ہیں جس میں ہزاروں طلبۂ و طالبات قرآن شریف کو حفظ کرتے ہیں۔

مرکز التوحید

نیپال کا اہم تعلیمی دعوتی اور فلاحی ادارہ

پانچ سال قبل جب کرشنا نگر نیپال سے ماہنامہ نور توحید کا اجرا ہوا تھا اسی وقت اس کے بانیان کے پیش نظر ایک تعلیمی، دعوتی اور رفاہی سینٹر کے قیام کا خاکہ تھا تاکہ نیپال میں اس کے زیر اہتمام ان اہم گوشوں پر کام کا آغاز ہو سکے جن کی جانب اب تک کوئی توجہ نہ ہوئی تھی۔

چنانچہ چار سال قبل بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ملک کے پہلے مدرسۃ البنات "مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ" کا قیام عمل میں آیا۔ پھر سال گذشتہ خالص اسلامی ماحول میں مسلم بچوں کو عصری تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے "اقرأ انگلش بورڈنگ اسکول" قائم کیا گیا۔

ان تعلیمی و دعوتی اداروں کے علاوہ متعدد فلاحی اور تحقیقی اداروں کا قیام زیر غور ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اب ان اداروں کو زیادہ منظم، منضبط، مربوط اور موثر بنانے کے لئے ایک مرکز کے ماتحت کر دیا جائے تاکہ مرکزی نگرانی میں ہر شعبہ آزادی کے ساتھ اپنی خدمات کو مفید تر بنا سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ارکانِ مجلس کی حالیہ نشست منعقدہ ۱۹ اکتوبر ۹۲ء میں اتفاق رائے سے مرکز التوحید کے قیام کی تجویز منظور کی گئی۔

اب آئندہ تمام موجودہ اور مجوزہ شعبے مرکز کے ماتحت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص کے ساتھ خدمت کی توفیق سے نوازے (آمین)

عبد اللہ مدنی جھنڈانگری

المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کی

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجات پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی "درس نظامیہ" جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلبا اور ۱۸ اساتذۂ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۳ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

مگر بحمد اللہ تا ہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایانِ دینِ اسلام اور جاں نثارانِ محمدؐ کو دعوتِ نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دستِ تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

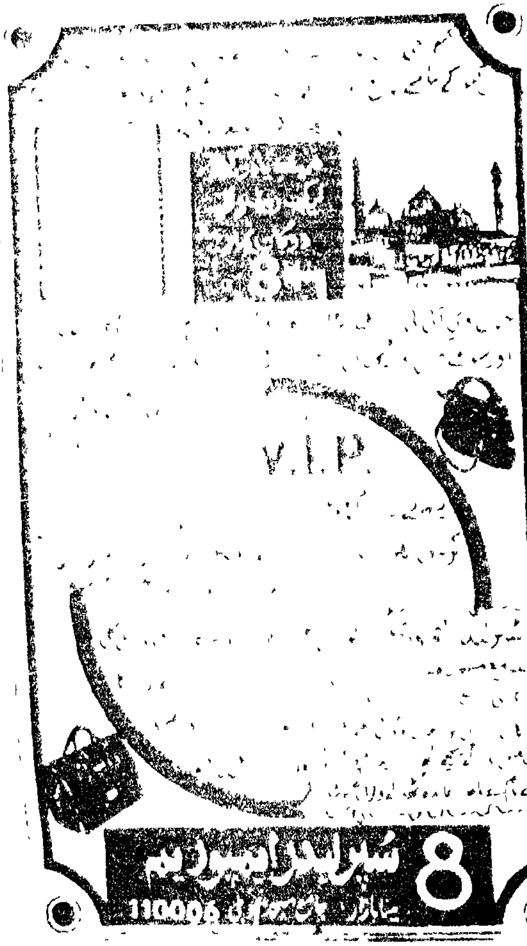
لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احبابِ جماعت سے خصوصاً پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض :- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کے لئے مسجدیں رہنما ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کا کام جاری ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپے میں [illegible] سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو [illegible] تمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ [illegible]



NI-NO. 42804/84 DL-11213/92 PH. 3265935

MONTHLY **NAWA-E-ISLAM** Delhi

1164-A, Chah Rahat, Jama Masjid, Delhi-110006 (India)

DECEMBER 1992 دسمبر

اپیل برائے تعمیر

دعوۃ منزل

ہمارے مخلص قارئین کرام ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جیسا کہ آپکے علم میں ہے کہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے تین سال کی مسلسل دوڑ دھوپ کے بعد نئی دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ (ذاکر نگر) سے متصل ادارہ کی تعمیر کیلئے چار سو گز زمین خریدی ہے جس پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا مرکزی دفتر اور ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے سر دست قد آدم بھر زمین کی وال باؤنڈری اور ایک [illegible] کمرے کی تعمیر کردی گئی ہے چونکہ ایسے خالی پلاٹ ہمیشہ خطرات سے گھرے ہوتے ہیں لہٰذا اس پر فوراً تعمیر ضروری ہوگئی ہے جس کیلئے آپکے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔

آپکو معلوم ہے تعمیر و ترقی ہمارا خواب ہے ——— اسی خواب کو ہم برسوں سے دیکھ رہے ہیں مگر اب ہمیں تعبیر کی تلاش ہے اور تعبیر کا مطلب ہے ذرائع و وسائل کی فراہمی ——— اور یہی باتیں ہیں ہمارے پاس نہیں ——— ہمارا کل اثاثہ ہماری کم مائیگی ہے اور ہمارا سامان ہماری بے سر و سامانی ہے مگر اپنی بے بضاعتی کے باوجود عزم بلند اور حوصلہ جواں رکھتے ہیں۔ ہمیں اپنے پروردگار پر بھروسہ اور آپکی کشادہ قلبی اور دریا دلی پر اعتماد کامل ہے ہم چراغ جلانے کی جستجو کرتے ہیں آپ اسمیں تیل ڈالنے کی سعی کیجئے ہم آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں آپ ہمارے قدموں کو مضبوط کیجئے ——— ہم دامن پھیلائے ہوئے ہیں آپ اسے بھر دیجئے۔

اپنے عزائم سے ———!

ذرائع سے ———!

وسائل سے ———!

[illegible] مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی۔